اس شمارے میں

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی۔ آفس کا پتہ: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق ... آرائش: روز بیوٹی پارلر ... عکاسی: موسیٰ رضا

خط و کتابت کا پتہ: آنچل، پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 ای میل: info@aanchal.com.pk

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ کسی دوسرے کے عیب کو دنیا میں چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیب چھپائیں گے۔" (مسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جولائی ۲۰۱۵ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

ماہ رمضان مبارک ہو۔ اللہ کا بڑا کرم واحسان ہے کہ اس نے اپنے پیارے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر جہاں بہت سارے احسانات وانعامات کیے ہیں ان میں یہ ماہ مبارک رمضان اپنی خیر وبرکات لیے بڑا افضل اور اہم مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رحم وفضل کے دروازے کھول دیتا ہے اور ہمارے دشمن ایمان کو پابند سلاسل کردیتا ہے۔ یہ مہینہ تو دریا ہے رحمت وکرم کا جو بہہ رہا ہے۔ اس ماہ مبارک میں ہم جتنا چاہیں اپنے اعمال اقوال وافعال سے اپنی دائمی زندگی کا سرمایہ سمیٹ سکیں سمیٹ لیں پھر شاید موقع ملے کہ نہ ملے۔ اپنی کوتاہیوں، غلطیوں اور گناہوں کی معافی نہ صرف اپنے رب سے مانگ لیں بلکہ اپنے دوست احباب عزیز رشتہ داروں اور ناراض افراد سے بھی۔ یہ مہینہ تو ہے ہی مغفرت وبخشش کا، جتنی جلد ہوسکے ہمیں اپنے آپ کو پاک صاف کرتے اپنی دائمی زندگی کو پرعیش وآرام دہ بنانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تمام بہنوں بھائیوں کو توفیق وہمت عطا فرمائے اور اپنی فرمانبرداری کا اعزاز عطا فرمائے آمین۔

تمام بہنوں کا شکریہ جس طرح وہ اپنے نئے ماہنامے "حجاب" کو سجانے سنوارنے میں دل چسپی سے رہی ہیں ادارہ آپ کی فرمائشوں کو بھی آپ کی تجاویز سمجھ کر ان پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کرے گا۔

اگست اور ستمبر کا شمارہ عید نمبر ہوگا۔ بہنیں اپنی نگارشات جلد از جلد ارسال کردیں تاکہ سب کی شرکت کو یقینی بنایا جاسکے۔

اس ماہ کے ستارے

☆ عشق تمام مصطفیٰ ﷺ — عائشہ نور کا ایمان افروز مکمل ناول جس کو پڑھ کر آپ کا ایمان تازہ ہوجائے گا۔

☆ زیست کی شام سے پہلے — زیست کی شام میں ہجر ونارسائی کا کرب لیے اقرا صغیر ایک نئے انداز میں جلوہ گر ہیں۔

☆ جینگی بیٹا — ڈاکٹر نگہت نسیم کا نام اردو ادب میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے ایک بہترین افسانے کے ساتھ پہلی بار حاضر محفل ہیں۔

☆ فی سبیل اللہ — ہدایت کی شمع روشن کرتی فاخرہ گل کا پراثر خوب صورت انداز تحریر۔

☆ یہ حوصلہ جو تھکن میں ہے — اے جذب دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے کے سانچے میں ڈھلی طلعت نظامی کی دلکش تحریر۔

☆ افطار پارٹی — ماہ رمضان کے اصل مقاصد وعزائم واضح کرتی نظیر فاطمہ کی موثر تحریر۔

☆ اندر کا دکھ — بعض دکھ انسان کو اندر سے کھوکھلا کردیتے ہیں ایسی ہی کیفیت کی کا ترجمان شمسہ فیصل کا افسانہ۔

☆ مجھے رنگ دے — بے رنگ وکیف زندگی کو محبت وحنا کے رنگوں سے مزین کرتی صدف آصف کی خوب صورت تحریر۔

☆ مہربان مہمان — ماہ صیام کی فضیلت واہمیت بیان کرتی نیلم شہزادی پہلی بار شریک محفل ہیں۔

☆ میں بولوں کے نہ بولوں — چندا چوہدری پہلی بار شریک محفل ہیں ایک سبق آموز افسانہ کے ساتھ۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو
قیصر آرا

حمد

تُو ہے ربِ کون و مکاں اللہ اللہ
تجھی سے ہیں دونوں جہاں اللہ اللہ

تُو ہی سب کی جاں سب کا دل سب کا عالم
تُو ہی سب کی روحِ رواں اللہ اللہ

ترا فضل و الطاف ہے سب کا حامی
تُو ہی سب پہ ہے مہرباں اللہ اللہ

تُو ہی منزلِ ہر نگاہ و نظر ہے
یقیں ہو کہ ہو وہ گماں اللہ اللہ

تُو ہی صاحبِ دو جہان و زمانہ
تُو ہی مالکِ انس و جاں اللہ اللہ

زمانے کی ہر شے میں عالم میں ہر سُو
تُو ہی ہے نہاں اور عیاں اللہ اللہ

میں بہزاد نازاں ہوں عالم پہ اپنے
کہ رہتا ہے وردِ زباں اللہ اللہ

بہزاد لکھنوی

نعت

حضور ﷺ ایسا کوئی انتظام ہوجائے
سلام کے لیے حاضر غلام ہوجائے

میں صرف دیکھ لوں اک بار صبحِ طیبہ کو
بلا سے پھر مری دنیا میں شام ہوجائے

تجلیات سے بھر لوں میں اپنا کاسۂ جاں
کبھی جو اُنؐ کی گلی میں قیام ہوجائے

حضور ﷺ آپ جو سن لیں تو بات بن جائے
حضور ﷺ آپ جو کہہ دیں تو کام ہوجائے

حضور ﷺ آپ جو چاہیں تو کچھ نہیں مشکل
سمٹ کے فاصلہ یہ چند گام ہوجائے

ملے مجھے بھی زبانِ بوصیریؒ و جامیؒ
مرا کلام بھی مقبولِ عام ہوجائے

مزا تو جب ہے فرشتے یہ قبر میں کہہ دیں
صبیح مدحتِ خیر الانام ﷺ ہوجائے

صبیح رحمانی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

نازیہ کنول نازی..... ہارون آباد

ڈیئر نازیہ! سدا سہاگن رہو' نکاح کے مقدس بندھن میں بندھنے اور زندگی کے ایک نئے سفر کی جانب گامزن ہونے پر ادارہ آنچل کی جانب سے ڈھیروں مبارک باد۔ اس سلسلے میں ہمارے قارئین اور آپ کے مداحوں کے بھی بے شمار خطوط' پیغامات آپ کے لیے نیک تمناؤں سمیٹے پیش پیش ہیں۔ دعاؤں کے انمول تحفے قبول کیجیے اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ وہ آپ کی تمام آرزوئیں اور امیدوں کو پایہ تکمیل تک پہنچادے اور آپ کو اس نئی زندگی میں بہت سی خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔

سمیرا شریف طور..... گجرانوالہ

پیاری سمیرا! شاد وآباد و سہاگن رہو آپ کے پیا گھر سدھارنے کا سن کر بے حد خوشی ہوئی' سب سے پہلے تو ادارہ آنچل اور اپنے قارئین کی جانب سے ڈھیروں مبارک باد قبول کیجیے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ آپ کا نصیب بلند ہو اور بے حساب خوشیاں عطا کرے اور پیا دیس میں ڈھیروں محبتیں و چاہتیں آپ کا مقدر بنیں آمین۔

طلعت نظامی..... کراچی

عزیزی طلعت! سدا خوش وآباد رہو آپ کی ساس کی علالت کے متعلق جان کر بے ساختہ اس دعا نے ہمارے لبوں کا احاطہ کرلیا کہ پروردگار عالم آپ کی والدہ جیسی ساس کو تندرستی و صحت مندی سے بھرپور زندگی عطا فرمائے اور انہیں شفائے کاملہ نصیب کرے آمین۔ بے شک بزرگوں کا سایہ اللہ سبحان وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اللہ پاک اس نعمت سے کسی کو محروم نہ کرے آمین۔

کوثر خالد..... جڑانوالہ

ڈیئر کوثر! سدا مسکراؤ' چاہتوں اور محبتوں کی عکاسی کرتا خوب صورت شعر آپ کے خط کی زینت بڑھا گیا' یہ خوب صورت شعر قارئین کی بھی نذر کرتے ہیں:۔

خرید لیں گے تجھ سے تیرے سارے رنج و غم
سستے میری دعاؤں کے جس روز چل گئے

نئے پرچے کے لیے آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں' شاعری میں آپ نے اپنے قلم کو حمد ونعت کے لیے مختص کیا' جان کر اچھا لگا بے شک آپ کا یہ وصف آپ کے لیے دونوں جہانوں میں باعث سعادت ٹھہرے گا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتیں نصیب فرمائے آمین' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سعدیہ بخاری..... ای میل

ڈیئر سعدیہ! جیتی رہو' خفگی سے بھرپور آپ کی میل موصول ہوئی' بعض اوقات آپ کی نگارشات تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شائع ہونے سے محروم رہ جاتی ہیں لیکن ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ آئندہ شمارے میں انہیں پہلے موقع دیا جائے۔ بہرحال آپ پانچ تاریخ تک اپنی نگارشات میل کردیں تو ضرور شائع ہوجائیں گی۔

نورین لطیف..... ٹوبہ ٹیک سنگھ

ڈیئر نورین! شاد وآباد رہو آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی' ہم سے ملنے کے لیے قلم سے رابطہ استوار رکھنا ہوگا اور آنچل سے رشتہ برقرار رکھنا ہوگا۔ بہرحال آپ کی چاہتوں کے مشکور ہیں' اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخش دے آمین۔ کہانی آپ ارسال کردیں اگر موضوع اور انداز تحریر کے لحاظ سے پختہ ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

مصباح پارے..... نامعلوم

ڈیئر مصباح! جیتی رہو آپ کا نامہ موصول ہوا سو جواب حاضر ہے اس سے پہلے ہمیں آپ کا خط موصول ہی نہیں ہوا تو جواب کیسے اور کیونکر دیتے؟ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو اور آپ کی تمام کلاس فیلوز کو اچھے نمبروں سے کامیابی عطا فرمائے۔ نازیہ کنول نازی

تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچارہے ہیں۔

صنم ملک..... تلہ گنگ

پیاری صنم! شاد رہو آنچل سے آپ کے دیرینہ تعلقات کا جان کر اچھا لگا۔ زمانہ طالب علمی سے شروع ہونے والا یہ سفر آج تک گامزن ہے جبکہ آج آپ خود بطور استاد اپنے فرائض سر انجام دے رہی ہیں' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

شائستہ اکبر..... گٹو کالونی

پیاری شائستہ! سدا مسکراؤ' خفگی و ناراضگی لیے آپ کی میل موصول ہوئی بہرحال آپ کا شکوہ سر آنکھوں پر اب جواب شکوہ بھی سن لیجیے آپ کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ ہم نو آموز رائٹرز کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے آنچل نے ہی بہت سی نئی رائٹرز بہنوں کو نہ صرف متعارف کروایا بلکہ شہرت کے اونچے مقام پر بھی پہنچایا۔ اس ماہ بھی زیادہ تر افسانے نو آموز لکھاری بہنوں کے ہیں جنہیں آنچل نے پلیٹ فارم مہیا کیا ہے تاکہ وہ اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو مزید جلا بخش سکیں۔ امید ہے آپ کی غلط فہمی دور ہوجائے گی۔ آپ حجاب کے تمام سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں' ہماری جانب سے خوش آمدید۔

مہرین آصف بٹ..... آزاد کشمیر

ڈیئر مہر! کشمیر کی حسین وادیوں سے ارسال کردہ آپ کا خط خوب صورت تجاویز کے ہمراہ موصول ہوا' نیا پرچہ جلد آپ پڑھ پائیں گی اس کے لیے آپ اپنی تحریریں ارسال کردیں۔ ایڈریس آنچل والا ہی ہے آپ کہانی پر حجاب لکھ دیجیے گا اگر معیاری ہوئی تو ضرور نئے پرچے کے لیے منتخب کرلی جائے گی۔

صدف سلیمان..... شورکوٹ

ڈیئر صدف! خوش وخرم رہو آپ کا گلہ بجا ہے' ہمیں اندازہ ہے کہ پہلے خط پوسٹ کروانا اور پھر انتظار کے کڑے مراحل سے گزرنا بے شک صبر آزما کام ہے لیکن بعض اوقات ڈاک تاخیر سے موصول ہوتی ہے اور شامل اشاعت ہونے سے محروم رہ جاتی ہے۔ امید ہے سمجھ پائیں گی اور خودساختہ ناراضگی دور ہوجائے گی۔

کرن ملک..... جتوئی

ڈیئر کرن! جیتی رہو' ہمارے پاس تعارف ایک کثیر تعداد میں موجود ہیں اس لیے شامل کرنے میں دیر سویر ہوجاتی ہے بہرحال آپ اپنا تعارف موجودہ حالات کو پیش نظر رکھتے از سر نو ارسال کردیں' جلد لگانے کی کوشش کریں گے۔

ودیعہ یوسف زماں قریشی
لانڈھی' کراچی

پیاری ودیعہ! سدا مسکراؤ' آپ کے حوصلہ وہمت کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ بے شک تعلیم ڈگریوں اور کلاسوں کی محتاج نہیں ہوتی اگر آپ کو علم حاصل کرنے کا شوق ہے تو اسی لگن سے آگے بڑھتی جائیں' جہاں تک تحریری شوق کی بات ہے تو آپ کو بہت محنت کی ضرورت ہے کیونکہ ابھی آپ کا انداز تحریر اور املا دونوں کمزور ہیں۔ دیگر رائٹرز کی تحاریر کا بغور مطالعہ کریں اور دیگر کتب کو بھی ضرور پڑھیں اس سے آپ کے علم میں اضافہ ہوگا اور لکھنے میں مدد ملے گا۔ عائشہ نور اور نازیہ کنول تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچارہے ہیں۔

دعائے سحر..... فیصل آباد

عزیزی سحر! جیتی رہو' والدین جیسی عظیم نعمت میں سے کسی ایک کا سایہ بھی اٹھ جائے تو ساری زندگی ادھورا پن اور تشنگی برقرار رہتی ہے۔ بے شک ماں کے بغیر یہ ایک سال کئی صدیوں پر محیط ہوگا جہاں پل پل کٹھن حالات کا سامنا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی والدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سب کو صبر وحوصلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی آپ کی والدہ کے لیے دعا کی اپیل ہے۔ حجاب کے لیے آپ آنچل کے ایڈریس پر ہی نگارشات ارسال کردیں اور ماہنامہ حجاب لکھ دیں۔

ارم کمال..... فیصل آباد

ڈیئر ارم! سدا سہاگن رہو' اگر آپ ہم سے بات کرکے خوشی محسوس کرتی ہیں تو ہم بھی آپ کی کمی کو شدت

سے محسوس کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا شمار ہماری ریگولر قارئین میں ہوتا ہے جو ہر ماہ نصف ملاقات کے ذریعے تعلقات کا سلسلہ بحال رکھتی ہیں۔ نئے پرچے کے لیے آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں' بیٹی کی کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد۔

ندا مسکان...... 133 جنوبی

ڈیئر ندا! سدا آباد رہو' بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کا تبصرہ شامل اشاعت نہ کرسکے وجہ آپ کی ڈاک کا تاخیر سے موصول ہونا ہے۔ بہرحال آپ دیگر سلسلوں کے ذریعے آنچل میں باقاعدگی سے شرکت کرسکتی ہیں۔

ذکیہ جبین عمر...... نامعلوم

ڈیئر ذکیہ! سدا مسکراؤ' آپ کے تفصیلی خط کے مطالعہ کے بعد اندازہ ہوا کہ آپ پختہ ذہن رکھنے کے ساتھ ساتھ عمدہ سوچ کی بھی مالک ہیں۔ اگر واقعی ہم اپنی کہانیوں کے ذریعے اصلاح کرنے کے عمل میں کامیاب ہوتے ہیں تو گویا گوہر مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہرے۔ آپ کی اس قدر پذیرائی کا بے حد شکریہ' اس سلسلے میں آپ کی نظم ایک عمدہ کاوش ہے' بے شک آپ جیسی بہنوں کے تعاون سے ہی یہ شمع روشن ہے۔

طاہرہ گوندل...... کوٹ مومن

ڈیئر طاہرہ! سدا خوش رہو' آپ کے شوق کے متعلق جان کر اچھا لگا' آپ کی تحریر آپ کے قلمی سفر کا آغاز ہے اور ابتدا میں کمزوریاں تو ہوتی ہی ہیں۔ ابھی آپ کا انداز تحریر کافی کمزور ہے سو محبت کے موضوع پر لکھی گئی یہ تحریر کچھ خاص متاثر کرنے میں ناکام رہی۔

عظمیٰ شاہین...... نوشہرہ ورکاں

ڈیئر عظمیٰ! سدا آباد رہو' آپ کی نصف ملاقات میں یہ بات اچھی لگی کہ انسان گر کر سنبھلتا ہے اور اپنی غلطیوں سے سیکھتا ہے' ناامیدی ہمیں کفر کی طرف لے جاتی ہے اور امید اچھی ہو تو منزل آسان ہوجاتی ہے بے شک انسان محنت کرتا ہے کیونکہ محنت ہی آسمان کی بلندی پر پہنچاتی ہے اس لیے مایوس ہونے کی بجائے اپنا مطالعہ وسیع کریں اور محنت کرتی رہیں۔ ابھی آپ کا انداز تحریر کمزور ہونے کی وجہ سے آپ کی تحریر ''آنچل'' کے معیار پر پوری نہیں اتری۔

نسیم سحر...... گلشن اقبال' کراچی

محترمہ نسیم سحر! سدا مسکراتی رہو' آپ سے نصف ملاقات اچھی رہی۔ آپ کی والدہ کا سایہ آپ کے سر پر اللہ سبحان وتعالیٰ تاقیامت قائم رکھے' آمین۔ آنچل کو آپ بہنوں کے لیے ہی سجایا جاتا ہے' یہ خاص آپ بہنوں کے لیے ہی ایک سلسلہ ہے جس میں آپ اپنا تعارف لکھ کر ہمیں آنچل کے پتے پر ارسال کرسکتی ہیں۔ جہاں تک آپ کی تحریروں کی بات ہے اس کے لیے آپ کو ابھی محنت کی ضرورت ہے' اس لیے مایوس و دل برداشتہ ہونے کی بجائے اپنا مطالعہ وسیع کریں اور محنت کرتی رہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی آپ اپنی تحریر کو آنچل کے صفحات پر دیکھ سکیں گی۔

شگفتہ یاسمین...... چیچہ وطنی

پیاری گڑیا! پھولوں کی طرح مہکتی رہو' آپ کی تحریر ''تاروں بھرا آنچل'' آنچل کے معیار پر پوری نہیں اتر سکی' آپ کو مطالعہ اور مزید محنت کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ آپ مایوسی کو دل میں جگہ دینے کی بجائے کوشش جاری رکھیں گی۔ اور آپ کی ایک تحریر پہلے ہی منتخب ہوکر باری کے انتظار میں ہیں' آپ دعا کریں ان شاء اللہ جلد لگ جائے۔

رائو کرن...... بالانیو

ڈیئر کرن! جیتی رہو' آپ کی تحریر ''شب ہجران'' پڑھ ڈالی' محبت کے موضوع پر لکھی گئی یہ تحریر کچھ خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہری۔ ابھی آپ کا انداز تحریر بھی کمزور ہے' اپنا مطالعہ وسیع کریں اور دیگر رائٹرز کا بغور مطالعہ کریں اس سے آپ کو لکھنے میں مدد ملے گی' امید ہے ان باتوں پر عمل کرتے کوشش جاری رکھیں گی۔

نینا خان...... ہری پور

ڈیئر نینا! جگ جگ جیو' غیبت کے حوالے سے لکھی گئی آپ کی تحریر ''مستحق تھے ہم بھی سزا کے'' موصول ہوئی' پڑھ

کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اپنے مطالعہ کو وسیع کریں اور نئے موضوعات پر اپنی گرفت مضبوط کریں۔ ساتھ ہی اچھا لکھنے کے لیے نامور رائٹرز کے ناول کا مطالعہ شرط ہے۔

مسز نگہت غفار...... کراچی

پیاری بہن نگہت! شاد رہو' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ یونہی ہمارے ساتھ رہیں' آمین۔ آنچل کے دیگر سلسلوں میں آپ کی شرکت رونق بڑھادیتی ہے اور آپ کی غیر حاضری ہمارے ساتھ ہر کوئی محسوس کرتا ہے۔ آپ کی تحریر ''صفحۂ زیست ادھورا'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ موضوع پرانا ہے اور آپ موضوع پر گرفت بھی نہیں رکھ پائیں' جس کی وجہ سے آپ کی تحریر آنچل کے صفحات پر جگہ نہیں بناسکی۔ اس لیے دل برداشتہ و مایوس ہونے کی بجائے کوشش جاری رکھیں۔

ارم غزل جنت...... منڈی بہائو الدین

ڈیئر ارم! جیتی رہو بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید۔ اگر آپ اپنا تعارف بھیجنا چاہتی ہیں تو ارسال کردیں' باری آنے پر لگ جائے گا جہاں تک آپ کی تحریر کا سوال ہے تو ابتدا میں کسی بھی موضوع پر مختصر افسانہ لکھ کر ارسال کردیں تاکہ آپ کے انداز تحریر کا اندازہ ہوسکے۔ آپ کی تحریر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

مہر گل...... اورنگی ٹائون' کراچی

ڈیئر مہر! مانند گل خوشبو بکھیرتی رہو' تعلقات و رابطے کے سب سلسلے منقطع کرکے کون سے جہان میں آباد ہو' کچھ خیر خبر ہی نہیں۔ تحریر کی اشاعت کے بعد بھی آپ سے رابطہ نہ ہوسکا۔ آپ کا ایڈریس جو تحریر پر درج تھا وہ درست نہ ہونے کی بناء پر پرچا آپ تک نہ پہنچ سکا۔ آپ آفس کے نمبر پر رابطہ کرکے اپنا مکمل پتا جلد از جلد نوٹ کرادیں تاکہ آپ سے رابطہ بحال رکھا جاسکے۔

سید عبادت کاظمی......
ڈیرہ اسماعیل خان

برادر محترم! غزل کی اشاعت پر مہربانی و شکریہ کی ضرورت نہیں ہے' آپ جیسے بہت سے حضرات نیرنگ خیال میں ہر ماہ شرکت کرتے ہیں۔ بہرحال آپ کے اسم گرامی کی غلط اشاعت پر معذرت خواہ ہیں۔

بحریزہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

پیاری گڑیا بحریزہ! سدا خوش رہو' آپ کی تحریر ''چاہت'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کی لکھنے کی صلاحیت میں کچھ حد تک بہتری آئی ہے لیکن موضوع کچھ خاص نہیں تھا اس لیے محنت کرتی رہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی آپ اپنی تحریر کو آنچل کے صفحات پر دیکھ پائیں گی۔

کے ایم نور المثال......
کھڈیاں خاص' قصور

ڈیئر نور! شاد و آباد رہو' دوست کا پیغام میں جو پیغامات وقت پر موصول ہوجاتے ہیں انہیں اسی ماہ شامل کرلیا جاتا ہے جبکہ تاخیر سے موصول ہونے والے پیغامات آئندہ ماہ کے لیے محفوظ کرلیے جاتے ہیں۔ ضرور آپ کی ڈاک تاخیر کا شکار ہوئی ہوگی۔ آپ کی تحریر اصلاحی انداز لیے ہوتی ہے لیکن آپ کا انداز تحریر ابھی بہت کمزور ہے۔ آپ دیگر رائٹرز کے انداز تحریر کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی کہانیوں کا موازنہ کریں اس سے آپ کو لکھنے میں کافی مدد ملے گی۔

کائنات گل...... گوجر خان

ڈیئر گل! اللہ سبحان وتعالیٰ کی بنائی اس کائنات میں گلوں کی مانند مہکتی رہو۔ ہماری جانب سے آپ کو بھی رمضان المبارک کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخش دے اور اس ماہِ مبارک کے صدقے ہم سب کی خطاؤں کو درگزر فرمائے' آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں۔

نیلم شہزادی...... کوٹ مومن

شہزادی صاحبہ! سدا خوش رہو' خوب صورت لفظوں کی ردا اوڑھے چاہتوں و محبتوں کے پیکر میں لپٹا آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ کی لفاظی قابل تعریف ہے' آپ کا کہنا بجا تھا:۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں؟
اب ٹھہرتی ہے دیکھیے جاکر نظر کہاں؟

تو دیکھیے آپ کے کہنے کے عین مطابق ہماری نظر آپ کی تحریر پر جا ٹھہری اور آنچل کے صفحات پر جگہ بنانے میں کامیاب بھی رہی۔ اس کامیابی پر ہماری جانب سے ڈھیروں مبارک باد' باقی تعریف وتنقید قارئین کے ذریعے آپ تک پہنچ جائے گی۔ آپ سے گزارش ہے کہ آفس کے نمبر پر رابطہ کرکے اپنا مکمل ایڈریس نوٹ کرادیں تاکہ آپ سے تعلقات کا سلسلہ بحال رکھا جاسکے۔

کلثوم نواز...... مظفر گڑھ

ڈیئر کلثوم! جیتی رہو نیرنگ خیال میں ذاتی شاعری شامل کی جاتی ہے اور ایسے میں بعض اوقات غیر معیاری شاعری رد کردی جاتی ہے اگر آپ کی شاعری معیاری ہوئی اور آپ کی ذاتی کاوش پر مبنی ہوئی تو متعلقہ شعبے والے ضرور شائع کردیں گے بصورت دیگر معذرت۔

لائبہ میر...... حضرو

پیاری لائبہ! خوش رہو نئے ماہنامہ حجاب سے متعلق آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں۔ تعارف ایک کثیر تعداد میں بہت سی بہنوں کے موجود ہیں اس لیے دیر سویر ہوجاتی ہے۔ شاعری اگر معیاری ہوئی تو متعلقہ شعبے والے ضرور شائع کردیں گے ورنہ معذرت۔ آپ کی تحریر موضوع اور انداز تحریر دونوں لحاظ سے کمزور ہے ابھی آپ کو بہت محنت اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے جب سوچ میں پختگی آئے گی تو تحریر میں بھی نکھار آئے گا۔ امید ہے اس تفصیلی جواب سے تشفی ہوپائے گی۔

سعدی بخاری...... نامعلوم

ڈیئر سعدیہ! جیتی رہو بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید' آپ کی جو ای میل اور ڈاک 10 تاریخ سے قبل موصول ہوتی ہے وہ اسی ماہ شامل کرلی جاتی ہے جبکہ تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط آئندہ کے لیے رکھ لیے جاتے ہیں۔ ہمیں اس سے قبل آپ کی نگارشات موصول ہی نہیں ہوئی تو جواب کیسے اور کیونکر دیتے۔

ناقابل اشاعت:۔

تاروں بھرا آنچل' چاہت' یہ کیسی ریت ہے' احتساب کی گھڑی' اب اور نہیں میری جان' بکھری زندگی' دنیا کی حقیقت' عشق کے بجز مکمل کچھ نہیں ہوتا' اک شمع جلی' عورت ہار جاتی ہے' محبت جان لیتی ہے' قیدی محبت کے' ناآشنا عشق' بکھرنے سے پہلے' خزاں کے بعد' وقت' مستحق تھے ہم بھی سزا کے' ریت پرانی' بلاعنوان' کسک' غریبوں کی بستی' بہادر لڑکی' محبت کے عجب کھیل' ایک سیکنڈ' چاہت کی رانی' کلیم میرے' تم لوٹ آؤ' ونا' قسمت' وقت' میں بھی کہیں پہ بستا تھا' بددعا' ٹھوکر' پہیلی کا روپ' قسمت کے فیصلے' صفحہ زیست ادھورا' تم میری جان تھی' روایت توڑ دی' اس نے محبتوں تیرے فاصلے' گستاخ محبت' پرائز بانڈ' حنا کی عید' دل کی سبز وادی میں' بچھڑ کے ملنا' ایسا تو نہ سوچا تھا' کالی سیاہ' محبت مرتی نہیں مار دیتی ہے' شب ہجراں' رشتوں کا مان' محبت سزا ہے' محبت اک مان' ہم ہیں یہاں' نئے آجا تیرے ماتھے پہ چاند بن کے' انبھروں میں' فیصلہ۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مسالک المومنین

مشتاق احمد قریشی

ترجمہ:۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (المومنون۔۱۱)

آیت کریمہ میں اللہ رب العزت کا ارشاد عالی ہے کہ جو لوگ فردوس میں داخل کردیئے جائیں گے وہ اس کے وارث ہوں گے اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جبکہ سورۃ الکہف میں ارشاد ہوا تھا کہ ان کے لیے فردوس کے باغات کی مہمانی ہوگی' اور وراثت تو ملکیت کے حق میں داخل ہے یہ کیسی اور کتنی بڑی خوش خبری ہے اہل ایمان لوگوں کے لیے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں' ایمان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے صلے میں کیسا عظیم الشان معاوضہ اپنے بندوں اپنے غلاموں کو ادا فرماتا ہے۔ بلاشبہ ایمان دار ہی فلاح پاتا ہے فلاح پانے اور سعادت حاصل کرنے کی پہلی لازمی شرط ہی ایمان ہے۔ ایمان ہی سب نیکیوں کی جڑ ہے۔ کیونکہ بغیر ایمان اور بغیر اعتقاد کے کوئی کتنا ہی اچھا عمل کرتا ہے سب بیکار محض ہوگا۔ اس آیت کریمہ کی تشریح تو خود رب کائنات نے اس سے قبل کی دس آیات کے ذریعے فرمادی کہ کون لوگ ہوں گے جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے' حق دار ہوں گے' جیسا کہ پہلی آیت میں ارشاد ہوا ہے" (۱) یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی۔ (۲) جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں (۳) جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں (۴)۔ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ (۵) جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (۶)۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔ (۷) جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ (۸) جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (۹) جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ (۱۰) یہی وارث ہیں۔

اگر ان آیات الٰہی کے مضمون پر غور وفکر کیا جائے تو یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آجائے گی کہ اسلام صرف ایک مذہب یعنی عبادات الٰہی کا ہی نام نہیں ہے بلکہ ایک صالح معاشرے کی تشکیل کرنے والا دین ہے اور روز آخرت میدان حشر میں انسان جن اعمال صالحہ کی بنا پر ہر دکھ ہر تکلیف سے بچارہے گا' ان کی تفصیل سے خود رب کائنات نے اپنے بندوں کو آگاہ فرمادیا ہے۔ ان صفات مذکورہ کے حامل مومن ہی فلاح یاب ہوں گے اور وہی جنت کے وارث وحق دار ہوں گے اور جنت بھی کیسی اعلیٰ ترین جنت جہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔

ان آیات کریمہ میں مومنین صالحین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱)۔ خشوع وخضوع سے نماز ادا کرنا۔
(۲)۔ اپنے بدن' اپنے نفس وجان کو پاک صاف رکھنا۔
(۳)۔ لغو وباطل اور لایعنی باتوں سے الگ رہنا۔
(۴)۔ شہوت نفسانی کو قابو میں رکھنا۔
(۵)۔ امانت اور عہد کی حفاظت کرنا۔
(۶)۔ نمازوں کی پوری پوری حفاظت کرنا۔

ایمان اختیار کرنا صرف زبان سے ہی نہیں ہوتا بلکہ ایمان اختیار کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ دل کی گہرائیوں اور

پورے اخلاص اور نیک نیتی سے وہ تمام اعمال جو ایمان کا تقاضہ ہیں پر عمل کرے ایمان کے لئے ضروری ہے کہ زبان کے ساتھ ساتھ اپنے عمل سے اپنے اختیار سے وہ تمام کام جنہیں کرنے کا حکم دیا گیا ہے کرے اور وہ تمام کام جن سے روکا گیا ہے رکا رہے یہی ایمان ہے۔

(۴) **جنت نعیم:**۔ کے لغوی معنی ہیں راحت' عیش' نعمت' راحت اسی سے ناعمت ہے جس کے معنی خوش' تروتازہ' فراخی حال' آسودگی' آسودہ ہونا' ہر قسم کی بھلائی' احسان' خوشی' آرام' نعیم سے ہی معنی ہے جس کے معنی نازک عورت' آرام کی زندگی' اچھا کھانا' سبزہ' زندگی کو آسودہ رکھنا' زندگی کی آسائش طلب کرنا' یہ لفظ قرآن کریم میں تقریباً تیرہ بار آیا ہے۔

جنت نعیم کی تعمیر۔ سبز زمرد سے کی گئی ہے۔ زمرد کا شمار قیمتی جواہرات میں ہوتا ہے' جس طرح انسان دنیا میں اپنے گھروں کو رنگا رنگ کے ماربلز سے آراستہ کرتا ہے' ویسے ہی جنت نعیم کی ہر قیام گاہ پوری کی پوری اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کے لئے سبز زمرد سے بنائی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کاملہ سے کوئی کام ناممکن یا مشکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے تو سب کچھ کرنا بہت ہی آسان ہے۔ وہ جو چاہے اپنے ایک حکم سے کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک وصالح بندوں اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لئے خاص اہتمام وانتظام فرمایا ہے تاکہ ان کی آخرت کی دائمی زندگی ہر طرح کے عیش وآرام میں بسر ہو جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ارشاد ہے۔

ترجمہ:۔ جو لوگ ایمان لائے' اور ہجرت کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا وہ اللہ کے ہاں بہت بڑے مرتبہ والے ہیں' اور یہی لوگ (کامیاب ہیں) مراد پانے والے ہیں۔ انہیں ان کا رب خوش خبری دیتا ہی' اپنی رحمت کی اور رضامندی (خوشنودی) کی اور بشارت دیتا ہے جنتوں کی جہاں ان کے لئے دائمی نعمتیں ہیں۔ (التوبہ۔ ۲۰۔ ۲۱)

آیاتِ کریمہ میں ربِ کائنات خوشخبری سنا رہا ہے اپنی رضامندی کی جاں فزا اطلاع دے رہا ہے وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں جنہیں رحمتِ الٰہی اپنی رحمت اور اپنی خوشنودی کی بشارت سے نوازے۔ اہلِ ایمان کے لئے اس سے بڑی بشارت اس سے اہم اطلاع وخبر کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی کہ اس کا رب اس سے نہ صرف راضی ہو بلکہ اس کی بشارت بھی سنائے اس کے بعد اہل ایمان کے لئے کوئی خبر کوئی اطلاع کچھ اہمیت نہیں رکھتی یہی بشارت یہی خبر تو ہر مسلمان اہل ایمان کے دل کی آرزو اور تمنا ہے کہ اس کا رب اس سے راضی ہوجائے۔ سمجھنا یہ ہے کہ یہ بلند ترین مرتبہ رضائے الٰہی کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے وہ نسخہ کیمیا بھی خود ہی ان آیات میں تعلیم فرمادیا ہے کہ اللہ کے لئے ہجرت کرو اللہ کی راہ میں اپنا مال وجان خرچ کرو' اللہ کے دین کے استحکام اور تبلیغ کے لئے جہاد کرو تاکہ تم سے اللہ راضی ہوجائے۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خود اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عملی طور پر جہاد اور ہجرت کے عمل سے گزر کر اپنے بعد آنے والے اہلِ ایمان کے لئے عملی مثال قائم کر رکھی ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے جس طرح کفار کی سفاکیوں اور سنگ دلانہ جور وستم کا مقابلہ کیا انہوں نے صرف اپنے ایمان اپنے دین کی حفاظت کے لئے نہ صرف اپنے شاد وآباد گھروں کو چھوڑا' ہجرت اختیار کی' غریب الوطنی اختیار کی اور ہر قسم کے ظلم وستم کا بڑی پامردی اور ہمت وحوصلے سے مقابلہ کیا اور ہر قسم کی پریشانیوں کو اللہ کی راہ میں قبول کیا۔ یہ تمام پریشانیاں' ظلم وستم کفار ان پر صرف اس لئے توڑتے رہے تھے کہ وہ اللہ کی راہ سے ہٹ جائیں لیکن صحابہ کرام نے جس جاں نثاری سرفروشی سے ان ظلم وستم کا مقابلہ کیا کہ بالآخر کفار کو گھٹنے ٹیکنے ہی

پڑے اور اسلام کا سورج سربلند ہوا۔

اپنے رب کی رضا پانے کے لئے ہی ان سرفروشوں نے نہ صرف اپنے گھربار اپنے عزیز واقارب اپنا مال واسباب چھوڑا اپنی جانیں تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کے ظاہر وباطن سے پوری طرح باخبر وآگاہ ہے اس کے سامنے ہر کسی کا سب کچھ ظاہر ہے وہ ایسے ہی پر یقین پرعزم اپنے ایمان اپنے دین کی حفاظت وعظمت پر جاں نثار کرنے والے افراد کو بشارتِ عظمیٰ سے نواز رہا ہے کہ ان کے لئے ان کے دائمی راحت کے ٹھکانے جنت النعیم میں تیار کر رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو بڑا ہی رحیم وکریم ہے اس کی عطا وبخشش کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب۔ وہ جیسے چاہے جس طرح چاہے نواز سکتا ہے وہ قادرِ مطلق ہے۔ وہ اپنے بندوں کی فلاح وبہتری کے ہر راستے ہر طریقے کی خود ہی تعلیم فرماتا ہے۔ خود ہی وہ طریقے وہ راستے سمجھاتا دکھاتا ہے' جس سے بندہ اس کا قرب ورضا حاصل کرسکے اور قرب حاصل کرنے والوں کو خوشخبری بھی دیتا ہے انہیں بتادیتا ہے کہ تمہاری محنت کا تمہیں کیا اور کتنا صلہ ملنے والا ہے تاکہ بندہ پورے اخلاص نیت سے اپنی ملنے والی مزدوری کے لئے مشقت ومحنت کرکے اپنے رب کو راضی کرسکے۔

ترجمہ:۔ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے' ان کا رب ان کو ان کے ایمان کے سبب ان کے مقصد تک پہنچادے گا' نعمت کے باغوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ (یونس۔ ۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ بڑا ہی مہربان' رحیم وکرم کرنے والا ہے۔ وہ خالق ومالک اپنی مخلوق' خاص انسانوں سے بے حد وحساب شفقت مہربانی محبت کا معاملہ فرماتا ہے اپنے ماننے والے اطاعت گزار' فرمانبردار اہل ایمان سے بڑے ہی لاڈ پیار سے پیش آتا ہے اگر اہلِ ایمان اور کوئی بھی عقل وفہم رکھنے والا سمجھدار انسان آیتِ کریمہ پر غور وفکر کرے تو وہ بہ آسانی سمجھ لے گا کہ ربِ کائنات کس شفقت سے' کس اپنائیت سے اپنے ماننے والوں اپنی بندگی واطاعت کرنے والوں کی رہنمائی اور تعلیم فرما رہا ہے کس طرح انہیں وہ ترکیب وعمل بتا رہا ہے' جس سے وہ اپنی آخرت کی دائمی زندگی کی راحتیں' عیش وآرام حاصل کرسکتے ہیں۔ اور تمام انسانیت کو اس عمل سے آگاہ فرما رہا ہے کہ آخرت کی زندگی میں جنت کیوں؟ اور کیسے ملے گی؟ وہ کون لوگ ہوں گے جنہیں جنت ملے گی؟

صرف اس آیت کریمہ میں ہی نہیں یہ پیغامِ الٰہی تو قرآن کریم میں متعدد بار جگہ جگہ دیا گیا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے یعنی اپنی دنیا کی زندگی میں سیدھی راہ پر چلے' ہر کام ہر شعبہ زندگی میں انفرادی واجتماعی زندگی میں انہوں نے حق' سچ کی راہ اور طریقہ اختیار کیا' اور ہر قسم کے باطل طریقوں سے دور رہے اپنا ہر ہر قدم سوچ سمجھ کر حق' سچ کے مطابق اٹھایا ہر قسم کی کج روی سے دور رہے پرہیز کیا۔

ایمان کی تعریف گزشتہ صفحات میں آپ کی نظر سے گزر چکی ہے۔ آیتِ مبارکہ میں جو کچھ ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے وہ ایمان کے ہی نتائج ہیں۔ حقیقی ایمان کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی زبان سے ہی نہیں بلکہ دل سے دماغ سے اپنے ہر ہر عمل سے ایمان اور افعالِ ایمان کو اپنی سیرت وکردار کی روح بنالے اُس کے ہر قدم پر عمل سے اخلاق اور عملِ صالح کا ظہور ہو۔ دنیا کی امتحان گاہ کی ہر آزمائش سے کامیاب ہوکر نکلنے کا راستہ خود رب ذوالجلال تعلیم فرما رہا ہے۔ اگر انسان اپنی زندگی تعلیمات اسلامی سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق بسر کرے گا تو سارے انعاماتِ الٰہی کا مستحق قرار پائے گا۔ اللہ رب العزت کے تمام وعدے حق اور سچ ہیں وہی مالک الملک ہر ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ ایمان تو دراصل اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان رابطے کا نام ہے۔ اہلِ ایمان کا اس کے ایمان کی ہی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے براہ راست رابطہ ممکن ہے۔ اللہ اپنے اہلِ ایمان بندوں کی رہنمائی اپنے کلام قرآن

مجید کے ذریعے براہ راست فرماتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں اظہار ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اہلِ ایمان بندوں کو بشارت سنا رہا ہے خوش خبری دے رہا ہے کہ انہیں ایمان اور عملِ صالحہ کے صلے میں جنتِ نعیم سے نوازا جائے گا' جو اعلیٰ درجے کی جنت ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال کیے (سنت کے مطابق) ان کے لیے نعمتوں والی جنتیں ہیں۔ (لقمن ۔۸)

قرآنِ کریم میں جہاں جہاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلِ ایمان کو جزا کی خوش خبری سنائی ہے وہاں ایمان کے ساتھ عملِ صالح کا ذکر ضرور فرمایا ہے کیونکہ اسلامی نظریہ حیات میں ایمان نہ تو منجمد ہے نہ پوشیدہ ہے نہ ہی کسی طرح معطل ہے۔ ایمان تو ایک زندہ متحرک اور فعال حقیقت کا نام ہے جب ایمان کسی دل میں جڑ پکڑ لیتا ہے تو پھر متحرک ہو کر عملی شکل اختیار کرلیتا ہے اور انسان کا عمل اور طرزِ عمل اپنے آثار کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے اور جو لوگ ایمان قبول کرلیتے ہیں تو ان کا ایمان عملی شکل میں متحرک نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے والے اہلِ ایمان کو اپنی نعمتوں سے بھری جنتوں کی بشارت دے رہا ہے کہیں اہلِ ایمان کو یہ نہیں کہا گیا ہے کہ تمہیں صرف جنت کی نعمتوں سے مالا مال کیا جائے گا۔ جنت نے نہیں ہر جگہ نعمتوں سے بھری جنتیں ہی فرمایا گیا یعنی اہلِ جنت' ملنے والی جنت کے وارث ومختار ہوں گے اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ دائمی ٹھکانے اپنے بندوں کو حقوقِ ملکیت کے ساتھ عطا فرمائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام ہے اپنے اہلِ ایمان اطاعت گزار بندوں کے لیے دراصل یہ اللہ کی اپنے بندوں سے بے پناہ پیار وشفقت کی نشانی ہے کہ اللہ اپنے اطاعت گزار بندوں سے کس قدر التفات وکرم کا معاملہ فرماتا ہے۔

ترجمہ: مگر اللہ تعالیٰ کے خالص برگزیدہ بندے انہیں کے لیے مقررہ روزی ہے (ہر طرح کے) میوے (لذیذ چیزیں) اور وہ باعزت واکرام ہوں گے۔ نعمتوں والی جنتوں میں۔ تختوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ جاری شراب کے جام کا ان پر دور چل رہا ہوگا۔ جو صاف شفاف اور پینے میں لذیذ ہوگی۔ نہ اس سے دردِ سر ہوگا اور نہ اس کے پینے سے بہکیں گے۔ اور ان کے پاس نیچی نظروں' بڑی بڑی آنکھوں والی (خوبصورت) حوریں ہوں گی۔ ایسی جیسے چھپائے ہوئے انڈے ہوں۔ (الصفت ۔۴۰تا۴۹)

آیاتِ مبارکہ میں اللہ ذوالجلال والاکرام نے اہلِ ایمان کے لیے جنت النعیم کی منظر کشی فرمادی ہے کہ جو اہلِ ایمان اپنے آپ کو جنت النعیم کا حق دار ثابت کردیں گے انہیں جنت نعیم میں کیسے کیسے عیش وآرام میسر آئیں گے اس کی عکاسی کردی گئی ہے۔

(جاری ہے)

بشریٰ عابد

ملیحہ احمد

آہم...... باادب باملاحظہ ہوشیار...... بشریٰ عابد مخدوم صاحبہ تشریف لارہی ہیں۔ ارے ارے اُدھر کدھر دیکھ رہے ہیں کوئی اور نہیں میں ہی ہوں بشریٰ عابد مخدوم! جی تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کسی تعارف کے محتاج نہیں' کیا کہا...... کروانا پڑے گا تعارف (بے عزتی تے نہیں ہوگئی) چلیں آپ اصرار کرتے ہیں تو کرواہی دیتے ہیں اپنا تعارف...... ہم نے 24 ستمبر کو اس دنیا کو رونق بخشی۔ بہنوں میں میں درمیان میں ہوں' دو سے چھوٹی' دو سے بڑی اور بھائی دونوں مجھ سے چھوٹے ہیں۔ بہت بدتمیز اور شریر ہوں بلکہ شریر تو ہم سب بہن بھائی ہی ہیں' ہمارے گھر میں ایک سے بڑھ کے ایک عجوبہ ہے ہی ہی ہی۔ میرا اسٹار میزان ہے جس کی خصوصیات مجھ میں بالکل نہیں پائی جاتیں۔ میں بھی اقبال کا شاہین ہوں مطلب شاہینوں کے شہر سرگودھا سے تعلق رکھتی ہوں۔ سیکنڈ ایئر تک لوگوں کی ڈور بیلز بجاکے بھاگتی رہی ہوں' ابھی بھی دل کرتا ہے بجانے کو بلکہ سب ہی شرارتیں کرنے کو۔ میں نے ہمیشہ اپنی کلاس ٹیچر کے ناک میں دم کیے رکھا اور اکثر میری وجہ سے ہی میری بہنیں ان کے زیرِ عتاب آجاتی تھیں اور اب آنچل کے توسط سے ان سب ٹیچرز (اسکول وکالج) سے سوری کرنا چاہتی ہوں۔ کالج میں تو ساری ٹیچرز ہی مجھ سے الرجک تھیں اور اسٹوڈنٹس...... جونیئر اسٹوڈنٹس تو ڈر کے مارے آکے مجھے سلام کیا کرتی تھیں کہ کہیں ان کے سلام نہ کرنے پر میں ان کے پیچھے نہ پڑجاؤں' ہاہاہا۔ بس جی لوگ عزت ہی اتنی کرتے ہیں۔ کالج میں ہمارے گروپ کا نام پاگل 99 تھا' حرکتیں بھی پاگلوں والی تھیں۔ میری گروپ فرینڈز عائشہ' گوشی' ماہین' سونیا' مریم' رابی' تہمینہ' شکیلہ اور ثناء سب مجھے بہت یاد آتی ہیں وہ جہاں بھی ہیں خوش رہیں۔ جی تو اب آتے ہیں پسند کی طرف' کھانے میں سب کھالیتی ہوں لیکن فاسٹ فوڈ زیادہ پسند ہے اس کے علاوہ بریانی شوق سے کھاتی ہوں۔ میٹھا کوئی سا بھی پسند نہیں۔ کلرز میں کوئی خاص پسند نہیں' میوزک بہت پسند ہے' عاطف اسلم فیورٹ سنگر ہے۔ اب خوبیاں اور خامیاں...... خوبی یہ ہے کہ دل کی بہت اچھی ہوں اور خامی یہ ہے کہ دل کی بہت بُری ہوں' ہاہاہا۔ خوبی یہ ہے کہ کھلے دل کی مالک ہوں ہر چیز کھل کے خرچ کرتی ہوں مثلاً پیسے وغیرہ' مگر خرچ کرتی خود پر ہی ہوں' ہاہاہا۔ کبھی کبھی دوسروں پر کردیتی ہوں۔ پڑھنے کی بہت شوقین ہوں مگر صرف دوسری کتابیں' کورس کی کتابیں تو کھولتے ہی نیند آجاتی ہے بہت ہی شریف بچی ہوں' ابھی بتایا نا آپ کو اپنی شرافت کا۔ خامیاں خود بتاتی تو اچھی نہیں لگوں گی اور کسی اور سے پوچھنا مجھے اچھا نہیں لگے گا' بس اتنا بتادوں کہ غصہ بہت آتا ہے اور بہت ہی بُرا آتا ہے۔ نخریلی بہت ہوں' اب اتنا بتادیا ہے تو یہ بھی بتادوں کہ اسٹائلش بہت ہوں مجھے تو یہ اپنی خوبی لگتی ہے مگر دوسروں کو خامی اور آپس کی بات بتاؤں اکثر اسی بات کی وجہ سے لوگ میرا رشتہ نہیں لیتے' ہاہاہا۔ خیر میری تو جان چھوٹی ہے اب ان کے لیے بندہ فیشن بھی نہ کرے۔ اپنے گھر والوں سے بہت پیار کرتی ہوں' ابو' بہن بھائی' امی سے کچھ زیادہ ہی پیار ہے بلکہ بہت زیادہ آئی لو یو امی۔ بہنوں میں سب سے زیادہ انڈر اسٹینڈنگ چھوٹی بہن زیبا کے ساتھ ہے جو مجھ سے دو سال چھوٹی ہے۔ میں اپنی چھوٹی بہن بسمہ سے بہت پیار کرتی ہوں آئی لو یو بسمہ! ہاہا اور حبہ سے بھی۔ تعارف کیسا لگا بدولت کا ضرور بتائیے گا' اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

السلام علیکم ارے...... حیران ست ہوں' یہ میں ہوں دی موسٹ بیوٹی فل گرل ان دی ورلڈ' دعائے سحر! نام سے تو آپ واقف ہی ہیں تو سوچا مزید تعارف کروایا جائے تو بس پھر باقی سلسلوں کے ساتھ ہمارا آنچل میں بھی انٹری کا شوق چرایا۔ نام دعا زاہد ہے' گزشتہ کئی سالوں سے دعا ہاشمی کے نام سے آنچل سے جڑی ہوں اور اب چند ماہ سے دعائے سحر بناچکی ہوں خود کو۔ دعا ہاشمی مایوسیوں میں

گھرنے لگی تو سوچا دعائے سحر سے جاملوں شاید روشنی کی کوئی کرن ہاتھ آئے' کچھ زادِ راہ مل جائے۔ 8 اکتوبر 1995ء کو اس دنیا میں تشریف آوری ہوئی' اسٹار لبرا ہے۔ بہت سے لوگ بہت سے ناموں سے بلاتے ہیں' بلیو مون' شونو' دوئی...... 7 بہن بھائیوں میں دوسرے نمبر پر ہوں' بڑی بہن انا احب شاعرہ ہیں۔ شادی شدہ اور دو بیٹیوں مطرب اور انائیا کی مما ہیں۔ اسامہ' رجاء' یمنیٰ' ارسل' اسود سب زیر تعلیم ہیں' میں درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہوں۔ قلم' کاغذ کی خوشبو سے عشق ہے۔ حرف حرف چاٹ لینے کی اصطلاح مجھ پر صادق آتی ہے' کھانا ملے یا نا ملے نت نئی کتابیں ضرور ملنی چاہئیں ہر طرح کی کتاب' ڈھیر ساری کتابیں' فرش سے چھت تک دیواروں میں چنی گئی الماریاں اور ان میں طرح طرح کی کتابیں اور ان کے درمیان مطالعہ کرتی دعائے سحر...... سڑک پر پڑا ہوا کوئی اخبار کا ٹکڑا بھی نظر آجائے تو اسے احتیاط سے جھاڑنا اور انہماک سے پڑھنا میری مجبوری بن چکی ہے۔ شیکسپیئر' سروالسن' منٹو' آسکن' فکیس' ایم اے راحت' ابن انشا' مستنصر حسین تارڑ' مختار مسعود' شہاب الدین شہاب' رضیہ بٹ' بشریٰ رحمن اور مقبول جان' کرنل محمد خان' جرچل' جاوید چوہدری' واصف علی واصف' سعد اللہ شاہ' امجد اسلام امجد' انا احب' فیض احمد فیض' اقراء صغیر احمد' سائرہ رضا' سمیرا حمید' نمرہ احمد' عمیرہ احمد' سیدہ غزل زیدی' ساغر صدیقی' فرحت عباس شاہ' شازیہ جمال نیئر' جون ایلیاء' نسیم حجازی' ماہا ملک' بشریٰ بدر' قدیر رانا' احمد فراز' فائزہ افتخار اور بہت سے ایسے نام ہیں جن کی کتاب ہاتھ میں ہو تو میں کھانا کھانا' بنانا' کہیں جانا یہاں تک کہ منہ ہاتھ دھونا تک بھول جانا چاہتی ہوں۔ مزاج کی تھوڑی تیز ہوں' غصہ جلدی آجاتا ہے اور اترتا بہت دنوں بعد ہے۔ دوستیاں کرنا پسند نہیں کہ اس کے لیے خلوص شرط ہے اور خلوص...... ہنہہ ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔ فیکسی ورلڈ سے نفرت ہے' حقیقت پسند حد سے زیادہ ہوں' واصف علی واصف کے مقولے پر اس دن ایمان لے آئی جب آگہی کا پہلا در وا ہوا" زندگی کے اخبار میں سب سے اچھا صفحہ بچوں کا ہوتا ہے"۔ بلیک اور وائٹ کلرز اچھے لگتے ہیں' قیمہ مٹر' کریلے' چکن کڑاہی کی شوقین ہوں۔ زنگر برگر' ربڑی دودھ' کھجور اور پائن ایپل کا ملک

شیک' سیخ کباب بہت پسند ہیں۔ کاجل کے بغیر میری آنکھیں ادھوری لگتی ہیں' کانچ' سرخ اور سلور کانچ کی چوڑیاں بہت پسند ہیں۔ لانگ شرٹ کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ اور لمبا دوپٹہ پسندیدہ ترین ملبوس ہے' براؤن' بلیک اور وائٹ کے علاوہ کسی کلر کے جوتے پہننا بالکل پسند نہیں۔ سفید گلاب اور موتیا کے پھول بہت پسند ہیں' ایک اسٹوڈنٹ نے Royal Mirag گفٹ کیا تب سے یہ میرا پسندیدہ پرفیوم ہے۔ خزاں اور سردی کا موسم بہت پسند ہے اور سردی میں سڑک پر پیدل مارچ کرنا آئس کریم کھانا بے حد پسند ہے۔ بارش کی بوندیں مجھے بھگوئے بغیر گزریں یہ مجھے سخت ناپسند ہے۔ کلاسیکل موسیقی سے عشق ہے۔ میری صبح فجر کے وقت ہوتی ہے' نماز اور تلاوت کے بعد ناشتہ کی تیاری کرتی ہوں ساتھ ہی ارسل' اسود کو اسکول کے لیے تیار کرنا پھر ناشتا بنانے کے ساتھ سب کے ساتھ گپ شپ بھی جاری رہتی ہے۔ ناشتا کرکے بابا اور اسامہ جاب پر اور یمنیٰ' رجاء مدرسہ (وہ دونوں حفظ کررہی ہیں) چلی جاتی ہیں پھر میں فنافٹ کچن صاف کرکے گھر کی صفائی کرتی ہوں اور تقریباً ساڑھے نو بجے بالکل فارغ ہوتی ہوں پھر یہ ٹائم میرا اور میری کتابوں کا ہوتا ہے۔ بچوں کے آنے کے بعد کھانا کھلانا' سلانا اور شام کے کھانے کی تیاری کرنا' ہوم ورک کروانا' کھانا بنانا' بستر بچھانا' بابا کے آنے پر کھانا کھانا تھوڑی دیر سب کے ساتھ ٹی وی دیکھنا' گپ شپ کرنا اور سوجانا میری ڈیلی روٹین ہے جس میں ہفتہ میں 2 بار جب واشنگ مشین لگانا ہو تو تھوڑی چھیڑ چھاڑ کرنا پڑتی ہے' دوبارہ ٹیوشن پڑھانے کے بارے میں آج کل سنجیدگی سے سوچ رہی ہوں۔ میری زندگی کا عظیم سانحہ میری مما کی ڈیتھ ہے' ساتوں آسمان سر پر کیسے ٹوٹتے ہیں یہ میں نے تب ہی جانا۔ آپ سب بھی میری مما کی مغفرت کیلئے دعا کیجیے گا پلیز' اللہ انہیں جنت میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے' آمین' اپنی ایک نظم کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

جس کو تکتے اپنی ساری عمر بتادی

میرے لیے اب

اس تصویر کی آنکھوں میں

بس......

اک جامدسی خاموشی ہے

دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ

حبہ خان

السلام علیکم! بہارو پھول برساؤ...... ایک چاندنی ریڈرز اس محفل میں آئی ہے۔ کیسے ہو آنچل! شکریہ شکریہ اتنے زیادہ پھولوں کی برسات اُف اتنا اچھا استقبال' واؤ مزا آگیا۔ ارے آپ سب لیڈیز' گرلز کھڑی کیوں ہوگئیں' بیٹھ جائیے بیٹھ جائیے...... اُف اتنا گھور گھور کے کیوں دیکھا جارہا ہے' نظر لگانے کا ارادہ ہے کیا؟ بھئی میں آسمان سے اتری کوئی حور ہوں اور نہ ہی کوئی پری وش؟ میں تو بس ایک عام سی بندی ہوں آپ جیسی انسان (ہاں یہ اور بات کہ اکثر دیکھنے والوں نے مجھے حوروں کے مشابہہ قرار دیا ہے۔ بالکل سچ کہہ رہی ہوں' آپ کو یقین نہیں تو جانے دیں' اُف میں کس بحث میں پڑگئی' سوسوری! اب میں اچھے بچوں کی طرح اپنا تعارف کروادوں۔ مجھے حبہ خان کہتے ہیں' نک نام بہت ہیں کیٹی' ہومز' جگنو' حور' سسی' انارکلی' انا' شرجی' بے بی وغیرہ۔ بس اتنے بہت ہیں ناں بتانے کے لیے (آپ نے کون سا ناموں کی لسٹ تیار کرنی ہے)۔ ہم اس جہان فانی میں 17 نومبر کی ٹھٹھرتی صبح کو تشریف لائے اس لحاظ سے ہم اسکورپین گرل ہیں۔ اسٹارز پر تو کیا مجھے اس دنیا میں ایسی فضول چیزوں پر بھروسہ نہیں۔ ویسے اس عقرب اسٹار میں جتنی بھی خوبیاں خامیاں گنوائی جاتی ہیں' اللہ جانے وہ مجھ میں کیوں موجود ہیں؟ خیر ماس کمیونیکیشن کررہی ہوں' کافی ذہین بچی ہوں۔ اب آپ کو اپنی چند خوبیوں خامیوں کے بارے میں آگاہ کردوں' خوبی یہ ہے کہ حد سے زیادہ حساس ہوں' مخلص بھی ہوں' کبھی بھی کسی کا برا نہیں سوچتی۔ ہمدرد بہت ہوں' یہ کیفیت بس اس وقت تک رہے گی جب تک مجھے غصہ نہیں آجاتا کیوں کہ پھر میں سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ یہی خامی ہے کہ جب غصہ آتا ہے تو پھر ہر ایک چیز سے نفرت ہوجاتی ہے' اس وقت جی چاہتا ہے مرجاؤں یا پھر کسی کو ماردوں۔ موڈی بہت ہوں جس چیز یا شخص پر مجھے غصہ آئے' نفرت ہو ہر ممکن کوشش کرتی ہوں آئندہ زندگی میں کبھی بھی اس کے منہ نہ لگوں' اپنی شکل نہ دکھاؤں۔ جو ایک بار میرے دل سے اتر جائے وہ پھر دوبارہ کبھی بھی میرے دل میں جگہ بنانے کے لیے کامیاب نہیں ہوگا۔ آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ میں پھر اس کو بھول جاتی ہوں گی' نہیں بھولتی نہیں بس اس کی برائی یا اچھائی یاد رکھتی ہوں۔ خیر اب کچھ پسند نہ پسند کا ذکر ہوجائے۔ میری پسندیدہ ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' سب سے زیادہ پسند کی جانے والی کتاب قرآن پاک ہے' یہی میری بھی ہے۔ نماز پڑھنے سے ہمیشہ سکون ملتا ہے' کوشش کرتی ہوں کہ پانچ وقت کی پڑھا کروں' سستی اور کاہلی تو شاید مجھ پر ختم ہے۔ مستقل مزاج نہیں ہوں ہمیشہ پسند نہ پسند بدلتی رہتی ہے۔ ایکٹرز میں شاہ رخ خان' عامر خان' ٹام کروز' احسن خان' سید جبران عباس پسند ہیں۔ سنجیدہ اور ادبی شاعری پسند ہے' شاعروں میں موسٹ فیورٹ ابن انشاء' وصی شاہ' مرزا غالب' احمد فراز' پروین شاکر وغیرہ ہیں۔ اپنے والدین کے بعد اپنے خوب صورت وطن اسلامی جمہوریہ پاکستان سے بے پناہ محبت ہے۔ فیورٹ کلر ریڈ اینڈ بلیک ہے' رائٹرز میں بانو قدسیہ' اشفاق احمد' خلیل جبران' سقراط' نمرہ احمد اور نازی آپی پسند ہیں۔ نیچرز بہت زیادہ اٹریکٹ کرتی ہے' نیلا آسمان اور سمندر بہت ہی زیادہ اٹریکٹ کرتا ہے۔ جی چاہتا ہے سمندر میں کود جاؤں یا پھر آسمان کی وسعتوں کا سفر کروں۔ بارش کی دیوانی ہوں' ہر موسم پسند ہے۔ میرا ایک ہی واحد سچا مخلص دوست یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے' اپنے سارے روز و نیاز بس اسی سے شیئر کرتی ہوں۔ چاند کو دیکھنا اچھا لگتا ہے کیوں کہ وہ بھی میری طرح تنہا ہے۔ حد سے زیادہ تنہائی پسند ہوں' اندھیرے میں رہنا اچھا لگتا ہے۔ ہمیشہ بہت زیادہ بھیڑ میں بھی خود کو تنہا فیل کیا ہے' کافی سنجیدہ مزاج ہوں۔ ہر بات کی تہہ تک جانا اپنا فرض سمجھتی ہوں' صحراؤں میں بھٹکنا' گھنے جنگلوں میں گھومنا' پھرنا' پریوں کے دیس جانا' بادلوں پر چلنا' باغوں میں گھومنا' ریت کے گھر بنانا اور ایسی لمبی سڑکوں پر جن کی کوئی منزل نہ ہو ان پر تنہا سفر کرنا بہت ہی زیادہ پسند ہے۔ اکثر خیالوں میں اپنے سارے شوق میں نے پورے کیے ہیں (آپ بھی میرے ساتھ ساتھ کرلیجیے بنا کسی ٹکٹ کے' ہاہاہا)۔ کافی حد تک حسن پرست ہوں' ہر حسین چہرہ اور ہر حسین منظر میری کمزوری ہے۔ ہر

حسین شے مجھے عجیب طرح سے اٹریکٹ کرتی ہے۔ جس جگہ بھی خود کو مس فٹ سمجھتی ہوں فوراً منظر سے غائب ہوجاتی ہوں (کہیں تم لوگ مجھے جن تو نہیں سمجھ رہے ہو' اُف حد ہوگئی)۔ اگر کسی سے ملنا پسند کروں گی تو وہ کوئی تاریخی شخصیت ہی ہوسکتی ہے جس نے کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہوگا۔ کھانا پکانا بالکل پسند نہیں' بس کھالیتی ہوں۔ کھانے میں بہت نخرے کرتی ہوں' میٹھا پسند نہیں' بس چاکلیٹ اور آئس کریم پسند ہے۔ نمکین چیزوں کی دیوانی ہوں' چکن سے بنی ہر ڈش پسند ہے۔ ڈریسز میں فراک پسند ہے' ہائی ہیل والے شوز پہنتی ہوں' میک اپ پسند نہیں۔ موسم بہار اور خزاں کا بھاتا ہے' سورج کے طلوع ہونے اور غروب ہونے کا منظر اچھا لگتا ہے۔ پچاس کے قریب آنچل فرینڈز ہیں' سب کی سب بہت اچھی ہیں کسی ایک کا نام لے کے باقی کو ناراض نہیں کرسکتی۔ سب کو سلام ویلنے میری بہن جس کو ہم سب باربی ڈول کہتے ہیں وہ بھی میری اچھی دوست ہے۔ کوشش کریں کہ آپ کی وجہ سے بھی کوئی دکھی نہ ہو' کبھی کسی کو بددعا نہ دیجیے گا۔ اچھا جی اب اجازت دیں' اگر کوئی بھی بات بُری لگی ہو تو معذرت۔ اس شعر کے ساتھ آپ سب کو الوداع کہہ رہی ہوں:۔

ہوا جب زرد پتوں کو جدا شاخوں سے کرتی ہے
ہمیں تم سے بچھڑ جانا بہت ہی یاد آتا ہے

السلام علیکم! میرا نام میمونہ گل ہے' پیار سے سب مون

کہتے ہیں۔ میرا تعلق میاں چنوں سے ہے' میں 4 جون کی تپتی دوپہر میں ٹھنڈی پھوار کی طرح اس دنیا میں تشریف لائی۔ ایم اے انگلش کی اسٹوڈنٹ ہوں' اتنی ٹف پڑھائی میں آنچل نہ پڑھ پاؤں تو ترستی نگاہوں سے دیکھتی رہتی ہوں۔ یہاں تک کہ پڑھائی میں سے ٹائم نکالنا ہی پڑتا ہے۔ آنچل کے انتظار میں دن گن گن کر گزارتی ہوں' پوری کلاس کو آنچل متعارف کرانے کا سہرا بھی میرے سر ہے کیونکہ آنچل (دوپٹہ) کے بغیر کسی لڑکی کا گزارہ ہوسکتا ہے بھلا؟ حلقہ احباب حلق تک پہنچا ہوا ہے جس میں ہر عمر کے لوگ شامل ہیں لیکن فصیحہ محبوب میری محبوب دوست ہے جو مجھے جان سے پیاری ہے اس کے علاوہ نبراس' بابرہ' اروبٹی بھی میری بہت اچھی دوست ہیں۔ اب آجاتے ہیں خامیوں اور خوبیوں کی طرف تو خوبیاں تو یہ ہیں کہ حساس بہت ہوں' کسی کو تکلیف میں برداشت نہیں کرسکتی اور خوش اخلاق ہوں۔ خامیاں بے شمار ہیں' روز دوستوں سے لڑائی کرتی ہوں پھر ساری رات اسی دکھ سے سو نہیں پاتی' غصہ بہت جلدی آتا ہے بقول آمنہ (بہن) کہ ہر وقت روٹھی روح بنی رہتی ہوں اور ہر ایک سے ہر وقت آسانی سے لڑسکتی ہوں لیکن دوستوں کے بقول میرے بغیر کلاس میں رونق نہیں ہوتی۔ رنگوں کی دنیا بہت اچھی لگتی ہے لیکن بلیک' پنک میرے پسندیدہ ہیں۔ چمکتے دمکتے کلر لباس میں پسند ہیں اور بقول آمنہ کے مجھ پر سوٹ بھی کرتے ہیں۔ ہر فیشن کرنے کو دل کرتا ہے۔ موسم میں سردیاں پسند ہیں اور سرما کی بارش میرے دل کو تازگی دے جاتی ہے۔ پسندیدہ مشغلہ ہر وقت چائے بنانا اور پینا ہے۔ پودے لگانے کا بے حد شوق ہے' گھر میں ہر قسم کا پودا خود اپنے ہاتھوں سے لگایا ہوا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میری پسندیدہ شخصیت ہماری ٹیچر مسز سائرہ کلیم صاحبہ ہیں۔ لکھاریوں میں نمیرا شریف طور میری جان ہیں' "یہ چاہتیں یہ شدتیں" ناول بہت پسند ہے اور اس کا لفظ لفظ میری روح میں اترا ہوا ہے۔ ایم اے انگلش اور بی ایڈ کے پیپر ایک ساتھ آگئے ہیں' سب سے گزارش ہے کہ پلیز دعاؤں میں یاد رکھنا' تعارف کیسا لگا اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیجیے گا' اس دعا کے ساتھ اجازت دیجیے کہ اللہ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو رہائی نصیب فرمائے اور آنچل اور لکھنے والوں کو دنیا اور آخرت کی کامیابیاں نصیب فرمائے اور اللہ ہمارا آنچل کے ساتھ تعلق آخری سانس تک جوڑے رکھے آمین۔

☆ ڈیئر میمونہ! سالگرہ مبارک ہو۔

نازیہ کو سب سے پہلے تو ہماری جانب سے زندگی کے اس نئے سفر پر گامزن ہونے کی ڈھیروں مبارک باد۔ قارئین کے بے حد اصرار اور پرزور فرمائش پر نازیہ سے

نازیہ کنول نازی شادی کے دوسرے دن

کیے گئے چند سوالات جو آپ سب کے لیے باعث دلچسپی ٹھہریں گے جسے پڑھ کر آپ کی وہ تشنگی دور ہوجائے گی جو نازیہ کے ہم سفر اور پیا دیس سے متعلق جان لینے پر آپ کے دل میں موجود ہے۔

♥......♥♥......♥

ا:۔ کیسی ہیں نازی! کہتے ہیں جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج:۔ الحمدللہ! جی یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں اور میرے پروردگار نے میرا جوڑا زعیم کے ساتھ شاید وہاں بہت پہلے بنادیا تھا جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مجھے ایسے اتفاقیہ طور پر ملا ہے کہ جس کے بارے میں پہلے کبھی میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ رب تعالیٰ کی طرف سے یہ حسین اتفاق اور یہ جوڑ نہایت خوب صورت تحفے کی صورت میں مجھے ملا ہے۔

۲:۔ شادی لو میرج ہے یا ارینج میرج؟

ج:۔ اس سوال کے جواب میں یہی کہوں گی کہ لوگوں کی پیشن گوئی تو میرے متعلق یہی تھی کہ میری شادی لو میرج ہوگی لیکن اصل میں ہماری شادی ارینج میرج ہے اپنی والدہ اور دیگر گھر والوں کی رائے اور پسندیدگی کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اس پروپوزل کے لیے حامی بھری اور میں اس رشتے سے بہت خوش ہوں۔

۳:۔ بابل کا آنگن چھوڑنے اور پیا دیس کا سفر کرنے پر آپ کے احساسات کیا تھے؟

ج:۔ ہر لڑکی کی طرح اس نئے بندھن میں استوار ہوتے وقت میں بھی بہت کنفیوژ تھی۔ پھر میں نے کبھی اپنی شادی اپنی پرسنل لائف کے متعلق سنجیدگی سے سوچا بھی نہ تھا۔ ہمیشہ اچھی بیٹی اچھی بہن بن کر اپنی ذات کو دوسروں کے لیے وقف کیا یہی وجہ تھی کہ اس نئے رشتے کے حوالے سے جو ذمہ داریاں ہیں میں پہلے سے خود کو اس سب کے لیے تیار نہیں کر پائی تھی اسی لیے اس موقع پر قدرے کنفیوژ تھی۔

۴:۔ کیا اپنے ہمسفر میں آپ کو اپنے آئیڈیل کی

جھلک دکھائی دیتی ہے؟

ج:۔جی ہاں یہ رب کی مہربانی ہے کہ میرے ہم سفر میں وہ تمام اوصاف ہیں جو میں نے اپنے آئیڈیل کے حوالے سے تراشے تھے۔ نہ صرف شخصی لحاظ سے بلکہ اپنی بہت سی خوبیوں کے لحاظ سے بھی وہ میرے آئیڈیل کہے جاسکتے ہیں۔ مثلاً زعیم لونگ ہیں، کیئرنگ ہیں اور ان کی یہی دونوں خوبیاں مجھے بے حد پسند ہیں اور ان کا آرمی میں ہونا بھی۔

۵:۔اپنے ہزبینڈ کا اسم گرامی، تعلیمی قابلیت اور پیشے کے متعلق کچھ بتائیں اور ان کا اسٹار کیا ہے؟

ج:۔مزے کی بات یہ ہے کہ موصوف کا اسم گرامی وہی ہے جو ابھی پچھلے دنوں ختم ہونے والے میرے ناول (برف کے آنسو) کے ہیرو یعنی زعیم کا تھا جو عائزہ کے ہیرو کے طور پر میں نے لکھا تھا اور آپ سب نے بے حد پسند کیا تھا سو اسم گرامی تو زعیم ہے۔ تعلیمی قابلیت ICom جبکہ پیشے کے لحاظ سے آرمی سے وابستہ ہیں۔ مختلف کمانڈوز کورسسز کیے ہوئے ہیں آج کل منگلا ڈیم پر اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ جبکہ ان کے اسٹار کا ابھی مجھے خود بھی نہیں پتا تو آپ کو کیا بتاؤں۔

۶:۔نازیہ کنول نازی جیسی ہر دلعزیز رائٹر کو بطور ہمسفر پا کر ان کے تاثرات کیا ہیں؟

ج:۔دراصل زعیم کو ادب سے شغف نہیں ہے یہی وجہ ہے وہ نازیہ کو بطور رائٹر صرف اتنا جانتے ہیں کہ میں قلم سے محبت کرنے والی، لفظوں کے ذریعے سحر طاری کرنے والی ایک لکھاری ہوں جبکہ ویسے میری کسی تحریر کے بارے میں ان کا علم صفر ہے۔ میری نند عاصمہ اقبال میری بہت بڑی فین ہیں اور دیگر گھر والوں کا بھی یہی حال ہے۔

نازیہ کنول نازی برات والے دن

۷:۔شادی کے موقع پر کوئی ایسا لمحہ جسے آپ نے بہت انجوائے کیا ہو؟

ج:۔ہاں ایسے تو بہت سے لمحات ہیں بالخصوص جب میں بہن کے ہمراہ پارلر میں تھی تو موسم انتہائی خراب ہو گیا تھا ساتھ ہی زور وشور کی بارش میں افراتفری مچ گئی۔ گھر والوں نے جلدی جلدی کا شور مچا رکھا تھا بہر حال بارش کی رم جھم اور خوشگوار موسم کو سب کزنز سمیت میں نے بھی بہت انجوائے کیا۔ اس جلد بازی میں گھر کی چابی بھی اندر رہ گئی اور بعد میں لاک کھلوانا بھی ایک دلچسپ لمحہ تھا جسے سب گھر والوں نے خوب انجوائے کیا۔

۸:۔موصوف کی جانب سے آپ کو بطور منہ دکھائی کیا تحفہ ملا؟

ج:۔زعیم نے مجھے گولڈ کی رنگ پہنائی تھی اس کے علاوہ نقد رقم اور تحائف الگ تھے۔ میں نے بھی انہیں رنگ دی تھی۔

۹:۔مزاج کے لحاظ سے کون زیادہ گرم ہے شدید غصے میں آپ کی کیفیت اور ردعمل؟

میرے خیال کے مطابق زعیم کا مزاج زیادہ گرم ہے۔ میں شدید غصے میں بالکل خاموش ہو جاتی ہوں پہلے کی طرح ہنگامہ نہیں کرتی بلکہ اندر ہی اندر اپنی ذات کو نقصان پہنچاتی ہوں میرا غصہ میری ہی ذات پر نکلتا ہے۔

۱۰:۔موصوف کی جانب سے بولا جانے والا پہلا جملہ جو آپ کی حسین سماعتوں کی نذر کیا ہو؟

ج:۔ایسا کوئی خاص ایک جملہ تو نہیں بلکہ جب وہ مجھ سے محو گفتگو ہوئے تو ان کی جانب سے بہت سے اپنائیت اور خلوص بھرے جملے میری سماعتوں میں خوشگوار یادیں بن کر محفوظ ہو گئے ہیں۔

۱۱:۔آپ کی نظر موصوف کی کوئی اچھی اور بری عادت؟

ج:۔جہاں تک میں سمجھ پائی ہوں تو ان کی اچھائی ان کی سادگی میں پوشیدہ ہے۔ اپنی غلطی کو تسلیم کر لیتے ہیں انا کا مسئلہ نہیں بناتے جبکہ خامی جو مجھے لگتی ہے وہ یہ کہ اپنی باتیں مجھ سے شیئر نہیں کرتے اور بہت سے موقعوں پر جھوٹ بول جاتے ہیں۔

۱۲:۔مرد کے دل کا راستہ معدے سے گزرتا ہے اس سلسلے میں آپ کا تجربہ کیا کہتا ہے؟

ج:۔میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتی کیونکہ زعیم کھانے پینے کے بہت زیادہ شوقین نہیں نہ ہی مجھ سے کسی خاص قسم کے کھانوں کی فرمائش کی گئی ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ میں گوشت سے بنی اشیا پسند کرتی ہوں جبکہ زعیم ویجیٹیرین ہیں البتہ زعیم کی جانب سے یہ فرمائش ضرور ہے کہ میں ناشتا خود بنا کر دیا کروں گی۔

نازیہ کنول نازی کے شوہر اور ان کے بہنوئی برات والے دن

۱۳:۔آپ کی شادی پر ڈریس کس کلر کا تھا؟

ج:۔میرا ڈریس ڈراک ریڈ کلر اور نہایت خوب صورت کام والا تھا اور ہر کسی نے بے حد تعریف کی اور دیگر زیورات وغیرہ بھی سب ان کی پسند سے میرے لیے خریدے گئے تھے ہر چیز آؤٹ کلاس تھی۔

۱۴:۔شادی کی شاپنگ آپ نے خود کی یا گھر والوں نے کی؟

ج:۔میں نے اپنی شادی کی شاپنگ لاہور اور بہاولپور سے خود کی ویسے بھی چیزوں کی سلیکشن میں میری پسند بہت

عمدہ اور آؤٹ کلاس ہے۔

۱۵:۔ اگر کبھی آپ کے لکھنے پر کوئی پابندی ہوئی تو آپ کا ردعمل کیا ہوگا؟

ج:۔ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوگا میرے سسرال میں سب میرے لکھنے کو پسند کرتے ہیں بالخصوص میری نند تو میری دیوانی ہے۔ ان ہی کے جنون اور والہانہ عشق کی بدولت میں ان کی بھابی بنی ہوں وہ ہر دکھ سکھ میں میرا ساتھ دیتی ہیں۔ زعیم کی جانب سے بھی میرے لکھنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

۱۶:۔ شادی کے بعد جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہنا پسند کریں گی یا علیحدہ؟

ج:۔ میں سب کے ساتھ مل جل کر رہنا پسند کرتی ہوں اپنی فیملی کے ساتھ بھی میرا یہی رویہ ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

۱۷:۔ آپ کی کس خوبی کو سسرال والے اور شوہر سب سے زیادہ سراہتے ہیں؟

ج:۔ میرے سسرال والے نہایت پیار کرنے والے ہیں وہ میری سب باتوں کی قدر کرتے ہیں بطور رائٹر میری تعریفوں اور کامیابیوں پر خوش ہوتے ہیں جبکہ زعیم اظہار کے معاملے میں ذرا کنجوس ہیں انہیں لفظوں میں اظہار مشکل لگتا ہے۔

۱۸:۔ آپ کے نزدیک شہرت مسئلہ بنتی ہے یا نہیں؟

ج:۔ نہیں، شہرت کبھی مسئلہ نہیں بنتی اور پھر میں یہ سمجھتی ہی نہیں کہ میری کوئی شہرت یا پہچان ہے۔ مجھے جو کچھ بھی ملا ہے وہ آنچل کے زیر سایہ ملا ہے۔ محبت، شفقت اور جسے آپ شہرت کہہ رہی ہیں تو شاید یہ بھی۔ میں آنچل کا اثاثہ ہوں اپنی تمام خوبیوں کو جن پر لوگ مجھ سے پیار کرتے ہیں انہیں عطیہ خداوندی سمجھتی ہوں میرا کچھ کمال نہیں ہے۔

۱۹:۔ خواتین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی عمر چھپاتی ہیں اور مرد اپنی تنخواہ چھپاتے ہیں آپ کا کیا کہنا ہے؟

ج:۔ ہاں، مردوں کے متعلق یہ کہنا درست ہی ہوگا کیونکہ زعیم بھی اپنے راز، اپنے دکھ اپنے بہت سے معاملات مجھ سے شیئر نہیں کرتے جبکہ میرے نزدیک ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

۲۰:۔ موصوف کا موڈ عموماً آپ کی کس بات پر خراب ہوتا ہے؟

ج:۔ میرے خیال میں جب میں انہیں ٹائم نہ دے پاؤں یا کسی کام میں مصروف ہونے کی بنا پر ان کی ذات اگنور ہو تو انہیں برا لگتا ہے۔ یہ اگنورنس برداشت نہیں کرتے اور اسی پر موڈ خراب ہوتا ہے۔

۲۱:۔ شادی کے بعد اپنی شخصیت میں کیا تبدیلی لانا چاہتی ہیں؟

ج:۔ میں سمجھتی ہوں کہ مجھ میں کمپرومائز اور برداشت کی کمی ہے میں ہر غلط بات کو غلط کہنا ضروری سمجھتی ہوں اپنی جذباتیت پر کنٹرول کرنا چاہتی ہوں کیونکہ لڑکیوں کو بہت سے معاملات میں صبر و برداشت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے اور میں خود بھی یہی تبدیلی چاہتی ہوں۔

۲۲:۔ اپنی ماں کی کوئی ایسی نصیحت جسے آپ نے پلو سے باندھ لیا ہو؟

ج:۔ میری ماں سراپا محبت ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی بہت قربانیوں اور صبر کے ساتھ گزاری ہے اور ہم سب کو یہی کہتی ہیں کہ حالات خواہ کیسے بھی ہوں خود سے وابستہ رشتوں کا ہمیشہ پاس رکھنا اور ہمیشہ ان رشتوں کو نباہنا۔ ان کا کہنا ہے کہ محنت اور محبت کا پھل ضرور ملتا ہے اور یہی ان کی باتیں میرے لیے بہت اہم ہیں۔

۲۳:۔ آپ کو اپنے شوہر میں اپنی کس تحریر کے ہیرو کا عکس نظر آتا ہے؟

ج:۔ میری تحریروں کے جتنے بھی ہیروز تھے الحمدللہ ان سب کی خوبیاں زعیم میں موجود ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے میرے تمام خوابوں کو پورا کردیا اور جس کسی نے بھی زعیم کو دیکھا ہے یا ان سے ملا ہے سب نے ہی میری قسمت پر رشک کیا ہے رب کی شکر گزار ہوں۔

۲۴:۔ شادی کے بعد آپ خود کو کیسی بہو ثابت

نازیہ کنول نازی کے شوہر برات والے دن

کریں گی؟

ج:۔ میری یہی کوشش ہوگی کہ ان لوگوں کو مجھ سے جو بھی توقعات ہیں میں ان سب پر پوری اتروں میری ذات سے کسی کو دکھ نہ پہنچے۔ اس سلسلے میں میری نند عاصمہ کا کردار بہت اہم ہے۔ میری تحریروں کے مطالعہ کے بعد وہ اکثر مجھے اپنے خوابوں میں دیکھتی تھیں اور پھر جب ہماری بالمشافہ ملاقات ہوئی تو میں عین ان کے خوابوں کے پیکر کے مطابق تھی۔ غرض یہ رشتہ محبتوں سے استوار ہوا ہے اور دعا ہے کہ صدا یونہی رہے۔

۲۵:۔ اپنے شوہر کو دیکھ کر کوئی شعر جو آپ کے ذہن میں آیا ہو اور وہ آپ شیئر کرنا چاہیں؟

ج:۔ ہوں، ایسا شعر تو ہے جو میرے دلی جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔

زندگی سے یہی گلہ ہے مجھے
تو بہت دیر سے ملا ہے مجھے

۲۶:۔ شادی کے بعد یہ آپ کی پہلی عید ہوگی تو آپ اپنے میاں جی سے بطور عیدی کیا لینا پسند کریں گی؟

ج:۔ کافی دلچسپ سوال ہے لیکن میری ڈیمانڈ سوائے چاہت، محبت اور خلوص کے کچھ نہیں ہے۔ ویسے بھی وہ تحائف اکثر و بیشتر دیتے رہتے ہیں۔ ابھی بھائی کی شادی پر بھی بہت خوب صورت ڈریس گفٹ کیا تھا۔

۲۷:۔ ویسے تو "شب ہجر کی پہلی بارش" اس ناول کے سب ہی کردار آپ کے تخلیق کردہ ہیں لیکن کس کردار کو لکھتے وقت زیادہ مزہ آرہا ہے؟

ج:۔ میرے نزدیک یہ صرف ایک ناول نہیں ہے بلکہ یہ ناول میری ایک نئی پہچان کا سبب بنے گا۔ میں نے یہ ناول بہت سوچ بچار کے بعد باقاعدہ ایک پلاٹ بنا کر لکھنا شروع کیا تھا میرا ارادہ ہے کہ میں اس کے سب کرداروں کو امر کردوں تاکہ ہر قاری پر ایک ایک کردار کا سحر عرصہ دراز تک قائم رہے۔

۲۸:۔ نکاح کے حوالے سے ملنے والے تحائف میں سب سے زیادہ کیا پسند آیا؟

ج:۔ سب ہی تحائف بے حد قیمتی اور آؤٹ کلاس تھے۔ عاصمہ نے جو نگینے کا بینگل سیٹ گفٹ کیا بہت خوب صورت تھا اس کے علاوہ ان کی جانب سے ملنے والی رنگ بھی بہت دیدہ زیب ہے۔

نازیہ کنول نازی کے بھائی حسن برات والے دن

۲۹: آپ کی رخصتی کب تک متوقع ہے اور شادی کے بعد دبئی شفٹ ہونے کا ارادہ ہے؟

ج:۔ سسرال والوں کی جانب سے تو جلدی جلدی کا شور ہے جبکہ میں ابھی اپنی مما کی صحت کی طرف سے متفکر ہوں جب تک میری مما کی طبیعت بالکل ٹھیک نہیں ہو جاتی میں ابھی اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ دبئی شفٹ ہونے کا ارادہ تو ہے لیکن مستقل نہیں۔

۳۰: آپ کی نظر میں نوعمر کنواری لڑکیوں کے لیے کوئی ایسا نسخہ جو شادی شدہ زندگی کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے؟

ج:۔ میں سب سے یہی کہنا چاہوں گی کہ آنچل سے اپنا تعلق مضبوط رکھیں۔ عورت کے کردار پر کبھی آنچ مت آنے دیں۔ کوئی فقیر ہو یا امیر اس کا اصل اثاثہ عزت ہے اور اس کی پاسداری کرنا ہمارا فرض ہے اپنی تحریروں کے ذریعے بھی میں نے ہمیشہ جہاد بالقلم کرتے اپنی بہنوں کو یہی پیغام دیا ہے کہ کسی کے بہکاوے میں آ کر کبھی غلط فیصلہ مت کریں۔ عزت اور راحت تب ہی نصیب ہوتی ہے جب جائز رشتوں کے ساتھ ہماری محبت منسوب ہوتی ہے۔ شادی ایک خوب صورت بندھن ہے۔ اگر کوئی آپ سے سچی محبت کرتا ہے تو وہ آپ کو اپنا نام بھی ضرور دے گا اس لیے ہمیشہ اپنے کردار کی حفاظت کو سب سے مقدم رکھیں دیگر رائٹرز جنہوں نے آنچل سے اپنی پہچان بنائی ان کے لیے بھی اتنا ضرور کہوں گی۔

پکڑ کے ہاتھ اس نے ہاتھ میں گھر سے نکالا ہے
پکڑ کے ہاتھ جس کو ہاتھ سے چلنا سکھایا تھا

آخر میں آپ سب کے سامنے یہ خوب صورت اقرار بھی ضرور کرنا چاہوں گی کہ ناز یہ کو عزت، دولت، شہرت کے ساتھ ساتھ آپ کی پرخلوص محبتیں، فخر اور مان کے علاوہ زعیم کی صورت میں آئیڈیل ہم سفر، عاصمہ اقبال کی صورت میں سچی محبت کرنے والی نند اور سسرال کی صورت میں یہ پیارا سا پیا کا دیس بھی آنچل کے توسط سے ملا ہے۔ آپ بھی حیران ہوں گے کہ ہم سفر کیسے؟ تو جناب بات یہ ہے کہ ابھی کچھ عرصہ پہلے بہنوں کی عدالت میں لائف پارٹنر کے حوالے سے میں نے اپنے ہم سفر کے آرمی میں ہونے کا ذکر کیا تھا۔ میرا یہ جواب آنچل اور نیٹ کے ذریعے بہت سے لوگوں تک پہنچا اور بہت سی قارئین نے اپنے کزنز اور بھائیوں کے پروپوزل پیش کیے انہی میں سے ایک پروپوزل آنچل کی مستقل قاریہ بہن عاصمہ اقبال عارف والا کا بھی تھا اگرچہ میں انہیں شکریے کے ساتھ معذرت کر چکی تھی لیکن ان کے تفصیلی خط اور مجھ سے والہانہ عشق نے مجھے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ یہ اپنے بھائی زعیم کے لیے مجھے اپنی بھابی بنانا چاہتی تھیں۔ 4,5 ماہ تک یہ اقرار و انکار کا سلسلہ چلتا رہا۔ عاصمہ کے عشق و محبت کے آگے اور رب کی رضا کے آگے میرا انکار دم توڑ گیا اور والدین کی رائے کو مقدم گردانتے ہوئے میرے گھر والے عاصمہ کے گھر گئے اور عاصمہ کی سچی محبتوں کے طفیل میری مما اور دیگر گھر والوں نے بھی زعیم اور ان کے گھر والوں کو بہت پسند کیا اور اس طرح جھٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق میں اپنی چاہنے والی نند عاصمہ کی دعاؤں کے طفیل ان کی بھابی بن گئی اور زعیم کی صورت میں مجھے میرا آئیڈیل مل گیا۔ شاید یہ سب تو میرے رب نے بہت پہلے سے طے کر دیا تھا لیکن اس جوڑے کے زمین پر یوں خوب صورت ملاپ میں آنچل ایک خوب صورت وسیلہ بن گیا اور میرا دامن آنچل نے ایک بار پھر دائمی خوشیوں اور مسرتوں سے مالا مال کر دیا میں ہمیشہ اپنے پیارے آنچل کی مقروض رہوں گی اور اس کی ترقی کے لیے ہمیشہ دعا گو رہوں گی۔

عمر بھر کا حساب کر ڈالا
اس نے پھر لاجواب کر ڈالا
ہم خزاں کا اجاڑ منظر تھے
چھو کے اس نے گلاب کر ڈالا

"یمینہ۔" تانیہ بھاگ کر اس کے نزدیک آئی اور اس نے تیزی سے ایک تکیہ یمینہ کی کلائی پر رکھا لیکن یمینہ نے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا حالانکہ بھوک سر پر لگی چوٹ اور اتنی دیر کی بے ہوشی کے بعد اب اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ تانیہ کو روک پاتی مگر وہ کوشش کر رہی تھی کہ تانیہ اس کا خون روکنے میں کامیاب نہ ہوسکے اور جس لمحے رضا تیزی سے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تب تک یمینہ دوبارہ بے ہوش ہوچکی تھی۔

"مل گیا سکون میری بہن کو مار کے۔" تانیہ یمینہ کو چھوڑ کر اٹھی اور ساکت کھڑے آمن رضا کے منہ پر کھینچ کر تھپڑ مار دیا۔

"جاؤ جشن مناؤ اپنی جیت کا...... بتاؤ سب کو جا کر اپنی اس فتح کے بارے میں...... کیا ملا میری بہن کو مار کے تمہیں۔" وہ ہسٹریک ہورہی تھی اور رضا ابھی تک بے یقین سے کھڑے تھے پھر لب بھینچے آگے بڑھے اور بے ہوش یمینہ کو تانیہ کے سہارے لے کر باہر نکل گئے اور آمن رضا کے لیے اپنے پیروں کے سہارے ناکافی ہوگئے وہ بے اختیار گھٹنوں کے بل بیٹھتا چلا گیا تھا۔

"کیا یمینہ مرگئی۔" اسے خوف محسوس ہوا پھر وہ یک دم اٹھا اور تیزی سے باہر نکلا پیچھے گیسٹ ہاؤس میں ڈانس پارٹی عروج پر تھی وہ تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھا۔ پاپا کے موبائل پر فون کر کے اس نے ان سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں پھر ان کے بتانے پر سید ھا وہیں پہنچا تھا تانیہ نے اسے دیکھ کر خفگی سے منہ پھیر لیا تھا۔

"آپ کی پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے۔" نرس کوریڈور میں ٹہلتی تانیہ کے قریب رک کر بولی اور پھر آگے بڑھ گئی تانیہ نے نظر گھما کر رضا کو دیکھا اور رضا نے آمن رضا کو دیکھا جو پچھلے دو گھنٹوں سے یونہی اس دروازے پر نظریں جمائے ہوئے تھا جس کے پیچھے یمینہ تھی۔

"تانیہ آپ یمینہ سے مل لیں۔" چند لمحوں بعد رضا نے کہا تو تانیہ نے نفی میں سر ہلایا اس سے یمینہ کا سامنا نہیں ہوسکتا تھا اس میں ہمت ہی نہ تھی پھر رضا خود ہی آگے بڑھ کر روم میں آئے اگلے پل وہ چونکے یمینہ بیک سے پشت ٹکا کر بیٹھی ہوئی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں آدھی ڈرپ کو وہ خود ہی ہاتھ سے نکال چکی تھی۔

"یمینہ کیسا محسوس کر رہی ہیں بیٹا آپ؟" انہیں سمجھ نہ آیا تھا کہ وہ کیا پوچھیں۔

"وہی جو جہنم سے آزادی پر فیل ہوسکتا ہے۔" اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ لیکن اس کے جواب پر رضا گڑبڑا گئے پھر خاموشی سے اسے دیکھنے لگے جوان کے بیٹے کی ضدی طبیعت کی بھینٹ چڑھ رہی تھی انہیں یاد آیا کہ آمن رضا اپنی چیزوں کا یہی حشر کرتا تھا جو اس کی نہ ہو وہ کسی کی نہ ہو لیکن یمینہ کوئی کھلونا شرٹ یا گاڑی نہیں تھی وہ ایک جیتی جاگتی انسان تھی اپنی مرضی کی مالک تھی۔

"آمن اندر آؤ۔" رضا نے دروازے سے جھانک کر کہا تو وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھا کر اندر آیا ہمیشہ کی طرح یمینہ کی نظریں جھکی ہوئی اور چہرہ اٹھا ہوا تھا رضا اس کے چہرے سے اس کی اندرونی کیفیت کا اندازہ لگانے میں ناکام رہے تھے آمن رضا نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی وہ فقط چند گھنٹوں میں صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔

"آمن تم اور یمینہ ساتھ زندگی نہیں گزار سکتے تم دونوں ہی اپنے اپنے دائرے میں انتہا کو پہنچے ہوئے لوگ ہو نہ تم یمینہ کو بدل سکتے ہو نہ یمینہ تمہیں بدل سکتی ہے اسی لیے بہتر ہے کہ......!"

"میرا ایسا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔" اس نے رضا کی بات کاٹ دی وہ دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"جن لوگوں کے دلوں پر اللہ مہر لگادے انہیں پیغمبر بھی نہیں بدل سکتے پھر میری اوقات ہی کیا۔" اس کا لہجہ سرد تھا باہر کھڑی تانیہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پھیل گئی تھی۔

"تم جو چاہتی ہو وہی ہوگا یمینہ۔" رضا نے لمحہ بھر میں فیصلہ کیا تھا کہ جو وہ چاہے گی وہ اب وہی کریں گے چاہے انہیں آمن رضا کے خلاف جانا پڑے۔

"میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔" اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"تم جاسکتی ہو۔" رضا نے ایک گہرا سانس لیا آمن رضا ساکت کھڑا رہا۔

"سچ۔" اس نے بے ساختہ نظر اٹھا کر رضا کو دیکھا اس کی آنکھوں کی حیرت اور بے یقینی نے رضا کو منجمد کردیا وہ جواباً کچھ کہہ ہی نہ سکے وہ تیزی سے بیڈ سے اتری اور یوں دروازے کی طرف بڑھی جیسے اس کے پیچھے کوئی خونخوار درندہ لگا ہو دروازے پر پہنچ کر وہ تانیہ کو دیکھ کر ٹھٹک کر رکی اس پر ایک ملامتی نظر ڈال کر وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔ تانیہ پانی پانی ہوگئی اس کی آنکھوں سے آنسو بے ساختہ لڑھکے۔

"میں آمن رضا کو نہ بدل سکی تو خود کو بھی نہیں بدلوں گی۔" اپنا کہا سچ کرتی یمینہ اندھیرے میں اس کی آنکھوں کے سامنے سے گم ہوگئی اور وہ اتنی بے بس تھی کہ اس کے لیے دعا بھی نہ کرسکی کیونکہ دعا کی ضرورت یمینہ کو نہیں بلکہ خود اسے تھی یمینہ سیدھی راہ پر چلتی چلی گئی تھی گمراہی پر تو وہ چلنے لگی تھی۔

......☆☆☆......

"خس کم جہاں پاک۔" شمائلہ نے سنتے ہی کہا۔ "وہ جاچکی ہے۔" یہ بات ان کے لیے باعث اطمینان تھی۔

"لیکن اب ہمیں کتنی ذلت اٹھانی پڑے گی اس بات کا اندازہ ہے آپ کو؟" ہاشم پریشانی کے عالم میں ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے تانیہ اور شہلا سپاٹ چہرہ لیے بیٹھی تھیں۔

"لوگوں سے کہہ دیں گے مرگئی۔" شمائلہ سفاک ہورہی تھیں شہلا پہلو بدل کے رہ گئی۔

"پہلے مرجاتی تو بہتر تھا یہ ذلت تو نہیں اٹھانی پڑتی۔" ہاشم شمائلہ سے بھی دو ہاتھ آگے تھے۔ تانیہ کے موبائل پر جنید کی کال آرہی تھی وہ اٹھ گئی اگر یہ کال نہ بھی آتی تو بھی اسے جانا تھا اسے وحشت ہورہی تھی ان گناہ گاروں سے جو ہدایت کو ذلت سمجھ رہے تھے جو لوگ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں اور اللہ کی نافذ کردہ حدود سے نکل جاتے ہیں ان میں ایک بیماری پیدا ہوجاتی ہے کہ ان سے برائی برے کام اور گمراہی کا احساس چھن جاتا ہے اور وہ خود اپنے اختیار سے جہنم کی آگ سمیٹنے چلے جاتے ہیں۔ تانیہ کے سامنے بھی اس وقت ایسے ہی لوگ تھے جو اپنا حقیقی ہوش و حواس کھو چکے تھا اسے وحشت ہوئی تھی اپنے آپ سے جو ہدایت ملنے کے بعد بھی ذلت بھرے راستے کو منتخب کر بیٹھی تھی وہ بھاگتی ہوئی یہاں سے نکل گئی کبھی وہ یہاں بڑے شوق سے رہنے آتی تھی لیکن اب اسے لگا ایک لمحے بھی وہ رکی تو اس کا سانس رک جائے گا۔

"یمینہ صرف آمن سے ہی نہیں پورے خاندان سے لڑ سکتی تھی تو پھر میں ایک جنید سے کیوں نہ لڑسکی۔" اپنے عریاں کندھوں پر اس نے ساڑھی کے پلو کو اچھی طرح لپیٹا۔

"آپ کو عشق مجازی نے گناہوں سے لت پت کردیا ہے۔" یمینہ کی آواز کہیں قریب سے ابھری آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔

"میرے اللہ مجھے معاف کردے میں نے تیری محبت کی بجائے کسی اور کی محبت کو دل میں رکھا میں نے تیرے خوف کی بجائے کسی اور کے خوف کو دل میں رکھا میں گمراہ ہوگئی میرے مالک مجھے پھر سے صراط مستقیم پر چلا دے مجھے ان لوگوں میں شامل کرلے جن پر تیرا انعام ہے مجھے بخش دے میرے مولا مجھ پر رحم فرما میری نسل پر رحم فرما میری اولاد پر رحم فرما میرے شوہر پر رحم فرما میرے شوہر کو ہدایت عطا کر دے آمین۔" آج کتنے دنوں بعد اس کے لب دعا گو تھے وہ

بمشکل گھر پہنچی اس نے جنید کو سدھارنے کا عزم کرلیا تھا جو مشکل ضرور تھا مگر ناممکن نہیں۔ لیکن جنید کی قسمت میں شاید ہدایت نہیں تھی اس کا یقین اسے ہر گزرتے دن کے ساتھ ہو رہا تھا وہ جنید کی بات سے انکار کرتی تو جنید اس کا ننھا منا سا بیٹا اس سے چھین کر کمرے میں بند کردیتا اس کا دو سال کا بچہ چیخ چیخ کر ماں کو پکارتا اور جنید اطمینان سے بیٹھا شراب پیتا رہتا' حتیٰ کہ تانیہ کو اس کی بات ماننا پڑتی تھی وہ جنید کی محبت میں ماں باپ کے خلاف گئی تھی ان سے لڑی تھی' لیکن اب اپنے بیٹے کے لیے اسے جنید سے نفرت ہوتی جارہی تھی جنید کو اپنی ہی اولاد پر ترس نہیں آتا تھا۔

''جن لوگوں کے دلوں پر اللہ مہر لگادے انہیں پیغمبر بھی نہیں بدل سکتے۔'' یمینہ کا لہجہ سرد تھا اور اتنے دن گزرنے کے باوجود تانیہ سنسنا جاتی تھی۔

اس نے جنید کو بدلنے کا خیال دل سے نکال دیا لیکن اب اس ڈگر پر چلنا خود اس کے لیے محال تھا وہ کشمکش میں تھی کہ وہ کیا کرے ان ہی دنوں اسے آمن رضا اور روشی کی شادی کی خبر ملی۔

''آمن کو ایسی ہی لڑکی کی ضرورت تھی۔'' وہ تنفر سے سوچنے لگی پھر اس نے ان کی منگنی میں شرکت کی تھی۔ ہاشم نے اسے بتایا تھا کہ انہوں نے روشی کو اپنی بیٹی بنالیا ہے۔ وہاں سب بہت خوش تھے۔ کسی کو احساس نہ تھا کہ وہ کس اندھیرے میں ہیں اور انہوں نے کیسا ہیرا کھودیا۔

''واؤ روشی پری لگ رہی ہو اس ڈریس میں۔'' کسی لڑکی نے روشی کی تعریف کی تھی۔

''یہ سب آمن کی پسند ہے۔'' وہ مسکرائی اور تانیہ کے اندر نفرت کی ایک لہر اٹھی۔ وہ بے اختیار آمن رضا کے سامنے جا کھڑی ہوئی آمن رضا نے بغور اسے دیکھا۔

''میں تمہارے لیے روز بددعا کرتی ہوں..... کہ آمن رضا خوش نہ رہے۔''

''لیکن میں خوش ہوں۔'' اس کی بات کاٹ کر وہ مسکرایا۔

''میں تمہارے لیے روز بددعا کرتی ہوں کہ تمہیں یمینہ سے محبت ہوجائے۔'' آمن رضا کی مسکراہٹ آن واحد میں غائب ہوئی اور تانیہ کی مسکراہٹ بحال ہوئی۔

......☆☆☆......

''حسرت ہی رہی مجھے کہ آپ کبھی میری تعریف کریں۔'' سر جھکائے سبزی کاٹتی بی بی جان نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''میں تمہاری تعریف میں پورا دیوان بھی لکھ دوں گا تو بھی تمہاری حسرت کبھی ختم نہیں ہوگی۔'' سکندر نے ایک بار پھر اپنے سفری بیگ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''ایسے میرے نصیب کہاں۔'' اس نے چولہا جلاتے ہوئے تڑخ کر جواب دیا۔ بی بی جان نے ایک گہرا سانس لے کر پھر سے سبزی بنانی شروع کردی۔ ان دونوں کے بیچ ہونے والی کسی گفتگو کا انجام پُرسکون رہا ہو یہ بی بی جان کی بھی حسرت تھی۔

''کس بات پر آپ دونوں کے بیچ اس قسم کے تبادلہ خیالات ہورہے ہیں؟'' ٹیپو سلطان صرف نام ہی نہیں انداز بھی شاہانہ رکھتا تھا۔

''ارے یار یہ عورت ہر وقت اپنی تعریف سننا چاہتی ہے۔'' سکندر کا بارہ سالہ ٹیپو سلطان کو مخاطب کرنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اس کا ہم عمر دوست ہو۔ ٹیپو سلطان نے کتابوں میں سر دے لیا۔

''عورت۔'' وہ سکندر کو گھورنے لگی۔

''ابھی میری عمر ہی کیا ہے؟''

''ہاں..... ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے ڈاکٹری تو تم نے پیدا ہوتے ہی پاس کرلی تھی اور اب ڈاکٹری پاس کیے تمہیں صرف دس سال ہی تو ہوئے ہیں۔'' سکندر نے اس کا مذاق اڑایا۔

''بی بی جان دیکھیں۔'' وہ یک دم رونے لگی تو بی بی جان نے گہرا سانس لیا اب انہیں مداخلت کرنا تھی۔

''ہوا کیا اب؟''

''ہوا یہ ہے کہ میں نے محترمہ سے کہا تھا کہ میں آج شہر جارہا ہوں جو دوائیاں ختم ہوگئیں ان کی لسٹ بنالو اور اب جب میں بالکل تیار ہوگیا ہوں تو انہیں یاد آرہا ہے کہ یہ ہاسپٹل تو گئی تھیں لیکن مریض نمٹا کر آگئیں انہیں دوائیوں کی لسٹ

بنانی یاد نہیں رہی اس پر میں نے ڈانٹ دیا تو بس شروع ہوگئیں کہ میں ان کی تعریف نہیں کرتا' مجھے ان سے محبت نہیں ہے۔'' وہ اسے گھورتے ہوئے وجہ لڑائی سے آگاہ کررہا تھا۔

''ایک بات تو سچ ہے سکندر تو کبھی اس کی تعریف نہیں کرتا' ہمیشہ اس کی غلطیوں پر اسے ڈانٹ دیتا ہے بیٹا عورت کا دل محبت کا طلب گار ہوتا ہے۔''

''اب میں اپنا دل تو چیر کر دکھانے سے رہا کہ دیکھو بھئی مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔'' اس نے اپنا غصہ سفری بیگ کی زپ پر نکالا جھٹکے سے زپ بند کرکے بیگ کو زمین پر پٹخ دیا تھا۔

''دل چیر کے دکھانے کی ضرورت نہیں ہے بس آنکھیں بند کرکے اپنے دل میں جھانک لیں جو نظر آئے وہ مجھے بتادیں۔'' اس نے چائے کا کپ اسے تھمایا تھا۔

''جو بتاؤں گا اس پر یقین کرلو گی۔'' چند لمحوں بعد وہ پرسوچ لہجے میں بولا جبکہ وہ واش بیسن میں منہ دھونے لگی۔

''تم اتنی خوب صورت ہو مجھے پتہ ہی نہیں تھا۔'' سکندر کی آواز پر وہ ٹھٹک کر پلٹی' اس کی آنکھیں بند تھیں وہ صابن چہرے پر ملنا بھول گئی چہرہ دھونا بھول گئی۔

''کتنی نشیلی ہیں تمہاری آنکھیں' چلتی ہو تو دل بے اختیار دھڑک اٹھتا ہے۔ اس نے بوکھلا کر تمام نفوس پر نظر ڈالی' اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ سکندر سب کی موجودگی میں یہ سب کہہ سکتا ہے اسے یک دم شرمندگی ہوئی۔

''پونچھ مت ہلایا کرو مجھے اچھا نہیں لگتا۔'' سکندر کے جملے نے اس کی شرمندگی کو حیرت میں بدلا اور باقی افراد کی حیرت کو ہنسی میں بدلا۔

''بی بی جان کا ڈر نہ ہوتا تو کب کا کاٹ کر تمہیں کھاچکا ہوتا۔'' سکندر کا لہجہ للچا رہا تھا۔

''سکندر.....'' صدمے کے باعث اس کی آواز حلق میں گھٹ گئی۔ سکندر نے بھی آنکھیں کھول کر دیکھا۔

''تمہیں کیا ہوا؟'' اس کی پیلی رنگت دیکھ کر سکندر کھڑا ہوگیا۔

''تم مجھے مارنا چاہتے ہو سکندر۔'' وہ رو دی۔

''میں تمہیں کیوں مارنا چاہوں گا۔'' وہ حیران ہوا۔

''ابھی ابھی تم نے خود میرے بارے میں کہا تھا۔''

''تمہاری بات کون کررہا تھا میں تو کٹو بیگم کے بارے میں کہہ رہا تھا۔'' سکندر نے آگے بڑھ کر بی بی جان کی لاڈلی بھینس پر ہاتھ پھیرا۔

''کیا مطلب۔'' وہ الجھ کر رونا بھول گئی۔

''تم نے ہی تو کہا تھا کہ آنکھیں بند کرکے اپنے دل میں جھانک لوں اور جو نظر آئے تمہیں بتادوں۔''

''تو آپ کو یہ کٹو بیگم نظر آئی ہے؟'' وہ جل گئی سب کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''زیادہ مت جلو اپنی بہن سے' ورنہ اس کی جیسی ہی ہوجاؤ گی' کالی اور موٹی۔''

''سکندر.....'' وہ بری طرح سے چڑ گئی۔

''اچھا اب جارہا ہوں ذرا رخ روشن پر خوشی سجالو۔'' اس نے کپ خالی کرکے رکھا اور بیگ اٹھالیا۔

''اللہ حافظ۔'' اگلے پل اسے گھورتے ہوئے بولی تو اس نے آنکھ ماری اور وہ روتا چاہتے ہوئے بھی مسکرائی۔

''قسم سے ڈاکٹر نہیں لگتی یوں روتے ہوئے۔''

''آپ کی بیوی تو لگتی ہوں ناں' میرے لیے یہی کافی ہے۔'' وہ بے اختیار مسکرائی تھی۔ وہ بھی مسکرادیا وہ اسے دروازے تک رخصت کرنے آئی تھی۔

''بی بی جان سبزی رہنے دیں' شام کو تو ٹیپو اپنے دوست کے گھر انوائیٹ ہے اس کی سالگرہ ہے ان کی آپی بھی ان کے ہی ساتھ جائیں گی باقی رہے ہم دونوں تو دوپہر کا سالن رکھا ہوا ہے میں روٹی پکالوں گی۔''

''میں وہاں کھانا نہیں کھاؤں گی مجھے ساگ ہی کھانا ہے چاولوں کی روٹی کے ساتھ۔'' اس نے کہا تو بی بی جان نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جس کا سر پوری طرح کتاب میں گم تھا۔ وہ بی بی جان کے تخت پر دراز ہوگئی تھی جبکہ بی بی جان سبزی لے کر کچن میں آگئیں یک دم صحن سے دھیمی سی ہنسی کی آواز ابھری تو انہوں نے چونک کر باہر دیکھا ٹیپو اپنی آپی کے ساتھ مل کر اس کا مذاق اڑا رہا تھا جو اس نے سکندر سے کی تھیں ان کی نظریں اس پر رک گئیں جو کتاب ہاتھ میں لیے

شرارت سے مسکرا رہی تھی۔

"کیا اس کی ساری زندگی اب ایسے ہی گزرے گی۔" انہوں نے آہ بھر کر اسے دیکھا جب ان کے شوہر کا انتقال ہوا تھا انہیں لگا ان کی بھی زندگی ختم ہوگئی لیکن جینا پڑا اپنے چار سال کے بیٹے کی وجہ سے پال پوس کر اسے بڑا کیا شادی کی بہو اللہ کے فضل سے بہت اچھی تھی ان کی زندگی پرسکون گزر رہی تھی کہ اچانک ایک سالہ ٹیپو کو ان کی گود میں چھوڑ کر ان کے بہو بیٹے اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے اور ان کا تو جیسے سب ہی کچھ بکھر گیا تو ان کے بھائی انہیں اپنے گھر لے آئے پھر کچھ دنوں بعد ان کی پھپھو تمثیلہ درانی آئیں اور انہیں اپنے ساتھ لے گئیں ان کا بیٹا ہاشم امریکہ شفٹ ہوگیا تھا اور وہ بہت اکیلی تھیں ان ہی دنوں ان کی پوتی یمینہ درانی وہاں آئی تھی جو ایک سائیکو کیس بن چکی تھی خوف اس کے حسن اور بچپن دونوں کو جیسے گھن لگا رہا تھا۔ تب انہوں نے پھپھو کے ساتھ مل کر اس کے دل میں خوف خدا پیدا کیا تھا اور اس میں تانیہ نے بھی ان کا بے حد ساتھ دیا تھا۔ پھپھو نے اسے ایک عالمہ لگا دی تھیں ایک ٹیوٹر لگا دیا تھا۔ کافی دن لگے تھے اسے نارمل ہونے میں۔ پھپھو نے اسے اللہ کی یاد میں اتنا مشغول کردیا تھا کہ اسے کسی اور طرف دھیان دینے کا کبھی خیال آیا ہی نہیں تھا پھر کچھ دن بعد وہ واپس اپنے بھائی کے گھر آگئیں۔ یمینہ اور پھپھو اکثر ان سے ملنے آتی تھیں یمینہ قرآن پاک حفظ کرنے لگی ہے انہیں سن کر خوشی ہوئی تھی پھر یمینہ انیس سال کی تھی کہ پھپھو کی ڈیتھ ہوگئی تو وہ یمینہ کے لیے بہت پریشان ہوئیں لیکن وہاں جانہ سکیں ان کی بھاوج کی طبیعت خراب تھی پھر چند دنوں میں ان کی بھاوج ان کا ساتھ چھوڑ گئیں ان پر گھر کی ذمہ داری آن پڑی تھی یمینہ ان کے پاس آ گئی تھی۔

"یمینہ بچے مجھے تیری تنہائی سے بہت ڈر لگتا ہے تو اپنے ماں باپ کے پاس چلی جا۔"

"آپ فکر مت کریں بی بی جان میں تنہا نہیں ہوں اللہ ہے ناں میرے ساتھ۔"

"لیکن دنیا میں رہنے کے لیے اپنوں کا ساتھ ضروری ہوتا ہے بیٹا۔"

"لیکن ان اپنوں کا اچھا ہونا بھی تو ضروری ہوتا ہے بی بی جان۔" وہ مسکرادی پھر کچھ دن رک کر چلی گئی۔ سکندر ڈاکٹر بن چکا تھا وہ ان کا بھتیجا تھا یمینہ اس وقت بیس سال کی تھی جب وہ دوبارہ آئی۔

"سکندر بھائی آپ تو جانتے ہیں مجھے میری ماما کے فرینڈز نے اڈاپٹ کرلیا تھا میرے ان مما پپا کے قتل سے دو دن پہلے ہی پاپا نے ایک کروڑ روپے میرے اکاؤنٹ میں جمع کروائے ہیں میں چاہتی ہوں کہ مما پپا کے ایصال ثواب کے لیے وہ رقم کسی کو ڈونیٹ کردوں۔ آپ بتائیں میں کیا کروں۔"

"تم کسی ویلفیئر کو ڈونیٹ کرنا چاہتی ہو وہ رقم؟"

"نہیں میں خود اسکول ہاسپٹل وغیرہ میں وہ رقم لگانا چاہتی ہوں اور مجھے سب سے پہلے اسی گاؤں کا خیال آیا میں یہاں مفت اسکول اور ہاسپٹل بنوانا چاہتی ہوں۔"

"یہ تو واقعی بہت اچھا خیال آیا ہے تمہیں۔" بی بی جان نے کہا تھا پھر اسی طرح یمینہ نے وہ رقم خرچ کرڈالی یہاں ایک اسکول اور ہاسپٹل تعمیر کروائے تھے جہاں مفت تعلیم دی جاتی تھی کورس دیا جاتا تھا دوائیاں بھی مفت تھیں یمینہ نے اس ہوسپٹل کا نام اپنے اڈاپٹ کرنے والے ماں باپ کے نام پر رکھا تھا۔

"اپنے نام کیوں نہیں کررہی ہو...... مشہور ہوجاؤ گی لوگ عزت کریں گے۔" سکندر نے چھیڑا۔

"میں چاہتی ہوں لوگوں سے ان کی بخشش کی دعائیں کرواؤں جو گمنا ہوں میں اپنی زندگی گزار کر چلے گئے۔" وہ افسردگی سے بولی تھی پھر واپس لوٹ گئی دو تین ماہ بعد آئی سکندر نے ڈاکٹر نشاء سے شادی کرلی تھی اور اسی شادی میں وہ شرکت کرنے آئی تھی نشاء کی وجہ سے گاؤں میں ایک لیڈی ڈاکٹر بھی آگئی پھر یمینہ اپنی پڑھائی میں لگ گئی۔ سال بھر نہ آئی ہاؤس جاب کرکے وہ شہر میں ہی سرکاری ہسپتال میں جاب کرنے لگی۔ سکندر چاہتا تھا کہ وہ اپنے بنائے ہوئے ہاسپٹل میں آجائے لیکن وہ نہیں مانی پھر آئی تو ایسے کہ وہ دہل گئیں صبح آٹھ بجے جب دروازہ بجا تو وہ تصور

بھی نہ کرسکی تھیں کہ وہ یمینہ ہوگی۔

"یمینہ......!" انہیں دیکھ کر اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ اس کی رنگت پیلی ہورہی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے وہ برسوں سے بیمار ہو وہ حیران پریشان تھیں اور وہ جیسے صرف ان کی گود میں آنے کے لیے ہی اپنے ہوش وحواس میں تھی۔ تین دن وہ سخت بخار میں مبتلا رہی ان سب کو یقین ہی نہ آرہا تھا کہ وہ اپنے ہی گھر والوں کے ہاتھوں اس حال کو پہنچی ہے جب اس نے بستر چھوڑا سکندر نے اسے مصروف کردیا چھوٹے سے گاؤں میں تین ڈاکٹرز ہوگئے تھے تب سکندر کے مشورے پر یمینہ نے آس پاس کے گاؤں میں ڈاکٹر تمثیلہ درانی کے نام سے فری میڈیکل ایک روزہ کیمپ لگانے شروع کردیے اور جن گاؤں والوں کو ہاسپٹل دور پڑتا تھا وہ اب اپنے علاقے میں لگنے والے فری کیمپ سے دوائیاں لینے لگے تھے۔

"کیا اس کی اب ساری زندگی ایسے ہی گزرے گی؟" اسے یہاں آئے چھ ماہ ہوگئے ہیں۔

"ایسے ہی...... کیا مطلب؟" سکندر نے چونک کر بی بی جان کو دیکھا۔

"میں اس کی زندگی میں بھی رنگ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"لیکن ہم کیا کرسکتے ہیں بی بی جان اس نے آمن رضا سے طلاق تو لی ہی نہیں اور آمن رضا کے ساتھ وہ کیسے رہ سکتی ہے؟" نشاء نے کہا۔

"تو ہم لوگ مل کر آمن رضا سے بات کرتے ہیں وہ اب کیا ساری زندگی اس کے ہی نام پر گزارے گی؟"

"بی بی جان میں جارہی ہوں۔" یمینہ کی آواز پر انہوں نے چونک کر دیکھا۔

"اس وقت تم کہاں جارہی ہو؟" رات کے دس بج رہے تھے وہ حیران ہوئیں۔

"میں کسی ہاسپٹل میں جاب کرکے کسی ہاسٹل میں رہ لوں گی۔"

"کیا مطلب؟" وہ بوکھلا گئیں۔

"اگر آپ آمن رضا سے ملیں تو میں واقعی یہ گھر چھوڑ

بندھ گئیں۔

"مجھ سے شرمندہ مت ہوں اللہ سے معافی مانگیں۔" اس نے اٹھ کر تانیہ کو گلے لگایا اور اس کے آنسو صاف کیے۔

"میں پچھلے چھ ماہ سے جنید سے الگ ہوں وہ مجھے پاگلوں کی طرح تلاش کر رہا ہے آخر میں اس کا کیش ہوں۔" وہ تلخی سے بولی۔

"کل وہ بالکل مجھ تک پہنچ گیا تھا میں بمشکل تنزیل کو لے کر وہاں سے نکلی' مجھے صرف تمہارا خیال آیا کہ تم تک جنید کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

"لیکن آپ کو کس نے بتایا کہ میں یہاں ہوں۔" وہ چونکی۔

"تم یہاں کے علاوہ اور کہاں جاسکتی تھیں۔" اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ مسکرادی۔

"چلیں میں آپ کے لیے کھانا لاتی ہوں' پھر آپ آرام کرلیں۔" وہ کھڑی ہوئی۔

"یمینہ میں یہاں گھر لینا چاہتی ہوں۔"

"گھر..... کیا مطلب؟" وہ حیران ہوکر اسے دیکھنے لگی۔

"میں کہاں رہوں گی؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ہمارے ہی گھر پر رہوگی اور کہاں رہوگی۔" بی بی جان نشاء کے ساتھ کھانے کا سامان لیے اندر داخل ہوئیں۔

"یہ آپ کی محبت ہے بی بی جان لیکن پلیز میں پرسکون نہیں رہوں گی پلیز میری مجبوری کو سمجھنے کی کوشش کریں۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے یہاں ایک گھر بک رہا ہے آپ چاہیں تو اسے خرید لیں..... لیکن آپ کے پاس پیسے۔" وہ رکی۔

"کیا آپ جنید کے پیسے لے کر....."

وہ جنید کے پیسے نہیں ہیں وہ میرے باپ کے گھر کو بیچ کر جنید نے میرے اکاؤنٹ میں رکھے تھے میں صرف وہی رقم ساتھ لائی ہوں۔" تانیہ نے اس کی بات کاٹ دی تو وہ مطمئن سی ہوگئی۔

"تم میرے ساتھ رہوگی۔" اگلا حکم صادر ہوا تو وہ مسکرادی۔

"لیکن بیٹا یمینہ....." بی بی جان یقیناً اس بات کے لیے راضی نہ تھیں۔

"جب میں اکیلی تھی تو آپی میرے ساتھ رہیں تھیں اور اب مجھ پر قرض ہے کہ میں آپی کے ساتھ رہوں جبکہ وہ اکیلی ہیں۔" یمینہ نے یک دم کہا تو بی بی جان چپ ہوگئیں جبکہ تانیہ اسے دیکھتی رہی آج کتنے سال بعد اس نے تانیہ کو پھر آپی کہا تھا اس کے بعد تمام معاملات طے ہوتے چلے گئے۔ تانیہ یمینہ اور تنزیل کو لے کر اپنے گھر شفٹ ہوگئی تھی جنید سے عشق میں اس کی میڈیکل کی پڑھائی ادھوری رہ گئی تھی اسی لیے اب اس نے اسکول میں ٹیچنگ کرلی تھی لیکن شام کو وہ نشاء کے ساتھ ہاؤس جاب کرنے لگی تھی۔

"واؤ آنی ویری فنی۔" وہ ابھی ابھی نہا کر نکلی تھی تولیے سے بال خشک کرنے کے بعد اس نے بالوں کو یونہی کھلا چھوڑ دیا اور پلنگ پر بیٹھ کر ویلفیئر کی جمع شدہ رقم کو ٹھکانے لگانے کے لیے حساب کر رہی تھی یہ ویلفیئر سکندر نے اپنے بابا کے نام پر بنایا تھا اور اس میں وہ لوگ بے روزگاروں کے لیے اور غریب بچیوں کی شادیوں کے لیے کام کرتے تھے اور اب تو انہوں نے ایک نیا پراجیکٹ شروع کردیا تھا' گاؤں کی عورتوں کو گھر پر روزگار مہیا کرنے کا' گاؤں کی عورتوں کے پاس جتنا ہنر تھا اتنا انہیں معاوضہ نہیں ملتا تھا سکندر کے بہت سے دوست اب انہیں ڈونیٹ کرتے تھے اور یہ سب سکندر کے پروفیسر ڈاکٹر عدنان بٹ صاحب کی مہربانی تھی زیادہ تعداد تو ان کے پاس آنے والے ان کے شاگردوں کی تھی جو ہر لحہ امداد کو تیار رہتے تھے اور عورتوں کے لیے اس نئے پراجیکٹ کے اخراجات بھی ان کا ہی ایک شاگرد اٹھا رہا تھا اور یمینہ اس پراجیکٹ پر پوری طرح گھن چکر بنی ہوئی تھی کیونکہ سکندر صرف شہر سے آرڈر لایا تھا لیکن تمام ڈیلنگ یمینہ کو کرنی تھی اور اس پراجیکٹ کے شروع ہونے کے بعد تو سکندر نے خود ہی فری کیمپ لگانے شروع کردیے تھے اور وہ خود ایک ڈاکٹر کے بجائے چھوٹی سی بزنس وومین بن گئی تھی۔

"اوئے گندے بچے کیا دیکھ رہا ہے۔" یمینہ نے رجسٹر ایک طرف رکھ کے اسے گود میں اٹھایا۔

"آپ نے اتنے بڑے بڑے جھمز کہاں سے خریدے۔"

"آپ کو کیوں بتاؤں۔" وہ اسے گدگدانے لگی۔

"میں مما کے لیے خریدوں گا۔" وہ اس کی گود سے جھٹ اترا اور اس کی پشت پر آکر اس کے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا پھر انہیں اپنے ہاتھوں پر لپیٹ لیا۔ یمینہ کو ایک جھٹکا لگا۔

کسی یاد نے ذہن کا دروازہ دھڑ دھڑ لیا تھا اور وہ ساکت سی رہ گئی۔

"کیا ہوا یمینہ۔" تانیہ اس کا سفید پڑتا چہرہ دیکھ کر حیران ہوئی۔

"کچھ نہیں۔" اس نے لرزتے ہاتھوں سے بالوں کا جوڑا بنالیا پاس پڑا دوپٹہ اوڑھا اور بمشکل اپنے ذہن کو اس رجسٹر پر لے آئی تھی۔

"تنزیل کہاں ہے؟" بی بی جان نے پوچھا۔

"آج وہ یمینہ کے پیچھے لگ گیا تھا وہ اسے ساتھ لے گئی ہے۔" تانیہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی نشاء اس وقت نماز پڑھ رہی تھی۔

"تانیہ یمینہ کو دیکھ کر مجھے ہول سے اٹھنے لگتے ہیں تمہارے پاس تو پھر بھی تنزیل ہے تمہارے بڑھاپے میں ساتھ دے گا جینے کا سہارا ہے' وہ تو بالکل اکیلی ہے میں سوچتی ہوں کہ اگر آمن سے بات کریں اور وہ اسے طلاق دے دے تو ابھی بھی کتنے خاندانوں میں اس کا رشتہ چل سکتا ہے۔" بی بی جان نے تانیہ کو ایک نئی سوچ دے دی تھی وہ ساری رات سوچتی رہی اور صبح تک ایک فیصلہ کرچکی تھی۔ دوسرے دن اسکول سے واپسی پر تانیہ کے قدم پی سی او دیکھ کر خود بخود رک گئے دھڑکتے دل اور لرزتے ہاتھوں سے آمن رضا کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

"یس آمن رضا اسپیکنگ۔"

"مجھے طلاق چاہیے۔" اس نے کھٹ سے کہا لیکن آمن رضا کے مطالبے پر اسے غصہ آگیا اور آمن رضا کے پہچان لینے پر وہ ساکت رہ گئی۔

"ایسے ہی تکے مار رہا ہوگا۔" فون بند کرتے ہوئے وہ الجھ کر پی سی او سے باہر نکل آئی تھی۔

"کہیں کوئی مصیبت نہ کھڑی ہوجائے یمینہ کے لیے۔" لب بھینچتے ہوئے اس نے سوچا۔

"تانیہ کیا ہوا خیریت یہاں کیا کر رہی ہو؟" اچانک سکندر مل گیا تھا۔ وہ نشاء کے ساتھ شاید مارکیٹ جا رہا تھا۔

"گھر چلو پھر بتاتی ہوں۔" اس نے کہا پھر بی بی جان کے پاس وہ تینوں آگئے۔

"یہ کیا کردیا تم نے۔" نشاء سنتے ہی بولی۔

"ہم سے مشورہ تو کرلیتیں۔" سکندر نے اسے گھورا۔

"صحیح کیا اس نے اب یہ تو طے ہوگیا ناں کہ وہ ملنے کے بعد طلاق دے گا۔" بی بی جان بولیں۔

"وہ بھی طلاق نہیں دے گا۔" بی بی جان جو تانیہ کی حرکت سے پرسکون تھیں چونک کر نشاء کو دیکھنے لگیں۔

"کیوں؟"

"اگر اسے طلاق دینی ہوتی تو وہ ملنے کا تقاضہ کیوں کرتا۔ تانیہ نے فون پر طلاق دینے کے لیے کہا تھا تو وہ فون پر ہی طلاق دے دیتا۔" سکندر کی بات پر تانیہ نے لب بھینچ لیے۔

"مل کر دیکھتے ہیں ملنے میں کیا حرج ہے۔" بی بی جان تیار تھیں۔

"حرج یہ ہے کہ وہ ایک بار پھر یمینہ کے لیے مصیبت بن سکتا ہے۔" نشاء نے کہا تو بی بی جان اور تانیہ اندر سے دہل گئیں۔

"مصیبت بن سکتا ہے..... نہیں بلکہ مصیبت بن چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟" سب نے چونک کر سکندر کو دیکھا۔

"ان عقل مند خاتون نے گاؤں کے پی سی او سے انہیں فون کیا ہے وہ بھی عقل مند ہی ہوں گے نمبر کی تحقیقات انکوائری سے کروالے گا اس گاؤں کا نام پتہ چلا تو وہ سیدھا یہاں پہنچے گا اور پھر خود کو اگر اسٹاپ پر بھی ڈاکٹر یمینہ درانی کا کزن کہہ دیا تو دروازے تک ہاتھوں ہاتھ پہنچایا جائے گا ڈاکٹر یمینہ درانی لوگوں کے اتنے کام آتی ہے اب لوگوں کا

بھی یہ فرض بنتا ہے کہ اس کے کسی رشتے دار کو بنا کسی تکلیف کے اس کے گھر تک لائیں اور کچھ دنوں بعد وہ تانیہ بی بی کا دروازہ بجا رہا ہوگا۔‘‘

’’پلیز سکندر۔‘‘ وہ بری طرح خوف زدہ ہوگئی نشاء اور بی بی جان بھی چپ سی ہوگئیں۔

’’اللہ کرے وہ کبھی بھی یہاں نہ آسکے۔‘‘ اس کی بے ساختہ دعا پر نشاء اور سکندر مسکرائے۔ وہ گھر آگئی دروازہ بجتا تو وہ یوں خوف زدہ ہوکر دروازے کو دیکھتی جیسے آمن رضا آگیا ہو۔ اس کی یہ پریشانی یمینہ نے دو دن میں بھانپ لی تھی۔

’’کیا بات ہے کسی خاص بندے کو آنا ہے جو آپ بار بار دروازے کی طرف دیکھ رہی ہیں۔‘‘

’’ابھی دراوزہ بجا تھا اسی لیے تو دیکھ رہی تھی۔‘‘ وہ گڑبڑائی۔

’’دروازہ نہیں بج رہا آپ کے کان بج رہے ہیں۔‘‘ وہ مسکرائی۔

’’اب بتائیں کیا پریشانی ہے۔‘‘

’’کچھ خاص نہیں۔‘‘ وہ اسے ٹالنے لگی۔

’’خاص نہ سہی عام سی ہی سہی لیکن پریشانی کیا ہے۔‘‘

’’اُفوہ یمینہ کچھ نہیں۔‘‘ وہ اٹھ کر کچن میں آگئی پھر ایک ہفتے بعد مال تیار کروا کے جس دن شہر بھیجا اور تمام لوگوں کو ان کے کام کا معاوضہ دیا کتنی دعائیں اپنے دامن میں سمیٹی تھیں اس نے ان غریب لوگوں کی ان غربت کے ماروں کو گھر بیٹھے دو وقت کی روٹی ملنے لگی تھی وہ اسے جتنی دعائیں دیتے کم تھا اس مال کے چکر میں کئی دن ہوگئے تھے اس نے فری کیمپ نہیں لگایا تھا اس نے رات ہی سکندر سے اپنے لیے کیمپ لگوانے کو کہا۔

’’کل آرام کرلو پرسوں لگوا دے گا کیمپ سکندر۔‘‘ بی بی جان کا لہجہ حتمی تھا وہ چپ ہوگئی واقعی تھکن بھی بہت ہورہی تھی۔ فجر کی نماز پڑھ کے تانیہ ناشتہ بنانے لگی جبکہ وہ تلاوت قرآن کرتی رہی پھر ناشتہ کرکے تانیہ تنزیل کو لے کر اسکول چلی گئی وہ پہلے تو بے مقصد پورے گھر میں گھومتی رہی پھر جاکر کمرے میں بیٹھ کر کتابیں پڑھنے لگی۔ تانیہ نے اپنے گھر کو بے حد اسٹائلش انداز میں سیٹ کیا ہوا تھا۔ یہاں بھی یمینہ کی کتابوں کے ڈھیر تھے یہ کتابیں اسے بہت سے لوگوں نے گفٹ کی تھیں۔ جن میں سے بعض اس نے ابھی تک پڑھی نہیں تھیں۔

’’اُفوہ اس لائٹ کو بھی ابھی جانا تھا۔‘‘ پنکھا بند ہوتے ہی وہ جھلائی‘ کتاب بے حد دلچسپ موڑ پر تھی اور ایسے میں گرمی لگنی شروع ہوگئی‘ وہ اٹھ کر نہانے چلی گئی‘ واپس آئی تو چائے کی طلب ہونے لگی‘ لیکن وہ یونہی لیٹی رہی‘ کتاب پڑھتے پڑھتے جانے کب اسے نیند آگئی۔ شعور کا پہلا احساس سر میں درد کا تھا‘ اور دوسرا کسی کی موجودگی کا‘ جب سے تنزیل نے اس کے اتنے لمبے بال دیکھے تھے‘ تانیہ کے پیچھے پڑ گیا تھا کہ اسے بھی اتنے لمبے بال خرید کردیے جائیں اور اس کے بالوں کو اپنے سر پر فٹ کرنے کی بھی کوشش کی جاتی تھی۔

’’تنزیل یار مما سے کہو چائے بنا دیں۔‘‘ دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں سرسراتی انگلیاں یک دم رکی تھیں کچھ دیر بعد اسے پھر اپنے بہت زیادہ قریب کسی کی موجودگی کا احساس ہوا وہ تنزیل نہیں تھا وہ تانیہ نہیں تھی وہ کون تھا؟ اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں اس کا سانس اوپر کا اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا وہ ساکت نظروں سے آمن رضا کو دیکھے گئی۔

’’یار وائف سنا تھا کہ لوگ گھوڑے گدھے بیچ کر سوتے ہیں‘ لیکن آپ کی عنایت کہ ہم نے دیکھ لیا دو تین بیلز دی میں نے پر آپ سچ مچ گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہی تھیں پھر تانیہ کے پاس گیا چابی لاکر دروازہ کھولا ابھی بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا محترمہ نے چائے کا آرڈر کردیا پکڑو تمہاری چائے ٹھنڈی ہوجائے گی۔‘‘ اس نے کپ اس کی طرف بڑھایا۔

’’تم چائے پیو جب تک میں شکرانے کے نفل پڑھ لوں کہ تمہیں صحیح سلامت اپنے روبرو دیکھ رہا ہوں۔‘‘ وہ کپ اس کے ہاتھ میں تھما کر اٹھ گیا اسٹینڈ سے جائے نماز اٹھائی اور نیت باندھ لی یمینہ ساکت تھی کپ اس کے بے جان ہاتھوں سے گر گیا تھا۔ اسے ہوش نہ تھا صرف اس کی آنکھیں آمن رضا کے ساتھ حرکت کررہی تھیں۔ رکوع‘

سجود میں اسے اٹھتا بیٹھتا دیکھ رہی تھیں۔ آمن رضا کی اس طرح آمد نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مفقود کردیا تھا۔ سلام پھیر کر دعا مانگ کر وہ اس کی قریب آیا۔ جس کی نگاہیں ابھی تک اس پر تھیں‘ پہلے وہ نظر اٹھاتی نہیں تھی اور اس پل جھکانا بھول گئی تھی۔ اس کی نگاہوں میں خوف نہیں تھا‘ کسی قسم کی کوئی پریشانی بھی نہ تھی‘ صرف حیرت تھی‘ شاید حیرت ختم ہوتی تو وہ خوف زدہ ہوتی یا کچھ اور ری ایکٹ کرتی۔ وہ اس کی آنکھوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی شہد رنگ تھیں اس کی پلکیں اتنی دراز تھیں کہ اٹھتیں تو بھنوؤں تک پہنچتی تھیں اس نے ان آنکھوں کو دیکھنے کی کبھی خواہش نہیں کی تھی لیکن ان ہی نظروں نے ایسی نظر بندی کی کہ اسے سب کچھ نظر آنا بند ہوگیا تھا۔

❁ …… ❁ …… ❁

’’آمن سوئے نہیں ابھی تک؟‘‘ رضا اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آگئے تھے۔

’’پاپا میں یہ مسٹر گیلانی کی دی گئی فائل کو ریڈ کررہا تھا۔‘‘ وہ کمپیوٹر کے سامنے تھا۔

’’مسٹر گیلانی کی فائل…… کیا مطلب؟‘‘ وہ چونکے۔

’’ہمارا ان کے ساتھ تو کوئی پراجیکٹ نہیں ہے آمن۔‘‘ وہ صوفے پر بیٹھ گئے۔

’’میں نے آج ہی ان کے ساتھ ایک پراجیکٹ سائن کیا ہے پاپا۔‘‘

’’لیکن تم پہلے ہی مسٹر آذر اور مسٹر ترمذی کے ساتھ دو مختلف پراجیکٹ میں بزی ہو جبکہ ہمارا اصول رہا ہے کہ ایک وقت میں ایک پراجیکٹ کرتے ہیں۔ اس طرح تو تمہیں سانس لینے کی فرصت نہیں ملے گی۔‘‘ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگے جس کی نظریں کمپیوٹر پر جمی ہوئی تھیں۔

’’یہاں سانس لینا بھی کون چاہتا ہے۔‘‘ وہ بے حد تلخی سے سرد لہجے میں بولا تو لمحہ بھر کے لیے رضا کو اپنا ہی سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ اس بات پر اسے ڈپٹ بھی نہ سکے تھے بس بغور اسے دیکھتے رہے وہ اس کی کیفیت کو سمجھ سکتے تھے انہیں یقین تھا کہ وہ روشی کو پسند کرتا ہے اور یہی یقین انہیں روشی کو بھی دلانا تھا جو آج سے ایک سال پہلے یمینہ کے جانے کے تین دن بعد اپنا پرپوزل لائی تھی۔

’’آمن کے ساتھ روشی جیسی لڑکی سوٹ کرتی ہے۔‘‘ ہاشم درانی نے روشی کو گلے لگاتے ہوئے کہا تھا۔ ہاتھوں ہاتھ یہ رشتہ طے ہوا تھا اور ہاشم نے روشی کو اپنی بیٹی بنالیا۔ پندرہ دن کے بعد منگنی کی ڈیٹ فکس کردی گئی۔ آمن نے اپنی پسند سے روشی کو تمام تیاریاں کروائیں تھیں۔ روشی کے فادر کے ساتھ انہوں نے بھی ایک پراجیکٹ سائن کرلیا تھا۔ اس منگنی کے دو ماہ بعد آمن رضا کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ پندرہ دن آمن رضا ہاسپٹل میں رہا اس کے بعد زندگی معمول پر گزرنے لگی اور آج ایک سال کے بعد انہیں پتہ چلا تھا کہ آمن رضا کی زندگی معمول پر نہیں گزر رہی ہے کچھ خاص اس کی زندگی میں رونما ہوچکا تھا۔ آج روشی کا برتھ ڈے تھا وہ لوگ مدعو تھے وہ سب وہاں آپہنچ گئے۔

’’آمن کہاں ہے؟‘‘ روشی کے پاپا نے پوچھا۔

’’ابھی تک پہنچا نہیں۔‘‘ وہ حیران ہوئے۔

’’نہیں…… ابھی تک نہیں آیا۔‘‘ روشی کی ماما نے جواب دیا۔

’’ہوسکتا ہے ابھی آنے والا ہو۔‘‘ شمائلہ نے کہا تھا۔

’’وہ نہیں آئے گا۔‘‘ روشی کی آواز پر وہ سب چونک کر پلٹے تھے۔

’’وہ یہاں کبھی نہیں آئے گا۔‘‘

’’کیوں نہیں آئے گا۔‘‘ انہوں نے حیرت سے روشی کو دیکھا جس کے چہرے پر غصہ تھا۔

’’کیا آپ کو نہیں پتہ وہ کیوں نہیں آئے گا۔‘‘ اس نے انہیں چبھتی نظروں سے دیکھا تو وہ الجھ گئے۔

’’کیا اس سے آپ کا کوئی جھگڑا ہوا ہے۔‘‘ روشی کے پاپا نے پوچھا۔

’’اوہ نو…… اس سے جھگڑا تو اس وقت ہو جب وہ میسر ہو وہ تو مجھ سے ملتا ہی نہیں ہے‘ میں دن میں ایک مرتبہ فون کردوں تو سارا دن موبائل آف رکھتا ہے‘ اس سے ملنے جاؤں تو چپ چاپ بیٹھا دیواروں کو گھورتا رہتا ہے…… میں آمن کو بہت پسند کرتی ہوں وہ میرے لیے بہت خاص

ہے لیکن میں نہ تو اسے پسند ہوں اور نہ ہی اس کے لیے خاص ہوں۔‘‘

’’ایسا کب سے کرنے لگا وہ؟‘‘ رضا اور شمائلہ حیران ہوئے۔

’’جب سے ہماری منگنی ہوئی ہے۔‘‘

’’مگر وہ تو منگنی سے بہت خوش تھا۔‘‘ شمائلہ بولیں۔

’’منگنی سے پہلے ہی خوش تھا منگنی کے بعد سے تو اس نے پاگلوں والی حرکتیں شروع کردی ہیں مسز ترمذی کا بیٹا بتا رہا تھا کہ آمن کے ساتھ کوئی میٹنگ کرو تو اس کے بیچ دس آوازیں دے کر تو آمن کو اپنی طرف متوجہ کرنا پڑتا ہے ورنہ کچھ بھی کہے جاؤ وہ سنتا ہی نہیں ہے..... چھ ماہ پہلے میں اسے زبردستی ایک پارٹی میں لے گئی تھی پہلے تو کسی بت کی طرح بیٹھا رہا پھر ہلا گلا ڈانس کیا اور بعد میں کاؤنٹر پر رکھی تمام شراب کی بوتلیں توڑ ڈالیں اور چیختا چلاتا پارٹی چھوڑ کر چلا گیا۔‘‘ رضا ساکت نظروں سے روشی کو دیکھنے لگے تھے۔

’’شاید وہ مینٹلی ڈسٹرب ہے آپ اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزار کر اسے سمجھنے کی کوشش کریں کہ آخر اس کے ساتھ کیا پرابلم ہے۔‘‘ روشی کے پاپا نے کہا۔

’’میں پچھلے دس ماہ سے اسے برداشت کررہی ہوں۔ وہ پاگل ہوچکا ہے آپ اس کا علاج کروائیں اور یہ انگوٹھی بھی لے جائیں۔ میں کسی پاگل سے شادی نہیں کرسکتی۔‘‘ اس نے اپنے ہاتھ سے ڈائمنڈ رنگ اتار کر شمائلہ کے ہاتھ میں تھما دی۔ رضا لمحے بھر رکے بغیر فوراً پلٹے تھے۔ جبکہ شمائلہ اور باقی فیملی روشی کے ماما پاپا کے اصرار پر رک گئے۔ روشی کے پیرنٹس اتنی بڑی پارٹی کو کھونا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے روشی کی اس بچکانہ بات کی معافی مانگی اور اسے سمجھانے کا یقین بھی دلایا۔ شمائلہ کو خود بھی روشی پسند تھی انہوں نے رنگ واپس نہیں لی بلکہ آمن کو سمجھانے کا یقین دلایا۔

’’آمن گھر پر ہے؟‘‘ انہوں نے دو تین بار اس کے موبائل پر کال کرنے کے بعد گھر کے نمبر پر کال کی تو ملازم نے بتایا کہ ’’صاحب گھر پر ہیں۔‘‘ وہ سیدھے گھر پہنچے۔

’’آمن گھر کب آیا؟‘‘ انہوں نے چوکیدار سے پوچھا۔

’’معمول کے ٹائم پر۔‘‘

’’روز کس ٹائم گھر آتے ہیں۔‘‘ وہ چونکے۔

’’پانچ بجے سر۔‘‘

’’پانچ بجے آمن گھر آجاتا ہے۔‘‘ وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

’’پھر بعد میں کہیں جاتا ہے۔‘‘

’’نہیں اس کے بعد گھر میں ہی رہتے ہیں۔‘‘ چوکیدار نے انہیں عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا وہ یقیناً ان کی آمن کے بارے میں تفتیش سے حیران ہورہا تھا وہ لب بھینچ کر اندر آگئے۔ وہ لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا انہوں نے اسے پکارا مگر وہ ہنوز ٹی وی پر نظریں جمائے بیٹھا رہا جہاں بچوں کا پسندیدہ چینل کارٹون نیٹ ورک لگا ہوا تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ٹی وی آف کردیا لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب آمن رضا کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

’’آمن.....‘‘ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا کندھا ہلایا تو اس نے چونک کر انہیں دیکھا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

’’پاپا آپ.....؟‘‘

’’کیا کررہے تھے تم یہاں؟‘‘ اندر ہی اندر ان کی حالت غیر ہورہی تھی۔ وہ اس سے ہفتے میں دو تین بار تو ملتے ہی تھے پھر انہوں نے پہلے اسے ایسا گم صم کبھی کیوں نہیں دیکھا۔ اس کی حالت کب سے ایسی تھی انہوں نے کیوں نوٹ نہیں کیا۔

’’کچھ نہیں کررہا تھا۔‘‘

’’آج روشی کی برتھ ڈے پارٹی ہے تم گئے نہیں۔‘‘ وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولے۔

’’مجھے کچھ کام تھا۔‘‘

’’پارٹی تو ابھی شروع ہوئی ہے اور اس وقت تم فارغ ہو۔‘‘ وہ ان تفصیلات میں نہیں گئے کہ اسے کیا کام تھا۔ کیونکہ وہ جلد سے جلد اس کے اندر اترنا چاہتے تھے۔

’’تم تیار ہوکر آجاؤ پھر ہم دونوں چلتے ہیں۔‘‘

’’مجھے نہیں جانا اور آپ وہیں سے آرہے ہیں۔‘‘ اس نے انہیں ان کے بارے میں بتایا تھا۔

’’آج روشی کے لیے اہم دن ہے اس نے تمہاری غیر موجودگی کو مائنڈ کیا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ تم اسے بالکل

ٹائم نہیں دیتے..... بیٹا تھوڑی مصروفیت کم کرو اور اسے ٹائم دیا کرو۔‘‘

’’مجھے نیند آرہی ہے۔‘‘ اس نے قدم بڑھا دیئے اور وہ ساکت رہ گئے۔

’’آمن روشی نے انگیج منٹ ختم کردی ہے۔‘‘ انہوں نے اپنے تئیں اسے جھٹکا دیا تھا۔

’’اسے یہی کرنا چاہیے تھا۔‘‘ وہ پلٹے بنا بولا اور چلا گیا وہ حیرت زدہ رہ گئے اس کی نظر میں اس منگنی کی اتنی اہمیت بھی نہ تھی کہ وہ انگیج منٹ رنگ انگلی میں ڈالے رکھتا وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گئے۔ کافی دیر بیٹھے رہے پھر انہوں نے اس سے کھلے لفظوں میں بات کرنے کا سوچا اور اس کے کمرے میں چلے آئے۔

’’آمن سوئے نہیں ابھی تک۔‘‘ وہ کمپیوٹر پر نظریں جمائے بیٹھا تھا وہ اندر چلے آئے پھر صوفے پر بیٹھ گئے لیکن اس کے جملے نے انہیں بولنے کے قابل بھی نہیں چھوڑا وہ کیوں سانس نہیں لینا چاہتا تھا۔

’’آمن..... کیا بات ہے بیٹا..... تم کچھ ڈسٹرب ہو۔‘‘ انہوں نے پوچھا۔ لیکن جواباً وہ چپ رہا آمن رضا کے جملے نے انہیں ڈسٹرب کردیا تھا۔

’’آمن بیٹا پاپا سے نہیں کہو گے۔‘‘ وہ ان کا بہت لاڈلا تھا۔ انہیں بے پناہ عزیز تھا انہوں نے اور شمائلہ نے ہمیشہ ترنم اور ذیشان پر اسے فوقیت دی تھی۔ بہت پیار کرتے تھے وہ اپنے چھوٹے بیٹے سے وہ کھڑے ہوکر اس کے قریب آگئے۔

’’آمن پلیز بیٹا..... مجھے بتاؤ کیا پریشانی ہے روشی بھی تمہارے لیے کتنی فکرمند ہے۔ تم ایسا کیوں کررہے ہو کیا پرابلم ہے بیٹا پلیز اپنے پاپا کو بتاؤ۔‘‘ انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ بے اختیار ان سے لپٹ گیا۔

’’وہ میرے لیے پریشان نہیں ہے پاپا وہ میرے لیے فکرمند ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ..... کیونکہ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی پاپا.....‘‘ اس کی آواز بھاری ہورہی تھی۔

’’ایسی بات نہیں ہے بیٹا وہ تم سے پیار کرتی ہے اسے تمہاری فکر ہے وہ چاہتی ہے کہ تم بھی اس سے محبت کرو اسے ٹائم دو اس کے ساتھ گھومو پھرو۔‘‘

’’ان سب میں محبت نہیں ہے پاپا..... محبت ان میں کہیں نہیں ہے..... محبت یہ ہے پاپا کہ اگر مجھے سانس نہ آئے تو جینا اسے بھی دوبھر لگے..... جیسے یمینہ..... میں دو دن بیمار رہا اور وہ کھانا نہیں کھا سکی کیونکہ میں ہوش میں نہیں تھا تو اس کے حلق سے کچھ نہ اتر سکا۔‘‘ وہ رکا تھا اس کی آواز اب بھرا رہی تھی لیکن رضا کے کسی نے پرخچے اڑا دیئے تھے۔

’’یا..... می..... نہ.....‘‘ ان کی آواز حلق میں پھنس گئی تھی آمن نے ان سے الگ ہوکر رخ پھیر لیا تھا۔

’’آمن..... تم..... یمینہ۔‘‘ وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

’’وہ مجھے بہت یاد آتی ہے پاپا..... بہت یاد آتی ہے..... جب موجود تھی تو میں اسے تنگ کرتا تھا اور جب چلی گئی ہے تو وہ مجھے تنگ کرتی ہے وہ مجھے جینے نہیں دے رہی ہے پاپا..... وہ مجھے جینے نہیں دے رہی۔‘‘ وہ ٹیبل پر سر رکھ کر رونے لگا تھا۔

’’آمن یہ سب..... یہ سب کیا ہے؟‘‘ وہ بمشکل بولے تھے۔

’’مجھے نہیں پتہ..... مجھے کچھ نہیں پتہ پاپا لیکن مجھے یمینہ کی نگاہیں جینے نہیں دیتیں..... میں نے ان نگاہوں کو دیکھنے کی کبھی خواہش نہیں کی تھی لیکن اب وہی نگاہیں مجھے کچھ کرنے نہیں دیتی ہیں کچھ بھی نہیں کرنے دیتی..... وہ نگاہیں مجھے۔‘‘ وہ رو رہا تھا اور وہ متحیر سے اسے دیکھ رہے تھے۔

’’میں ڈرنک نہیں کرپاتا‘ کسی پارٹی میں نہیں جاسکتا‘ میں روشی سے یا کسی اور لڑکی سے مل نہیں سکتا‘ میں شاپنگ اور ہوٹلنگ کے نام پر پیسہ برباد نہیں کرسکتا‘ حتیٰ کہ..... حتیٰ کہ پاپا میں اپنے ہی پیسوں سے کھانا نہیں کھا سکتا..... کیونکہ یہ سب یمینہ کی نگاہوں میں حرام تھا اور اس کی نگاہیں مجھے کچھ کرنے نہیں دیتی پاپا۔‘‘ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کی پشت سے باری باری دونوں گالوں پر سے آنسو صاف کیے تھے۔ رضا کو لگا انہوں نے آمن رضا کی پرابلم جاننے میں بہت دیر کردی وہ بے دم ہوکر اس کے بیڈ کے کنارے پر ٹک گئے تو اس نے مڑ کر انہیں دیکھا پھر آکر ان کے قدموں

میں بیٹھ گیا۔

"آپ کو حیرت ہو رہی ہے ناں پاپا؟" اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

"شاید آپ کو شاک پہنچا ہے میں جتنا ڈسٹرب ہوں پاپا آپ تصور بھی نہیں کرسکتے' جب آپ نے اسے جانے کے لیے کہا تھا اور وہ چلی گئی میں چپ رہا تھا ناں پاپا۔" وہ ان سے تصدیق چاہ رہا تھا اپنی خاموشی کی۔

"یہ خاموشی میری زبان پر نہیں پاپا میرے اندر تک تھی' پھر میں گھر آ گیا' کمرے میں آتے ہی مجھے ایک کمی کا احساس ہوا اس کی کمی کا' پاپا جو فقط پانچ دن میرے ساتھ رہی تھی۔ مجھے یمینہ کی کمی کا احساس ہوا پاپا حالانکہ مجھے تو خود پر جانثار کردینے والی لڑکیوں کا بھی خیال تک نہ آیا تھا پھر یمینہ کی کمی کا احساس کیوں ہوا مجھے میں نے سر جھٹک کر اس کے حصار سے خود کو باہر نکالنے کی کوشش کی تھی اس کے تیسرے دن روشی اپنا پرپوزل لائی اور آپ نے قبول کرلیا میں سب کچھ بھول کر روشی کو شاپنگ کروا رہا تھا جس روز ہماری منگنی تھی۔ بعد میں اسی روز میری گاڑی خراب ہوگئی تھی وہیں قریب میں مسجد تھی۔ وہ جمعے کا دن تھا میں نے ڈرائیور کو فون کرکے دوسری گاڑی منگوائی تھی اور اس کے انتظار میں مجھے وہاں رکنا پڑا۔"

"نیک عورتوں کے لیے نیک مرد اور بد عورتوں کے لیے بد مرد نیک مردوں کے لیے نیک عورتیں اور بد مردوں کے لیے بد عورتیں' یہ اللہ نے قرآن میں فرمادیا ہے تو خوش قسمت ہے وہ مرد جسے نیک عورت ملی۔" مسجد میں خطبہ دیا جارہا تھا۔ گاڑی خراب ہونے پر جھنجلا کر بڑبڑاتی میری زبان یک دم خاموش ہوئی تھی۔" تب مجھے احساس ہوا پاپا کہ میرے اندر تو بہت دیر سے خاموشی تھی شاید اس دن سے جس دن یمینہ مجھے چھوڑ گئی تھی کچھ دیر بعد ڈرائیور کار لے آیا اور میں گھر آ گیا' شام کو میری منگنی تھی میں نے روشی کو دیکھا پاپا وہ میری فیانسی بننے جارہی تھی میری شریک حیات بننے والی تھی مگر گلے کا ہار کسی اور مرد کے نام ہوئی تھی۔"

"خوش قسمت ہے وہ مرد جسے نیک عورت ملی۔" میں نے امام کی آواز کو جھٹکتے ہوئے روشی کو انگیج منٹ رنگ پہنائی تھی۔ روشی نے مسکرا کر مجھے دیکھا' میرے لب پر تو خاموشی رہی مگر اندر کی خاموشی چھناکے سے ختم ہوئی تھی روشی کی آنکھیں سیاہ تھیں اور وہ آنکھیں..... وہ آنکھیں جو لمحہ بھر کے لیے اٹھی تھیں وہ کس کا ری تھیں.....

"خوش قسمت ہے وہ مرد جسے نیک عورت ملی نیک عورت دنیا میں ملنے والا انعام ہے۔" اس کی آنکھوں میں حیا تھی اس کی آنکھوں میں شرم تھی جو روشی کے پورے وجود میں کہیں نہیں تھی۔" ان نگاہوں نے اسی پل مجھے اپنے حصار میں لے لیا پھر اس کے بعد میں لاکھ چاہنے کے باوجود اسے جھٹک نہیں سکا۔ ان نگاہوں سے بچنے کے لیے میں نے کیا نہیں کیا کرتا رہا مگر وہ نظریں مجھ پر سے ہٹتی ہی نہیں تھیں شراب کی بوتل نکالتا' گلاس میں انڈیلتا اور جب منہ تک لے کر جاتا تو وہ نگاہیں مجھ پر جم جاتی تھیں اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی گلاس کو دیوار پر دے مارتا۔ لڑکیوں سے ملتا ان کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کے لیے معاملات طے کرتا اور جب وہاں پہنچتا تو وہ نگاہیں مجھ پر جم جاتیں اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی وہاں سے بھاگ آتا۔ میں اس صورت حال سے دو ماہ میں پریشان ہوگیا تھا۔ مجھے سکون چاہیے تھا لیکن یمینہ مجھے سانس بھی نہیں لینے دے رہی تھی اس روز میں ایک دوست کی پارٹی میں گیا تھا وہاں میں انجوائے کرنا چاہتا تھا مگر..... یمینہ..... اس کی نگاہیں مجھے خوش ہونے نہیں دے رہی تھیں۔ میں ذرا سی دیر رک کر واپس آ رہا تھا میں انجوائے نہ کرسکا تھا۔ میں نے جھنجلا کر جان بوجھ کر اپنی کار سامنے سے آتے ٹرک سے دے ماری۔ میں یمینہ کی نگاہوں سے بچنا چاہتا تھا میں اس سے بچنا چاہتا تھا۔"

"آمن.....!" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہے تھے وہ نجانے کب سے اس تکلیف میں مبتلا تھا اور وہ اپنے لاڈلے سے بے خبر تھے۔

"جب تک میں ہاسپٹل میں تھا روشی مجھ سے ملنے روز آتی تھی لیکن یاد مجھے یمینہ آتی تھی اور اب میں اس کی یاد کو جھٹکنے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔ میں جب بیمار تھا تو اس نے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا حالانکہ وہ میرے ساتھ رہنا بھی نہیں چاہتی تھی اور روشی میری محبت کی دعوی دار ہوکر گھنٹہ دو گھنٹہ میرے ساتھ گزارنے کو اپنی محبت کا اظہار سمجھتی تھی پھر وہ کیا تھا پاپا جو یمینہ کے ساتھ مجھے ملا تھا' اسے مجھ سے محبت نہیں تھی تب بھی اس کی دنیا مجھ سے شروع اور مجھ پر ختم تھی اگر اسے مجھ سے محبت ہوتی تو کیسی ہوتی۔"

"خوش قسمت ہے وہ مرد جسے نیک عورت ملی' نیک عورت دنیا میں ملنے والا انعام ہے۔" وہ میرا انعام تھی پاپا جسے میں نے کھودیا' میں نے اپنا میڈل کھودیا ہے پاپا اپنی ہر چیز کو بحفاظت رکھنے والا آمن رضا اپنی ہستی کا سکون کھوچکا ہے۔ وہ اپنی یمینہ کو کھوچکا ہے وہ اپنی محبت کھوچکا ہے' آپ نے ٹھیک کہا تھا' آپ نے بالکل ٹھیک کہا تھا پاپا کہ.....! کہیں وہ تمہیں سیدھا نہ کردے۔ اس نے مجھے صرف سیدھا ہی نہیں کیا پاگل بھی کردیا ہے۔ ان نظروں نے جنہیں میں نے کبھی دیکھنا نہیں چاہا تھا' مجھے پاگل کردیا ہے مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑا' ان نظروں نے مجھے دیکھنے کے بھی قابل نہیں چھوڑا۔ یہ سحر اس وقت مجھ پر کیوں طاری نہیں ہوا جب وہ یہاں تھی اب جب وہ یہاں سے چلی گئی ہے تو کیوں..... مجھے ستا رہی ہے..... کیوں جینا دشوار کررہی ہے میرا؟" وہ رو ئے جارہا تھا۔

"تم اسے واپس لے آؤ آمن۔" انہیں یمینہ پسند تھی بالکل ان کی ماں کی طرح وہ اپنی ماں کا سکھایا ہوا سبق کب کا بھول چکے تھے۔ نیکی اور ہدایت کا راستہ بھول چکے تھے' پیسے کی چکا چوند میں اندھے ہوچکے تھے اگر آمن رضا بدل رہا تھا تو وہ اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار تھے۔

"وہ یہاں واپس نہیں آئے گی۔" اس کا لہجہ بہت ٹوٹا ہوا تھا۔

"تو تم یہاں سے چلے جاؤ" پاپا کی بات پر اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"وہ زندگی جو یمینہ جی رہی ہے تمہارے لیے مشکل ہوگی لیکن سکون بھی اسی زندگی میں ملے گا' ہم جہاں سفر کررہے ہیں وہ اندھیرا ہے آمن کیونکہ روشنی تو وہیں ہے جہاں یمینہ ہے۔"

"یمینہ کی طرح میں بھی اپنی فیملی کو چھوڑ دوں۔" اس نے ان سے پوچھا تھا یا شاید خود سے کہا تھا رضا کا دل ڈوبا وہ انہیں بہت عزیز تھا اس کی جدائی برداشت کر ہی نہیں سکتے تھے۔

"بتائیں ناں پاپا کیا یمینہ کی طرح مجھے بھی اپنے گھر والوں کو چھوڑنا ہوگا۔" اس نے اپنا سوال دہرایا تو رضا کی رنگت سفید پڑگئی۔

"تم اپنے گھر والوں کو بدل بھی تو سکتے ہو۔" وہ تھکے تھکے لہجے میں بولے۔

"کیا آپ کو لگتا ہے میرے گھر والے بدل سکتے ہیں؟" اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"میں ہر طرح سے تمہارا ساتھ دوں گا۔" وہ روشنی بھرے راستے پر ہدایت کی راہ پر اس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار تھے' وہ بے اختیار ان سے لپٹ گیا تھا۔ اب اسے اس راستے پر چلنا تھا جو دشوار ضرور تھا لیکن ہستی کا سکون اسی راستے میں تھا۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

"تمہارا بہت بہت شکریہ بیٹا۔" وہ ظہر کی نماز پڑھ کر نکل رہا تھا جب اس سے آگے چلنے والے ساٹھ پینسٹھ سال کے بزرگ سیڑھیوں سے یک دم چکرا کر گر پڑے۔ اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر انہیں پکڑا ان کی پیشانی سے خون نکل رہا تھا' وہ انہیں لے کر قریبی کلینک آ گیا تھا۔

"پلیز ایسا مت کہیے۔" ان کے یوں شکر گزار ہونے پر وہ شرمندہ ہوا پھر انہیں گھر چھوڑنے گیا۔

"میری پوتی منع کررہی تھی کہ آج مسجد نہ جاؤں گھر میں نماز ادا کرلوں مگر گھر میں رب کی عبادت کا وہ مزا کہاں ملتا ہے جو با جماعت نماز میں ہوتا ہے پھر ہمارے صحابی رضی اللہ عنہم کیسے جماعت کے لیے مسجد در مسجد سفر کرتے تھے اور بیٹا تمہارا نام کیا ہے؟" کہتے کہتے وہ رکے اور پھر اچانک اس کا نام پوچھا' وہ جو چپ چاپ ان کی بات سن رہا تھا چونک گیا۔

"آمن رضا۔"

"میرا نام عدنان بٹ ہے اور میں ڈاکٹر ہوں..... تم کیا

کرتے ہو؟"

"انجینئر ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ان کا گھر آچکا تھا وہ بصد اصرار اسے اندر لے آئے ان کے ڈرائنگ روم کو دیکھ کر اسے سمینہ کا کمرہ یاد آ گیا بالکل سادہ سا ایک قالین بچھا ہوا تھا اس پر سفید چادر تھی دو تین لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ماتھے پر پٹی دیکھ کر وہ لوگ کھڑے ہو گئے۔

"یہ کیا ہوا ڈاکٹر صاحب۔"

"ارے بھئی بیٹھو تم لوگ میں ٹھیک ہوں۔" انہوں نے کہا پھر اس کی طرف مڑے۔

"بیٹھو آ من بیٹا۔" وہ خاموشی سے بیٹھ گیا جبکہ وہ اور لوگوں کو اپنے چوٹ کی تفصیل بتانے لگے کچھ دیر بعد ان میں سے دو لوگ اٹھ کر چلے گئے تھے جبکہ اس کی عمر کا ایک لڑکا موجود رہا تھا۔

"ہاں بھئی تو ذکر کیا ہوا آپ کی شادی کا۔"

"ابھی تک کوئی اچھی لڑکی ملی ہی نہیں ڈاکٹر صاحب۔" وہ مسکرایا۔

"بھئی اچھی لڑکیاں تو بہت سی ہوتی ہیں۔"

"لیکن مجھے تو نیک لڑکی چاہیے اور وہ مجھے ابھی تک نہیں ملی۔"

"اللہ کا وعدہ سچا ہے کہ نیکوں کے لیے نیک...... اگر تمہیں ابھی تک کوئی نیک نہیں ملی ہے تو از سر نو اپنا جائزہ لو کیا پتہ تم میں ابھی کمی ہو۔"

"اتنی اچھی بات کہنے کا شکریہ ڈاکٹر صاحب میں اپنا جائزہ ضرور لوں گا۔" وہ پھر مسکرایا اور آ من رضا ساکت بیٹھا رہا تھا۔

"مجھ میں کیا تھا جو مجھے اتنی نیک عورت ملی۔" آ من رضا کی بڑبڑاہٹ کو ڈاکٹر عدنان بٹ نے بغور سنا وہ کھڑا ہو گیا۔

"پھر ضرور آنا بیٹے میں تمہارا انتظار کروں گا۔" انہوں نے اسے روکا نہ تھا اور نہ ہی اس کا وہاں پھر آنے کا کوئی ارادہ تھا وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے دروازے تک آئے تھے۔

"تم اپنے نام کے معنی جانتے ہو؟" ان کے کہنے پر وہ چونکا تھا اسے اپنے نام کے معنی نہیں پتہ تھے بس اپنا نام اچھا لگتا تھا کیونکہ یہ بہت یونیک سا نام تھا۔ وہ چپ رہا تو سمجھ گئے کہ وہ اپنے نام کے معنی سے لاعلم ہے۔

"تمہارے نام کے معنی ہیں آسودہ، مطمئن، خوش حال۔" انہوں نے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا وہ چونکا۔

"تم کسی خوش حال گھرانے کے لگتے ہو لیکن......" وہ شاید دانستہ رکے تھے۔

"لیکن...... کیا؟" وہ بے تابی سے بولا۔

"آسودہ اور مطمئن ہرگز نہیں ہو۔" ان کے جواب پر اس کے چہرے کا رنگ بدلا۔ اس نے دروازے سے باہر قدم رکھ دیا۔

"پھر آنا میں انتظار کروں گا۔" انہوں نے مطالبہ دہرایا اور اس بار اس نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر دوسرے دن ہی ان کے گھر میں موجود تھا۔

"میں واقعی ایک خوش حال گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں جہاں پیسے کی فراوانی ہے لیکن میں آسودہ اور مطمئن نہیں ہوں اس کی وجہ ہے ایک لڑکی......" پھر وہ انہیں سب کچھ بتاتا چلا گیا۔

"اس سیدھے ہدایت والے راستے کو اختیار کرنے کے باوجود میں خوش اور مطمئن نہیں ہوں۔" وہ سر جھکائے رو رہا تھا۔

"اس کی وجہ جانتے ہو۔" انہوں نے اسے بغور دیکھا۔

"تم ہدایت کے اس راستے پر اللہ کی جستجو میں نہیں عورت کی چاہ میں چل رہے ہو تمہیں اللہ کے خوف نے گناہوں کی دلدل سے نہیں نکالا بلکہ تم ایک عورت کی چاہت میں اس دلدل سے نکلنا چاہتے ہو۔" وہ فق چہرہ لیے انہیں دیکھے گیا۔

"تم اللہ سے خالص محبت کرو اللہ تمہیں خالص محبتوں سے نوازے گا اور تمہیں تو ایک خالص محبت مل بھی گئی ہے تم نے خود ہی قدر نہ کی لیکن اب تم اللہ سے گناہوں کی معافی تو چاہو تمہاری نیکیاں تمہارا انعام تمہیں دیں گی وہ ضرور تمہیں ملے گی جو تمہارا انعام تھی اور تم نے اسے کھو دیا۔"

"وہ واقعی میرا انعام تھی جسے میں نے اپنی بے پروائی سے کھو دیا ہے اب مجھے اس انعام کا مستحق بننا ہے مجھے اپنے رب کا خوف اس کی محبت کو خالص کرتا ہے۔" وہ وہاں سے اٹھا پھر انہوں نے اسے قرآن پاک از سر نو پڑھانا شروع کیا

وہ ساتھ ساتھ عربی لینگویج کا کورس بھی کررہا تھا اسے قرآن پاک سمجھ بھی آنے لگا تھا اب وہ قرآن کے احکام پر کاربند بھی رہتا تھا اس کے اندر آنے والی اس تبدیلی کا علم رضا کے علاوہ کسی کو نہ تھا۔

"پاپا ہم گناہوں میں حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہیں۔" اسے ڈاکٹر عدنان بٹ سے ملتے ڈیڑھ ماہ ہوگیا تھا۔

"ہاں بیٹے حد سے بڑھ جانے والوں میں سے ہیں۔" انہوں نے ایک گہرا سانس لے کر اسے دیکھا جو اس مختصر عرصے میں مطمئن رہنے لگا تھا ورنہ اس کی حالت بہت بدتر ہوچکی تھی۔

"پاپا ہمیں اپنے مال کو حلال کرنے کے لیے زکوٰۃ دینی ہوگی ورنہ ہماری یہی دولت قیامت میں ہماری رسوائی کا سبب بنے گی۔"

"تم کاؤنٹ کرلو کتنا بنے گا اور اس کا ڈھائی فی صد حصہ یعنی ہماری مال ودولت کی زکوٰۃ۔"

"یہ ہماری سالانہ زکوٰۃ کا اندراج ہے پاپا۔" اس نے ایک سفید رنگ کا پیپر ان کے ہاتھ میں دیا ایک پل کے لیے تو رضا بھی متحیر رہ گئے۔

"آمن یہ رقم دینے کے لیے تو سبھی سے بات کرنی پڑے گی' خاص کر ذیشان سے۔" انہوں نے کہا لیکن جواباً وہ کچھ نہ بولا جمعتہ المبارک کا دن تھا رضا آفس چلے گئے وہ نہیں گیا آج اسے ایک اجتماع میں جانا تھا۔

"آمن......" وہ تیار ہوکر کمرے سے نکلا تو شمائلہ ساکت رہ گئیں وہ ابھی سو کر اٹھی تھیں وائٹ کاٹن کے قمیص شلوار سوٹ میں سر پر ٹوپی اور پیر میں ایسی چپل جو پہلی نظر میں اپنی کم قیمت کی اطلاع دے رہی تھی۔

"کہاں...... جارہے ہو...... تم......" اٹک اٹک کر ان کے حلق سے الفاظ برآمد ہوئے۔

"نماز پڑھنے۔" اس کے جواب پر انہوں نے بغور اسے دیکھا۔

"یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے اور شیو کتنے دن سے نہیں کیا۔"

"میں داڑھی رکھ رہا ہوں اور حلیہ تو کافی دنوں سے یہی ہے میرا۔"

"ہوش میں تو ہو تم۔" وہ چلائیں۔

"ابھی تو ہوش آیا ہے مما۔" وہ افسردگی سے کہتا ہوا آگے بڑھ گیا جبکہ پیچھے وہ چکرا کر رہ گئیں' ملازم انہیں بیڈروم میں لائے اور شہلا کو فون کیا تو وہ فوراً آگئیں۔

"کیا ہوا شمائلہ کو؟" شبینہ ترنم بھی موجود تھیں' ڈاکٹر انہیں چیک کررہے تھے۔

"کوئی شاک پہنچا ہے فکر کی بات نہیں ہے ابھی ہوش آجائے گا میں نے دوائی لکھ دی ہے آپ ٹائم پر دیجیے گا۔" ڈاکٹر کے جانے کے کچھ دیر بعد شمائلہ کو ہوش آگیا۔

"شمائلہ کیا ہوا۔" شہلا نے پوچھا مگر وہ کچھ نہ بولیں بے یقینی ان کی آنکھوں میں ابھی تک ثبت تھی۔

"مما کیا ہوا تھا آپ کو۔" ترنم ان کے برابر میں آبیٹھی۔

"آمن...... شہلا...... آمن......"

"کیا ہوا آمن کو......؟" سب ہی اچھل پڑے۔

"ابھی میں نے اسے کافی دن بعد دیکھا قمیص شلوار' ٹوپی لگائے ہوئے تھا اور کہہ رہا ہے کہ داڑھی بھی رکھ رہا ہوں۔"

"کیا......!" اس بار صرف شبینہ اور ترنم چیخی تھیں جبکہ شہلا ساکت رہ گئیں۔

"مجھے اپنے بیٹے کو کسی نفسیاتی ڈاکٹر کو دکھانا چاہیے پتہ نہیں کیا ہوگیا میرے بچے کو۔" وہ رو دینے والی ہورہی تھیں جبکہ شبینہ اور ترنم بھی گم صم سی تھیں۔

"کچھ نہیں ہوا صرف سچا مسلمان ہوگیا ہے شمائلہ۔" شہلا افسردگی سے بولیں۔

"کیوں...... کیا ہم مسلمان نہیں ہیں۔" وہ تڑخ کر جواباً بولیں۔

"شاید نہیں۔" ان کا لہجہ مضبوط تھا لیکن لفظ مشکوک تھے۔

"یہ سب تمہاری بیٹی کی وجہ سے ہوا ہے شہلا۔" اگلے پل وہ یکلخت دھاڑیں۔

"میری بیٹی۔" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔ شبینہ ترنم بھی حیران ہوکر انہیں دیکھنے لگیں۔

"جب تک وہ ہماری زندگی میں نہیں تھی ہماری زندگی میں سکون تھا۔"

"چھوڑیں مما! اسے تو گئے بھی دو سال ہوچکے ہیں۔" ترنم کو اس کے ذکر سے بھی گھبراہٹ ہوتی تھی۔

"کیسے چھوڑ دوں اسے میرے بیٹے کی زندگی اس کی وجہ سے ہی برباد ہوئی ہے۔" وہ رونے لگیں۔ شہلا بنا کچھ بولے پلٹ گئیں اور شام کو ایک نیا ہنگامہ ان سب کا منتظر تھا سب کچھ لمحے تو ساکت رہے پھر حیرت سے ان سب کی آنکھیں ابل پڑیں۔

"دو کروڑ روپے زکوٰۃ۔" سب کو لگا جیسے ایک لمحے کے لیے سانس رک گیا ہو۔

"ہماری سالانہ آمدنی کا یہی ڈھائی فی صد حصہ بنتا ہے۔"

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا ہے مسٹر آمن رضا۔" خود کو اس کی بات کے اثر سے باہر لاتے ہوئے ذیشان نے اسے گھورا۔

"اتنا بڑا پرافٹ ہم کیسے دے سکتے ہیں۔" فرقان بھی بول پڑا کیونکہ بزنس ایک ہی تھا۔

"اگر ہم نے دنیا کے لیے سوچا تو آخرت میں یہی پرافٹ ہمارے گلے کا طوق بنے گا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"پلیز آمن ملا مت بنو۔" شبینہ چڑ کر بولی۔

"یہ سب ملا کا نہیں اللہ کا فرمان ہے۔"

"تمہیں ہو کیا گیا ہے تم کن لوگوں سے ملنے لگے ہو آمن۔" ترنم کو اس سے گھبراہٹ ہوئی اس لمحے یمینہ کی شباہت اس میں نظر آرہی تھی۔

"مجھے زندگی کا مقصد نظر آگیا ہے میں ان لوگوں سے ملنے لگا ہوں جو ہدایت کے راستے پر چلتے ہیں۔"

"تو تمہیں جو کرنا ہے کرو ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔" ذیشان بھڑک اٹھا۔

"میں آپ کے پیچھے نہیں پڑا میں صرف اپنے مال کو پاک کررہا ہوں۔"

"دیکھا...... دیکھا تم لوگوں نے آگئی اس کے منہ میں یمینہ کی زبان۔" شمائلہ چلائیں۔ سب ہی چونک گئے۔

"یہاں یمینہ کا کیا ذکر۔" پہلی بار اس کی تیوری پر بل پڑے تھے۔

"یہی تھا ناں یمینہ کی زبان پر بھی۔ حلال اور حرام۔ دیکھ لو شہلا تمہاری بیٹی نے کیا کردیا۔"

"شمائلہ میری بیٹی کو کوئی الزام مت دیں اس نے آمن کو یہ سب نہیں سکھایا ہے آمن خود ہی اس راستے پر چل پڑا ہے۔" شہلا سے اس بار برداشت نہ ہوسکا۔

"اُفوہ آپ لوگ تو لڑنا بند کیجیے۔" فرقان جھلا کر بولا۔

"پاپا آپ تو کچھ کہیں...... سمجھایئے اسے۔" ذیشان ان کی طرف مڑا۔

"کیا سمجھاؤں۔" انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"پاپا آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں اسے دیکھیں کتنی بڑی رقم برباد کرنے پر تلا ہے۔"

"یہ بربادی نہیں ہے ذیشان پرافٹ ہے سب سے بڑا پرافٹ......"

"کیا مطلب۔" سب چونکے۔

"یہ آخرت میں ہمیں دوگنا ہوکر ملے گا۔"

"پاپا آپ بھی اس کی زبان بولنے لگے۔" ترنم کو گویا صدمہ ہوا۔

"یہ صحیح راستہ ہے بیٹے۔"

"تو پھر یہ خود ہی اس پر چلے ہمیں کیوں گھسیٹ رہا ہے۔" ذیشان نے دانت کچکچائے۔

"آپ اتنا غصہ کیوں کررہے ہیں میں کچھ غلط تو نہیں کررہا۔"

"فقیر بنا کر ہمیں روڈ پر بٹھاؤ گے تم پھر بھی تمہیں لگے گا کہ تم کچھ غلط نہیں کررہے ہو۔" ترنم کو بھی غصہ آگیا۔

"نہیں بنیں گے ہم فقیر ایک بار تو زکوٰۃ خیرات کرکے دیکھیں۔"

"پاپا! آپ میرا حصہ مجھے دے دیجیے یہ جو چاہے کرتا

رہے۔" ذیشان کے ذہن نے کام سوکھایا تھا۔
"بھائی پلیز! پاپا کو مالک رہنے دیجیے کیوں حصہ مانگ کر ہمیں حصوں میں تقسیم کررہے ہیں۔" وہ پریشان ہوا۔
"یہی ٹھیک فیصلہ ہے ذیشان کا ورنہ اگلے سال ہم بھیک مانگ رہے ہوں گے۔" شبینہ نے فوراً کہا۔
"پاپا! مجھے کہنے کی ضرورت تو نہیں لیکن ذیشان کے ساتھ ہی میرا حصہ بھی مجھے دے کر الگ کردیں ورنہ آمن تو واقعی ہمیں کنگال کردے گا۔" ترنم کے کہنے پر اس نے تڑپ کر پاپا کو دیکھا۔
"ترنم پلیز! تم تو سمجھنے کی کوشش کرو جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اس کے احکام پورے کیے بنا ہم کیسے اس کا کھا پی سکتے ہیں۔ اس کی نافرمانی کرکے کیسے اس کا مال استعمال کرسکتے ہیں۔"
"میں گھر جارہی ہوں۔" ترنم کھڑی ہوگئی وہ اکیلی نہیں گئی تھی اس کے ساتھ شبینہ فرقان اور ذیشان بھی کھڑے ہوگئے تھے ہاشم آج کل اسلام آباد گئے ہوئے تھے دوسرے دن ان کی واپسی ہوئی تو ذیشان اور فرقان نے یہ مقدمہ ان کی عدالت میں رکھا کئی لمحے تو انہیں یقین ہی نہ آیا لیکن آمن کو دیکھ کر انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔
"کیا چاہتے ہو تم......؟"
"اپنے مال کو حلال کرنا۔" اس نے جواب دیا۔
"اور تم۔" وہ ذیشان کی طرف مڑے۔
"میں اپنے ہاتھوں اپنی بربادی نہیں کرنا چاہتا۔"
"اور تم۔" وہ رضا کی طرف مڑے۔
"آمن کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔" انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔
"پھر تو یہی ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے بزنس میں سے تمہیں اور آمن کو الگ کردیں۔" اگلے لمحے انہوں نے لب بھینچتے ہوئے کہا۔
"او کے۔" رضا کو گویا فرق ہی نہ پڑا تھا۔ شمائلہ نے انہیں یوں دیکھا جیسے وہ پاگل ہوگئے ہوں۔
"تم پاگل ہوچکے ہو۔" شمائلہ بری طرح دھاڑیں۔
"مما پلیز۔"
"شٹ اپ آمن حد ہوتی ہے کسی بات کی۔"
"ہاں مما میں بھی تو حد میں آنے کی بات کررہا ہوں ہم حد سے بڑھ جانے والے گناہ گار ہیں مما۔"
"پاپا میں اس گھر میں نہیں رہنا چاہوں گا یہ گھر کم اور مدرسہ زیادہ ہوگیا ہے۔"
"بھائی پلیز بات کو سمجھئے تو۔"
"آمن پلیز تم مجھ سے بات نہ ہی کرو تو بہتر ہے اور پاپا آپ مہربانی کرکے میرا حصہ الگ کردیں۔" ذیشان کا لہجہ دو ٹوک تھا۔
"صرف حصہ نہیں بلکہ گھر بھی الگ کرلینا چاہیے ذیشان ہمیں۔" شبینہ نے فوراً کہا اور ترنم فرقان نے تائید میں سر ہلادیا۔
"مما آپ بتائیں آپ کا کیا فیصلہ ہے۔" ترنم یک دم ان کی طرف پلٹی۔
"میں ذیشان کے ساتھ ہوں۔" وہ فوراً بولیں۔
"جب ہم سب ایک طرف ہیں تو میرا خیال ہے اس گھر سے اگر کوئی جائے گا تو وہ آمن ہوگا یقیناً یہ خود بھی اب اس گھر میں رہنا نہیں چاہے گا جہاں ہم جیسے گناہ گار رہتے ہیں۔" ذیشان تمسخرانہ لہجے میں بولا اور وہ ساکت رہ گیا اس کا اتنی محبت کرنے والا بھائی۔ دولت کے لیے اس سے اپنا ہر رشتہ ختم کررہا تھا کیا دولت کی اتنی اہمیت تھی۔
"آمن رضا دولت کے اس نشے میں تم بھی چور تھے ان کے بارے میں برا مت سوچو یہ غنیمت ہے جو اس وقت تک معاف نہیں ہوگا جب تک یہ خود معاف نہیں کریں گے۔" اس نے ذہن سے ان کے لیے ہر بری سوچ کو جھٹک دیا۔
"لیکن میں اس گھر سے کیسے جاسکتا ہوں۔ میں اس گھر سے خاص کر اپنے کمرے سے شدید محبت کرتا ہوں۔"
"کیا بکواس کررہے ہو ذیشان کوئی کہیں نہیں جارہا سمجھے۔" پاپا کو غصہ آگیا تھا۔
"مجھے پتہ ہے آپ کو غصہ کیوں آرہا ہے آمن کے سب سے بڑے طرف دار تو آپ ہی ہیں اپنی وے یہ نہیں

جائے گا تو میں چلا جاؤں گا فی الحال تو میں درانی پیلس جارہا ہوں گھر ملتے ہی اپنے گھر میں شفٹ ہوجاؤں گا۔"
"ذیشان تم اتنا بڑا فیصلہ کیسے کرسکتے ہو۔" پاپا کو اس بار صدمہ ہوا تھا انہیں اس سے یہ امید نہ تھی۔
"میں نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے پاپا۔" وہ کھڑا ہوگیا اور ملازمین اس کے بیگز لے آئے پھر وہ مما کی طرف پلٹا۔
"آپ یہیں رہنا چاہتی ہیں یا میرے ساتھ چلیں گی۔"
"آف کورس جان تمہارے ساتھ چلوں گی۔" وہ کھڑی ہوگئیں وہ فق چہرہ لیے انہیں دیکھتا رہا جب وہ اپنے رب عزوجل کا نافرمان تھا تو اس کی ماں نے ہمیشہ ذیشان پر اسے فوقیت دی اور اب وہ رب کا فرمانبردار ہوا تو اس کی ماں نے اسے چھوڑ دیا۔ ماں ناراض تو رب ناراض ابھی تو اس نے رب عزوجل سے محبت کرنا سیکھی تھی۔
"مما پلیز! آپ تو مجھے سمجھنے کی کوشش کریں میں غلط نہیں کررہا۔" اس نے ان کا ہاتھ تھاما۔
"میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔" انہوں نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔
"مما! آپ پاپا کو کیسے چھوڑ کر جاسکتی ہیں۔" اس کا لہجہ روہانسا ہوگیا تھا۔
"باپ بیٹے کا دماغ خراب ہوگیا ہے اور چاہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ پاگل ہوجاؤں۔ میں ذیشان کے ساتھ ہوں۔" وہ چلی گئی تھیں۔
شبینہ کا لہجہ تمسخرانہ تھا باقی تینوں کے چہرے پر بھی طنزیہ ہنسی پھیل گئی تھی ہاشم بھی کوفت زدہ سے اٹھ کھڑے ہوئے شہلا اسے چپ چاپ دیکھے گئیں آمن رضا کا دماغ ماؤف ہوگیا پاپا نے اس سے کچھ کہا تھا۔ لیکن اس کے ہر طرف سائیں سائیں تھی وہ تیزی سے باہر نکل آیا تھا۔ سڑکوں پر کئی گھنٹے بے مقصد وہ پھرتا رہا اور جب رکا تو حیرت زدہ رہ گیا۔ سامنے ڈاکٹر عدنان بٹ کا گھر تھا بے حد تیز ڈرائیونگ کرکے بھی وہ گھنٹہ بھر میں ان کے گھر پہنچا تھا اور اپنی غائب دماغی میں اس نے اتنا طویل سفر پیدل طے کرلیا۔
"سر مجھے لگ رہا ہے میں اس پہلے قدم پر ہی تھک گیا ہوں میرے گھر والوں نے مجھے چھوڑ دیا۔" وہ کہتے کہتے رو دیا۔
"ہمیشہ حق میں آگے بڑھتے جاؤ اگر یہ دیکھو گے کہ آگے بلندی ہے یا پستی تو تم کمزور پڑ جاؤ گے۔" انہوں نے کہا تو وہ انہیں دیکھے گیا۔
"عرصے سے تم مسلمان تھے اب تم مومن بنے ہو مسلمان وہ جو اللہ کو مانتا ہے مومن وہ جو اللہ کی مانتا ہے اکثر آزمائش مومنوں پر آتی ہیں کہ اللہ ان کو بہت عزیز رکھتا ہے مثال کے طور پر ایک پہاڑ کو دیکھو جو پہاڑ جتنی بلندی پر ہوگا اتنی ہی ہوا کا اسے سامنا کرنا ہوگا تو جس کا جتنا بلند رتبہ ہوگا اس پر اتنی ہی آزمائشیں بھی آئیں گی۔" وہ انہیں سنے گیا۔
"ہاں میں مسلمان تھا اب مجھے مومن بننا ہے اس کے لیے مجھے دنیا چھوڑنی ہے اور دنیا والے بھی حتیٰ کہ اپنے گھر والے بھی۔" وہ ایک نئے عزم کے ساتھ وہاں سے اٹھ آیا۔
"یا اللہ عزوجل تو رحیم کریم ہے میرے گھر والوں کو اپنے راستے پر چلا۔" وہ اپنی بخشش کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بھی خیر مانگتا تھا اس کے پراجیکٹ اور پاپا کا حصہ الگ کردیا گیا تھا دو ماہ گزر گئے تھے لیکن روز وہ اپنی ماں اور بھائی کو منانے جاتا تھا وہ لوگ اب درانی پیلس میں ہی سیٹ ہوگئے تھے وہ روز وہاں سے دھتکارا جاتا تھا۔ رضا کے ساتھ بھی کسی کا رویہ اچھا نہ تھا البتہ شہلا آمن کے بہت قریب آگئی تھیں کافی دن پہلے جب وہ شمائلہ کو منانے گیا تھا تو وہ اسے دیکھ کر اپنے روم میں چلی گئیں جبکہ شہلا اسے دیکھتی رہ گئیں نفاست سے تراشی ہوئی ایک مشت داڑھی سر پر ٹوپی اور قمیص شلوار سوٹ میں وہ پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت لگ رہا تھا۔
"آنٹی مجھے معاف کردیں۔" انہیں دیکھ کر وہ ان کے پاس چلا آیا تھا تو وہ چونکیں وہ ان سے کس بات کی معافی طلب کررہا تھا وہ سمجھی نہیں تھیں۔
"پلیز آنٹی مجھے معاف کردیں۔" وہ نیچے فرش پر ان کے سامنے یسینہ کی طرح بیٹھ گیا۔

"میں جب یمینہ کو تکلیف دیتا تھا آپ کو دکھ ہوتا تھا ناں میں نے آپ کا بھی دل دکھایا ہے آپ کا گناہ گار ہوں میں ہو سکے تو پلیز مجھے معاف کردیں۔" وہ اسے دیکھے گئیں۔

"آمن تمہیں یمینہ یاد آتی ہے؟" ان کی خاموشی پر وہ جو انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کے سوال پر تڑپ کر کھڑا ہوا۔

"تم اسے ڈھونڈتے کیوں نہیں آمن۔" اس کے یوں تڑپنے پر شہلا نے سکون محسوس کیا تھا کیونکہ اس کے یوں مضطرب ہونے کا مطلب تھا وہ یمینہ کو بھولا ہی نہیں تھا۔ اس نے انہیں دیکھا۔

"پتہ ہے آمن جب میں امریکہ میں تھی اور وہ مجھ سے الگ تھی بلکہ وہ تو چار سال کی عمر سے مجھ سے الگ ہے میں جتنی محبت شبینہ اور فرقان سے کرتی ہوں ایسا جذباتی تعلق میرا یمینہ سے کبھی نہیں رہا وہ مجھے کبھی یاد نہیں آئی جب ہم یہاں واپس آئے تو اسے دیکھ کر بھی مجھے شدید گھبراہٹ ہوئی تھی لیکن اس روز مجھے اس سے محبت ہوگئی جس روز تم اسے لے کر یہاں سے گئے تھے وہ چار سال کی تھی جب میری دوست اسے لے گئی وہ چوبیس سال کی مجھے دوبارہ ملی بیس سال بعد تو میں بھول گئی تھی کہ میری بیٹی بہت خوب صورت ہے اس کی نگاہیں ہر دم جھکی رہتی تھیں تو مجھے یاد بھی نہ آیا کہ اس کی آنکھوں کا کلر بنی ہے اس روز جب تم اسے لے کر گئے تھے میں اس کے روم میں موجود تھی میری بات پر اس نے لمحہ بھر کے لیے نظر اٹھا کر مجھے دیکھا وہ کیا کہہ رہی تھی مجھے سنائی نہیں دے رہا تھا میں تو جیسے ان آنکھوں میں ڈوب چکی تھی ایک بار طاہر بھائی نے کہا تھا کہ...... 'یمینہ کی آنکھیں پتھروں کو بھی اسیر کرلیتی ہیں۔" آمن رضا نے جھٹکے سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا وہ بھی تو اسیر ہو چکا تھا۔

"اور پتہ ہے آمن میں بھی اسیر ہوگئی جب تم اسے لے جارہے تھے مجھے تم پر بہت غصہ آرہا تھا۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا میں تمہارا کیا حشر کر ڈالوں اس کے بعد ایک بار پھر یمینہ مجھے چھوڑ گئی لیکن کیا تم یقین کرو گے؟ اس رات سے لے کر میں آج تک سکون کی نیند نہیں سوسکی مجھے اپنی بیٹی بہت یاد آتی ہے مجھے یمینہ بہت یاد آتی ہے۔" وہ رونے لگی اور وہ انہیں دیکھے گیا۔

"تم اسے ڈھونڈتے کیوں نہیں آمن' اسے ڈھونڈ کر لاتے کیوں نہیں و۔" اس بار انہوں نے روتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے کہاں تلاش کروں ذرا سا بھی تو کلیو نہیں ہے میں تو اس کے دوستوں کو بھی نہیں جانتا وہ کیا کرتی تھی کہاں جاب کرتی تھی مجھے کچھ نہیں پتہ۔"

"تم تانیہ سے کیوں نہیں پوچھتے اسے پتہ ہوگا۔" انہوں نے کہا اور آمن کو لگا اس سے بڑا بے وقوف اس دنیا میں کوئی نہ ہوگا وہ تانیہ کو ابھی تک کیوں بھولا ہوا تھا۔

"آپ نے تانیہ سے معلوم کیا۔" اس نے پوچھا تو انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ اتنے سال اس سے بے رخی برتنے کے بعد جب اسے ہماری بہت زیادہ ضرورت تھی اس وقت اس کا ساتھ چھوڑ دینے کے بعد میں جا کر تانیہ سے اس کے بارے میں کوئی سوال کروں' مجھ میں تانیہ کا بھی سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔"

"میں تانیہ سے معلوم کرتا ہوں۔" وہ ان کے پاس سے اٹھ کر سیدھا تانیہ کی طرف آیا تھا۔

"تانیہ سے کہو آمن رضا آیا ہے۔" اس نے چوکیدار سے کہا۔

"بیگم صاحب تو نہیں ہیں وہ چلی گئیں۔"

"کہاں چلی گئیں وہاں کا پتہ دو مجھے ان سے ارجنٹ کام ہے۔" اسے کوفت ہوئی تھی تانیہ کی غیر موجودگی کا سن کر۔

"پتہ نہیں جی وہ کہاں گئی ہیں۔"

"لو کے وہاں میں تو ان سے کہنا کہ آمن رضا......؟"

"وہ یہاں واپس تھوڑی آئیں گی انہیں گئے چار ماہ ہو چکے ہیں۔" چوکیدار نے اس کی بات کاٹ کر کہا تو وہ اچھل پڑا۔

"واٹ...... تانیہ...... تانیہ گھر چھوڑ کر چلی گئی مگر کہاں؟" ابھی ابھی جو یمینہ کے ملنے کی امید بندھی تھی وہ

یکلخت ختم ہوگئی اسے حواس باختہ تو ہونا ہی تھا۔

"پتہ نہیں جناب۔"

"جنید کو پتہ ہوگا میں اس سے پوچھتا ہوں۔" اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے موبائل جیب سے نکالا۔

"صاحب تو خود انہیں ڈھونڈ رہے ہیں اصل میں صاحب نے دوسری شادی کرلی تو بیگم صاحبہ تنزیل بابا کو لے کر چلی گئیں۔"

"او نو......" وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

"لعنت ہو تم پر جنید جس لڑکی نے تمہارے لیے اپنی آخرت بھی تباہ کرلی تم نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔" وہ واپسی کے لیے پلٹا۔

"عشق مجازی نے آپ کو گناہوں کی دلدل میں اتار دیا کیا آپ کو واقعی خدا سے خوف محسوس نہیں ہوتا۔" اسے یکلخت یمینہ کے الفاظ یاد آئے۔

"تانیہ یہ تمہاری سزا نہیں بلکہ تمہاری اچھائی کا بدلہ ہے کہ تم جنید سے الگ ہوگئی ہو یقیناً ایک بار پھر تم نے ہدایت کا راستہ اختیار کرلیا ہوگا۔ اپنے خیالوں میں وہ تانیہ سے مخاطب گھر لوٹ آیا تو دیکھا کہ ڈاکٹر عدنان بنٹ آئے ہوئے ہیں وہ بے حد خوش ہوا۔

"سر! آپ نے مجھے بلا لیا ہوتا۔" وہ جب کبھی ذہنی طور پر الجھتا تو ڈاکٹر عدنان اس کے نزدیک ہوتے تھے۔

"بھئی تم سے کام تھا اس لیے خود چل کر آئے ہیں۔" وہ مسکرائے۔

"جی کہیں سر۔"

"جو کہنا ہے وہ بعد میں کہیں گے یہاں آکر پتہ چلا کہ ایک پراجیکٹ مل رہا ہے اور تم اسے نہیں کرنا چاہتے تمہارے پاپا نے بتایا کہ وہ مالکان تم ہی سے کام کروانا چاہتے ہیں حالانکہ کمپنی تو اب تمہارے بھائی کے پاس ہے۔"

"اتنا پیسہ جمع کرکے کیا کروں گا سر انہیں ہی مل جائے تو ٹھیک ہے۔"

"جبکہ مجھے لگتا ہے یہ پراجیکٹ تمہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کا پرافٹ وہ لوگ بینکوں میں ڈال دیں گے تم غریبوں کے کام میں لے آؤ۔"

"کیسے......؟" وہ یک دم چونکا۔

"میں اسی سلسلے میں تمہارے پاس آیا تھا' اصل میں میرے دوست کا بیٹا ہے سکندر وہ ڈاکٹر ہے۔ وہ ایک ویلفیئر چلا رہا ہے جس کے تحت وہ بہت سے غریبوں کی اس طرح مدد کرتا ہے کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ امداد لے رہے ہیں آج کل وہ ایک نیا پراجیکٹ شروع کر رہا ہے۔ عورتوں کے لیے' کم آمدنی والے گھرانوں سے عورتیں مجبوری کے تحت نکلتی ہیں اور پھر معاشرے میں مختلف مسائل کا شکار ہوجاتی ہیں اسی لیے وہ ان کے ہنر کے مطابق گھروں پر ہی ان تک کام پہنچانا چاہتا ہے لیکن اس کام کے لیے اسے ڈونیشن چاہیے تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ تم سے بات کرلوں' تمہاری دولت اس کی محنت غریبوں کے بہت سے مسائل حل ہوجائیں گے اور یہ تمہارے لیے صدقہ جاریہ بھی ہوگا۔" اپنی بات ختم کرکے انہوں نے اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے میں اس کام کے لیے تیار ہوں' آپ پاپا سے انہیں ملوادیں پاپا یہ پراجیکٹ دیکھ لیں گے۔"

"تم وزٹ کرنا اس کی ویلفیئر کا دیکھنا تم وہ کتنی محنت کرتا ہے' کیسی جدوجہد کر رہا ہے وہ غریبی ختم کرنے کے لیے۔" انہوں نے کہا تو اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اس کے بعد وہ ہاسپٹل کے پراجیکٹ میں مصروف ہوگیا شہلا کی طبیعت خرابی کا سن کر وہ ان کے گھر گیا تھا۔

"آمن مجھ سے ملنے آتے رہا کرو بہت گھٹن ہوتی ہے مجھے یہاں' تم آتے ہو تو لگتا ہے ٹھنڈی ہوا میسر آگئی ہے۔ پانچ ماہ ہوگئے تھے ذیشان اور مما کو وہ گھر چھوڑے اور پچھلے ایک ماہ سے وہ اس طرف نہ آیا تھا شہلا کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا' کتنی کمزور ہوگئی تھیں۔

"آنٹی آپ کو کیا ہوگیا ہے؟" اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔

"آمن مجھ سے یہاں نہیں رہا جاتا' میرا دل گھبرانے لگا ہے اس ماحول سے مجھے یمینہ کے پاس لے چلو آمن مجھے

کسی پل اس کے بغیر قرار نہیں آتا ہے۔ تمہارے انکل مجھے اب نفسیاتی ڈاکٹروں کے پاس لے جاتے ہیں انہیں لگتا ہے میں پاگل ہورہی ہوں لیکن میں پاگل نہیں ہوں آمن صرف بے سکون ہوں' آمن یہاں کھل کر سانس نہیں آتا مجھے بس دل کرتا ہے یمینہ کے پاس جاؤں تم مجھے اس کے پاس لے چلو مجھے سکون مل جائے گا۔" وہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر رونے لگیں تھیں وہ چپ چاپ ان کا سر سہلاتا رہا۔

"آنٹی پتہ ہے چین صرف اللہ کی یاد میں ہوتا ہے' آپ نماز پڑھا کریں اور اللہ سے یمینہ کے ملنے کی دعائیں کیا کریں۔"

"ہم جیسے گناہ گاروں کو نمازیں کہاں آتی ہیں آمن۔" ان کا رونا مزید بڑھ گیا تھا۔

"میں ہوں ناں..... آپ کو نماز سکھانے آؤں گا ٹھیک ہے۔" اس نے ان کے آنسو صاف کیے اور ان کی تسلی دی۔

"تم یہاں مت آنا ذیشان پسند نہیں کرتا۔"

"بھلے ہی وہ پسند نہ کریں مگر میں آپ کے لیے آؤں گا۔"

"نہیں آمن میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔" انہوں نے کہا تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"پہلے مجھے یمینہ کا پردہ دیکھ کر گھبراہٹ ہوتی تھی اب مجھے بے پردگی سے گھبراہٹ ہوتی ہے اپنی بے پردگی یاد آتی ہے تو ڈوب مرنے کو دل کرتا ہے میں بدل رہی ہوں تو اس گھر میں میری جگہ نہیں رہے گی تو میں پہلے ہی یہ گھر چھوڑ دینا چاہتی ہوں کیا تم مجھے اپنے گھر میں جگہ دو گے آمن؟" وہ متحیر سا انہیں دیکھے گیا۔

"وہ آپ کا بھی گھر ہے مما۔" وہ فوراً بولا اٹھا۔

"یمینہ نے مجھے کبھی مما نہیں کہا۔" وہ ایک بار پھر رونے لگیں۔

"اس نے ہم گناہ گاروں سے کوئی رشتہ قائم نہیں لیا وہ اب آئے گی تو مجھے مما کہے گی ناں آمن؟" وہ اس سے روتے ہوئے پوچھ رہی تھیں وہ بنا کچھ بولے انہیں لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا وہ آئے گی۔ یہ تسلی وہ انہیں کیسے دے سکتا تھا۔

"میں آمن کے ساتھ یہ گھر چھوڑ کر جارہی ہوں۔" ہاشم سے شہلا نے کہا۔

"آپ کی طبیعت خراب ہے شہلا آرام کریں اندر جاکر۔"

"سوری میں اب اس گھر میں نہیں رہ سکتی مجھے وحشت ہوتی ہے یہاں۔" وہ آمن کے ساتھ آ گئی تھیں پہلے کسی کو یقین نہ ہوا پھر سب چپ ہوگئے۔

.....☆☆☆.....

"آمن! سکندر بہت اچھا لڑکا ہے' بہت ملنسار اور نیک پتہ ہے جب میں نے اس کے کام کے طریقے کار کو سراہا تو ہنس دیا پھر بولا۔

"انکل میں صرف کام ہی کرتا ہوں طریقہ کار تو میری بہن طے کرتی ہے وہ بہت اچھے دل کی مالک ہے اور اس کا کہنا ہے کہ ہمیں غریبوں کی امداد نہیں کرنی بلکہ ان کا ساتھ دینا ہے۔ وہ خود بھی ڈاکٹر ہے میری وائف بھی ڈاکٹر ہیں اور ہم تینوں ہی مختلف اوقات میں ہاسپٹل جاتے ہیں میری بہن مختلف علاقوں میں میڈیکل کیمپ لگاتی ہے اور آپ تصور بھی نہیں کرسکتے کہ وہ فیس کیا لیتی ہوگی' چلیں آپ بتائیں وہ مجھے چیلنج کررہا تھا۔

"دس پندرہ روپے۔" بلاشبہ یہ بہت کم پیسے تھے میری بات سن کر وہ ہنس دیا پھر بولا۔

"انکل ہم تو ہاسپٹل بھی مفت چلاتے ہیں وہاں آنے والے مریضوں کی فیس ہوتی ہے کہ وہ ہمیں دعائیں دیں اور اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں جبکہ میڈیکل کیمپ میں آنے والے مریضوں کی فیس ہوتی ہے کہ وہ ایک سورہ فاتحہ پڑھ کر ہمارے مرحومین کو ایصال ثواب کریں اور ساتھ ہی ہماری مغفرت کی بھی دعا کریں پھر اس کے بعد اگر کوئی مریض ہمارا احسان مند ہوتا ہے کہ ہم نے بنا پیسہ کے اس کا علاج کیا تو جواباً وہ بھی احسان مند ہو جاتی ہے۔"

"میں نے تو فقط دنیا کی بیماری آپ کی سر سے ٹالی ہے جو میرے علاوہ کوئی اور بھی علاج کرسکتا تھا لیکن آپ نے تو میری اور میرے خاندان کی آخرت ہی سنوار دی آپ نے

ہماری سزا ہمارے سر سے ٹلنے کی دعا دی ہے احسان مند تو میں ہوں آپ کی۔ اور مریض بے چارہ منہ کھولے اسے دیکھتا رہ جاتا ہے۔ سپر مائنڈ ذہن کی مالک ہے میری بہن۔" اس کے لہجے میں اپنی بہن کے لیے فخر تھا میں دیکھتا رہ گیا۔ اپنی بات کے اختتام پر ان کی نظر آمن پر پڑی جو حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ اچھے لوگ آپ کو کتابوں میں ملیں گے لیکن سکندر سے ملنے کے بعد مجھے بھی خود پر فخر ہورہا ہے کہ میں اچھے لوگوں سے حقیقتاً مل رہا ہوں۔"

"ہاں پاپا اچھے لوگ ہیں جبھی تو قیامت قائم نہیں ہوتی کیونکہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب اچھے لوگ نہیں رہیں گے۔" وہ پھر سے فائل کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"کاش آمن ہمارے گھر والے بھی اچھے ہوتے تو آج ہم یوں تنہا نہیں ہوتے۔" وہ افسردہ ہوگیا آمن ان سب کو منانے کی کتنی کوششیں کرچکا تھا ان سے مخفی نہ تھا وہ لب بھینچ کر رہ گیا اور وہ ایک بار پھر اپنے گھر والوں کو منانے گیا تھا لیکن ذیشان اسے دیکھتے ہی بھڑک اٹھا۔

"کیا تم چاہتے ہو میں اپنے ملازموں سے تمہیں دھکے دلواؤں آمن اگر آئندہ تم نے میرے گھر کی دہلیز کو پار کرنے کی کوشش کی تو میں پولیس میں رپورٹ کردوں گا کہ ایک غنڈہ مجھے تنگ کرتا ہے۔"

"بھائی! میں صرف مما سے ملنے......"

"مجھ سے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" مما نے اس کی بات کاٹ کر کہا وہ خاموشی سے پلٹ آیا پھر آفس پہنچ کر وہ بمشکل ہی اپنی پراجیکٹ فائل پر دھیان دے سکا تھا کہ فون بیل بجی اور اس نے بنا نمبر دیکھے کال ریسیو کرلی۔

"مجھے طلاق چاہیے۔" لفظ نہیں انگارہ تھے کئی ماہ سے خاموش دل تڑپا تھا' اس کے رب عزوجل نے اس پر کرم کردیا تھا' بھلے کسی بھی مقصد کے لیے اس نے یہ آواز سنی تھی لیکن بات کے اختتام پر وہ چونک پڑا اسے جھٹکا لگا تھا' وہ یمینہ نہیں تھی وہ اس کی یمینہ نہیں تھی' وہ گھبرا گیا اس نے موبائل کی ریکارڈنگ چیک کی موبائل میں کال ریکارڈنگ سسٹم آن تھا' ایک دو تین بار اس نے وہ آواز سنی اور پھر ایک گہرا سانس لیا کیونکہ وہ آواز تانیہ کی تھی تب اس نے اپنے کانٹیکٹ استعمال کیے اور اپنے نمبر پر آنے والی اس کال کا جائے وقوع معلوم کیا اور حیرت زدہ رہ گیا' کیونکہ یہ سکندر کا گاؤں تھا اس نام سے وہ پاپا کی وجہ سے واقف تھا کیونکہ پاپا اسی گاؤں کا نام لیتے تھے پھر وہ پاپا سے کہہ کر کہ وہ سکندر سے ملنا چاہتا ہے اس گاؤں میں چلا آیا' وہ سکندر کا پتہ لے کر آیا تھا لیکن وہ یہاں سکندر سے نہیں تانیہ سے ملنے آیا تھا لیکن اس کی قسمت کہ اسے تانیہ سے پہلے یمینہ ٹکرا گئی۔

"رضا کلاتھ کمپنی۔" یہ وہی کمپنی تھی جو پاپا نے عورتوں سے گھر پر سلائی کروانے کے لیے یہاں سکندر کی زیر نگرانی کھولی تھی اور اس کے گیٹ سے نکلتی بے حد شرعی پردے میں ملبوس لڑکی اور اس کے ساتھ ایک چھوٹے بچے نے اسے چونکایا اس نے تانیہ کے بیٹے کو کبھی دیکھا نہیں تھا مگر وہ گارنٹی سے کہہ سکتا تھا کہ وہ تانیہ کا بیٹا ہے کیونکہ وہ جنید کی کاپی تھا۔

"یہ یقیناً تانیہ ہوگی۔" اس نے سوچا۔

"آنی مما کو پتہ چلے گا کہ آج میں نے اپنی چاکلیٹ ایک بچے کو دی ہے تو وہ خوش ہوں گی ہے ناں مجھے بہت پیار کریں گی۔" ان سے ذرا فاصلے پر وہ تھا جب اس نے بچے کی آواز سنی۔

"یہ اس کی مما نہیں ہے تو......؟"

"اوہ یہ یمینہ ہوگی۔" وہ چونکا اور پھر بہت فاصلے سے اس نے گھر تک ان کا پیچھا کیا تھا' وہ اس سے ملنا چاہتا تھا لیکن ظاہری بات ہے کنفرم تو نہیں تھا کہ وہی یمینہ ہے ہوسکتا تھا کہ وہ کوئی اور ہو' اسی لیے وہ سکندر کے پاس چلا آیا' اس نے پاپا کا نام لے کر اپنا تعارف کروایا تھا سکندر بے حد خوش دلی سے ملا اس نے فوراً ہی تانیہ کے متعلق استفسار کیا۔

"وہ میری فرینڈ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔"

"تانیہ کبھی بھی واپس نہیں جائے گی وہ اب جنید کا سایہ

بھی اپنے بیٹے پر نہیں پڑنے دینا چاہتی۔"

"جنید کو سدھارنے کی کوشش بھی تو کی جاسکتی ہے۔"

"تانیہ یہ کوشش کرچکی ہے اسے نہیں لگتا کہ وہ کبھی سدھرے گا۔" سکندر افسردہ ہوا۔ وہ لوگ ہاسپٹل جارہے تھے جہاں اس وقت نشاء اور تانیہ موجود تھیں۔

"بچہ ماں باپ کے سائے تلے ہی پلتا تو ٹھیک تھا۔"

"یہ بات تو ٹھیک ہے کہ بچہ ماں باپ کے سائے تلے پلتا مگر حزیل کے لیے باپ کا سایہ بھی ٹھیک نہیں ہے تانیہ یقیناً اسے نیک بنا سکتی ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اسے جنید سے دور رکھا جائے۔" سکندر نے کہا تو اس نے تائیدی انداز میں سر ہلایا کیونکہ اس نے سچ کہا تھا وہ لوگ ہاسپٹل پہنچ گئے۔

"تانیہ تم سے ملنے کوئی آیا ہے۔" سکندر نے کہا تو وہ نیبن سے نکل آئی۔

"کہاں ہے؟" اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

"باہر ہے۔" اسے کہہ کر وہ کیبن میں گھس گیا کیونکہ مریض لائن لگائے کھڑے تھے۔ وہ باہر آئی تانیہ کو دیکھ کر اس کا دل دھڑکا تھا اسے گھبراہٹ ہوئی تھی۔

"تا.....تانیہ۔" وہ بے حد کنفیوز ہو رہا تھا تانیہ جو ادھر ادھر دیکھ رہی تھی آواز پر چونکی اور پھر اسے دیکھتے ہی ایک پل کو تو وہ اسے پہچانی ہی نہیں تھی اور اگلے لمحے پہچانی اور حیرت تک رنگ ایک ساتھ اس کی آنکھوں میں ابھرے۔

"آ.....آ.....آمن!" وہ اس سے زیادہ کنفیوز ہوگئی تھی۔

"تم یہاں کیسے آ گئے؟" وہ خوف زدہ ہوئی اور ساتھ ہی حیرت زدہ بھی تھی یقیناً اس کی تبدیلی نے اسے دو الگ الگ کیفیات میں مبتلا کر دیا تھا۔ خوف زدہ اس لیے کہ وہ پھر یمینہ پر مسلط ہو جائے گا اور حیرت زدہ اس کی ظاہری حالت پر۔

"تم نے فون کیا تھا ناں؟" اس نے کہا تو وہ چونکی۔

"مجھے.....مجھے نہیں پتہ یمینہ کہاں ہے۔" وہ ہکلائی۔

"لیکن مجھے پتہ ہے وہ کہاں ہے؟" اس کے جواب پر تانیہ کے لب بھینچ گئے۔

"تانیہ مجھے لگا تھا کہ جب تم مجھے دیکھو گی تو بنا کسی سوال کے مجھے یمینہ سے ملوا دو گی۔" اس کے لہجے میں تھکن تھی تانیہ نے اسے دیکھا۔

"کیا مجھے دیکھ کر تمہیں نہیں لگتا کہ میں بدل گیا ہوں کیا اب بھی یہ بتانے کے لیے باقی ہے کہ مجھے یمینہ سے محبت ہے اور میں اس کے لیے بدلا ہوں۔" تانیہ کو اس لمحے وہ بہت بے بس لگا تھا وہ سر جھکا گیا تانیہ اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

"یمینہ واقعی تمہاری خوش قسمتی بن کر لوٹ آیا ہے۔" تانیہ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری اس نے یک دم آمن کو یمینہ سے ملوانے کا فیصلہ کرلیا آگے کا فیصلہ یمینہ خود کر سکتی تھی اور یقیناً یمینہ اپنی خوش قسمتی کو نہیں ٹھکرا سکتی تھی۔

"تانیہ یہ بھی ہیں ان صاحب کے بیٹے جنہوں نے ہمارے گاؤں میں کام شروع کیا ہے۔" سکندر نے باہر آ کر اس کا تعارف کروایا۔

"عدنان انکل کے اسٹوڈنٹ۔" وہ چونکا جب یہ کام شروع ہوا تھا تو ڈاکٹر عدنان بٹ نے ان لوگوں کے سامنے اپنے اسٹوڈنٹ کی از حد تعریف کی تھی لیکن انہوں نے نام نہیں بتایا تھا۔

"ارے مگر میں نے آپ کا نام تو پوچھا ہی نہیں۔" سکندر کو اب خیال آیا۔

"آمن رضا۔" جواب تانیہ نے دیا اور سکندر اچھل پڑا۔

"آ.....آمن رضا۔"

"سکندر یہ یمینہ کے شوہر بھی ہیں۔"

"یمینہ کے شوہر۔" اس نے حیرت سے دہرایا۔

"آمن بی بی جان سے ملنے چلو کیونکہ یمینہ سے تم ابھی نہیں مل سکتے۔"

"کیوں؟" وہ چونکا۔

"ایک ہفتہ ہے اس کے اس کام کے ختم ہونے میں پھر تم اسے لے جاسکتے ہو کیونکہ کام ختم کیے بغیر وہ تمہارے ساتھ نہیں جائے گی اور بالفرض چلی بھی گئی تو یہاں کے چکر

لگتے رہیں گے جس کی وجہ سے تم ہی ڈسٹرب رہو گے۔"
"نہیں ثانیہ مجھے ابھی اس سے ملنا ہے۔" وہ بضد ہوا۔
"تین سال اس سے دور رہے ہو تو ایک ہفتہ اور انتظار کرلو۔" وہ شرارت سے بولی۔
"تم اسے کیوں روک رہی ہو ثانیہ؟" سکندر بولا۔
"بھئی میں اس کی بہن ہوں دیکھنا چاہوں گی کہ آمن میری بہن کے قابل ہے یا نہیں؟" وہ مسکرائی۔
"وہ تو دیکھتے ہی نظر آ رہا ہے۔" سکندر بھی مسکرا دیا۔
"اصل میں ایک ہفتے بعد جب یہ پراجیکٹ مکمل ہوگا اور یمینہ لوگوں کو ان کی پیمنٹ کرے گی تو کتنے لوگ اسے دعائیں دیں گے وہی دعائیں اس کا جہیز بن جائے گا اور وہ آمن کے ساتھ اپنی دعاؤں کے سائے تلے رخصت ہو جائے گی ورنہ یقین کرو وہ آدھی یہیں اٹکی رہے گی جبکہ میں اسے پورا پورا رخصت کرنا چاہتی ہوں۔" ثانیہ نے کہا تو آمن اس کی بات مان کر بی بی جان سے مل کر واپس آ گیا۔ اس نے شہلا اور رضا کو اس کے متعلق کچھ نہ بتایا تھا وہ انہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا لیکن تیسرے دن ہی پاپا کو اطلاع مل گئی تھی وہ دونوں بے قرار ہو گئے تھے۔
"تم یمینہ کو ساتھ کیوں نہیں لائے آمن۔" وہ جونہی گھر میں داخل ہوا وہ غصے سے بولے تو وہ چونکا۔
"یمینہ......؟"
"ابھی بھائی صاحب نے سکندر کو فون کیا تھا تاکہ پراجیکٹ کی تیاری کی تفصیل پوچھ لیں' اس نے جواباً ہمیں یمینہ کے متعلق بتایا تم اس سے مل کر کیوں نہیں آئے اسے لے کر کیوں نہیں آئے؟" شہلا بھی بے چینی سے بولیں تھیں۔
"افوہ یہ سکندر بھی' میں تو آپ لوگوں کو سرپرائز دینا چاہ رہا تھا۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا۔
"بس تم صبح اسے لے کر آؤ۔" اس نے ان کے حکم پر اثبات میں سر ہلایا۔

❁......❁......❁

"بہت خوب صورت لگ رہا ہوں کیا......؟" وہ دعا مانگ کر جائے نماز رکھ کے اس کے سامنے آ بیٹھا تھا وہ بنا پلکیں جھپکائے تک رہی تھی۔
"نہ تو میں تمہارا خواب ہوں نہ خیال...... یقیناً تم نے کبھی مجھے نہ خواب میں دیکھا ہوگا نہ خیال میں سوچا ہوگا...... میں یہاں موجود ہوں یہ حقیقت ہے یمینہ...... میں بدل گیا ہوں یہ حقیقت ہے یمینہ...... اور مجھے بدلنے میں تمہاری محبت کا دخل ہے یمینہ۔" وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اسی پل ڈور بیل ہوئی تو آمن رضا اٹھ کر چلا گیا۔
"مذاکرات ختم ہو گئے جناب کے۔" ثانیہ کی آواز آئی۔
"تم پہلے ہی آ گئیں ان کا سکتہ ہی ابھی تک نہیں ٹوٹا۔"
"وہ ٹوٹنے کا بھی نہیں اسی لیے میں آ گئی۔" وہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئی پھر اس کے قریب آ گئی۔
"آمن بدل گیا' یمینہ اور بدلا بھی تمہارے ہی لیے ہے۔ میں نے جب اسے بلایا تھا تو مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ بدل چکا ہے میں چاہتی تھی کہ یہ تمہیں طلاق دے دے اور تم کسی اچھے سے شخص سے شادی کرلو۔ لیکن اب جبکہ آمن تمہاری چاہت میں بدل گیا ہے تو تم یقیناً اس کی سنگت میں خوش رہو گی۔" اس کی نظریں ثانیہ پر نہیں آمن رضا پر تھیں' جس کے باعث ثانیہ خود بھی کنفیوز تھی۔
"میں چاہتی ہوں تمہیں آمن رضا کے سنگ رخصت کروں کیا تمہاری آپی کو یہ حق ہے۔" ثانیہ کے کہنے پر اس نے نظریں گھما کر ثانیہ کو دیکھا اسی پل بی بی جان' نشاء' سکندر بھی آ گئے۔
"یمینہ میری بچی سدا خوش رہو۔" بی بی جان نے اسے گلے لگایا تھا وہ سب اسے آمن رضا کے ساتھ بھیجنے کے لیے تیار تھے اس کا ماؤف دماغ دھیرے دھیرے کام کرنے لگا اسے لگا وہ ابھی چکرا کر گر پڑے گی۔
"آمن رضا بدل گیا...... مگر کیسے؟" اسے وہ آمن رضا یاد آیا تھا جس کے ساتھ اس نے اپنی زندگی کے چھ دن گزارے تھے وہ مہر بہ لب تھی اور سب اس کے فیصلے کے منتظر۔

وہ سر جھکا گئی بی بی جان نے اسے خود سے الگ کیا۔
"پتہ ہے یمینہ مجھے یقین تھا کہ تم بہت خوش قسمت ہو بلکہ تم پارس ہو پارس' مٹی کو بھی چھولو تو سونا کردو۔" بی بی جان کے کہنے پر آمن رضا کی نظر بے ساختہ اس کی سمت اٹھی تھی بے حد سپاٹ چہرہ لیے وہ سر جھکائے ہوئے تھی کچھ دیر پہلے کی حیرت اب غائب تھی اس کے چہرے سے کسی بھی بات کا پتہ کرنا مشکل ہو رہا تھا پھر لنچ کے بعد ثانیہ نے آمن رضا کو جانے کا اشارہ کردیا۔
"تم خوش قسمت ہو یمینہ کہ وہ تمہارے لیے بدل گیا جس کی تم نے کبھی تمنا بھی نہیں کی مجھے دیکھو جنید کے لیے کتنی پستی میں گری لیکن کیا ہوا؟ آج بے سائبان ہوں' آمن رضا تمہاری نیکیوں کا اجر ہے یمینہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کا اجر اس کے نافذ کردہ احکام کو خود پر لاگو کرلینے کا اجر جو تمہیں آمن رضا کی صورت میں مل رہا ہے...... اور پتہ ہے آمن تو سکندر سے بھی اچھا ہو گیا ہے۔" وہ لمحے بھر کو رکی پھر یک دم بولی تو اس نے الجھ کر ثانیہ کو دیکھا بھلا سکندر کا یہاں کیا ذکر......؟
"سکندر پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتا ہے لیکن داڑھی نہیں رکھی۔" وہ شرارت سے کہتے ہوئے مسکرائی۔
"ابھی بتاتی ہوں میں سکندر کو۔" نشاء نے اسے گھورا تو وہ ہنس دی' بی بی جان بھی مسکرا دیں جبکہ وہ یونہی الجھی رہی آخر ثانیہ ہی نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے آمن رضا کے برابر لا کھڑا کیا۔
"آمن میں اپنی بہن کو تمہارے ساتھ رخصت کررہی ہوں۔ اگر اسے ذرا بھی تکلیف پہنچائی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"
"تم سے برا تو اب بھی کوئی نہیں ہے۔" سکندر نے مسکرا کر کہا تو ثانیہ نے اسے گھورا' نشاء یمینہ کا عبایا لے آئی تھی۔
"ثانیہ میں کوشش کروں گا جنید کو لانے کی۔"
"تم صرف دعا کرنا اس کے نیک ہو جانے کی۔" اس نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔
"مجھے اس بات پر کوئی افسوس نہیں ہے آمن کہ جنید نے مجھے چھوڑ دیا' اسے مجھ جیسی لڑکی کے ساتھ یہی کرنا چاہیے تھا میں نے اپنے رب عزوجل کے احکام اس کے لیے چھوڑے تھے اسے بھی مجھے چھوڑنا تھا کیونکہ میں خدا کو بھول کر سب کچھ اسے ہی سمجھ بیٹھی تھی۔ اللہ عزوجل مجھے میرے گناہوں پر معاف کرے اور اسے ہدایت دے۔" وہ افسردگی سے بولی پھر یمینہ کو دیکھنے لگی۔
"فی امان اللہ یمینہ۔" یمینہ نے کچھ نہ کہا' بی بی جان نے اسے گلے لگایا اور پھر وہ بے حد خاموشی کے ساتھ آمن رضا کی ہم قدم ہوگئی۔ آمن نے الجھ کر بے یقینی سے اسے دیکھا۔ الجھا اس لیے کہ وہ کچھ بولی ہی نہیں تھی۔ بے یقینی اس لیے کہ کیا واقعی وہ اس کے ساتھ جارہی تھی۔ اسے جانے کیوں یقین نہ آیا۔ تین گھنٹے کا سفر بے حد خاموشی سے کٹا اس نے ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا' کار کی فرنٹ سیٹ پر وہ سر جھکائے چپ چاپ بیٹھی رہی۔
"یمینہ گھر آ گیا۔" اس نے کہا تو یمینہ نے سر اٹھا کر گھر کی عمارت کو دیکھا' پھر آمن رضا اتر کر اس کی طرف آیا اور اس کے لیے دروازہ کھولا اس نے آمن رضا کی طرف نہیں دیکھا' نظر جھکا کر وہ اتر آئی۔
"میرا بچہ۔" شہلا لپک کر اس کے پاس آئیں اسے تعجب ہوا وہ واقعی اس کی ماما تھیں یہ آج لگا تھا۔
"السلام علیکم!" اس نے اپنا حجاب ہٹاتے ہوئے کہا۔
"وعلیکم السلام! بیٹے کیسی ہو آپ؟" رضا نے پوچھا۔
"الحمدللہ۔"
"آؤ اندر چلو اپنے گھر میں بیٹے۔" رضا نے کہا ان کے چہرے کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی۔
"خدا تم دونوں کو خوش رکھے۔" شہلا نے اسے لپٹاتے ہوئے کہا۔
"اور ہمیشہ ساتھ رکھے۔" پاپا نے ٹکڑا لگایا' آمن رضا نے پھر اسے دیکھا مگر یمینہ کے چہرے سے وہ اس بار بھی کچھ اخذ نہ کرسکا۔ اسے پھر الجھن ہوئی پتہ نہیں وہ خوشی اسے کیوں محسوس نہیں ہو رہی تھی' جو یمینہ کے آنے کی ہونی چاہیے تھی آخر وجہ کیا تھی؟ وہ اپنی بے قراری کو سمجھ نہیں پارہا

تھا۔ پھر وہ لوگ اندر کی طرف بڑھ آئے۔

"یمینہ اس گھر میں بہت سناٹا چھا گیا ہے شاید اس لیے کہ آمن نے وہ راہ اختیار کرلی جو ہدایت بھری ہے تو سب نے ہمیں چھوڑ دیا لیکن ڈونٹ وری ہم نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا ہے اب کسی تفرقے میں نہیں پڑیں گے۔ ان شاء اللہ اور پھر تم جو ہمارے ساتھ تم ہمارا انعام ہو یمینہ کہ نیک عورت انعام ہوتی ہے مجھے فخر ہو رہا ہے کہ تم میرے گھر میں ہو اور پتہ ہے میں آمن رضا کی خوش قسمتی پر ہمیشہ رشک کرتا تھا اور دیکھو اس کی سب سے بڑی خوش قسمتی کہ تم اس کی زندگی میں ہو اور تمہارے باعث اس کی دنیا و آخرت سنور گئی آئی پراؤڈ آف یو اینڈ آئی لو یو بیٹے۔" رضا کی آنکھیں نم تھیں اس کا سر اٹھا ہوا اور نظر جھکی ہوئی تھی۔

"اب تو میرا بیٹا تمہارے ماحول کے مطابق ڈھل گیا ہے ناں یمینہ۔" اچانک انہوں نے کہا تو اس نے چونک کر انہیں دیکھا ان کی نگاہوں میں شریری چمک تھی اسے بھی اپنی کہی بات یاد آ گئی اس نے واپس نظر جھکائی تھی۔

"یمینہ بیٹا! آپ جا کر آرام کریں۔" رضا نے کہا۔

"آپ کے ساتھ باتیں کروں گی۔" اس نے بے حد مسکرا کر انہیں دیکھا تو وہ چونک کر شہلا کو دیکھنے لگے جو خود بھی اس کی مسکراہٹ کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں انہیں لگا جیسے وہ اب ریلیکس ہوئی ہو جیسے آمن رضا کی موجودگی اس پر بھاری ہو پھر وہ ان دونوں کے ساتھ اطمینان سے باتیں کرتی رہی اپنے اور سکندر کے پراجیکٹس کے متعلق اپنے ہوسپٹل کے بارے میں ادھر ادھر کی کئی باتیں پھر شہلا نے ڈنر لگوالیا آمن رضا کا فون آیا تھا کہ وہ دیر سے گھر آئے گا۔

"مجھے اپنی بیٹی کے آنے کی اتنی خوشی ہو رہی تھی سوچا اس کی پسند کی ڈش بنواؤں مگر میں کیسی بدقسمت ماں ہوں جسے یہی نہیں پتہ کہ میری بیٹی کی فیورٹ ڈش کون سی ہے۔ وہ کیا شوق سے کھاتی ہے وہ کیا شوق سے چکھتی ہے۔" اس کا ہاتھ تھام کر ڈائننگ ٹیبل پر لاتے ہوئے شہلا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"مما آپ کی بیٹی اللہ کی ہر نعمت کو بہت شوق سے کھالیتی ہے اور اگر وہ کھانا پکایا بھی اس کی ماں نے ہو تو پھر وہ بہت زیادہ کھالے گی۔" اس نے انہیں اپنی بانہوں کے گھیرے میں لے کر کہا تو وہ بے اختیار اس سے لپٹ گئیں۔

"اپنی مما کو معاف کردینا بیٹا وہ ساری عمر آپ سے لاتعلق رہی۔"

"مما اس طرح معافی مانگ کر اپنی بیٹی کو اس کی نظروں میں مت گرائیں۔" وہ رو دی۔

کھانے کے بعد وہ سب اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔ رضا نے اسے بتایا تھا کہ "اگلے ہفتے وہ لوگ ولیمہ کریں گے۔"

وہ جونہی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی چونک گئی کمرہ پھولوں سے مہک رہا تھا یقیناً یہ بھی پاپا نے ہی سجایا ہوگا۔ حتیٰ کہ سیج بھی سجائی گئی تھی کمرے کی سیٹنگ بالکل وہی تھی جیسی دو سال پہلے تھی یہ وہی کمرہ تھا جہاں ایک لمحہ گزارنا اس کے لیے مشکل تھا وہ کچھ دیر کھڑی کمرے کا جائزہ لیتی رہی پھر اس نے آگے بڑھ کر وارڈ روب کھولی پھر اس کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی اس کا بیگ دیتے ہوئے تانیہ نے کہا تھا۔

"ویسے تمہیں وہاں ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہوگی تمہاری ضرورت سے بڑھ کر ہر چیز وہاں موجود ہے۔" اس نے ٹھیک ہی کہا تھا اسے اس بیگ کی ضرورت نہ تھی وارڈ روب میں اس کے لیے ضرورت سے زیادہ چیزیں تھیں پھر اس نے اس میں سے ایک سوٹ نکالا چند لمحے اسے دیکھتی رہی اور پھر وہ سوٹ واپس رکھ دیا وہ یونہی وارڈ روب کی چیزوں کو الٹ پلٹ کرنے لگی جانے اسے کس چیز کی تلاش تھی پھر ایک پیکٹ پر اس کی نظر پڑی تو وہ چونک گئی۔

"آمن رضا میرے لیے بدل گیا...... نہیں...... قطعی نہیں......" اس نے وہ پیکٹ اٹھالیا۔

"اسے راہ ہدایت پر چلنا تھا یہ اس کا مقدر تھا۔" وارڈ روب بند کر کے اس نے سوچا۔

"کیا آمن رضا کو واقعی مجھ سے محبت ہے...... کیا

واقعی...... اسے مجھ سے محبت کیوں ہوگئی؟"

"یہ راز کوئی نہیں جانتا خود آمن رضا بھی نہیں جان سکتا کہ اسے مجھ سے محبت کیوں ہوگئی؟" وہ پیکٹ سے برآمد ہونے والی چیز کو بغور دیکھ رہی تھی۔

"آمن رضا! تم تصور بھی نہیں کرسکتے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں شدید محبت کرتی ہوں اور تم سے پہلے سے کرتی ہوں اس وقت سے کرتی ہوں جب تم کسی یمینہ نام کی لڑکی کو جانتے تک نہ تھے کیسا حیرت انگیز انکشاف ہے ناں یہ کہ یمینہ درانی کو آمن رضا سے محبت تھی اور پتہ نہیں کب سے تھی؟ اس کی سوچیں اسے بہت پیچھے لے گئیں جب وہ امریکہ سے آئی تھی کیسی بدتر حالت تھی اس کی اس نے اپنے پیرنٹس کا قتل اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ لوگ جو اسے بہت محبت سے یہاں سے لے کر گئے تھے وہاں تین چار سال بعد اسے بھول گئے تھے پاپا اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ مگن تو مما اپنے بوائے فرینڈز کے ساتھ خوش ہے اور اس نفسی ہوا اس کا نام محبت تھا اور اس نے دو ایسے قتل اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے جنہوں نے محبت کے نام پر سب لٹایا تھا اور ان کے قاتل کوئی اور نہیں ان کے ہی محبت کرنے والے تھے اس نے ان کی محبت کے نظارے بھی دیکھے تھے اور اتفاق سے قتل بھی دیکھ لیا تو اس کا ذہن انتہائی منتشر تھا پاپا نے اسے دادی امی کے پاس بھیج دیا انہوں نے اس کے مرض کو سمجھا پھر انہوں نے اسے ایک اور محبت میں مبتلا کیا اور وہ محبت تھی اللہ سے محبت شاید اس کی قسمت میں اللہ نے ہدایت لکھی تھی سو وہ ہدایت پا گئی وہ تبھی سے برقعہ لینے لگی تھی حالانکہ دوپٹہ اس نے تانیہ کو دیکھ کر اوڑھنا شروع کیا تھا۔ مگر پردے میں وہ اس سے سبقت لے گئی تھی۔

"یمینہ میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے چونک کر حیرت سے بائیس سالہ شارق کو دیکھا وہ فائنل ایئر کا اسٹوڈنٹ تھا اور پورے کالج میں نیک سیرت مشہور تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" اس نے لب بھینچ لیے۔

"یمینہ میں ہاؤس جاب کے بعد اسپلائزیشن کے لیے لندن چلا جاؤں گا میں چاہتا ہوں کہ آپ جیسی اچھی لڑکی کو اپنا کر ساتھ لے جاؤں میں نے اپنے پیرنٹس سے بات کرلی ہے وہ آپ کو جانتے ہیں اور انہیں میرے فیصلے پر خوشی ہے اب میں آپ کے گھر اپنے والدین کو لانا چاہتا ہوں۔"

"مجھے دیکھے بغیر آپ نے یہ فیصلہ کیسے کرلیا۔" وہ حیرت زدہ ہوئی۔

"آپ کو دیکھ لیتا تو شاید یہ فیصلہ کبھی نہ کرتا کیونکہ باحیا بہت سی لڑکیاں ہوتی ہیں لیکن باپردہ بہت کم۔" وہ مسکرایا اور وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"شارق میری دادی کا ابھی چند مہینے پہلے انتقال ہوا ہے اور میری فیملی امریکہ میں ہوتی ہے میں......"

"میں سب کچھ جانتا ہوں آپ کے متعلق۔" اس نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"نہیں شارق آپ کچھ بھی نہیں جانتے یمینہ کے بارے میں۔" تانیہ کی آواز پر وہ دونوں پلٹے۔

"یمینہ از میرڈ یہ نکاح شدہ ہیں۔" تانیہ نے بے حد سنجیدگی سے کہا وہ دونوں ہی ہکا بکا رہ گئے۔

"کیا...... کیا مطلب تانیہ؟" شارق بے چین ہوا۔

"یمینہ کا نکاح ان کے کزن سے بچپن میں ہی ہو چکا تھا۔" وہ حیرت سے تانیہ کو دیکھنے لگی۔

"سوری مجھے پتہ نہیں تھا۔" وہ افسردگی سے بولا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا یقیناً اسے یہ جان کر صدمہ ہوا تھا۔

"آپی......" تانیہ کے چہرے پر اداس سی سنجیدگی تھی۔

"کاش یمینہ تمہارا نکاح نہ ہوا ہوتا شارق بہت اچھا لڑکا ہے نیک سیرت بھی خوب صورت بھی۔"

"آپی مگر میرا نکاح...... کب؟" اسے سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا پوچھے کیسے پوچھے۔

"تم چار سال کی تھیں جب تمہارا نکاح کردیا گیا تھا تمہاری خالا کے بیٹے سے آمن رضا نام ہے اس لڑکے کا خوب صورت تو بلاشبہ ہے مگر نیک سیرت نہیں۔" تانیہ نے اسے اس نکاح کا پس منظر بھی بتایا تھا وہ چپ چاپ سنے گئی۔

تانیہ نے اسے کوئی اچھی امید نہیں دلائی تھی اس روز گھر آ کر اس نے ظہر کی نماز میں اپنی دعا بدل لی تھی پہلے وہ ہمیشہ کہتی تھی۔

"یارب عزوجل مجھے نیک ہم سفر عطا فرما۔" لیکن اس روز سے اس کی دعا بدل گئی۔

"یارب عزوجل میرے ہم سفر کو ہدایت عطا فرما۔" اور اسے اپنی دعاؤں کی قبولیت کا یقین تھا جن دنوں وہ ڈاکٹر بنی تھی تب ہی اس کی فیملی واپس آ گئی تھی۔ سب اسے دیکھ کر کس قدر حیرت زدہ ہوئے تھے ان کے چند مہینوں بعد وہ شخص آ گیا جس کے لیے وہ پچھلے تین سالوں سے ہدایت کی دعا مانگ رہی تھی۔ اس وقت وہ تہجد کی نماز پڑھ رہی تھی جب باہر ہارن بجنے لگا۔

اتنی رات کو کون آ گیا اس نے حیرت سے سوچا حالانکہ یہ فیملی رات کو ہی گھر لوٹی تھی مگر ایسا شور بھی نہ ہوتا تھا اسے تجسس ہوا وہ دروازے پہ آ ئی تھی۔

"آ من مائی سن واٹ آ سرپرائز۔" ہاشم اسے گلے لگائے کھڑے تھے اس کے لیے وہاں سے ہٹنا مشکل ہو گیا۔

"خوب صورت تو بلاشبہ ہے مگر نیک سیرت ہرگز نہیں۔" تانیہ کی آواز اسے گویا ہوش میں لائی تھی۔

"یااللہ عزوجل تیرا ہر فیصلہ مجھے دل و جان سے قبول ہے اگر یہ شخص میرا مقدر ہے تو تو اسے نیک بنا دے مالک اپنی راہ پر چلا لے۔" آ من رضا کا چہرہ بند پلکوں پر سجائے وہ اس کے لیے دعا گو تھی پھر آ من رضا کو وہاں آئے ایک ہفتہ ہو گیا اگر اس عرصے میں اس نے یمینہ کو نہیں دیکھا تھا تو یہ اتفاق نہیں تھا یمینہ کی اپنی کوشش تھی وہ آ من رضا کا سامنا نہیں چاہتی تھی وہ جتنا اس کے عشق میں مبتلا ہو رہی تھی اتنا ہی اس کی سیرت سے بدظن ہو رہی تھی اور جب آ من رضا کی اس پر نظر پڑی تو کیا ہوا؟ اسے حیرت تھی اپنے گھر والوں پر جنہوں نے ان دونوں کو اس نکاح کے بارے میں نہیں بتایا تھا اس نے آ من رضا سے دوٹوک انداز میں بات کرنا ضروری سمجھا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے نرم لہجے پر وہ اس کی طرف راغب ہو اور یہی اس کی غلط فہمی ثابت ہوئی نرم لہجہ اور اپنی طرف کھینچتی ادائیں تو اس نے بہت دیکھی تھیں یمینہ کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ اس کا سخت لہجہ ہی تھا' اس کا دل بھی طلاق کا طلب گار نہ ہوا لیکن اپنی زبان سے بارہا وہ اس لفظ کو ادا کرتی رہی یہی سمجھی تھی کہ وہ اسے چھوڑ دے گا۔ اسے علم تھا کہ وہ اس کی ضد بنتی جا رہی ہے پھر آ من اسے زبردستی لے گیا لیکن وہ سب کچھ چھوڑ گئی تب اس پر انکشاف ہوا کہ اسے آ من رضا سے محبت ہے ہوا یوں تھا کہ نشاء نے سکندر سے اپنی محبت کے اظہار کے لیے آنکھیں بند کر کے جو نظر آئے وہ بتانے کے لیے کہا تھا سکندر کے جواب پر وہ سب ہنسے تھے سکندر کے جانے کے بعد اس نے نشاء کو چھیڑا تو اس نے اسے چیلنج کر دیا اور اس رات جب وہ بستر پر لیٹی تو اسے نشاء کا فلسفہ یاد آیا اسے ایک بار پھر ہنسی آ ئی۔

"مجھے سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟" اس نے آنکھیں بند کر کے سوچا اور اگلے پل ہی ہڑبڑا کر آنکھیں کھول لیں۔

"آ من رضا......" وہ ساکت رہ گئی۔

"وہ...... وہ کیوں نظر آیا...... اس کا یہاں کیا ذکر۔" وہ پریشان ہو گئی اسی وقت اٹھ کر نفل نماز ادا کی۔

"یارب عزوجل تو رحمان ہے تو رحیم ہے تو مجھے بخشنے والا ہے تو مجھے بخش دے میں اس شخص سے نجات پا چکی ہوں پھر میرے دل کو بھی اس کے حصار سے نجات عطا فرما یا سمیع سن لے مجھے اپنی امان میں رکھ اپنے پسندیدہ لوگوں میں میرا شمار کر دے۔ وہ بہت دیر تک روتی رہی اپنے دل سے اس کی محبت نکل جانے کی دعا کرتی رہی بی بی جان جب اس کی طلاق کی بات کرتی تھیں وہ تڑپ سی جاتی تھی وہ چاہ کر بھی آ من رضا سے طلاق نہیں چاہتی تھی اس کے ساتھ رہنا تو نہ ممکن تھا لیکن اس کے بنا رہنا بھی مشکل تھا اور اب اس کے رب نے اس پر کرم کر دیا تھا۔ وہ شخص ہدایت پا گیا جس سے وہ محبت کرتی تھی اور بہت محبت کرتی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
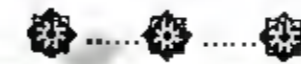
وہ جس وقت گھر میں داخل ہوا ساڑھے بارہ ہو رہے تھے وہ بابا کے روم کی طرف آ گیا کیونکہ اسے لگا یمینہ یہی موجود ہوگی لیکن پاپا گہری نیند سو رہے تھے اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا پھر ان کا کمبل ٹھیک کر کے وہ اپنے کمرے کی طرف آ گیا کیونکہ شہلا کے کمرے کی بھی لائٹ آف تھی۔ جب وہ اسے پہلی بار لایا تھا تب وہ شدید غصے میں تھا لیکن آج وہ بے حد کنفیوز تھا دروازہ کھولتے اسے جھٹکا لگا پورا روم پھولوں سے مہک رہا تھا۔

"پاپا بھی ناں......" بے حد جھجکتے ہوئے اس نے اندر قدم رکھا تھا یمینہ اسے کہیں نظر نہ آئی وہ چند قدم آگے بڑھا تب ہی پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اس نے پلٹ کر دیکھا اور ساکت رہ گیا...... وہ یمینہ تھی...... اسے یقین ہی نہیں آیا کہ وہ یمینہ ہے...... لائٹ میک اپ میں بال کھولے اور پھولوں کا زیور پہنے وہ کہیں کی شہزادی لگ رہی تھی۔

"یمینہ......!" اسے لگا وہ بے ہوش ہو جائے گا' تب وہ مسکرا کر چند قدموں کا فاصلہ مٹاتے ہوئے اس کے نزدیک آ ئی۔

"اتنی حیرت سے آنکھیں کھولے کیا دیکھ رہے ہیں' قرآن پاک کو ترجمے سے پڑھا ہے کبھی؟" اس کا لہجہ بہت بے تکلفانہ تھا آ من رضا کی آنکھوں کے ساتھ منہ بھی کھل گیا۔

"قرآن پاک میں حکم ہے کہ عورتیں اپنا سنگھار اپنے شوہروں کے لیے کریں تو میں رب کے احکام بجا لا رہی ہوں آپ منہ اور آنکھیں پھاڑے یوں دیکھ رہے ہیں جیسے کبھی کچھ دیکھا ہی نہ ہو۔"

"تم کیا چیز ہو یمینہ......؟" وہ جملہ جو پہلے بھی وہ بارہا ادا کر چکا تھا اس کے منہ سے بے اختیار نکلا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور آ من رضا کو اپنی بے قراری کی وجہ سمجھ آ گئی۔ یمینہ کی خاموشی اس کو بے قرار کر رہی تھی۔

"میں تمہیں کبھی سمجھ نہیں سکتا۔"

"اور میں چاہوں گی بھی نہیں آپ مجھے سمجھ سکیں۔"

"کیوں......؟" اس کی یہ بے تکلفی اسے حیران کیے دے رہی تھی۔

"کیونکہ جو چیز آپ مردوں کی سمجھ میں آ جائے اس میں آپ کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔"

"تو تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے لیے دلچسپی رکھتا ہوں۔" اس کا بولنا اسے حیران کر رہا تھا۔

"کیا کہہ سکتی ہوں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"کیا یہ نہیں کہہ سکتی ہو کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔" اس کی بات پر اس نے مسکرا کر نظر جھکالی۔ آ من رضا نے اسے بازوؤں کے گھیرے میں لیا اور اس کے کندھے پر سر ٹکا دیا۔

"یمینہ جانتی ہو مجھے تم سے کیوں محبت ہوئی؟"

"ہاں جانتی ہوں۔" اس نے لحہ بھی جواب میں نہ لگایا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میرے رب نے اسی میں میری بہتری لکھی تھی۔"

"تم نے کبھی میرے متعلق نہیں سوچا ہوگا یمینہ لیکن کیا تم اب مجھ سے محبت کرو گی۔" اس کے کندھے پر سے سر اٹھاتے ہوئے اس نے اس کا چہرہ دیکھا۔ اس نے نظریں جھکالیں۔

"بتاؤ ناں یمینہ تم اب مجھ سے محبت کرو گی۔" وہ بضد ہوا۔

"نہیں کروں گی۔" اس کے جواب پہ آ من رضا کا چہرہ تاریک ہو گیا۔

"میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں آ من میں اپنے شوہر سے اس وقت سے محبت کرتی ہوں جب سے مجھے اپنے نکاح کے بارے میں پتہ چلا اور مجھے اپنے نکاح کا علم چھ سال پہلے ہوا تھا۔"

"تت...... تم...... یمینہ......" وہ ہکلایا کیا وہ یقین کر سکتا تھا کہ وہ اس سے چھ سال پہلے سے اس سے محبت کرتی تھی نہیں کبھی نہیں وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"جملہ تو پورا کیجیے ناں۔" وہ شرارت سے بولی۔

"تم کیا چیز ہو یمینہ۔" وہ بے چارگی سے بولا۔
"آپ کی محبت ہوں۔" اس کے برجستہ جواب پر وہ بے اختیار ہنس پڑا تو یمینہ نے ہنستے ہوئے اس کے سینے میں چہرہ چھپالیا اور آمن رضا اس کے گرد اپنا حصار کرتے ہوئے اپنے رب کا شکر گزار ہوا۔
"میرے رب تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے ہدایت والے راستے پر چلادیا اور مجھے دنیا کی بہت سی نیک عورتوں میں سے ایک نیک عورت عطا کردی' دنیا کی بہترین نیک عورت مجھے دے کر دنیا کو میرے لیے جنت بنادیا' میرے رب تیرا شکر ہے۔"

❁ ...... ❁ ...... ❁

"السلام علیکم! میں ہوں مسز آمن رضا' مالک... کی ... بزنس وومین۔ میرے اس تعارف پر حیران ہورہے ہیں ناں آپ لوگ' لیکن کیا کروں' ڈاکٹری اب میرے لیے اجنبی ہوگئی ہے کوئی جانتا ہی نہیں ہے میں ڈاکٹر بھی ہوں میں صرف ایک بزنس وومین بن کررہ گئی ہوں۔ رضا کلاتھ کمپنی جس نیت کے ساتھ کھولی گئی تھی آج بھی اسی طریقے کار پر چل رہی ہے یعنی خواتین کو ہزارہا مسائل سے بچانے کے لیے گھر والے پر کام پہنچانے کی ان کے ہنر کے مطابق ان کا کام آج یہ کمپنی ملک کی مشہور کمپنی ہے اس کے تحت لاکھوں چھوٹے بڑے گاؤں شہروں میں کارخانے ہیں جن کا کام گھروں میں مال سپلائی کرنا ہے یہ کمپنی بہت زیادہ ترقی پر ہے اور اس کی اونر ہوں میں یعنی مسز آمن رضا آپ کے ذہن میں ایک حیرت بھرا سوال ابھر رہا ہے کہ.....!
"کیا یمینہ نے اپنا پردہ ختم کردیا۔" تو جواباً مجھے بھی آپ سے ایک سوال کرنا ہے۔
کیا پردے میں رہ کر میں ایک کامیاب نامور بزنس وومن نہیں بن سکتی؟ ممکن ہے کسی کے ذہن میں میرے لیے سوال اٹھا ہو کہ.....!
آمن کے بزنس کے بعد یمینہ کو کیا ضرورت ہے بزنس کرنے کی۔ تو جواباً میرا سوال ہے کہ "جب اللہ نے مجھ میں دوسروں کی مدد کرنے کی صلاحیت دی ہے تو اسے گھر میں رہ کر کیوں ضائع کروں۔"
اللہ نے پردے کا حکم دیا ہے وہ میں شریعت کی پاسداری کے ساتھ ادا کرتی ہوں عبایا کے ساتھ اسکارف لیتی ہوں اور وہ اسکارف اتنا طویل ہے کہ نیچے عبایا تک نظر نہیں آتا۔ ہاتھ پیروں میں دستانے موزے پہنتی ہوں شاید میری کسی ترقی یافتہ بہن کو ایک مشہور کمپنی کی مل اونر کا یہ حلیہ مضحکہ خیز لگ رہا ہو اور وہ مجھے اولڈ وومین کہہ رہی ہوں' مجھے بھی بہت سے لوگ ملتے ہیں جو مجھے دیکھ کر دانتوں میں انگلیاں داب لیتے ہیں شاید ایک مل اونر کا یہ پردہ ان سے ہضم نہیں ہوتا۔
جس عورت کو پردے کا شوق ہو وہ گھر میں بیٹھے۔ وہ سوچتے ہوں گے اور ایسی ہی سوچ اور بھی لوگوں کی ہوگی لیکن اگر اسلامی تواریخ کا مطالعہ کیا جائے تو آپ حیران رہ جائیں گے بہت سی باپردہ صحابیات تجارت جیسا بزنس کرتی تھیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ "کفار بہت آگے نکل چکے ہیں پردے پر سختی مسلمانوں کی ترقی میں رکاوٹ ہے۔" میں پھر کہوں گی آپ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں جب تک مسلمانوں میں شرم وحیا اور پردے کا دور دورہ رہا تب تک وہ فتوحات پر فتوحات کرتے چلے گئے یہاں تک کہ دنیا کے بے شمار ممالک پر پرچم اسلام لہرانے لگا۔ پردہ نشین ماؤں نے بڑے بڑے بہادر جرنیل و سپہ سالار' عظیم حکمران علمائے ربانین اور اولیائے کاملین کو جنم دیا الغرض جب تک پردہ قائم تھا اور عفت مآب خواتین چادر اور چار دیواری کے اندر تھیں مسلمان خوب ترقی کی منازل طے کرتا رہا اور کافروں پر ہمیشہ غالب رہا جب سے کفار کے مکروفریب کے زیر اثر آ کر مسلمانوں نے بے پردگی کا سلسلہ شروع کیا ہے مسلسل تنزل کے گہرے گڑھے میں گرتے چلے جارہے ہیں' کل تک جو کفار بدانجام مسلمان کے نام سے لرزہ براندام تھے آج وہ مسلمانوں کی بے پردگیوں اور بدعملیوں کے باعث غالب آچکے ہیں۔ اسلامی ممالک پر باقاعدہ جارحانہ حملے ہورہے ہیں اور ظالمانہ قبضے کیے جارہے ہیں مگر مسلمان ہے کہ ہوش کے ناخن نہیں لیتا۔

سنیما دیکھتی ہے آج وہ ہمشیروں کے ساتھ...... افسوس مسلمان عورتوں کی اکثریت نے مردوں کے شانہ بہ شانہ چلنے کی ناپاک دھن میں حیا کی چادر اتار پھینکی ہے اور اب دیدہ زیب ساڑھیوں، نیم عریاں غراروں مردانہ وضع کے لباسوں، مرد جیسے بالوں کے ساتھ شادی ہالوں، ہوٹلوں، تفریح گاہوں اور سنیما گھروں میں اپنی آخرت برباد کرنے میں مشغول ہیں، خدا کی قسم اس موجودہ روش میں نہ ترقی ہے اور نہ کامیابی...... ترقی اور کامیابی صرف صرف اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کرتے ہوئے اس مختصر ترین زندگی کو سنتوں کے مطابق گزارنے میں ہے اور ہماری کامیابی ایمان سلامت لیے قبر میں جانے اور جہنم کے ہولناک عذاب سے بچ کر جنت الفردوس پانے میں ہے کہ ہمارا رب عزوجل خود ہم سے کہہ رہا ہے۔

''جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا''

یہ اللہ کا حکم قرآن ہم تک پہنچا رہا ہے اب وہ کون سی چیز ہے جس نے ہمیں نیک عمل سے روکا ہے۔ یہ دین ابد تک کے لیے ہے اس لیے کوئی ایسا وقت اب نہیں آسکتا کہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں حلال ہو جائیں یا ان پر مرتب ہونے والے نقصانات ختم ہو جائیں بعض آزاد منش عورت و مرد کہتے ہیں علمائے کرام عورتوں کو چار دیواری میں بٹھا دینا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ دنیا کے کسی عالم دین کا نہیں، رب العالمین کا ارشاد ہے۔

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو۔''

سنا آپ نے یہ کوئی اور نہیں ہم سے ہمارا رب کہہ رہا ہے آج کی عورت لڑتی ہے وہ لڑ بھی سکتی ہے تو پھر وہ اپنی صحیح جنگ کیوں نہیں لڑتی ہے وہ کیوں پردہ کر کے شیطان سے اعلان جنگ نہیں کرتی آج کی عورت کہتی ہے ''پچھلی صدی کی عورت کمزور تھی اسی لیے اس پر ظلم و ستم ہوتے تھے آج کی عورت خود پر کوئی ظلم برداشت نہیں کرے گی'' جبکہ میرا خیال ہے کہ پچھلی صدی کی عورت مضبوط تھی بھلے وہ ماں باپ کے لیے ایک کمزور حیثیت رکھتی تھی کہ جس کھونٹے سے باندھا بندھ گئی بھلے ہی وہ اپنے شوہر سے زبان نہ چلاتی تھی بھلے وہ اپنے سسرال کا ہر ستم سہہ کر سہتی تھی لیکن اپنے سب سے بڑے دشمن کو مات بھی تو دے دی تھی پچھلی صدی کی عورت باپردہ تھی وہ سب سے بڑے دشمن شیطان سے جنگ کرتی تھی۔

'بیک ورڈ' آخر اس لفظ میں ایسا کیا ہے کہ مسلمانوں کا کوئی بھی طبقہ اسے اپنے اوپر چسپاں کرنا پسند نہیں کرتا چاہے وہ غریب ہو یا امیر آخر کیا برائی ہے اس لفظ میں ہزار بار غور کرنے پر بھی میری سمجھ میں نہ آسکا۔ ''بیک ورڈ'' اس لفظ کی تشریح ایک شخص نے کی تھی۔

'کنویں کا مینڈک جو اس کنویں سے باہر آنا نہیں چاہتا۔'' یہ کہتے ہوئے پتہ نہیں اس شخص نے یہ کیوں نہ سوچا کہ یہ کنواں اس مینڈک نے خود تو نہیں بنایا ہے لیکن اس کنویں میں وہ مینڈک محفوظ ہوتا ہے۔

ہمارا مذہب ہماری شریعت ہمارا کنواں ہے اور اس کے دائرے میں رہنے والا مومن ہے اور جو اس دائرے کو کراس کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے لیے قرآن میں ارشاد ربانی ہے ''وہ حد سے بڑھ جانے والوں میں سے ہیں'' کیوں ڈر نہیں لگتا اس دائرے کو کراس کرنے والوں کو کیوں اللہ کے خوف سے ان کا بدن نہیں لرزتا۔

''اللہ جسے چاہے عزت دے اللہ جسے چاہے ذلت دے۔''

ہاں...... یہ ٹھیک ہے اللہ جسے چاہے ہدایت دے اللہ جسے چاہے گمراہی میں مبتلا کر دے اور اس کے دل پر مہر لگا دے۔

اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ہدایت دی میرے شوہر کو ہدایت دی اللہ سے دعا ہے کہ کل مومن و مومنین کو ہدایات عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

اللہ جب کسی انسان کے حق میں بہتری چاہتا ہے تو اسے اپنی راہ پر لگا لیتا ہے۔''

موم کی محبت

راحت وفا

قسط نمبر 12

عجب ہیں راستے میرے کہ چلنا بھی نہیں ممکن
ذرا ٹھوکر جو لگ جائے سنبھلنا بھی نہیں ممکن
تعلق ٹوٹ جانے سے امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں
دلوں میں حسرتیں لے کر بہلنا بھی نہیں ممکن

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

عارض آغا جی کو سمجھانے کی حتی الامکان کوشش کرتا ہے مگر وہ عارض کی کوئی بات سنے بغیر اس سے ناراض ہوکر پاکستان آ جاتے ہیں۔ عارض دکھ کی کیفیت میں خود کو تنہا محسوس کرنے لگتا ہے اسے اس بات کا افسوس ہے کہ آغا جی اس سے پہلی بار ناراض ہوکر پاکستان چلے گئے مگر وہ فی الحال پاکستان جاکر انہیں منانے سے قاصر تھا۔ زیبا صفدر کو اپنی محبت سے آگاہ کرنا چاہتی ہے مگر صفدر کی تخی اسے کچھ بھی کہنے سے باز رکھتی ہے۔ ننھی بھی زیبا کو مسلسل سمجھاتی ہے کہ وہ صفدر کو تھوڑا وقت دے تاکہ عبدالصمد کو تسلیم کرے۔ مگر صفدر اسے ماضی کے عشق کے طعنے دے کر اسے اپنے گھر سے چلے جانے کو کہتا ہے۔ عارض کئی بار آغا جی سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ اس کا فون ریسیو نہیں کرتے۔ سنجنا عارض کے گھر کے بعد اس کے آفس بھی پہنچ جاتی ہے اور اسے اپنی باتوں سے پریشان کرتی ہے۔ عارض سنجنا کی آفس آمد پر بھونچکارہ جاتا ہے اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس لڑکی کے ساتھ کیا سلوک کرے جبکہ وہ اب اس کے سامنے اپنی محبت کا دم بھرتی ہے۔ زینت آپا نے آفس میں سالانہ بونس کی تقسیم کے بعد لنچ کا اہتمام کیا تھا لیکن اچانک ان کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے تو شرمین انہیں اپنے روم میں لے آتی ہے۔ ساتھ ہی ڈاکٹر کو بلا کر بوبی کو بھی اطلاع دیتی ہے۔ ڈاکٹر چیک اپ کے بعد ایک دو ٹیسٹ لکھ کر آرام کا مشورہ دیتا ہے۔ صفدر کو اپنے ہیڈ آفس کی طرف سے پروموشن لیٹر ملتا ہے تو وہ یہ خوشی سب سے پہلے اپنے بچپن کے دوست عارض سے شیئر کرنا چاہتا تھا مگر کچھ سوچ کر ارادہ ملتوی کر دیتا ہے۔ گھر آکر صفدر جہاں آرا بیگم کو اپنی ترقی کا بتانے کے ساتھ آفس کی طرف سے ملنے والی کوٹھی میں شفٹ ہونے کا کہتا ہے تو وہ انکار کر دیتی ہیں مگر صفدر ضد پر آ جاتا ہے۔ صفدر کی بات پر جہاں آرا کو صدمہ پہنچتا ہے وہ یہ گھر چھوڑنے پر بالکل بھی آمادہ نہیں ہوتیں اس گھر میں وہ بیاہ کر آئی تھیں اور اب وہ چاہتی ہیں کہ ان کا پوتا عبدالصمد اپنے دادا کے گھر میں ہی پروان چڑھے۔ ننھی اور زیبا بھی صفدر کو سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہتا ہے۔ زینت آپا بہت سوچنے کے بعد شرمین سے بوبی کے حوالے سے بات کرتی ہیں اور ماں ہونے کے ناطے شرمین کے آگے بوبی کا پروپوزل رکھ دیتی ہیں۔ شرمین کو اندازہ تھا کہ زینت آپا اسی حوالے سے بات کریں گی۔ شرمین بوبی سے اس حوالے سے بات کرتی ہے کہ جب تک میں اپنے دل میں تمہارے لیے محبت کے جذبات محسوس نہیں کروں گی جب تک تم اپنی بچکانہ محبت سے مجھے عاجز نہیں کروگے لیکن بوبی کے لیے یہ خوشی ہی کم نہیں کہ شرمین اس سے شادی کے لیے تیار ہے جبکہ شرمین نے بوبی کے بچکانہ فیصلے کو اب قسمت کا فیصلہ سمجھ لیا تھا۔

(اب آگے پڑھیں)

❁......✿✿......❁

بزنس کمیونٹی ڈنر تھا۔ اس کے مطلب کا نہ کچھ کھانے کو تھا اور نہ ہی ماحول دل پسند تھا۔ شہر کی بزنس کلاس مدعو تھی۔ انڈین، پاکستانی بزنس مین کثیر تعداد میں موجود تھے۔ گفتگو اور باہمی دلچسپی کے بہت سے بہانے تھے مگر اس کا قطعاً موڈ نہیں تھا وہ تو صرف منیجر صاحب کے اصرار پر اور بابا کی ناراضگی کے ڈر سے آ گیا تھا ورنہ ایسے ماحول سے اسے نفرت تھی۔ اس نے فروٹ سلاد کے دو تین چمچ لے کر پلیٹ رکھی ہی تھی کہ معید صاحب نے کان کے قریب آ کر سرگوشی کی۔

''سر، لابی میں مس سنجنا آپ کا ویٹ کر رہی ہیں۔''

''وہاٹ......'' وہ آواز دبا کر چیخا۔

''میں نے بہت کوشش کی مگر وہ بضد ہیں کہ آپ کے ساتھ سال گرہ سلیبریٹ کرنی ہے۔''

''اوہ ایڈیٹ...... چلتا کرواسے۔''

''مشکل ہے یہاں آ کر کوئی تماشا نہ بنا دیں' بہت سے لوگ ہماری زبان سمجھتے ہیں آپ باہر چل کر سمجھا دیں۔''

معید صاحب کا مشورہ مناسب لگا، وہ بڑے سلیقے سے باہر نکلا اور دائیں ہاتھ مڑ کر لابی میں آ گیا وہ وہاں آخری کونے پر کھڑی تھی اسے دیکھ کر مسکرائی اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہیں رہنے کا اشارہ کیا معید صاحب بھی پیچھے ہی رک گئے۔

''کیا پرابلم ہے، کیوں آئی ہو؟''

''کیونکہ آپ یہاں ہیں۔''

''شٹ اپ۔''

''کب تک شٹ اپ کہہ کر اپنا دل جلاؤ گے۔''

''مس! پلیز میرا پیچھا چھوڑ دو۔'' اس نے غصہ ضبط کیا۔

''سوچوں گی فی الحال تو ہم نے کیک کاٹنا ہے میرا جنم دن ہے۔'' وہ بولی۔

''تو کاٹو اپنے گھر جا کر اپنی فیملی کے ساتھ۔''

''اگر کوئی نہ ہو تو۔'' وہ اداس ہوگئی۔

''کیوں، کہاں ہے تمہاری بہن اور بہنوئی۔''

''وہ، ہاں وہ بھی مجھ سے ناخوش رہتے ہیں۔''

''یہ تمہاری پرابلم ہے اوکے ناؤ یو کین گو۔'' وہ یہ کہہ کر مڑنے لگا تو وہ آبدیدہ سی ہو کر سامنے آ گئی۔

''مسلمان کا یہ دھرم نہیں ہوتا کہ وہ کسی کا دل دکھائے۔''

''اے محترمہ یہ دین دھرم کی باتیں بند کرو اپنے دھرم کے لوگوں پر وقت لگاؤ شاید کچھ فائدہ ہو، بلاوجہ میرے گلے نہ پڑو۔'' وہ جس حد تک بدتمیز ہوسکتا تھا اتنا ہوگیا۔ اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا اور کیک کا ڈبہ اٹھا کر ڈسٹ بن میں ڈال دیا۔

''اوہ...... یہ کیا، کیا؟ تمہیں یہ دھرم نے نہیں سکھایا کہ رزق کی بے حرمتی نہیں کرتے۔'' اسے شدید غصہ آ گیا یہ کہہ کر قدم اٹھائے تو وہ چلائی۔

''ہنہ بڑے آئے اسلام کی بات کرنے والے ارے مسٹر تم دو نمبر مسلمان ہو۔'' عارض کے تن بدن میں شعلے بھڑک اٹھے۔ ہاتھ لہرایا اور سنجنا کے رخسار پر نشان چھوڑ گیا وہ ہکا بکا رہ گئی۔

''تمہاری اتنی جرأت مجھے دونمبر مسلمان کہو۔''
''تو ثبوت دو نا۔'' وہ رقت بھری آواز میں بولی۔
''میں تم سے کوئی تعلق واسطہ نہیں رکھنا چاہتا آئندہ میرے مذہب پر اس طرح بات نہیں کرنا۔''
''ایسا چاہتے ہو تو اپنے رویے سے ثابت کرو۔''
''مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ کہہ کر واپس چل دیا۔ جبکہ پشت سے اس کی بڑبڑاہٹ سنائی دے رہی ہے۔
''کاش تم دیکھ سکتے میں کس محبت سے آئی تھی۔'' عارض نے غصے سے سر جھٹکا اور نظر انداز کر گیا' اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ یہ لڑکی سچ مچ کیوں اس کے قریب آنا چاہ رہی ہے۔ اس کے عزائم کیا ہیں؟ وہ بے زار سا واپس ہال میں پہنچا۔ جہاں بزنس چیمبر کے پریزیڈنٹ اسپیچ آف تھینکس کر رہے تھے۔ اس نے ذہنی بے زاری کے ساتھ کچھ سنی اور کچھ نہیں سنی۔ بس معید صاحب کو چلنے کا اشارہ کیا۔

❁......✿✿......❁
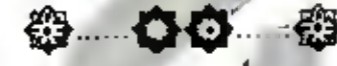
پلازہ ہوٹل سے کافی آگے نکلنے کے بعد بے دھیانی میں منہ سے نکلا۔
''اس احمق لڑکی کو کس نے بتایا تھا کہ میں ہوٹل آیا ہوں۔''
''یہی تو حیرت کی بات ہے اس لڑکی کو آپ منع کر دیں یہی مناسب ہوگا۔'' معید صاحب نے کہا۔
''آپ کا مطلب ہے کہ میں نے اس لڑکی کو یہاں آنے کو کہا تھا۔''
''سر...... بات یہ ہے کہ اسے اپنے سے دور کریں' وہ آخر کیوں آپ کے پیچھے پڑی ہے؟'' معید صاحب نے کہا۔
''میں شرمندگی محسوس کر رہا ہوں۔''
''کس بات کی؟''
''میں بہت سختی سے پیش آیا کیک ڈسٹ بن میں پھینک دیا اس نے۔''
''چھوڑیں سر۔''
''آخر اسے پتا کیسے چلا کہ میں پلازہ ہوٹل میں ہوں۔'' اس کا ذہن الجھا ہوا تھا۔
''اسی لیے تو آغا صاحب بہت فکر مند ہیں کچھ نہ کچھ ہے۔''
''خیر...... بے وقوف سی لڑکی ہے اور مجھے سائیکو لگتی ہے یا پھر اس کے گھریلو حالات۔'' اس نے کچھ ہمدردانہ انداز میں کہا تو معید صاحب نے فوراً کافی سخت الفاظ استعمال کیے۔
''سر...... پلیز آپ مجھے تو ملازمت سے فارغ کر دیں۔''
''کیا مطلب؟'' وہ چونکا۔
''سر...... آپ کے دل اس غیر مسلم لڑکی کے لیے ہمدردی محسوس کر رہا ہے۔'' معید صاحب نے گاڑی کی رفتار کافی کم کر دی تھی۔
''ایسا کچھ نہیں ہے میں تو اس کے حالات پر غور کر رہا تھا۔''
''مت کیجیے اور آپ پاکستان جانے کا فوری فیصلہ کیجیے۔''
''منیجر صاحب! آپ اس قدر خوف زدہ ہیں ایک لڑکی سے۔''
''حالات و واقعات ایسا سوچنے پر مجبور کر رہے ہیں۔''
''مت گھبرائیں آج کے بعد وہ یقیناً نہیں آئے گی۔''

''آئے بھی تو آپ نے ہرگز نہیں ملنا۔''
''اچھا...... بابا کو کچھ نہ بتانا۔''
''جی ٹھیک ہے لیکن پلیز سر۔''
''او کے...... میں کون سا اسے ملنا چاہتا ہوں۔'' وہ تھکا ہوا سر سیٹ کی پشت سے ٹکا کر بولا۔ مگر ضمیر میں خلش تھی کسک تھی اپنے سخت رویے کا پچھتاوا تھا۔ کچھ بھی تھا ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ کیا سوچ کر آئی ہوگی؟ نہیں عارض تمہیں ایسی بداخلاقی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔
''سر پلیز۔'' اپارٹمنٹ کی بیسمنٹ میں گاڑی کھڑی تھی معید صاحب نے بتایا تو وہ جلدی سے گاڑی سے باہر نکلا۔
''سوری۔''
''سر میں جاؤں۔''
''شیور گاڑی لے جاؤ۔'' اس نے کہا تو معید صاحب نے پوچھا۔
''کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟''
''نہیں، صبح جلدی آ ئیے گا اور میں نے جلد واپس جانا ہے۔ انتظامات کیجیے۔'' اس نے چند لمحے سوچ کر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ معید صاحب کے چہرے پر اطمینان کی لہر پیدا ہوئی۔ وہ آگے بڑھ گیا اور معید صاحب گاڑی نکال لے گئے۔
''ان کے ذمے یہی مشن تھا کہ وہ یہاں سے جائیں مگر خدشہ تھا کہ سنجنا اتنی آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑنے والی۔ وہ ضرور آئے گی رابطہ کرے گی کیونکہ یا تو وہ محبت کرنے لگی ہے یا پھر اس کا منصوبہ کچھ اور ہے۔'' وہ گاڑی چلاتے ہوئے مسلسل سنجنا کے متعلق ہی سوچتے رہے۔

❁......✿✿......❁

اس کا خیال سچ تھا۔ وہ وہاں آئی تھی اس سے پہلے کیسے کس طرح؟ دروازے پر دو چپلیں چسپاں تھیں۔ اس نے دونوں اتار کر دروازہ کھولا اور پھر اندر سے لاک کرنے ہی والا تھا کہ ڈور بیل بجی۔ اس نے سوچا کہیں منیجر صاحب کسی کام سے نہ آئے ہوں جلدی سے دروازہ کھول دیا مگر خلاف توقع وہ کھڑی تھی وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ وہ اندر گھس آئی۔
''مس سنجنا سوری مگر آپ نے مجبور کر دیا میرا جواب اب بھی وہی ہے۔''
''کچھ کھانے کو ہے تمنا تھی کہ مل کر کیک کھائیں گے۔'' وہ نارمل سے انداز میں کہتی ہوئی اور اندر آ گئی۔
''کچھ خاص نہیں ہوگا۔ کیوں کہ میں اکیلا ہوتا ہوں۔'' وہ انکار نہ کر سکا کچن میں گیا۔ بسکٹ، فروٹ سلاد اور ایک پیسٹری نظر آئی۔ تینوں چیزیں ٹرے میں رکھ کر جوس پیک کھول کر گلاس میں ڈالا باہر آتے ہوئے خیال آیا کہ معید صاحب نے منع کیا تھا پھر وہ اس کی خاطر مدارت میں کیوں لگ گیا؟ اسے گھر میں گھسنے بھی کیوں دیا۔ وہ سوچتا ہوا کچھ ناگوار سا منہ بنا کر آیا تو وہ بولی۔
''اگر کچھ کھلانے کو دل نہیں چاہ رہا تو بتا دو۔''
''دیکھو جو بھی میں نے آج کیا اس کے لیے معذرت لیکن اس سے زیادہ آپ سے میل جول نہیں رکھ سکتا۔ آئندہ رابطہ نہ کرنا۔'' اس نے ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔ لہجے میں بدتہذیبی نہیں تھی صاف ستھرا سیدھا سا جواب تھا۔
''ہنہ...... یو آئی لو اٹ۔'' وہ اس کی بات یکسر نظر انداز کر کے تیزی سے فروٹ سلاد کھاتے ہوئے بولی۔ اسے تعجب سا ہوا حیرت سے اس کو دیکھا تو سچ مچ پُراسرار سی لگنے لگی یا تو بہت چالاک یا پھر بہت معصوم بے ضرر۔
''کیا سوچنے لگے؟'' وہ بولی۔

"آپ ذرا جلدی جایئے مجھے ضروری ٹیلی فون کال کرنی ہے۔"
"تو کرلیں...... میں کوئی غیر تو نہیں۔"
"جی......" اسے شاک لگا۔
"مطلب، میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔" وہ بوکھلائی۔
"کیا؟"
"آپ پاکستان میں کہاں رہتے ہیں؟ فیملی میں کون اور کتنے لوگ ہیں۔" اس نے پیسٹری کا بائٹ لیتے ہوئے کہا۔
"آپ پرسنل نہ ہوں اور اب اٹھیے جایئے۔" اسے ایک دم ہی کوفت سی ہوئی۔
"ویسے مجھے سب پتا ہے۔"
"کیا پتا ہے؟"
"اینی وے آپ چاہتے ہو میں جاؤں۔"
"آف کورس۔"
"اوکے! اس کا مطلب رات سرد ہوا کے ساتھ باہر گزارنی پڑے گی۔" اس نے ہینڈ بیگ کندھے پر ڈالا اور کچھ اداس لہجے میں کہا۔
"باہر کیوں؟"
"میرے ججو کو مجھ سے بیر جو ہے۔"
"یہ آپ کا پرسنل میٹر ہے۔" اس نے کھرے انداز میں کہا اور اجنبی بن گیا۔
"اوکے اب میں چلتی ہوں۔" وہ مایوس ہوکر آگے بڑھی دروازے تک پہنچی اور پھر پلٹ کر دیکھا۔
"دروازہ اس طرح کھلتا ہے۔" دروازہ کھولتے ہوئے اس نے کافی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا۔ وہ چند لمحے دیکھنے کے بعد دکھی سی مسکرائی اور باہر نکل گئی۔ دروازہ کھلنے پر سرد ہوا اندر آئی۔ اسے خیال آیا مگر پھر سر جھٹک کر دروازہ لاک کیا اور پلٹا تو ٹشو ریک پر دو چٹیں رکھی تھیں اس نے جلدی سے اٹھائیں اور دونوں کو پڑھنے کے بعد چلا اٹھا۔
"او شٹ، صبیح احمد، میں تو کب سے تمہارا منتظر تھا۔ کاش، کاش ہماری ملاقات ہوجاتی۔" دکھ اور افسوس سے وہ چٹیں کو گھورنے لگا۔ گھنٹے کے وقفے سے صبیح احمد آئے اور پھر فلائٹ ٹائم کی وجہ سے چلے گئے۔ تاسف سے وہ خود کو ہی ملامت کرنے لگا۔ کوئی رابطہ نمبر کوئی اتا پتا کچھ نہیں تھا یقیناً وہ اپنے معائنے کے لیے آئے ہوں گے اس نے سوچا۔
"صبیح احمد آپ نہیں جانتے میرا آپ سے ملنا کتنا ضروری ہے؟ آپ کے لیے شرمین کے لیے میں نے اپنی محبت کا خون کیا ہے مجھے آپ کی گواہی درکار ہے تاکہ میں سرخرو ہوسکوں ضمیر کی عدالت میں بابا شرمین اور صفدر کے سامنے۔"

❁......✿✿......❁

رات آخری پہر اس کی آنکھ لگی تھی کہ صبح موبائل فون چیخنے لگا۔ اس نے بمشکل تمام آنکھیں کھولیں فون اسکرین پر معید صاحب کا نمبر تھا فون اٹینڈ کیا۔
"سر پلیز اوپن دا ڈور۔" منیجر صاحب نے بڑی تیزی سے کہا۔
"اوکے...... ویٹ۔" اس نے کہا اور کمبل سے باہر نکلا حیرت سی ہورہی تھی کہ وہ اس وقت کیوں آئے ہیں؟ جونہی دروازہ کھولا تو وہ اندر آگئے۔

"گڈ مارننگ۔"
"گڈ مارننگ خیریت تو ہے۔" اس نے جواب میں کہا تو انہوں نے ہاتھ میں پکڑے نیوز پیپرز اس کی طرف بڑھائے۔
"نیوز پیپرز۔" اس نے کہا۔
"سر، سنجنا راٹھور کی شدید زخمی حالت میں تصویر چھپی ہے اور ساتھ میں اس کے شوہر اشوک ورما کی فوٹو ہے اشوک ورما کو پولیس نے بیوی پر شدید تشدد کے جرم میں گرفتار کرلیا ہے۔" معید صاحب اخبار کھول کر تصویروں پر تبصرہ کرتے بول رہے تھے اور وہ قوت گویائی سے محروم سا ہوگیا۔ اخبار سچ کہہ رہے تھے۔
"سر، خدارا آپ سے کوئی پوچھے تو بالکل لاتعلقی کا اظہار کیجیے گا اور میں آج ہی آپ کی سیٹ اوکے کراتا ہوں۔" معید صاحب نے کہا۔
"مگر اس نے جھوٹ کیوں بولا؟"
"چھوڑیں اس بحث کو رات دیر سے گھر پہنچی تو نشے میں دھت شوہر نے بری طرح مارا پیٹا۔"
"معید صاحب، وہ تو خود کو ان میریڈ کہتی رہی۔" وہ شدید حیرت میں تھا۔
"جھوٹ بولا...... جانے کیا مقاصد تھے؟"
"لیکن ہم اس کے لیے کیا کرسکتے ہیں؟"
"کچھ نہیں، جو کرنا ہے یہاں کی پولیس کرے گی آپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"
"اور اگر سنجنا نے میرا نام لے دیا تو۔"
"تو آپ انکاری ہوجائیں گے۔"
"سنجنا کو جھوٹ بولنے کی ضرورت کیا تھی؟"
"سر کوئی اور گھٹیا منصوبہ بندی بھی ہوسکتی ہے آپ پلیز اپنے آپ کو بچائیں بلاوجہ پوچھ گچھ میں آجائیں گے۔"
"بہت عجیب سا لگ رہا ہے۔" وہ اخبار پر نظریں جمائے صوفے پر بیٹھ گیا۔
"اسی لیے آغا صاحب فکرمند تھے۔"
"خیر...... میرا اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔"
"بہرکیف آپ محتاط اور لاتعلق رہیں میں چلتا ہوں۔"
"اوکے...... میری سیٹ کنفرم کرادیں۔"
"کوشش کرتا ہوں۔" معید صاحب یہ کہتے ہوئے چلے گئے۔ اس نے اٹھ کر دروازہ لاک کیا اور پھر اخبار لے کر اپنے کمرے میں آگیا۔ ذہن ماؤف سا تھا دوبارہ بستر میں گھس گیا۔ ایک سرد سی لہر ریڑھ کی ہڈی سے نکل کر اسے کپکپا گئی کمبل سر تک کھینچ لیا۔
"میرے خدا مجھے کسی مشکل میں نہ ڈالنا، میرا اس لڑکی سے کوئی لینا دینا نہیں۔ تو، تو جانتا ہے میں نے تو اس کے جھوٹ کو سچ مانا اور نہ اس سے کوئی غرض رکھنی چاہی۔ کیا منصوبہ تھا اس کا میں نے تو یہ بھی نہیں جاننا چاہا پھر سنجنا نے مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کیوں کی اس کا ارادہ کیا تھا آخر میرا انتخاب ہی کیوں کیا؟ بابا کو پتا چلا تو کس قدر ناراض ہوں گے۔ وہ تو پہلے ہی بہت فکرمند تھے ان کا کہا سچ ثابت ہوگیا۔" زندگی نے کیسا رخ اختیار کیا تھا بات سے بات نکلی اور کہاں سے کہاں پہنچ گئی نہ صبیح احمد ملتے نہ اسے شرمین کے لیے ایسا فیصلہ کرنا پڑتا۔ نہ یہاں رکنا پڑتا۔"

"جھوٹ...... جھوٹ ہے یہ عارض تم نے تو صبیح احمد کے ملنے سے پہلے ہی شرمین کو چھوٹی سی بات پر بڑی سی سزا دے دی تھی۔ شاید شرمین کو دکھ دے کر تم ساری عمر خوش نہ رہ سکو۔" اس نے ہلچل مچاتی سوچ کو ذہن سے نکالنے کے لیے کروٹیں بدلیں مگر بے سود۔

"مجھے شرمین نے جانے کتنی بددعائیں دی ہوں۔" اس کے لبوں سے یہ جملہ نکلا تو بے کل سا ہوگیا۔

"اوہ...... صبیح احمد تم مجھ سے ملے بغیر کیوں چلے گئے؟" آخری تان صبیح احمد پر ہی ٹوٹی وہ خود کو کوسنے لگا۔

❁......✿✿......❁

اس کا موڈ سخت آف تھا۔ نہ ناشتا کیا نہ ڈھنگ سے بات کی دفتر سے بھی لیٹ آیا۔ بس اپنا سامان الٹ پلٹ کرتا رہا ڈھیر کتابیں، فائلیں میز پر جمع ہوگئیں تھیں۔ جہاں آرا جانتی تھیں کہ وہ ہر صورت گھر سے جا کر رہے گا۔ مگر ان کا ارادہ اپنے لیے بھی مستحکم تھا کہ وہ تنہا اسی گھر میں رہیں گی۔ اب ایک بار بھی مخالفت کا اظہار نہیں کریں گی۔ جانے سے نہیں روکیں گی۔ بلکہ اسے بیوی بچے کے ساتھ جا کر رہنے کی اجازت دیں گی۔ مگر اس کی طرف سے بالکل الٹ ثابت ہوا۔ واضح الفاظ میں زیبا کے ساتھ جا کر رہنے کے لیے انکار کردیا تھا۔

"مجھے کسی کو ساتھ نہیں لے جانا۔" جوتوں کے تسمے باندھتے ہوئے بولا۔

"کسی سے کیا مطلب؟" جہاں آرا چونکیں۔

"اگر آپ میرے ساتھ جانے کو تیار نہیں تو میں تنہا جاؤں گا۔" وہ کچھ سنبھل کر بولا۔

"تو نہ جاؤ میرے ساتھ رہو۔"

"امی اچھی تبدیلی قبول کرنی چاہیے نئی گاڑی ہمارے گھر میں نہیں آسکتی پرانی عارض کی ہے اب مسلسل پرابلم کرتی ہے اور میرے آفس کی ضرورت ہے کہ میں پوش ایریے میں رہوں۔" وہ بولا۔

"پھر پرانی ماں بھی بدل لو۔" وہ برامان گئیں۔

"ماں...... ماں ہوتی ہے۔" اس نے محبت سے کہا۔

"ہنہ...... نہ ماں سے محبت رہی نہ بیوی کا خیال اور نہ اپنے بچے کا احساس۔"

"آپ ہیں نہ ان کا خیال مجھ سے زیادہ رکھنے والیں۔"

"میں تو رکھوں گی۔" انہوں نے بیڈ پر کھیلتے عبدالصمد کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہی تو مجبوری ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"کیا کہا؟"

"کچھ نہیں۔"

"زیبا تیار ہوجائے تو ساتھ لے کر جانا۔" انہوں نے تحکم سے کہا۔

"میں لیٹ ہورہا ہوں۔"

"تو ہوتے رہو، زیبا کو اس کی امی کے پاس چھوڑتے ہوئے جانا۔" وہ یہ کہہ کر عبدالصمد کو اٹھا کر کمرے سے چلی گئیں۔ وہ تلملا کر صوفے پر گر گیا آنکھیں موند لیں۔

کمرے میں آہٹ ہوئی تو دیکھا وہ الماری سے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گئی۔

"کیا مصیبت ہے اب یہ تیار ہوگی اور میں بیٹھا دیکھتا رہوں گا۔" وہ غصے میں بڑبڑایا۔ مگر خلاف توقع زیبا بڑی تیزی سے شاور لے کر چینج کرکے باہر آگئی گیلے بالوں کو تولیے سے خشک کرنے کے بعد لپ اسٹک لگائی کاجل کی

عید کے رنگ

ماہِ رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہم پر سایہ فگن ہوجاتا ہے۔ اس بابرکت مہینے کی آمد کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رجب وشعبان سے دعا مانگتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ "اگر میری اُمت کو پتا چل جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو وہ ہمیشہ یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو۔" سحر وافطار کی لذتیں، تسبیح وتہلیل، تراویح واعتکاف کی برکتیں، شب قدر کی رفعتیں اور نزول قرآن کی رحمتیں غرض نور و پاکیزگی کا یہ سماں صرف اسی ماہ سے عبارت ہے۔ رب تعالیٰ کی ان بیش بہا نعمتوں پر صائم النہار و قیام اللیل کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھیے گا جس کا ایک بہترین مصرف زکوٰۃ بھی ہے۔

ماہ صیام کی ان برکتوں سے فیض اٹھاتے ہوئے عید کی تیاریاں بھی زور وشور سے جاری رہتی ہیں۔ عید الفطر دراصل ماہ صیام کے روزوں سے حاصل ہونے والی فضیلتوں پر شکر خداوندی کا خاص دن ہے جب ہلالِ عید خوشیوں کی کرنیں بکھیرتا ہر نگاہ کا محور بن جاتا ہے۔ ہر طرف مبارک سلامت کی صدائیں گونجتی ہیں۔ چوڑیوں کی کھنک اور حنا کی مہک چاندرات کے فسوں خیز حسن کو مزید کیف عطا کردیتی ہے۔

خوشی کے ان لمحات میں آنچل نے اپنے قارئین کے لیے خصوصی سروے کا اہتمام کیا ہے۔ ان سوالات کے مختصر و دلچسپ جوابات جلد از جلد ارسال کریں تاکہ آنچل کے سنگ رمضان وعید کی خوشیوں میں آپ کو بھی شامل کیا جاسکے۔

- ❖ سحر وافطار کی ذمہ داری عموماً خواتین پر عائد ہوتی ہے آپ پر کون سی ذمہ داری ہے سحری بنانے کی یا افطاری تیار کرنے کی اور آپ یہ اہتمام کیسے کرتی ہیں؟
- ❖ رمضان المبارک کے پُرکیف لمحات میں آپ گھر کے معاملات و دیگر عبادات میں توازن کیسے رکھتی ہیں؟
- ❖ رمضان المبارک کی ایسی کوئی خاص عبادت جسے آپ اپنا معمول بناتی ہیں، قارئین کو بھی بتانا چاہیں؟
- ❖ عیدی لینے کا اپنا ہی مزہ ہے آپ کن کن لوگوں سے عیدی وصول کرنا اپنا حق سمجھتی ہیں؟
- ❖ چاندرات کے موقع پر گھر کے امور اور اپنی تیاریاں کیسے نمٹاتی ہیں؟
- ❖ عید کے دن کو خوش آمدید کیسے کہتی ہیں؟
- ❖ بچپن میں ملنے والے عید کارڈ سنبھال کر رکھے ہیں یا ردی کی نذر کردیے؟
- ❖ بچپن کی عید اور موجودہ عید میں آپ کو کیا فرق محسوس ہوتا ہے؟ نیز آپ کی پسند کون سی عید ہے؟

نوٹ:۔

جوابات ارسال کرنے کی آخری تاریخ ۱۰ جولائی ۲۰۱۵ء ہے اور آپ اپنے جوابات ای میل بھی کرسکتی ہیں۔ info@aanchal.com.pk پر

سلائی آنکھوں میں پھیری، فالسہ کلر کے کرتا شلوار پر سفید کڑھائی تھی۔ اسی مناسبت سے سفید موتی والے آویزے کانوں میں پہن کر گیلے بال برش کرنے لگی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے مسلسل دیکھ رہا تھا۔ وہ سچ مچ نکھری نکھری سی بہت حسین لگ رہی تھی اور اس کے دل میں یک دم سے ہلچل سی مچ گئی تھی۔ اس نے گیلے لمبے بال سلجھا کر پشت پر چھوڑ دیے اور پلٹی تو اس کی نگاہوں کی چوری پکڑی گئی۔ وہ لجا سی گئی۔ جبکہ وہ دوبارہ اپنی سرد مہری کی طرف لوٹ گیا۔

''اب اور کتنی دیر بناؤ سنگھار ہوگا۔''

''اسے بناؤ سنگھار کہتے ہیں کیا؟'' اس نے سینڈل پیروں میں پہنتے ہوئے کہا۔

''اور کرلو۔'' وہ جل کر بولا۔

''کاش...... کوئی سراہنے والا ہوتا تو......'' وہ بات مکمل کرتے کرتے رک گئی۔

''تو اسے ہی بلالو جس کو کبھی سج بن کر لبھاتی رہی ہو۔'' وہ کڑے طنز سے باز نہ آیا۔

''ایسا کچھ نہیں تھا۔'' وہ جل کر بولی۔

''تو کیسا تھا۔ سج بن کر ملتی ہوگی تب ہی تو وہ حد سے گزر گیا۔'' وہ طنزیہ مسکرا کر بولا۔

''صفدر پلیز بس کریں۔'' اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''کیوں؟''

''آپ جائیں مجھے نہیں جانا۔'' وہ رو دی۔

''یہی تو تمہارا منصوبہ ہے کہ کہیں نہیں جانا۔''

''میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ساتھ نہیں جانا۔''

''ٹھیک ہے پھر یہ تو یاد ہی ہوگا کہ سامان سمیت جانا ہے۔'' اس نے پھر او چھا وار کیا۔

''ہاں بس ایک بات یاد رکھیے گا۔'' وہ ہکلائی لہجے میں آنسو تھے۔

''کیسی بات؟'' وہ روبرو کھڑا ہوا۔

''کچھ ہو جائے مجھے یا عبدالصمد کو لوٹ کر کبھی نہیں آنا۔'' اس نے دل مضبوط کر کے وہ بات کہہ دی جس کو کہنے کے لیے شاید اس کا دل نہیں چاہتا تھا۔ یہ جملہ کہہ کر کٹے ہوئے درخت کی مانند صوفے پر گر گئی۔

''جاؤ گی تو ایسا کرو گی۔'' وہ یہ تیر چلا کر اپنا لیپ ٹاپ اٹھا کر چلتا بنا اور وہ اس سفاکی و بے حسی پر دھاڑیں مار مار کر رو دی۔ اپنا آپ جیسے اختیار سے باہر ہو گیا تھا۔

''اتنے کٹھور اور ظالم ہو تم، یہ جانتی تھی میں، پر یقین نہیں تھا۔ مجھ سے میرا گھر چھین کر تم بھی خوش نہیں رہ پاؤ گے۔ میں، میں مرتی مر جاؤں پر اب نہیں آؤں گی...... سن لو، تم ترسو گے تڑپو گے مگر میں نہیں آؤں گی۔ عبدالصمد کی جھلک بھی نہیں دکھلاؤں گی۔'' وہ بولتے بولتے پھر سسکیوں کے ساتھ رونے لگی سارا کاجل آنکھوں سے نکل کر رخساروں پر پھیل گیا تھا۔

❁......✪✪......❁

ننھی کی غیر متوقع آمد پر جہاں آرا کچھ متعجب ہوئیں۔ انہیں گمان بھی نہیں تھا کہ ننھی کو زیبا نے فون کر کے بلایا ہے کیا کرلے جائے۔ سامان زیادہ ہے بچہ ہے تنہا نہیں آسکتی سو ننھی آفس سے چھٹی لے کر اسے لینے آ گئی۔ جہاں آرا نے ننھی سے وجہ جان کر ندامت سے زیبا کو مخاطب کیا۔

''صفدر نے انکار کیا تھا تو مجھے کہا ہوتا، تم ہماری ذمہ داری ہو۔'' انہیں زیبا کا فون کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔

''خالہ جان! کیسی ذمہ داری، صفدر بھائی نے کبھی زیبا کو اپنی ذمہ داری سمجھا ہے کیا؟'' ننھی نے زیبا کی جگہ کہا۔

’’چھوڑیں امی، اب تو ننھی آ گئی ہے۔‘‘ زیبا نے سوٹ کیس میں کپڑے رکھتے ہوئے بات کاٹی۔
’’اتنا سامان؟‘‘ جہاں آرا کی نظر سوٹ کیس اور عبدالصمد کے بیگ تک جا کر پلٹی۔
’’جی ضروری سب سامان رکھا ہے۔‘‘ زیبا نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔
’’مگر دو تین روز کے لیے اتنا سامان؟‘‘
’’وہ..... وہ امی میں زیادہ دنوں کے لیے جا رہی ہوں۔‘‘
’’نہیں بھئی دو تین روز زیادہ سے زیادہ ہفتہ رہنا، ہمارا عبدالصمد کے بنا جی نہیں لگتا۔‘‘ جہاں آرا نے کہا۔
’’تو خالہ جان اب عادت بدل لیں۔‘‘ ننھی نے ٹکڑا لگایا۔
’’کیا مطلب؟‘‘ وہ بولیں۔
’’کچھ نہیں امی اس کا مطلب ہے چند دن کی تو بات ہے۔‘‘ زیبا نے ٹالا۔
’’زیبا تم سچ کیوں نہیں بتاتیں؟‘‘ ننھی نے کافی سنجیدگی سے کہا۔
’’کیسا سچ؟‘‘
’’ننھی تم پلیز چپ رہو۔‘‘
’’زیبا اب وقت آ گیا ہے خالہ جان کو پتا ہونا چاہیے کہ انہیں عادت بدلنی ہے۔‘‘ ننھی نے پھر کہا تو جہاں آرا چونک پڑیں۔
’’ارے بھئی صاف صاف کیوں نہیں بتاتی ہو؟‘‘
’’خالہ جان صاف بات یہ ہے کہ صفدر بھائی چاہتے ہی نہیں کہ زیبا یہاں رہے۔‘‘ ننھی نے آخر کو دل کی بات کہہ دی۔
’’ننھی! دراصل وہ نئے گھر شفٹ ہونے کا کہہ رہے ہیں۔‘‘ زیبا نے جہاں آرا کے چہرے پر پھیلتے تشویش کے سائے دیکھ کر بات کو پھر سے بدلا۔
’’وہ لاکھ کہتا رہے میں تو یہیں رہوں گی اور باقی رہ گئے اس کی بیوی بچہ تو یہ بے شک اس کے ساتھ جا کر رہیں۔‘‘
’’امی..... میں تو آپ کے ساتھ رہوں گی۔‘‘ زیبا نے ان کی تسلی کی خاطر کہا۔
’’تو پھر دل میں وہم نہ لاؤ دو چار دن رہ آؤ بس۔‘‘ جہاں آرا نے کہا۔ دراصل وہ چاہتی ہی نہیں تھیں کہ وہ اس سے زیادہ دیر دور رہے۔
’’جی بہتر.....‘‘ زیبا نے مردہ دلی سے کہا۔
’’میں ظہر کی نماز پڑھ لوں اب تم لوگ کھانا کھا کر جانا۔‘‘
’’جی اچھا، میں چپاتی پکاتی ہوں۔‘‘ اس نے جواب دیا وہ جونہی باہر گئیں تو ننھی نے غصے سے کہا۔
’’آخر کب تک تم صفدر بھائی کی سفاکی چھپاؤ گی کیوں نہیں بتایا انہیں؟‘‘
’’ذرا غور کرو، قابل رحم حالت ہے ان کی کیسے سچ بول دوں؟‘‘
’’بس پھر بے عزت ہوتی رہو۔‘‘
’’چلو جا کر کہہ دوں گی پھر صفدر خود اپنی امی کی صحت کے ذمہ دار ہوں گے۔‘‘ زیبا نے دھیرے سے کہا۔
’’بس میری تو عقل جواب دے گئی ہے۔‘‘
’’فی الحال تم عبدالصمد کا خیال رکھو میں کھانا لگوا کر آتی ہوں۔‘‘ زیبا نے کہا۔

’’اور پھر اسی وقت میں وہ ہٹلر صاحب آ جائیں گے۔‘‘
’’نہیں وہ لیٹ آتے ہیں ہم پہلے چلے جائیں گے۔‘‘
’’دل تو چاہتا ہے کہ کھری کھری سنا کر جاؤں۔‘‘
’’چھوڑو، جس گاؤں نہیں جانا وہاں کے کیا کوس گننا؟‘‘ زیبا اپنی نرم خو طبیعت کے ہاتھوں مجبور تھی۔ یا صلح پسندی کے تقاضے نبھا رہی تھی۔
’’اب جلدی کرو۔‘‘ ننھی نے کہا تو وہ باہر چلی گئی۔

❀.....✿✿.....❀

عموماً وہ دوپہر کے کھانے کے لیے گھر نہیں آتی تھی۔ مگر آج بوبی کے اصرار پر اسے آنا پڑا کیونکہ وعدے کے مطابق وہ اب تک زینت آپا کو اوکے کا سگنل نہیں دے پائی تھی۔ بوبی نے بڑی مشکل سے اتنا وقت گزارا تھا۔ گھر پہنچے تو زینت آپا ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں۔ کھانا تیار تھا۔ بوبی کو بھوک بھی بہت لگی تھی۔ کچن میں بھولی کھیرا چھیل رہی تھی سر ما آنکھوں میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا بالوں میں تیل تھا کپڑے بھی میلے تھے اسے ایک دم ہی غصہ آ گیا۔
’’یہ سلاد خود کھانا خبردار جو میز پر رکھی۔‘‘
’’کیا ہوا چھوٹے صاحب۔‘‘ وہ بھولپن سے بولی۔
’’بہت ڈھیٹ ہو کتنی بار منع کیا ہے کہ ایسا حلیہ نہ بنایا کرو۔‘‘ وہ چلایا شرمین اس کی آواز سن کر کچن میں آ گئی۔
’’کیا ہوا تم کچن میں کیوں آ گئے؟‘‘
’’شرمین، اس لڑکی کو یا انسان بناؤ یا نکالو یہاں سے۔‘‘ وہ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ شرمین کو حیرت تھی کہ وہ تو بہت خوش گوار موڈ میں آیا تھا۔
’’بھولی، کون سی زبان سمجھتی ہو؟‘‘
’’میں روز کام کر کے کپڑے بدلتی ہوں۔‘‘ وہ منمنائی۔
’’ٹھیک ہے لیکن کام کرتے ہوئے بھی تو کپڑے، ہاتھ سب صاف ستھرے ہونے چاہیے۔‘‘ شرمین نے کہا۔
’’آپ لوگ شام میں آتے ہو تو۔‘‘
’’اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم گندی بن کر رہو کتنی گندی بو ہے تیل کی کتنی مرتبہ منع کیا ہے، یہ بابا، حمیدہ اور خانساماں کہاں ہیں؟‘‘ اس نے خالی کچن دیکھ کر پوچھا۔
’’ماما جی بازار گئے ہیں حمیدہ خالہ نہیں آئیں۔‘‘ اس نے رونی صورت بنا کر کہا۔
’’اوہ..... کھانا تو تیار لگ رہا ہے۔‘‘
’’جی۔‘‘
’’چلو پھر لگواؤ۔‘‘
’’نہیں، چھوٹے صاحب ڈانٹیں گے۔‘‘
’’چلو جاؤ جا کر حلیہ تبدیل کرو، میں خود دیکھتی ہوں۔‘‘ شرمین نے اسے بھیج دیا خود کھانا نکالنا ہی چاہ رہی تھی کہ خانساماں نے آ کر اس کی مشکل آسان کر دی۔
’’بی بی آپ میز پر چلیں میں لاتا ہوں۔‘‘
’’ٹھیک ہے، پلیز سلاد اور بنا دیں بوبی صاحب یہ نہیں کھائیں گے۔‘‘ وہ کہتی ہوئی باہر آ گئی تو باہر ٹی وی لاؤنج

میں بوبی منہ پھلائے ریموٹ سے ٹی وی کے چینلز بدل رہا تھا۔
''کیا ہوا؟'' اس نے سرسری سے انداز میں پوچھا تو وہ پھٹ پڑا۔
''اگر فرصت مل گئی ہو تو ماما کو بتا دو۔''
''بتا دوں گی، ابھی جلدی کیا ہے؟'' اس نے چھیڑا۔
''تمہیں جلدی نہیں۔'' وہ حیرت سے بولا۔
''بوبی، ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔''
''ہوتا ہوگا، پر یہ کام سب سے ضروری ہے۔''
''بوبی اپنا مزاج بدلو پلیز۔'' شرمین یہ کہتی ہوئی زینت آپا کے پاس جانا چاہتی تھی کہ وہ سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔
''شرمین تم انڈر اسٹینڈ ہی نہیں کرتیں کہ میرے لیے نہ صرف تم خاص ہو تم سے جڑی یہ خوشی بھی میرے لیے بہت خاص ہے چلو میرے ساتھ ابھی ماما کو کہو۔'' وہ ایک دم ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچتا ہوا لے گیا۔
شرمین کو اس کی بے تابی پر ہلکی سی مسرت ہوئی مگر زینت آپا اسے دیکھ کر استفہامیہ نظروں سے پوچھ رہی تھیں کہ کیا بات ہے؟
''آپ کی نگاہوں کا سوال یہی ہے کہ میں کیا کہنے آئی ہوں؟''
''شرمین! تمہارے اتنے احسانات ہیں کہ میں تو کچھ پوچھنے اور کہنے کی گنجائش ہی نہیں سمجھتی۔'' شرمین نے ان کو مسکراتی نظروں سے دیکھا اور کہا۔
''آج جو بات کہنے آئی ہوں اس کو احسان نہیں سمجھیے گا میرا احساس تشکر جان کر قبول کر لیجیے گا۔''
''شرمین بوبی کے حوالے سے کسی بھی فیصلے کے زیر بار نہ ہونا۔''
''ایسا کچھ نہیں ہے میری ذات بوبی کے جذبوں کے سامنے چھوٹی پڑ گئی ہے اس کے لیے مثبت سوچنا میرا اپنا فیصلہ ہے آپ کی وجہ سے نہیں۔''
''مطلب......؟'' زینت آپا نے کہا۔
''زینت آپا بوبی کی بات میں نے مان لی ہے۔'' اس نے مختصراً کہا اور نظریں جھکا لیں۔
''ادھر میری طرف دیکھو؟'' انہوں نے اس کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا تو اس کی آنکھوں میں اترا ساون شور مچاتا باہر آ گیا۔ وہ پریشان ہو گئیں۔
''شرمین! بوبی کو مت دیکھو تم آزاد ہو، کوئی رشتہ پرانا ہے تو اس کو نظر انداز مت کرو۔''
''چھوڑیں پرانے رشتوں کو وہ حنوط شدہ ہیں۔'' اس نے دل کڑا کر کے توانا لہجے میں کہا۔
''پھر تم خوش کیوں نہیں ہو؟''
''زینت آپا! میں ناخوش نہیں ہوں۔''
''ناخوش اور خوش میں فرق ہوتا ہے۔''
''خوشی کیا ہوتی ہے؟'' اس نے الٹا سوال داغا۔
''تمہارے لہجے میں کھنک ہوتی تمہارے رخسار گلابی پڑ جاتے، خوشی ملنے کا احساس تمہیں کھلا دیتا۔'' زینت آپا کی تجربہ کار نگاہوں کو جانچنے کا قرینہ تھا۔
''زینت آپا! یہ خوشی بھی کتنی عجیب شے ہے ملتی ہے تو آنسوؤں کے ساتھ نہ ملے تو قہقہوں کا انتظار اس کا

فریب کھاؤ تو نادان، اس کو دھوکہ دو تو بدنام، نادان کو اپنا ضمیر مارتا ہے اور بدنام کو زمانہ سنسار کرتا ہے کیا بہتر نہیں کہ انسان غم کی پائیدار رفاقت قبول کر لے یقیناً یہی بہتر فیصلہ ہے۔'' شرمین نے دھیرے دھیرے بات مکمل کی زینت آپا بے کل سی ہو کر بولیں۔
''نہیں، یہ بہتر فیصلہ نہیں کیونکہ اسے مجبوری کہتے ہیں تم مجبور نہیں ہو۔''
''اور مجبوری کسے کہتے ہیں کہ کوئی راستہ نہیں۔'' وہ کرب سے مسکرائی۔
''شرمین! میں خود غرض بن کر قطعاً یہ نہیں کہوں گی کہ تم بوبی یا میری وجہ سے قربانی دو اگر تمہیں لگتا ہے کہ عارض یا صبیح احمد میں سے کوئی لوٹ سکتا ہے تو راستہ کھلا رکھو۔'' زینت نے بڑی اپنائیت سے کہا۔
''ہونہہ، عارض یا صبیح احمد جنہوں نے محبت کے نام پر میری زندگی مذاق بنا دی۔ وہ کس منہ سے اور کیونکر لوٹ سکتے ہیں؟'' اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔
''صبیح احمد کو چھوڑ دو عارض سے تو رابطہ بحال ہو سکتا ہے۔ اس کی غلط فہمی دور ہو سکتی ہے۔''
''زینت آپا عارض کی غلط فہمی اب کوئی دور نہیں کر سکتا۔''
''پھر بھی شرمین۔''
''آپا کیا آپ کو میرا فیصلہ پسند و قبول نہیں۔'' اس نے ان کی بات کاٹ کر کہا۔
''ارے نہیں میری جان یہ تو میرے لیے بہت بڑا خوشی کا فیصلہ ہے میرا بوبی تم سے بے پناہ محبت کرتا ہے اس کو تم مل جاؤ تو اور کیا چاہیے؟'' زینت آپا نے اسے بانہوں میں بھر کے پیار کرتے ہوئے کہا۔
''تو آپ یہ خوشی جی بھر کر منائیے۔'' اس نے بہت اپنائیت سے کہا تو زینت آپا سو جان سے اس پر فدا ہو گئیں۔ اپنے ہاتھ سے جڑاؤ کنگن اتار کر اس کی کلائی میں پہنا دیا اور اس کی پیشانی چوم لی۔
''تم خوش ہو نا۔'' انہوں نے پھر پوچھا۔
''جی......'' وہ دھیرے سے کہہ کر باہر آ گئی۔

❁......✿✿......❁

''او مائی ڈیئر شرمین آئی لو یو سو...... سو مچ۔'' اس کے باہر نکلتے ہی بوبی اس کی کمر کے گرد بازو ڈال کر جھوم اٹھا۔ شرمین اس اچانک عمل کے لیے تیار نہیں تھی وہ شاید زینت آپا کے کمرے کے باہر کھڑا اس کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔
''بوبی...... بوبی پلیز ہوش کے ناخن لو چھوڑو مجھے۔'' بھولی اس طرف آ رہی تھی شرمین نے بمشکل خود کو آزاد کرایا۔
''میری جان تمہیں کیسے بتاؤں کہ اس وقت میں کتنا خوش ہوں؟'' وہ عالم شوق میں بولا۔
''خوشی کا یہ اظہار مناسب نہیں۔''
''میرا تو دل چاہ رہا ہے کہ نجانے کیا کچھ کر ڈالوں؟''
''کچھ نہ کرو فی الحال کھانا کھاؤ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔'' شرمین نے کہا۔
''ارے چھوڑو کھانا دانا میرا دل قابو میں نہیں ہے۔''
''بوبی! بچپنا چھوڑ دو آؤ۔''
''اب ہم منگیتر ہیں بچپنا کیسا؟''
''تو ڈھول گلے میں ڈال کر پیٹو۔''

"شرمین پلیز آؤ باہر چلیں لنچ بھی کریں گے۔" وہ پیار سے بولا۔
"ہرگز نہیں، مجھے گھر میں زینت آپا کے ساتھ کھانا ہے آپ جہاں مرضی جاؤ۔" اس نے صاف انکار کیا تو وہ اڑ گیا۔
"تمہیں چلنا ہوگا یہ میری خوشی ہے۔"
"تمہاری ایک احمقانہ بات مان لی ہے نا اب مزید پریشان نہ کرو۔" اس کا اشارہ ہاں کہہ دینے کی طرف تھا۔
"میں تم سے بے پناہ پیار کرتا ہوں تم اسے احمقانہ بات کہہ رہی ہو؟"
"تو اور کیا کہوں۔ تم میں اور بھولی میں کیا فرق ہے، بولو۔"
"تمہارے ساتھ باہر جانا بری بات ہے کیا؟"
"میں نہیں جاؤں گی اب مزید کچھ نہ کہنا۔" وہ بولی۔
"تھوڑی دیر کے لیے پلیز۔" وہ منت پر اتر آیا۔
"بھولی جاؤ بیگم صاحبہ کو کھانے کے لیے بلاؤ۔" اس نے باتیں سننے کی کوشش میں مصروف بھولی کو کہا۔
"میرے جذبات کا ذرا پاس نہیں۔" وہ منہ پھلا کر وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔
"دیکھو مجھے مجھو خالی پیار سے ہمارا نیا رشتہ مضبوط نہیں ہو سکتا مجھے کچھ چیزیں پسند نہیں، میرا اپنا مزاج ہے اپنے سے چھوٹے کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ اپنے ساتھ طویل جنگ کے بعد کیا ہے۔" وہ بہت سنجیدگی کے ساتھ کہہ کر ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گئی وہ ہونق سا اسے جاتا دیکھتا رہا۔
بھولی واپس آئی تو پوچھ بیٹھی۔
"آپ بھی کھانا کھائیں گے۔"
"نہیں، زہر کھاؤں گا۔" وہ کھا جانے کو دوڑا۔
"ہائے نہیں، ابھی تو آپ کی شادی ہونی ہے۔" وہ ہنسی۔
"خاک ہونی ہے۔" وہ بڑبڑایا۔
"شرمین باجی تو بہت اچھی ہیں۔" بھولی نے اپنی دانست میں اطلاع دی۔
"جانتا ہوں مگر بہت ضدی ہیں۔"
"میں آپ کی شادی پر خوب ناچوں گی۔" وہ بھولپن سے بولی تو بوبی کو اس کی معصومانہ سی خواہش پر بے اختیار ہنسی آگئی۔
"اچھا۔"
"ہنہہ۔"
"رہنے دو تمہاری شرمین باجی کو یہ بھی اچھا نہیں لگے گا۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔
"وہ بڑی باجی ہیں نا۔" بے اختیار ہی اس کے منہ سے نکلا۔
"بھولی جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔" زینت آپا نے اس کا جملہ آتے ہوئے سنا تو غصے سے کہا، وہ بھاگ گئی تو وہ بوبی سے مخاطب ہوئیں۔
"آپ کو زیب دیتا ہے گھر کی ملازمہ سے اتنی ذاتی گفتگو کرو۔"
"تو کس سے کروں؟"
"اس کا مطلب آپ کا کوئی اسٹینڈرڈ نہیں۔"

"شرمین کو اتنا کہا کہ باہر چلے مگر وہ......"
"بوبی اب یہ بے وقوفی چھوڑ دو ابھی اس نے اقرار کیا ہے اور تم اسے تنگ کرنے لگے۔" دبے لفظوں میں انہوں نے ہوشیار کیا۔
"ماما...... سیلیبریشن تو بنتی ہے نا۔"
"ہزار طریقے ہیں چلو اب فضول تکرار چھوڑو، چل کر کھانا کھاؤ۔" وہ سختی سے کہہ کر آگے بڑھ گئیں تو اسے بھی پیچھے آنا پڑا۔

❀......✿✿......❀

جہاں آرا کے کہنے پر اس نے سامان کم کر کے صرف ایک بیگ بنالیا عبدالصمد کو تیار کر کے جہاں آرا بیگم کو دیا نبھی بھی وہیں ان کے کمرے میں تھی۔ وہ سفید اور ہلکا آسمانی سوٹ نکال کر واش روم میں گھس گئی۔ کچھ دیر بعد باہر آئی تو صفدر آچکا تھا کچھ تھکا تھکا سا آ کر اتر چھا بیڈ پر دراز تھا۔
"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔" اس نے پوچھا۔
"تمہارے جانے کے بعد بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔" اس نے تلخ سا جواب دیا۔
"اچھا ہے میں کب چاہتی ہوں کہ آپ ٹھیک نہ ہوں۔" اپنے بالوں کی چٹیا بناتے ہوئے وہ دھیرے سے بولی۔
"میں نے آپ کی امی کو فی الحال نہیں بتایا۔" وہ بولی تو وہ اٹھ بیٹھا۔ اس کو دیکھا وہ معصوم پاکیزہ سی اپنے خشک لبوں پر لپ اسٹک کی تہہ جما رہی تھی اسے دیکھنا بہت اچھا لگا۔
"کیا سوچنے لگے؟" شیشے میں اس کی محویت دیکھ کر بولی تو وہ ٹھٹکا۔
"بتا دو کہ تم جا رہی ہو۔"
"ہاں لیکن ایک شرط پر۔" وہ پلٹی۔
"کہ......"
"کہ میں اور میرا بیٹا اب کبھی نہیں آئیں گے۔" اس نے دل کڑا کر کے کہا تو پہلی بار اسے بھی ہلکا سا دھچکا لگا۔
"مطلب۔"
"یہی کہ مجھے آپ سے طلاق چاہیے۔" وہ برجستہ کہہ گئی۔
"اگر نہ دوں تو۔"
"بے کار بحث کا وقت گزر گیا۔"
"اس کے لیے تو تم جا کر سوچنا۔" وہ طنزیہ بولا۔
"اپنی زندگی کا یہ باب ختم کر کے جا رہی ہوں۔"
"ٹھیک ہے۔"
"میرا کچھ سامان بعد میں بھجوا دیجیے گا۔"
"کیوں؟"
"آپ کی امی نے منع کیا تو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔"
"میں تمہارا نوکر نہیں ہوں۔"
"ٹھیک ہے پھر میں خود منگوا لوں گی۔"

"ہاہاہا کتنی چالاک ہو تم' جاتی ہو اور پھر سامان کے بہانے آنا چاہتی ہو۔" وہ ہنسا اور پھر بولا۔

"آپ کی بھول ہے آپ نے جو میرے ساتھ کیا اس کے بعد یہاں رہنا سراسر ذلت ہے۔" اس نے دراز کھولی اس میں سے اپنی جیولری نکالی کچھ عبدالصمد کی دوائیوں کے نسخے دیگر کاغذات اور اپنا سیل فون سب اکٹھے کیے فون پرس میں رکھا اور باقی سب اشیا اسی بیگ میں رکھ لیں۔

"سنو، نکاح نامہ بھی لے جاؤ۔" اس نے طنزیہ کہا۔

"ٹھیک ہے دے دیجیے۔"

"رکو، دیتا ہوں۔" وہ تیزی سے اٹھ کر اپنی الماری کی درازوں میں ٹٹولنے لگا لیکن نہیں ملا کچھ کہنے کو پلٹا تو جہاں آرا وہیں آ گئیں۔

"صفدر جاؤ تم انہیں چھوڑ آؤ عبدالصمد سو گیا ہے رکشے میں پریشان ہوگا۔" انہوں نے بات کا رخ ہی بدل دیا۔

"جی بہتر۔" وہ ان سے الجھا نہیں۔

"پہلے نکاح نامہ دے دیجیے۔" زیبا کو بھی غصہ آ گیا جان بوجھ کر جہاں آرا کے سامنے کہا۔

"نکاح نامہ؟" جہاں آرا نے تعجب سے دونوں کی طرف دیکھا۔

"وہ..... نکاح نامہ مل نہیں رہا۔" وہ ٹپٹا گیا۔

"اس وقت اس کی کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"ویسے ہی اس کے ساتھ ضروری کاغذات تھے۔" وہ بہانہ بنا کر الماری بند کر کے ان کے سامنے آ گیا۔

"چلو بھئی اب جاؤ ننھی کو دیر ہو رہی ہے۔" جہاں آرا یہ کہہ کر چلی گئیں تو وہ پنجے جھاڑ کر اس پر حملہ آور ہوا۔

"بہت ہوشیار ہو مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہیں تو ہزار ہا طریقے آتے ہیں میری ماں کو بے وقوف بنانے کے۔ تمہاری معصوم شکل دیکھو تو یقین نہیں آتا کہ تم اتنی چالاک ہو سکتی ہو، مجھے پھنسانے کے سب گر آتے ہیں مگر اب واپسی نہیں۔"

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے اسے گھر نہیں جہنم بنا کر رکھا ہے آپ نے۔"

"ظاہر ہے تمہارے منصوبے تو اور ہوں گے مگر یہ مت بھولو کہ تمہارے متعفن وجود کو اس جہنم میں ہی پناہ ملی ہے۔"

"بس کر دیں پلیز۔" وہ رو دی۔

"ہنہہ۔" وہ ہنکارتا ہوا باہر نکل گیا اور ہتک کے باعث اس کی آنکھوں کے کٹورے چھلک پڑے "کیسا ستمگر ہے نہ جینے دیتا ہے نہ مرنے۔" وہ سوچ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

❁.....✿✿.....❁

خاموش نگاہوں سے وہ گاڑی چلاتے ہوئے کئی بار بیک ویو مرر میں اس کا آنسوؤں سے دھلا چہرہ دیکھ چکا تھا عبدالصمد اس کی گود میں سویا ہوا تھا وہ باہر دیکھ رہی تھی خالی خالی نظروں کے ساتھ، جس کے پاس اب کچھ نہیں بچا تھا گھر کے نام پر جو گھر اس کو ملا تھا آج وہ چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے جا رہی تھی۔ اپنے دامن میں صرف اور صرف اپنے پیارے عبدالصمد کو لے کر جو اب اس کی کل کائنات تھا بہت تکلیف دہ مرحلہ تھا جب مختصر سامان کے ساتھ پوری کی پوری زندگی لے کر وہ جہاں آرا کو خدا حافظ کہہ کر نکلی تھی ان سے جھوٹ بول کر غلط بیانی کر کے مگر یہ سب اس نے مجبوری کے تحت کیا تھا بے حد اور بے حساب توہین کے بعد کیا تھا شریک سفر نے ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دیا تھا وہ کیسے انہیں بتاتی کہ کس قدر بے آبرو ہو کر جا رہی ہے کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔

"سب چابیاں تکیے کے نیچے رکھی ہیں۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"امی کو بتانا تھا بلکہ ان کے گھر کی چابیاں انہیں ہی دے کر آئی تھیں۔" وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا تو اس کی روح تک بلبلا اٹھی شدت دکھ سے اس کی آنکھیں پھر بھر آئیں۔

"مجھے معلوم ہے میرا کوئی گھر نہیں تھا میں مسافر خانے میں تھی۔"

"ہنہ شکر کرو مسافر خانے میں کوئی لٹیرا نہیں تھا۔" اس نے دبی آواز میں مزید طنز کیا۔

"لٹیرے لٹیرے میں بھی تو فرق ہوتا ہے۔"

"اسی لیے لوٹ کر جا رہی ہو۔" وہ ذومعنی نظروں سے گھور کر بولا۔

"کیا مطلب؟"

"چھوڑو، گھر آ گیا ہے تمہارا۔" اس نے گاڑی بالکل ان کے دروازے کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تو اس نے گردن گھما کر باہر دیکھا دروازہ کھولا اور شکست خوردہ سی باہر نکل گئی ننھی پچھلی سیٹ سے سامان اٹھا کر باہر نکلی وہ دیکھتا رہا ننھی کچھ سوچ کر اس کی طرف گئی کھڑکی پر جھک کر بولی۔

"صفدر بھائی! رشتہ تو ٹوٹ ہی گیا شاید مگر بھرم ٹوٹنے میں تو کچھ وقت لگتا ہے۔ زیبا کی امی سے اخلاقاً ہی مل لیں۔"

وہ شرمندہ سا انگوٹھے کا ناخن چباتا رہا' پھر کچھ سوچ کر باہر نکلا' بیگ اٹھایا گھر کے اندر داخل ہوا۔ زیبا اور ننھی پیچھے پیچھے تھیں۔ حاجرہ بیگم انہیں دیکھ کر باغ باغ ہو گئیں۔

"السلام علیکم۔" صفدر نے پہل کی۔

"وعلیکم السلام..... جیتے رہو۔" حاجرہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر زیبا کو گلے لگا کر ماتھا چوما۔

"خالہ، پہلے اپنے خاص مہمان سے تو ملیں۔" ننھی نے عبدالصمد کی طرف اشارہ کیا تو حاجرہ کھل اٹھیں۔

"ارے ہاں لاؤ میرے جگر گوشے کو تو مجھے دو۔"

"خالہ! مجھے اجازت دیجیے۔" صفدر نے جلدی سے دانستہ بچے پر سے نظریں ہٹائیں۔

"ارے واہ، بیٹا ایسا کیسے ہو سکتا ہے میں نے کھانا تیار کیا ہے۔" حاجرہ نے کہا۔

"نہیں، کھانا تو ہم کھا کر آئے ہیں شام کے چار بج رہے ہیں۔"

"بیٹھو، چائے تو ہمارے ساتھ پیو۔" انہوں نے کہا تو ننھی کچن کی طرف چلی گئی وہ مجبوراً بیٹھ گیا۔

"زیبا کو بچے کو سنبھالو میں آتی ہوں۔" حاجرہ بھی شاید ننھی کی مدد کے لیے باورچی خانے کی طرف چلی گئیں۔

"شکریہ۔" زیبا نے اسے کہا۔

"کس بات کا؟"

"آپ نے امی کو سلام کیا۔"

"بعد میں نہیں آؤں گا تو فرق بھی تمہیں ہی پڑے گا۔"

"بعد کی اللہ جانے جو سر پر پڑتا ہے اسے برداشت کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"یہ تو ہے۔" اس نے گہری بات کی۔

"تاہم آپ کا شکریہ کہ آپ نے اتنے عرصہ مجھے برداشت کیا۔"

"میری مجبوری تھی مگر تم نے تو اپنی ضد پوری کی بچہ پیدا کر کے رہیں اب اسے پالتی رہنا۔"

"میری خوش قسمتی ہے یہ بس۔"

"نہ آزادی ملے گی اور نہ نام۔"

''یہ ڈھونس ہے۔''
''ضد ہے۔'' وہ بولا وہ کچھ کہتی کہ نتھی چائے کی ٹرے اٹھائے اسی طرف آرہی تھی لہٰذا وہ چپ ہی رہی۔

❁......✿✿......❁

وہ میل چیک کررہا تھا۔
ریسپشن سے کال آئی اس نے ریسیو کی۔
''سر پاکستان سے کال ہے۔''
''جی......'' اس نے او کے کا سگنل دیا۔
''عارض تم کسی بڑی مصیبت میں پڑ جاؤ گے اس سے پہلے فوراً آجاؤ۔'' آغا جی کی بھاری تحکمانہ آواز میں بہت سنجیدگی تھی۔
''بابا کیا ہوا؟'' وہ دانستہ انجان بن گیا۔
''انجان مت بنو وہ لڑکی جھوٹ فراڈ نکلی نا۔''
''تو...... میرا کیا لینا دینا؟''
''بیٹا آپ امریکا میں بیٹھے ہو' پولیس انوالو ہے' وہ ضرور پوچھ گچھ کریں گے' کیوں اپنے اور میرے دشمن بنے رہے ہو؟''
''آپ کے خوف اور خدشے پر مجھے حیرت ہے۔''
''وہ لڑکی شادی شدہ نکلی شوہر نے تشدد کیا' وہ پولیس کو کوئی بھی اسٹیٹ منٹ دے سکتی ہے' یار فضول چکر سے نکل آؤ۔''
''بابا وہ کیوں ایسا کرے گی؟''
''مجھے نہیں معلوم میں نے معید صاحب کو کہہ دیا ہے کہ فوراً ہی تمہیں روانہ کریں۔''
''بابا میں خود بھی آہی رہا ہوں۔''
''ڈیئر سن! میں بہت پریشان ہوگیا ہوں اس لڑکی نے تم سے جھوٹ کیوں بولا؟'' آغا جی سچ مچ بہت فکر مند ہورہے تھے۔
''ملے گی تو پوچھوں گا۔''
''کوئی ضرورت نہیں۔''
''اس کا شوہر اچھا نہیں ہے اسی لیے وہ شاید......''
''جھوٹ بولتی پھرتی ہے۔'' آغا جی نے اس کا جملہ کاٹا۔
''بابا اس کی مجبوری ہوگی میں کون سا اس میں انوالو ہوں۔''
''یہ تو آپ کہہ رہے ہو؟''
''اچھا آپ فکر نہ کریں بس میں آرہا ہوں۔''
''میں شرمین کو بتادوں؟''
''شرمین آپ کو اب تک یاد ہے۔'' وہ ایک دم دکھی ہوکر بولا۔
''ہاں۔''

"نہیں اس کا اب کوئی امکان نہیں۔"
"اچھا خیر آؤ گے تو بات ہوگی۔"
"ہنہہ۔"
"عارض ٹیک کیئر پھر کہہ رہا ہوں احتیاط کرنا۔"
"بابا پلیز میں دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں۔" وہ چڑا۔
"فی امان اللہ۔" انہوں نے کہہ کر لائن آف کردی۔
"کیا مصیبت ہے ہر بات بابا کو بتادی جاتی ہے۔" وہ غصے سے بڑبڑایا اور سر تھام کر رہ گیا۔ پھر منیجر صاحب کو انٹرکام پر کھری کھری سنائیں۔
وہ چپ چاپ سنتے رہے۔ شاید یہی ان کی آغا صاحب سے وفاداری کا تقاضا تھا یا پھر امریکہ میں رہنے کی وجہ سے وہاں کے قاعدے قانون سے اچھی طرح واقف تھے سو اس لیے زیادہ متفکر تھے۔ عارض ان کے نزدیک ناتجربہ کار تھا یہاں رہنے سے اتنی جلدی کچھ جان نہیں سکا تھا اس کی مکمل حفاظت معید صاحب کی پہلی ذمہ داری تھی جسے وہ بحسن طریقے سے نبھارہے تھے۔

❁......✿✿......❁

اس کے کندھوں میں بہت کھنچاؤ تھا۔
کیمسٹ سے جیل لے کر معید صاحب اسے اپارٹمنٹ چھوڑنے آئے اس کی کل دن کی فلائٹ تھی لہٰذا وہ گاڑی ساتھ لے کر جاتے مگر آغا صاحب کا بچہ بالکل ان دونوں کی نظروں کے عین سامنے موجود تھا۔ شدید سردی میں زخمی، سنجنا تھرتھر کانپ رہی تھی۔ دروازے سے چپکی اس کی منتظر تھی۔ معید صاحب نے گاڑی ریورس کرکے یہاں سے پلٹنا چاہا مگر عارض نے ان کا کندھا دبا کر منع کیا۔
"سر مشکل میں پڑ جائیں گے۔ کل آپ کی فلائٹ ہے۔ یہ لڑکی مسائل کھڑے کردے گی۔" معید صاحب جذباتی ہوگئے۔
"بات تو کرنے دیں اسے شرمندہ تو کرنا ہے۔" عارض نے اصرار کیا۔
"آپ کی مرضی۔" معید صاحب نے ہتھیار پھینک دیے۔
"آپ جائیں بے فکر ہوکر۔" اس نے انہیں بھیج دیا۔
"اگر کوئی کام ہو تو فون کردیجیے گا۔" معید صاحب یہ کہہ کر گاڑی نکال لے گئے وہ چل کر دروازے تک پہنچا چابی سے دروازے کا لاک کھولا اور وہ جلدی سے اس کے ساتھ ہی اندر داخل ہوگئی۔
"کوئی اور جھوٹ رہ گیا تھا کیا؟" اس نے بنا اس کی طرف دیکھے اطمینان سے کہا۔
"پلیز مجھے پہلے گرم چائے یا کافی دو۔" اس کی حالت خاصی خراب ہورہی تھی۔
"کیوں، یہ کیفے یا کافی شاپ ہے؟" وہ انتہائی تلخ ہوگیا۔
"عارض آپ غلط سوچ رہے ہیں۔"
"مجھے غلط اور صحیح کچھ نہیں سوچنا آپ جاسکتی ہیں۔" اس نے بہت تلخی سے کہا۔
"وہ...... میں مجبور تھی میری حالت دیکھو، اشوک نے مجھے کتنا مارا ہے؟" وہ روتے ہوئے بتانے لگی۔
"مجھے کیوں بتارہی ہو؟" وہ چڑ کر بولا۔

"کیونکہ تم کو بتانا ضروری ہے میرا مطلب تمہیں ناراض کرنا نہیں تھا۔"
"تمہارا جو بھی مطلب تھا مجھے کچھ نہیں لینا دینا۔ میں تمہیں جانتا ہی نہیں۔"
"میں نے اشوک سے محبت کی شادی کی۔ اپنا گھر بار چھوڑا یہاں آئی مگر اشوک نے مجھے کھود (خود) کی جگہ کمانے کا ذریعہ بنالیا وہ شراب پیتا ہے کلبوں میں ناچتا ہے۔" وہ سانس لینے کو رکی۔
"مجھے کیوں سنارہی ہو، چلی جاؤ یہاں سے پلیز۔" وہ پیشانی پر ہزار ہا سلوٹیں ڈال کر بولا۔
"مجھے پناہ چاہیے میں اسپتال سے بھاگ کر آئی ہوں۔"
"مس سنجنا فار گاڈ سیک میرے لیے پرابلمز کری ایٹ نہ کرو میں کیا کرسکتا ہوں۔"
"مجھے اپنے ساتھ رہنے دو۔"
"اپنے ساتھ؟" اس کو جھٹکا سا لگا۔
"میں اب اشوک کی پتنی (بیوی) نہیں ہوں۔"
"اوگاڈ، یہ نئی کہانی ہے اب۔" اس نے چلا کر کہا۔
"مجھ سے ہمدردی تو کرسکتے ہو مجھے کسی پر وشواس نہیں میں ساری عمر تمہارے قدموں میں گزار دوں گی داسی بن کر مجھے محبت کے نام پر جو گنوانا پڑا ہے اس کا انجام یہی ہے کہ بھارت گئی تو میرا خون کردیں گے۔" وہ رونے لگی۔
"تو...... تو میں کیا کروں۔"
"مجھے پناہ دے دو۔"
"میں جارہا ہوں یہاں کوئی نہیں ہوگا، اب تم جاؤ۔"
"کہاں؟"
"کہیں بھی اپنے گھر۔"
"کوئی گھر نہیں ہے اشوک مجھے مار ڈالے گا۔"
"اف تو میں کیا کروں؟"
"رات تو رہنے دو پلیز۔"
"پولیس یہاں آئے گی اور میں کسی مصیبت میں پڑنا نہیں چاہتا۔"
"ٹھیک ہے تو میں چلی جاتی ہوں۔"
"سمجھنے کی کوشش کرو اخبارات تمہاری کہانی سنارہے ہیں میرا تم سے کوئی تعلق نہیں تو اس قصے سے مجھے دور رکھو۔"
"اگر مجھے اشوک نے ماردیا تو۔"
"اشوک اگر تمہارا شوہر نہیں ہے تو پھر کیوں مارے گا؟"
"وہ جانتا ہے کہ میں یہاں اس کی آمدنی کا ذریعہ ہوں میرے پاس واپسی کا راستہ نہیں۔"
"دیکھو تم سچ سچ پولیس آفیسرز کو بتادو، پھر تمہیں اشوک کچھ نہیں کہہ سکے گا۔"
"تم اشوک کو نہیں جانتے۔"
"اوہ...... بھاڑ میں جاؤ تم اور اشوک، پلیز جاؤ یہاں سے۔" وہ شدید غصے میں چلا اٹھا۔
"ٹھیک ہے تمہیں میری محبت کی قدر نہیں، میں تو یہ جانتی تھی کہ محبت میں دین دھرم، خطے اور ملک کوئی اہمیت نہیں رکھتے میں پاکستان جانا چاہتی تھی۔" اس نے روتے روتے نیا انکشاف کیا تو وہ حیرت کے سمندر میں غوطے کھانے لگا۔

''محبت...... پاکستان۔''
''ہاں۔''اس نے دوبارہ اثبات میں گردن ہلائی۔
''تو جاؤ، پاکستان میں نے کب روکا ہے، لوگ آتے جاتے ہیں۔''
''تو لے چلو مجھے اپنے ساتھ۔''
''وہاٹ۔''
''ہاں نا، عارض پلیز مجھے دھرم چھوڑنے کو کہو گے تو میں چھوڑ دوں گی۔''
''اپنا کام کرو میرا دماغ خراب ہے کیا؟''
''عارض میں تمہارے سنگ جینا چاہتی ہوں۔''وہ اس کی کلائی تھام کر بولی۔ تو وہ پتھر کا بن گیا۔
''دماغ چل گیا ہے تمہارا' کس قدر بے باک ہو چھوڑا میرا بازو۔''وہ بری طرح جھڑکتے ہوئے اپنا بازو چھڑانے لگا۔
''عارض مجھے محبت چاہیے پلیز۔''وہ بلکنے لگی۔
''جاؤ اپنی راہ لو تمہارا میرا کیا تعلق ہے؟''
''محبت کا سمبندھ ہے۔''
''میں نے کب کہا، بولو خود گلے پڑ گئی ہو۔''
''محبت خود محسوس کر لیتی ہے محبت کی گنجائش کو۔''
''اومس، کوئی گنجائش نہیں ہے میرے ہاں' تمہارے پیچھے پولیس یہاں تک پہنچنے والی ہے۔''اس نے فاصلے پر کھڑے ہو کر کورا سا جواب دیا۔
''مطلب مجھے محبت نہیں ملے گی' تم میری محبت کو سویکار نہیں کرو گے۔''
''ہاں ہرگز نہیں۔''
''تو پھر یہ طے ہے کہ تم سویکار کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ میں زندہ رہی تو صبح ملاقات ہوگی۔''وہ یہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھی۔
''رکو، یہ ساتھ لے جاؤ۔''اس نے انسانی ہمدردی کے تحت اپنی شارٹ باڈی جیکٹ اٹھا کر اس کی طرف بڑھائی کیونکہ وہ صرف اسپتال کے کپڑوں میں آئی تھی۔ باہر بہت سردی تھی۔
''شاید یہی میری کامیابی ہے۔''وہ جیکٹ پہنتے ہوئے بولی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی دروازہ کھلتے ہی سرد ہوا کا جھونکا اندر آیا تو وہ دروازہ بند کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

❁......✿✿......❁

بوبی کی ضد اور تکرار کے سامنے زینت اور شرمین نے تھک ہار کر شکست تسلیم کر لی اور منگنی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شرمین تو تھی ہی سادگی پسند اس کو تیاریوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر بوبی نے ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا اس کو اور کوئی نہ ملتا تو بھولی تو تھی نا' اس کے ساتھ الٹے سیدھے پروگرام بنانے لگا۔ یوں کریں گے یہ کریں گے۔ زینت آپا مسکرا کر دیکھتیں پھر خاموش ہو جاتیں شرمین نے ان کو سمجھایا۔
''آپا آپ بھی کمال کرتی ہیں' بھولی حلق پھاڑ پھاڑ کر گانے گا رہی ہے اور کوئی اس کو منع نہیں کر رہا۔ بوبی کو پہلے تو بہت بری لگتی تھی' مگر اب وہ میز بجا رہا ہے۔''

''ہاہاہا، شرمین اتنی بڑی خوشی اس گھر میں طویل صبر آزما انتظار کے بعد آئی ہے۔''
''ٹھیک ہے' لیکن ایسی بھی حرکتیں کیا۔''
''تم یہ بتاؤ کہ دل سے خوش ہو نا۔''انہوں نے اپنی گود میں رکھے اس کے سر میں انگلیاں پھیرتے ہوئے پوچھا تو وہ اندر کی کیفیت پر سختی سے ضبط کا انگوٹھا رکھتے ہوئے مسکرا دی۔
''آپ کو یقین کیوں نہیں آ رہا؟''
''دراصل تم نے بڑی مشکل سے بوبی کو قبول کیا ہے اور تم نے خود بھی تو عارض کو چاہا، اسے سوچا۔''
''اس بات کو تو گزرے کافی وقت ہو گیا آپ پلیز اس کا ذکر نہ کیا کریں۔''وہ ایک دم سنجیدہ سی ہو گئی۔
''مجھے بے حس نہ سمجھو' محبت کا ملنا ہی دل کی خوشی ہوتی ہے' عارض اگر رہتا تو میرے لیے یہ زیادہ خوشی کی بات ہوتی۔''
''آپا! پلیز اس کا ذکر نہ کریں۔''
''شرمین یہ بھی تو سچ ہے کہ تم نے بوبی سے محبت نہیں کی۔''
''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔''
''خیر، اب تھوڑا سا بوبی کی جذباتی حرکتیں برداشت کر لو، اس نے مجھ سے خاص طور پر تمہیں ساتھ لے جا کر شاپنگ کرنے کی منت کی ہے' منگنی کا ڈریس اس کی پسند سے لے لو۔''
''زینت آپا اس کی کیا ضرورت ہے اور ہمارے رشتے دار ہیں ہی نہیں۔ پھر کس وجہ سے یہ سب کریں۔''
''بیٹا بوبی کے دوست تو ہیں اس کو شوق ہے اور چھوٹے سے ہال کی بکنگ کرائی ہے۔''
''اف...... بوبی کی بچوں والی حرکتیں ہیں۔''وہ بولی۔
''بھولی کو بھی ساتھ لے جانا اس نے خوشی سے ایک جوڑے کی فرمائش کی ہے۔''زینت آپا نے اپنے پرس سے کریڈٹ کارڈ نکال کر اسے دیا۔
''اس کی ضرورت نہیں' ہیں میرے پاس۔''
''ارے نہیں، یہ میری طرف سے خریدنے ہیں۔''زینت آپا نے اسے کارڈ دیتے ہوئے کہا تو وہ چپ ہو گئی۔
''اور ہاں تم نے جس کو بھی بلانا ہو......''
''کس کو بلانا ہے' بس صفدر بھائی کو کہہ دوں گی۔''
''ٹھیک ہے اب تیار ہو کر اس کے ساتھ چلی جاؤ۔''
''جی بہتر' لیکن کچھ آرام کر لوں پھر۔''اس نے وہیں لیٹے لیٹے آنکھیں موند لیں۔ زینت آپا نے محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھا اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں کچھ ہی دیر میں وہ سو گئی۔

❁......✿✿......❁
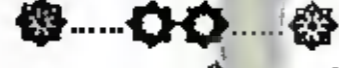
مغرب کی نماز پڑھ کر مصلیٰ تہہ کر رہی تھیں کہ صفدر آ گیا۔ وہ سیدھا ان کے پاس آ کر تخت پر لیٹ گیا۔ وہ وہیں اس کے پاس بیٹھ گئیں۔
''عبدالصمد ٹھیک تھا؟''انہوں نے پہلا سوال ہی پوتے سے متعلق پوچھا وہ چپ رہا۔
''صفدر، میں نے کچھ پوچھا ہے۔''
''امی ابھی انہیں گئے کتنی دیر ہوئی ہے وہ ٹھیک ہی ہوگا۔''وہ کچھ اکتایا سا بولا۔

"مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ جانے کب سے گیا ہوا ہے' گھر سونا سونا ہوگیا ہے۔" جہاں آرا اداس تھیں۔ صفدر نے انہیں دیکھا اور بولا۔

"امی کیا ایک ڈیڑھ ماہ کا بچہ آپ کے لیے اتنا اہم ہوگیا؟" وہ حیران سی پہلے تو اس کی صورت دیکھتی رہیں اس حیرت میں واضح نظر آرہا تھا کہ وہ اس کے لیے غیر اہم ہے۔

"کیا تمہیں بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہورہی، بیوی کو تو رہنے ہی دو۔"

"ابھی چھوڑ کر آیا ہوں' کیسی کمی؟"

"صفدر میں تو سخت پریشان ہوتی ہوں تمہارا بیوی بچے کے ساتھ رویہ دیکھ کر، جانے میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی۔"

"اوہو ای مسئلہ کیا ہے، کیا بیوی بچے کی فوٹو گلے میں ڈال کر پھروں۔" وہ جھنجلا گیا۔

"اونچی آواز میں بات نہ کرو اتنی اچھی بیوی مقدر سے مل گئی مگر تمہیں قدر نہیں' اب تو مجھے یقین ہو چلا ہے کہ تم کسی اور چکر میں ہو۔" وہ شدید غصے میں آگئیں تو وہ نرم پڑ گیا۔

"امی آپ غلط سوچتی ہیں آپ کو حقیقت معلوم ہی نہیں کہ آپ کی بہو کس چکر میں ہے؟"

"کیسا چکر، کچھ بتاؤ تو۔"

"بس وہ یہاں رہنا نہیں چاہتی مجھے جس دن غصہ آگیا طلاق دے دوں گا۔" اس نے کمال ہوشیاری سے انہیں چوکنا کر دیا تو متحیر غصے سے سرخ پڑ گئیں۔

"کیا بک رہے ہو، ایسی بری بات تمہارے منہ سے کیسے نکلی؟"

"نہ جانے وہ ایسا ہی مطالبہ آپ سے کردے گی۔"

"صفدر خرافات سے گریز کیا کرو اس کو میں نے کبھی ایسا کچھ کرتے نہیں دیکھا۔"

"آپ کو کیا کر کے دکھائی، کہتی تو مجھ سے ہے۔"

"میں ابھی جا کر پوچھتی ہوں۔"

"اوہو، ابھی اسے رہنے دیں جلدی کیا ہے اور ویسے بھی ہمیں نئے گھر شفٹ ہونا ہے میں چاہتا ہوں آپ ٹھنڈے دل ودماغ سے غور کریں۔" اس نے موضوع گفتگو بدلا۔

"صفدر میں یہاں رہوں گی۔"

"امی پلیز! آپ کو میری خوشی سے کوئی مطلب نہیں کیا؟"

"اس گھر کو کیا ہوگیا ہے؟"

"امی کچھ نہیں ہوا میری ملازمت کا تقاضا ہے۔"

"کل کو ماں، بیوی سب بدل لینا۔" وہ رقت آمیز لہجے میں بولیں۔

"ٹھیک ہے آپ رہیں یہاں میں چلا جاؤں گا۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف آگیا کیونکہ انہیں سمجھانا بہت مشکل تھا۔

❁......✿✿......❁

شاپنگ مال سے باہر آتے ہوئے ایک دم سے ہی آغا جی اس کے سامنے آگئے تو وہ خوشی سے مسکرادی۔

"السلام علیکم بابا۔" اس نے اتنی اپنائیت سے کہا کہ انہوں نے بے ساختہ اس کا ماتھا چوم لیا۔ بوبی نے ہاتھ میں

پکڑے شاپنگ بیگز ڈرائیور کو تھمائے بھولی کو گاڑی کی طرف بھیجا اور خود شرمین کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"بوبی یہ آغا جی ہیں۔" شرمین نے جلدی سے تعارف کرایا۔

"بوبی......" آغا جی نے کچھ یاد کرتے ہوئے پوچھا تو بوبی نے لمحہ بھی ضائع نہیں کیا جلدی سے اپنے بارے میں بتایا۔

"میں بوبی ہوں انکل ان کا منگیتر۔" شرمین شرمندہ سی نظریں چرانے لگی اور آغا جی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا دل جیسے ڈوبنے لگا۔

"منگیتر......؟"

"جی فرائیڈے کو شام پانچ بجے ہماری منگنی ہے آپ بھی ضرور آیئے گا۔" بوبی نے تو ایک ہی سانس میں تقریب کا دن، وقت اور دعوت سب ساتھ دے ڈالے۔ آغا جی کا چہرہ دھواں دھواں ہوگیا۔ آنکھوں میں اضطراب بھر گیا۔ بڑی بے یقینی کی سی کیفیت میں انہوں نے شرمین کی طرف دیکھا۔

"جی بابا آپ ضرور آیئے گا۔" شرمین نے انہیں یقین سے کہا تو وہ بولے۔

"شرمین ہم کہیں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟"

"جی بابا۔"

"تو آؤ ساتھ چلو میرے۔"

"بابا...... ابھی؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں انکل پھر سہی، ہمیں ابھی جیولری بھی لینی ہے۔" بوبی کو فکر لاحق ہوگئی تو اس نے جلدی سے کہا۔

"بس تھوڑی دیر کے لیے۔" آغا جی نے شرمین کو پر امید نگاہوں سے دیکھا۔

"بوبی آپ گھر جاؤ میں کچھ دیر میں آتی ہوں پھر جیولر کے پاس چلیں گے۔" شرمین نے ان کی منت آمیز نگاہوں کو سمجھ کر بوبی سے کہا مگر بوبی تو گویا تڑپ اٹھا۔

"شرمین یہ انکل ہمارے گھر آجائیں رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں مگر اس وقت تو نہیں۔"

"بیٹا پھر دیر ہوجائے گی۔" آغا جی نے بوبی سے کہا۔

"لیکن......" بوبی ہکلایا۔

"بوبی میں جلدی آجاؤں گی' پلیز آپ جاؤ۔" شرمین نے پھر اسے کہا۔

"شرمین کون ہیں یہ جو تم اس قدر بے تاب ہورہی ہو۔" بوبی نے کچھ تلخی سے کہا۔ آغا جی شرمندہ سے ہوگئے جلدی سے بولے۔

"ٹھیک ہے شرمین آپ جاؤ شاپنگ کرو، خود وقت نکال کر آجانا۔"

"جی، ٹھیک ہے میں آجاؤں گی، سوری۔" شرمین نے کہا وہ واپس اپنی گاڑی کی طرف پلٹ گئے تو شرمین نے بوبی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"بوبی...... وہ میرے لیے بہت اہم ہیں' بزرگ ہیں' تمہیں کچھ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے۔"

"شرمین اس وقت میرے لیے صرف تم اہم ہو، ہماری منگنی اہم ہے۔" وہ بڑے لاابالی پن سے کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ تو شرمین سلگ اٹھی۔ اسے بوبی کے ایسے کج رویوں سے ہی چڑ تھی' جو چیزیں اس کے لیے اہم تھیں ان سے وہ الرجک تھی اسے بڑا دکھ سا ہوا آغا جی کے خیال سے اس کا دل دکھی ہوگیا۔ مردہ دلی سے شکستہ قدموں کے ساتھ وہ بھی

گاڑی کی طرف آ گئی بوبی کو اندازہ ہوگیا کہ وہ برہم ہوگئی ہے۔
''شرمین آئس کریم کھائیں پہلے۔''
''نہیں تم اپنے بچکانہ شوق پورے کرو، شاپنگ کرو۔'' وہ سختی سے کہہ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔
''شرمین......سوری۔'' وہ منمنایا۔
''بوبی میرے لیے یہ ضروری ہے کہ تم مجھے سمجھو بھی اور مجھے عزت بھی دو۔'' اس نے اس طرح کہا کہ وہ شرمسار ہوگیا۔

❁......✿✿......❁
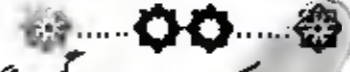
برا اسے ماننا چاہیے تھا لیکن منہ پھلا کر سیدھا کمرے میں وہ گھس گیا شرمین نے نوٹس نہیں لیا بھوتی ساری خریداری والے بیگز زینت آپا کے کمرے میں لے گئی وہ سیدھی کمرے میں آئی فریش ہوکر باہر نکلی تو وہ دندناتا ہوا سامنے آ گیا اور بولا۔
''شرمین......کون ہیں وہ انکل تم انہیں ملنے کو بے تاب کیوں ہو؟''
''بوبی یہ آپ کو بتانا میرے لیے ضروری نہیں۔'' وہ آگے بڑھی لیکن وہ پھر سامنے آ گیا۔
''شرمین، میں اتنا فضول ہوں تمہارے لیے۔''
''پتا نہیں۔'' وہ بے زار ہوگئی۔
''یوں ہی ہوں۔''
''بوبی میں جلدی میں ہوں۔''
''ابھی شام ہے اور تمہیں رات کے کھانے پر بلایا ہے۔''
''ابھی میں زینت آپا کے پاس جارہی ہوں چائے پی کر جاؤں گی۔''
''اور کچھ چیزیں جو ابھی لینی ہیں۔''
''کوئی دنیا ختم نہیں ہورہی کل لے لیں گے۔''
''شرمین ہم نے پلان کرنا ہے۔''
''بوبی مقصد کیا ہے تمہارا۔''
''کہ تم ان انکل سے ملنے نہ جاؤ۔'' وہ بولا۔
''بوبی مجھ پر یہ حکم نہیں چل سکے گا۔'' اس نے سختی سے کہا اور زینت آپا کے کمرے میں داخل ہوگئی وہ وہیں آ گیا۔
''کیا ہوا؟'' زینت شرمین کا خراب موڈ دیکھ کر بولیں۔
''آپا بوبی نے طے کر رکھا ہے کہ یہ مجھے نہیں سمجھے گا۔'' وہ یہ کہہ کر ایک طرف بیٹھ گئی۔
''بوبی......'' زینت آپا نے پکارا۔
''ماما وہ انکل۔''
''پلیز بوبی۔'' وہ بولی۔
''بوبی اپنے کمرے میں جاؤ۔'' زینت آپا نے سختی سے کہا تو وہ غصے میں چلا گیا۔ زینت آپا نے شرمندہ سی نگاہوں سے اسے دیکھا۔
''آغا جی ملے تھے انہوں نے بات کرنی تھی بوبی نے ان کا لحاظ نہیں کیا اور اب مجھے ان سے ملنے جانا ہے تو......!''

حسن انتخاب

حجاج کے دربار میں کیس آیا تین آدمی تھے ان کے قتل کا حکم دیا گیا۔ ایک خاتون بھی ساتھ تھیں۔ اس نے کہا۔
''چھوڑ دے تیری بڑی مہربانی ہوگی۔''
حجاج کہنے لگا۔ ''تینوں میں سے ایک کو چن لے اسے چھوڑ دوں گا۔ باقیوں کو قتل کر دوں گا۔''
ایک بیٹا تھا' ایک خاوند تھا اور ایک بھائی تھا۔ عورت نے کہا۔
''خاوند دوسرا بھی مل جائے گا' اولاد اللہ اور بھی دے دے گا۔ میرے ماں باپ مر گئے ہیں بھائی اب کوئی نہیں ملے گا۔ میرے بھائی کو چھوڑ دے' باقی سب کو قتل کر دے۔''
حجاج نے کہا۔ ''میں تیرے حسن انتخاب پر تینوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔''

بالہ و عائشہ سلیم......کراچی

وہ بولتے بولتے رک گئی۔
''آغا جی سے؟'' زینت کے لہجے میں تجسس سا آ گیا۔
''ایسی کوئی بات نہیں ہے آپا۔'' اس نے ان کا مطلب بھانپ کر کہا۔
''نہیں اگر کوئی بہتری ہے تو شرمین مجھے خود غرض نہ سمجھو۔'' انہوں نے خوش دلی سے کہا تو وہ بہت نرمی سے بولی۔
''بہتری کا فیصلہ تو ہو چکا وہ بذات خود ایک شفیق بزرگ ہیں اور ان کا کسی خرابی میں حصہ نہیں ہے' اس لیے ان سے ملنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔''
''عارض آ گیا؟''
''پتا نہیں۔''
''اگر......؟''
''اگر کی اب کوئی گنجائش نہیں ہے آپا۔''
''ٹھیک ہے پھر بھی کوئی مناسب بات کریں تو تحمل سے سننا۔'' دوسرے لفظوں میں زینت آپا نے اس کے لیے محبت کا دروازہ کھولا تھا۔
''کون سی مناسب بات۔ باتوں کا وقت گزر گیا ہے یہ سامان دیکھا آپ نے یہ بوبی کی اوٹ پٹانگ فرمائش اور خواہش ہے بھولی سے مشاورت کر کے خریدتا ایسا لگتا تھا کہ بھولی کی پسند حلول کر گئی ہے اس میں۔'' شرمین نے سلیقے سے موضوع ہی بدل ڈالا۔ زینت آپا بوبی کے تصور سے مسکرا دی۔
''یہ ریڈ، ہاٹ ریڈ ڈریس میں ہرگز نہیں پہن سکتی۔''
''شرمین پلیز اس کی خوشی کی خاطر......''
''اچھا دیکھوں گی۔'' وہ نیم رضامند ہوگئی۔

❁......✿✿......❁

آغا جی بڑی بے چینی کے ساتھ اس کا انتظار کر رہے تھے وہ پہنچی تو انہوں نے گرم جوشی کا اظہار کیا دست شفقت اس کے سر پر رکھا اور اپنے کمرے میں ہی بٹھایا۔ وہ ان کے لیے سرخ گلاب کا گلدستہ بنوا کر لائی تھی۔ انہوں نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھے واز میں پھول سجائے اور پھر آنکھوں میں آئی نمی کی لکیر انگلی کی پور سے صاف کرتے ہوئے بولے۔

”میرے لیے اس ویران چمن میں آپ کی حیثیت ایسے پھولوں جیسی ہے۔“

”یہ آپ کی محبت ہے بابا۔“

”شرمین بیٹا! مجھے ایسا لگتا تھا کہ آپ شاید نہ آؤ۔“ انہوں نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

”آپ کے بلانے پر نہ آنے کی وجہ کوئی نہیں تھی۔“

”شرمین عارض آ رہا ہے صرف دو دن کے بعد۔“ انہوں نے کچھ ہنستے، کچھ روتے اپنی خوشی سے گویا اسے آگاہ کیا مگر اس پر قطعاً اثر نہیں ہوا نہ وہ چونکی نہ متعجب ہوئی اور نہ متجسس ہوئی۔

”آپ کے لیے اچھی بات ہے بابا۔“

”اور آپ کے لیے۔“

”میرے لیے کچھ نہیں۔“

”بیٹا عارض نے ابھی تک وجہ نہیں بتائی لیکن وہ آئے گا تو سب غلط فہمی دور ہو جائے گی۔“

”بابا میں نے تو کبھی نہیں کہا کہ کوئی غلط فہمی ہے۔“ ملازم جوس لے آیا تو اس نے خود ایک گلاس آغا جی کو تھمایا اور ایک خود لے کر ملکے ملکے سے سپ لینے لگی۔

”میں عارض کی طرف سے شرمسار ہوں لیکن اب وہ آ رہا ہے تو......!“

”بابا! اب مجھے فرق نہیں پڑتا۔“ وہ بڑی دھیمی آواز میں کہہ گئی۔

”رشتے آسانی سے نہیں ٹوٹتے، بدگمانی، غلط فہمی کے باعث کملا جاتے ہیں لیکن انہیں پانی دے کر نئے سرے سے پروان چڑھایا جا سکتا ہے میں کل سے صدمے سے دوچار ہوں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آپ بوبی کے ساتھ شادی کر رہی ہو۔“ وہ گہرے دکھ اور کرب سے دوچار ہو کر بولے۔

”بابا! بوبی کے ساتھ شادی کا فیصلہ ہو چکا ہے اور رہ گئی بات رشتے کی تو وہ عارض نے بنایا تھا محبت کا، جنوں کا پھر اسی نے اس معتبر رشتے کے لباس کو اپنے فیصلے کی گرم استری سے جلا ڈالا۔ سب شکنیں دور کر دیں محبت کی کوئی سلوٹ رہنے نہیں دی۔“ جوس کا خالی گلاس تپائی پر رکھتے ہوئے وہ قطرہ قطرہ چھلکی۔

”جانتا ہوں مگر بیٹا تم دونوں نے ایک دوسرے سے محبت کی۔“

”نہیں، میں نے کبھی محبت کو مقام دیا تھا مگر وہ لڑکپن کی عمر تھی عارض کے تو الفاظ پر غور ہی کر رہی تھی کہ اس نے چار لفظوں کا مسیج کر دیا۔“

”وہ آ رہا ہے اس کے ساتھ۔“

”پلیز بابا! میں یہاں آپ کے پاس صرف آپ کے لیے آئی ہوں۔“ اس نے ٹوکا۔

ملازم نے کھانے کے تیاری کی اطلاع دی تو انہوں نے اسے کھانا لگانے کی اجازت دے دی۔

”بابا! آپ سے تو میں ملتی رہوں گی بلکہ آپ نے جمعہ کی شام ضرور آنا ہے۔ میں کارڈ لانا بھول گئی۔“

”نہیں بیٹا کارڈ کی ضرورت نہیں، میں آ نہیں سکوں گا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اپنے چراغ سے کسی اور کے گھر میں اجالا کرنا۔“ وہ افسردگی سے بولے۔

”بابا یہ چراغ بجھ چکا تھا، اسے بڑی مشکل سے دوبارہ جلایا ہے۔“ اس نے ان کے چہرے پر پھیلے زرد سائے دیکھ کر کہا۔

”جانتا ہوں بہت بے وقوفی کر بیٹھا۔“

اپنا بھی گھر ہوتا

ایک فقیر نے دوسرے فقیر سے پوچھا ”کیا بات ہے اتنے اداس اور پریشان کیوں نظر آ رہے ہو؟“

”مجھے راستے میں اخبار کا ایک ٹکڑا ملا ہے، اس پر گھر میں ٹماٹو کیچپ تیار کرنے کی ترکیب لکھی ہوئی ہے۔“ دوسرے فقیر نے بتایا۔

”تو اس میں پریشانی اور اداسی کی کیا بات ہے؟“

”بس یونہی ذرا خیال آ گیا تھا کہ اگر اپنا بھی گھر ہوتا تو کم از کم ٹماٹو کیچپ تو بنا لیتے۔“

میمونہ ناز...... وزیر آباد

”بابا اب وقت گزر گیا نہ مجھے شکوہ ہے نہ شکایت۔“

”تو یہ منگنی۔“

”جی میری مرضی سے ہو رہی ہے۔“

”اوکے...... اللہ آپ کو خوش رکھے آؤ کھانا کھاتے ہیں۔“ آغا جی نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

❁......✿✿......❁

میری آنکھوں کے رستے سے میرے دل میں نہیں اترا
گزر گاہوں میں پانی تھا، وہ بزدل ڈر گیا ہوگا

دل مضبوط کو لاکھ روکنے کے باوجود وہ روک نہ سکی۔ آنکھیں بھیگ گئیں بابا سے مل کر عارض کی یاد نے ضبط کی دیواروں میں جیسے زلزلہ پیدا کر دیا وہ بڑی مدت کے بعد پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔

”بابا، کاش، وقت پر کسی کا اختیار ہوتا مجھے صدمہ ہے کہ میں آپ کے دکھ اور اضطراب کی کیفیت کو بڑھا آئی...... آپ کی ہر لمحے کی اذیت آپ کے چہرے سے عیاں تھی مگر میرے پاس کچھ نہیں بچا تھا عارض نے تو سب کچھ تہہ و بالا کر دیا اس کے آنے اور جانے سے بھی اب کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی۔ محبت کے احساس نے دوبار سولی پر چڑھایا ہے میری توہین کی ہے اب میں اپنے پندار کی مزید ٹھیس برداشت نہیں کر سکتی تھی، بوبی کے ساتھ اب چلنا ہے اس کے سوا کوئی خواب اب میری آنکھوں میں نہیں آ سکتا۔“ اس نے بابا سے گویا بات کی دل کا بوجھ ذرا سا کم ہوا تو بھولی کمرے میں آ گئی، اس کی آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ تھیں۔

”شرمین باجی۔“

”ہنہ......“

”بڑی بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں کہ آپ بوبی کو سمجھائیں انہوں نے غصے میں کھانا نہیں کھایا۔“

”کس بات کا غصہ؟“

”جب آپ گئی تھیں وہ بہت ناراض ہوئے، گلاس بھی توڑ دیا تھا۔“ بھولی نے بتایا۔

”کیا......؟“ اسے حیرت ہوئی۔

”ہاں۔“

”تو میں کیا کروں؟“ اسے غصہ آ گیا۔

”پھر کیا کہوں؟“

"کچھ نہیں، صبح بات کروں گی، اس وقت میرے سر میں بہت درد ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" بھولی نے کہا اور باہر چلی گئی۔ وہ دوپٹا تکیے کے دائیں طرف رکھ کر سیدھی ہو کر لیٹ گئی۔ چند لمحے گزرے تھے کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور ساتھ ہی دروازہ کھول کر وہ اندر آ گیا۔

"بوبی تم اس وقت......؟" شب خوابی کے لباس میں اس کا موڈ شدید خراب تھا۔

"شرمین تم ان سے ملنے کیوں گئی تھیں؟"

"یہ کیسا سوال ہے؟"

"کون ہیں وہ۔"

"عارض کے والد۔"

"عارض......"

"ہاں وہی عارض جس کی انگوٹھی میرے ہاتھ میں تھی۔"

"مطلب......وہ عارض۔"

"ہاں لیکن اس سے اب میرا کوئی رابطہ نہیں۔"

"اور اس کے والد صاحب سے؟" اس نے طنزاً کہا۔

"وہ بزرگ ہیں ان سے کیوں تعلق نہ رکھوں۔"

"اب نہ رکھو" اس کے لہجے میں تحکم تھا۔

"کیا......؟"

"ان سے ملاقات کی خاطر تم نے میری خوشی برباد کر دی۔"

"کیسی خوشی۔"

"ہم نے شاپنگ کے لیے جانا تھا باہر کھانا کھانا تھا۔"

"کیا اب یہ موقع پھر نہیں آئے گا مجھے تمہارے چھوٹے ہونے کا اسی وجہ سے افسوس ہوتا ہے۔" وہ بولی۔

"میں تم سے جتنی محبت کرتا ہوں اس میں تمہارے سوا کچھ نہیں۔"

"پلیز بوبی، جاؤ میں اس وقت یہ بے کار باتیں نہیں سن سکتی۔"

"اب میری باتیں بے کار ہیں، رو رو کے اس کی جدائی میں آنکھیں لال کرنے کا اتنا شوق ہے تو کھل کر روؤ کہو کہ تمہارا پرانا عاشق آ گیا ہے۔ مجھ سے چھپنے کے لیے جس سے مل کر تمہیں قرار نہیں آیا۔" بوبی کی میٹھی زبان پر گویا کریلوں کی فصل تیار تھی۔ وہ سرتا پیر سلگ اٹھی۔ اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ بوبی کی ذہنیت اتنی پست بھی ہو سکتی ہے۔ وہ حیران سی اٹھ کھڑی ہوئی اور فقط اتنا ہی بولی۔

"بوبی اس سے پہلے کہ میں اجنبی بن جاؤں اپنا احساس تک لے کر ہمیشہ کے لیے میرے کمرے سے نکل جاؤ۔"

"میں نے کیا غلط کہا ہے؟" اس نے مزید کہا۔

"آئی سے گیٹ آؤٹ۔" وہ چلائی جب کہ وہ بھاری قدموں سے باہر نکل گیا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

زیست کی شام سے پہلے

اقرا صغیر احمد

پاؤں فگار جس میں ہوئے وہ سفر نہ تھا
جس گھر میں عمر کٹ گئی وہ میرا گھر نہ تھا
تنہائیوں کے دشت تھے بیگانگی کی دھوپ
میں جل رہا تھا اور کوئی چارہ گر نہ تھا

دوپہر کی چلچلاتی گرمی سے بے حال وجود سیاہ سندھی کڑھائی والی شال میں وہ تیز تیز قدم اٹھاتی کھیتوں کے قریب سے گزر رہی تھی۔ گلابی چہرہ دھوپ کی تمازت سے سرخ ہو رہا تھا۔ گرے خوب صورت آنکھوں میں سورج کی شعاعیں نیزے کی مانند چبھ رہی تھیں۔ شانے پر پھسلنے والا پرس اس نے ہاتھ میں تھام لیا تھا معاً دور سے سیاہ لینڈ کروزر آتی دیکھ کر اس نے تیزی سے شال کا ایک حصہ پکڑ کر اپنے چہرے کے گرد حجاب کیا اور ابھی چند قدم ہی چلی تھی وہ گاڑی قریب آ رکی۔

''سلام ٹیچر صاحبہ! اتنی گرمی میں آپ پیدل کیوں جا رہی ہو؟ یہ گاڑی ہوتے ہوئے' یہ گاڑی آپ ہی کی ہے۔'' درمیانی عمر کے وڈیرے عاشق علی نے عاشقانہ انداز میں اس کو دیکھتے ہوئے کہا تو ساتھ بیٹھا ملازم اتر آیا۔

''شکریہ سائیں! گھر زیادہ دور نہیں ہے میں چلی جاؤں گی۔'' سورج کی ساری تپش اس کے لہجے میں در آئی تھی وہ رکی نہیں تھی۔

''ارے بابا! بات تو سنو! کو تو سہی' مانا کہ حسین لوگ غصہ میں بہت اچھے لگتے ہیں...... مگر ایسی گرمی میں میلوں پیدل چلو گی تو بابا' نہ حسن رہے گا نہ غصہ! میں کہتا ہوں' میری بات مان لو اور غصہ تھوک دو۔'' بولتے ہوئے وہ ریورس میں گاڑی لا رہا تھا' جبکہ وہ رکی ہی نہیں تھی۔

''میں ایک ہفتے سے کہہ رہا ہوں بابا' گاڑی اور ڈرائیور روزانہ حاضر ہوں گے جو آپ کو پک بھی کریں گے اور ڈراپ بھی اجرت بھی نہ دینا پڑے گی آپ کو۔'' اس کے کھردرے لہجے میں لجاجت سی در آئی تھی۔

''آپ مجھ پر یہ عنائتیں اور مہربانیاں کیوں کرنا چاہتے ہیں سائیں؟''

''ارے کیسی بات کر دی بابا! میرا دل توڑ دیا' مہربانی وعنایت کی کیا بات ہے' تم ہماری لڑکی ہو یہ گاؤں تمہارا ہے' عاشق علی یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ اس کے گاؤں کی لڑکی اس طرح خوار ہو؟'' اس کی بے تاب نگاہیں سیاہ شال میں حجاب سے ڈھکے چہرے کو ایسے ہی تک رہی تھیں جیسے کوئی پیاسا کنویں کو قریب دیکھ کر حواس کھونے لگتا ہے۔

''آپ کو گاؤں کی ایک عام سی لڑکی کی اتنی فکر ہے سائیں! پھر تو گاؤں کی فکریں آپ کو بے انتہا رہتی ہوں گی......'' وہ رک گئی اور گاڑی میں بیٹھے عاشق علی سے گویا ہوئی۔

''تم...... عام نہیں بے حد خاص لڑکی ہو بابا! کیا بات کرتی ہو؟''

''آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں' میں پیدل چلنے کی عادی ہوں' یہ میری روٹین ورک ہے۔ اگر آپ کچھ کرنا ہی چاہتے ہیں تو اسکول کی عمارت میں کچھ کنسٹرکشن کا کام ہے وہ کروا دیں' کئی کلاسز میں فرنیچر ٹوٹ پھوٹ گیا ہے وہ نیا منگوا دیں' طلباء چٹائیوں پر بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔'' وہ دیکھ رہی تھی وڈیرے کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا' آنکھیں سکڑ کر رہ گئیں۔

''کیوں نہیں...... کیوں نہیں بابا' جو آپ کہیں گی وہ ہو جائے گا۔'' کچھ توقف کے بعد وہ پست آواز میں بولا اور اسے آگے بڑھتے دیکھتا رہا۔

''سائیں! کیا گھر تک چھوڑ کر آؤ گے چھوری کو......؟'' وہ ہوا کی طرح منٹوں میں اس کی نگاہوں سے اتنی دور ہوئی تھی کہ اب نقطے کی صورت میں جاتی نظر آ رہی تھی وہ ٹکٹکی باندھے وہیں دیکھ رہا تھا اس کے ساتھی نے شوخی سے کہا تو وہ لینڈ کروزر میں سیدھا ہوتا ہوا ٹھنڈی آہ بھر کر کہنے لگا۔

''پھولوں کو مات دے دی ہے سلامو کی دھی نے' میرے ہوش گم کر دیے ہیں' مجھے نہیں پتہ تھا اس مینڈک کے منہ والے کی بیٹی بالکل پری ہوگی پری......'' وہ آنکھیں بند کیے اس کے تصور میں گم تھا۔

''سائیں! نخرے دیکھے ہیں چھوکری کے خود کو ملکہ سمجھتی ہے کیسے گردن اکڑا کر بات کر رہی تھی' جیسے اس گاؤں کے آپ نہیں وہ مالک ہو۔''

''ارے بابا بخشو! جب وہ اس دل کی مالک بن گئی ہے تو گاؤں کی بھی سمجھو مالک بننے والی ہے۔'' وہ سیٹ سے ٹیک لگا کر اس کے تصور میں گم ہو کر بولا۔ بخشو نے گاڑی چلاتے ہوئے مسکرا کر سائیں کو ایک نظر دیکھتے ہوئے کہا۔

''سائیں! شکار کا موڈ ہو رہا ہے کیا؟ لیکن اس بار لگ رہا ہے ہرنی بہت دوڑائے گی' ہاتھ آنے والی نہیں لگ رہی ہے۔'' اس کا لہجہ ذومعنی تھا۔

''تو بڈھا ہو گیا ہے بخشو اور ساتھ چریا بھی' کوئی شکار پہلے کبھی عاشق علی کے ہاتھ سے نکلا ہے جو اب نکلے گا؟'' وہ اپنی سیاہ رنگی مونچھوں کو تاؤ دیتا اکڑ کر بولا۔

''ٹھیک کہتے ہو سائیں! میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جس کے پیچھے آپ تھوڑا ہاتھ رکھ دو گے تو شکار کے پیچھے بھاگنے کی بالکل ضرورت نہیں پڑے گی اور شکار بھی آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو جائے گا۔'' عاشق جیلانی نے اس کی طرف بارعب انداز میں دیکھا پھر مسکراتے ہوئے معنی خیزی سے بولا۔

''ایسی کیا بات ہے؟ مگر جو بات تو کرے گا وہ کام کی ہی ہوگی۔''

❀......☾......❀

صاف ستھرے وسیع وعریض کچے صحن میں گرمی سے زمین تپ رہی تھی۔ صحن میں ایک طرف چھوٹا سا چھپر ڈال کر باورچی خانہ بنایا گیا تھا جہاں مٹی کا چولہا تھا اور قریب ہی دیوار میں تختہ پیوست تھا جس پر مٹی اور سلور کے برتن سجے ہوئے تھے۔ باورچی خانے سے کچھ فاصلے پر ہینڈ پمپ نصب تھا جس میں کچھ عرصہ قبل زبیدہ نے کمیٹی ملنے پر موٹر لگوائی تھی جو بہت جلد سلامو کی ضرورت کی بھینٹ چڑھ گئی تھی۔ زبیدہ دھان پان سی ستھری رنگت و تیکھے نقوش کی سادہ عورت تھی گو کہ اس کی عمر سینتیس اڑتیس کے درمیان تھی مگر غربت و تنگ دستی کی مار اور جواری و شرابی ہڈ حرام و کاہل خاوند کے ظلم و ستم نے اسے وقت سے پہلے ہی بوڑھا کر دیا تھا۔ اس نے تیزی سے کام کرتے ہوئے دھوپ کے بڑھتے سائے سے وقت کا اندازہ لگاتے ہوئے دھوپ میں پڑی چارپائی گھسیٹ کر دیوار کے ساتھ کی' پھر اس پر چادر بچھائی۔ صراحی سے جگ میں پانی انڈیل کر اس میں لال شربت بنایا' باہر گھر سے لائی برف کی ٹکڑیاں جو بوری کے صاف ٹکڑے میں لپیٹ رکھی تھیں تاکہ کم پگھلیں وہ شربت میں ڈال کر جگ گلاس طاق میں رکھ دیا اور چونک کر انار کے پیڑ کی شاخ کو دیکھنے لگی جس پر دھوپ چڑھ آئی تھی اور وہ نہیں آئی تھی۔

وہ روز اسی طرح اپنی اکلوتی بیٹی کا سواگت کیا کرتی تھی جو اس دھوپ جیسی زندگی میں اس کے لیے گھنا سایہ تھی' اس کے جینے کی امنگ تھی۔

''دھوپ انار کی اس ٹہنی پر چڑھنے سے پہلے رائمہ گھر کی دہلیز پر قدم رکھ دیتی ہے پھر آج کیا ہوا جو دھوپ ٹہنی پر چڑھ گئی اور وہ دہلیز نہ چڑھ سکی؟'' وہ انار کی شاخ کو دیکھتے ہوئے بڑبڑائی معاً ایک خیال بجلی کی مانند ذہن میں کوندا۔

''کہیں اس مردار نے پھر تو رائمہ کا راستہ روک نہ لیا ہو......؟'' یہ خیال آتے ہی وہ پھرتی سے اندر کمرے میں گئی' شال اوڑھ کر تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی لکڑی کے دروازے پر لگی کرڑی ہٹائی تھی۔

''ماں! خیریت کہاں جارہی ہو؟'' رائمہ کا دستک کے لیے اٹھا ہاتھ اٹھا رہ گیا۔ وہ حیران و پریشان تھی' جبکہ بیٹی کو سامنے دیکھ کر زبیدہ کے لبوں سے اطمینان بھری سانس خارج ہوئی' وہ دروازہ بند کرکے اس کے پیچھے آتی ہوئی بولی۔

''اتنی دیر کیوں ہوگئی' تمہیں پر دھوپ چڑھتی دیکھ کر میں گھبرا گئی تھی اور تمہیں ہی دیکھنے جارہی تھی۔'' رائمہ نے شال اور پرس چارپائی پر رکھتے ہوئے صحن کے کونے میں لگے انار کے درخت کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''یہ تمہارا اچھا وال کلاک ہے ماں' اس کی ٹہنیاں گھڑی کی سوئیوں کی مانند تمہیں ٹائم بتاتی ہیں' صبح سے رات اور رات سے صبح ہر ٹائم اس میں موجود ہے۔'' اس نے شربت کا گلاس گھونٹ گھونٹ پیتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''تمہارے باپ نے شادی کے ایک ہفتے بعد ہی میرے جہیز کی وال کلاک فروخت کردی تھی' تب سے اس پیڑ کو ہی میں نے وال کلاک بنالیا تھا اور بہت جلد یہ مجھ سے اور میں اس سے مانوس ہوگئی تھی' قدرت کی ہر شے انسان سے پیار کرتی ہے' بس ذرا اس کے قریب جانے کی دیر ہوتی ہے پھر یہ ہم سے مانوس ہونے میں دیر نہیں کرتی۔'' بیٹی کے ساتھ اس نے بھی شربت پیا اور اب گلاس اٹھا رہی تھی تب ہی دوپٹہ سر سے ڈھلکا اور دائیں رخسار پر نیل اور تھوڑی پر لگا زخم جو ابھی بھی سرخ ہورہا تھا عیاں ہوا' رائمہ جو شال اور پرس اٹھائے اندر جارہی تھی رک گئی۔

''اب پھر یہ زخم لگا دیئے بابا نے؟ ابھی رات والے زخم بھی نہیں بھرے تھے۔''

''معمولی سے زخم ہیں بیٹی! شام تک ٹھیک ہوجائیں گے۔'' وہ عجلت بھرے انداز میں اس کے سوالوں سے بچنے کے لیے آگے بڑھنا چاہتی تھی لیکن وہ راہ میں حائل ہوگئی۔

''اب کیوں مارا ہے بابا نے؟ اب کیا چیز گھر میں رہ گئی ہے جس کو بیچنا چاہتے ہیں؟''

''تم میری فکر نہ کرو' سالوں سے مار کھاتی آرہی ہوں' عادی ہوگئی ہوں۔''

''اب میں مار کھانے نہیں دوں گی آپ کو' بہت مار کھالی ہے آپ نے۔''

''جاؤ جاکر کپڑے بدلو میں کھانا لاتی ہوں' چھوڑو ان باتوں کو تمہارے باپ کو تو عادت پڑگئی ہے' جب تک وہ میری دھلائی نہیں کرتا اسے نشہ نہیں چڑھتا' تم اس سے کچھ مت کہنا' وہ تمہارا بھی لحاظ نہیں کرے گا اور تم پر بھی ہاتھ اٹھائے گا۔'' وہ نرمی سے کہتی ہوئی باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

درد' نہیں رشتے نہیں دیتے' ان رشتوں سے جڑی چاہتیں دیتی ہیں۔ اس کے باپ نے کبھی اسے اپنے ہونے کا احساس نہیں دیا تھا وہ بچپن سے باپ کے روپ میں ایک ایسے مرد کو دیکھتی آرہی تھی جو بیوی کو مارنے پیٹنے جوڑی ہوئی رقم چھیننے اور کھانے' سونے کے لیے گھر میں آتا تھا۔ نشے میں دھت غلیظ گالیاں بکتا ہوا اس کی چیختی چلاتی آواز پر وہ سوتے میں اٹھ کر ڈر کے مارے ٹوٹے پھوٹے سامان کے پیچھے چھپ جایا کرتی تھی۔ کبھی ہوش میں وہ اسے دیکھتا تو کہتا۔

''منحوس عورت! جب بیٹا پیدا کرنے کی طاقت تجھ میں نہ تھی پھر یہ بدبخت بیٹی پیدا کرنے سے بہتر تھا تو بانجھ ہوجاتی' پیدا کیے بنا مرجاتی' میں تیرے پیٹ کا دوزخ بھروں گا...... یا اس کے پیٹ کی آگ بجھاؤں گا؟ تو جس دن سے زندگی میں آئی ہے جہنم میں جلنے لگا ہوں میں۔''

''کیا سوچ رہی ہو رائمہ' تم نے دوپہر میں بھی ڈھنگ سے کھانا نہیں کھایا تھا اور اب بھی کھانے سے

انکار کررہی ہو۔'' وہ عشاء کی نماز ادا کرکے کمرے میں آئی تو رنگین پایوں والی چارپائی پر اسے افسردہ بیٹھے دیکھ کر استفسار کر بیٹھی۔

''ماں! سارے مرد کیا بابا جیسے ہوتے ہیں؟ اگر ایسے ہی ہوتے ہیں تو میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی' مجھے مردوں سے نفرت ہوگئی ہے۔'' وہ سر اٹھا کر گویا ہوئی۔

''نہیں بیٹا' سارے مرد تمہارے بابا جیسے نہیں ہوتے۔'' اس نے قریب بیٹھ کر بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھا وہ اسی ہاتھ کو پکڑ کر سنجیدگی سے کہنے لگی۔

''نہیں ماں! سارے مرد میرے باپ جیسے ہوتے ہیں...... ظالم' جابر' سنگ دل' عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھنے والے' کوئی عورت کو ہاتھ کی مار مارتا ہے' کوئی نگاہوں کی۔''

''نہیں بیٹی! عورت کو اس کے نصیب کی مار مارتی ہے اگر مقدر کھرا ہے تو پھر مٹی بھی سونا بن جاتی ہے ورنہ سونا بھی مٹی کی ڈھیری ہوتا ہے میں نے تمہاری پیدائش والے دن سے لے کر آج تک تمہارے بہت اچھے نصیب کی دعائیں مانگی ہیں۔ ماں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہے مجھے اپنے رب پر پورا یقین ہے اس نے میری بیٹی کا نصیب بہت اعلیٰ بنایا ہوگا' محلوں کی رانی بنو گی تم۔'' فرط مسرت سے اس کی پیشانی چومی اور ایک درد آمیز مسکراہٹ رائمہ کے لبوں پر دوڑ آئی۔

''جھونپڑوں میں رہ کر محلوں کے خواب دیکھنے کی عادت غریبوں کی بے حد پرانی ہے ماں' لیکن میں نے ایسے خواب کبھی نہیں دیکھے نہ دیکھنا چاہتی ہوں' میری زندگی کا مقصد آپ کو خوش دیکھنا ہے۔ آپ نے جو دکھ اٹھائے ہیں' بلکہ اٹھا رہی ہیں وہ سب میں اپنی پلکوں سے چننا چاہتی ہوں ماں۔'' اس نے عقیدت بھرے انداز میں ان کے ہاتھوں کو چوما۔

''تم میرا فخر ہو رائمہ! تم نہ ہوتی تو میں بھی زندہ نہ ہوتی۔'' وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئی تھیں' آنسو دونوں کی آنکھوں سے رواں تھے۔

معظمہ منور

میرا نام معظمہ منور ہے' نک نیم کنی ہے۔ ہم پانچ بہنیں اور دو بھائی ہیں' بہنیں میری پوری افلاطون ہیں' بھائی بلال' اجمل اینڈ عثمان علی دونوں معصوم ہیں۔ کھانے میں چکن بریانی اور حلیم پسند ہے' سویٹ ڈش میں کھیر بہت پسند ہے۔ فیورٹ کلرز' وائٹ' بلیک اینڈ میرون ہیں۔ پسندیدہ خوشبو ٹی اینڈ شلیز ہے' ڈریسز میں فراک اور لہنگا اچھا لگتا ہے۔ گھومنے پھرنے کا بہت شوق ہے' بہت کم کہیں جاتی ہوں۔ بہنوں میں میری فیورٹ سسٹر عظمیٰ اور مریم ہیں ان کی کمپنی میں بھی کوئی بور نہیں ہوتا۔ ہمیشہ ہنستی اور ہنساتی ہیں اور مجھے بہت تنگ بھی کرتی ہیں۔ میری بُری عادت ہے میں نیند میں بولنے لگتی ہوں' جب میں سو کے اٹھوں تو یہ دونوں کہتی ہیں معظمہ پاکستان کب بنا؟ پہلا کلمہ سناؤ؟ اور ہنستی ہیں اگر میں بتادوں تو کہتی ہیں ہم چیک کررہی تھیں کہ تم نیند میں تو نہیں ہو۔ میری اچھی فرینڈ' صائقہ' عمارہ' نفیسہ' عالیہ' عتیقہ' مبرا انجم' زنیرا' سلیمہ' مسرت' صبا' مدیحہ' قیصرہ' طیبہ اینڈ تہمینہ ہیں اور میری بہت اچھی فرینڈز سارہ اینڈ سائرہ ہیں۔ میری نیچر نہیں ہے شو آف کرنے کی لیکن سائرہ میں تم سے بہت بہت پیار کرتی ہوں' تم ہمیشہ میرے ساتھ رہنا' تمہارا ساتھ مجھے بہت اسٹرونگ بناتا ہے۔ اجازت چاہتی ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ سب کو ڈھیروں خوشیاں دے اور صحت و تندرستی دے آمین۔

فضائیں سوچ رہی ہیں کہ ابن آدم نے
خرد گنوا کر' جنوں آزما کر کیا پایا
وہی شکست تمنا وہی غم ایام
نگاہ زیست نے سب کچھ دے کے کیا پایا......!!

گاؤں کے وسط میں قائم چند کمروں' دالان و وسیع و عریض گراؤنڈ والا وہ پیلا اسکول جس کی لال اینٹیں جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار اکثر گر کر کسی طالب علم یا ٹیچر کو گھائل کرتی رہتی تھیں سینکڑوں مرتبہ وزارت تعلیم کو لیٹرز

بھیجنے کے باوجود کسی نے کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔ اسکول کی ہیڈ مسٹریس مہ جبین علم دوست و ہمدرد دل کی مالک تھیں وہ اپنی مدد آپ کے تحت اپنے دوست واحباب سے فنڈز لے کر عمارت کے ان مخدوش حصوں کو مرمت کرائی تھیں پھر اسکول کی جو ضروریات ہوتی تھیں اس کے علاوہ وہاں زیر تعلیم غریب طلباء کی بھی کچھ نہ کچھ مدد کرنی پڑتی تھی جس کے لیے یہ تمام فنڈز بھی کم پڑتے تھے اس طرح ہی یہ اسکول چل رہا تھا۔

''رائمہ! اینی پرابلم؟ چند دنوں سے دیکھ رہی ہوں اپ سیٹ ہیں آپ۔'' وہ بیٹھی بچوں کی ٹیسٹ کی کاپیاں چیک کررہی تھی معامہ جبین کی آواز سن کر احتراماً کھڑی ہوگئی۔ وہ مسکرا کر شفقت سے گویا ہوئیں۔

''بیٹھ جائیں۔'' خود بھی اس کے قریب ہی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''کوئی پرابلم تو ہے آپ کو جو آپ کے چہرے سے عیاں ہورہی ہے اگر مجھ سے شیئر کرنے والی ہے تو ضرور کریں شاید میں کچھ ہیلپ کرسکوں آپ کی۔''

''میڈم! میری زندگی کھلی کتاب کی مانند آپ کے سامنے ہے ہر بات میں خود آپ سے شیئر کرتی ہوں کہ ایسا کرکے مجھے طمانیت ملتی ہے آپ نے ہمیشہ اچھی دوست' بہن اور مخلص و بے غرض ہستی ہونے کا حق ادا کیا ہے۔'' اس کے لہجے میں ان کے لیے احترام کے ساتھ دوستی واعتماد کا مان بھی تھا۔

''آپ کو میں اپنی بیٹی سمجھتی ہوں رائمہ! ماں تو بیک وقت کئی رشتے نبھاتی ہے وہ دوست' بہن' ماں اور محافظ بھی ہوتی ہے آپ بتائیں کیا ہوا؟ وڈیرے سائیں نے زیادہ تنگ کرنا شروع کردیا ہے کیا؟''

''نہیں...... اس نے کچھ دنوں سے میرے راستے میں آنا چھوڑ دیا ہے مگر ان کچھ دنوں سے بابا کے اندر تبدیلی آئی ہے وہ گھر میں جھگڑا نہیں کررہے ماں کو مارنا بھی چھوڑ دیا ہے۔'' اس کے لہجے میں الجھن تھی۔

''یہ تو اچھی بات ہے کیا آپ کے بابا نے شراب پینا چھوڑ دی ہے؟'' وہ استعجابیہ انداز میں اس کی آنکھوں میں بکھرے اضطراب کو دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

''اب وہ برانڈڈ شراب پی رہے ہیں نہ ماں سے پیسے مانگ رہے ہیں اور نہ ہی گھر سے کوئی سامان لے کر جارہے ہیں کچھ عجیب سا رویہ ہے۔''

''ڈونٹ وری' اچھا ہے وہ سب خود ہی کررہے ہیں اور گھر میں بھی سکون ہے۔ زبیدہ بہن کو بھی ان کے وحشی پن سے چھٹکارا ملا ہوگا۔''

''نجانے کیوں میڈم! مجھے یہ سکون' یہ خاموشی ایک انجانی سی وحشت میں مبتلا کیے ہوئے ہے' کیا ہم شور ہنگامے وخوف میں مبتلا رہنے کے اس قدر عادی ہوگئے ہیں کہ ہمیں گھر کی خاموش فضاؤں میں پراسرار سی سرگوشیاں سنائی دینے لگی ہیں۔''

''وہ اپنی ضرورتیں کہاں سے پوری کررہے ہیں؟ کون دے رہا ہے ان کو پیسہ؟'' زبیدہ اور رائمہ کو ڈستے سوال آج لبوں پر موجود تھے۔

''اور کیوں' کس مقصد کے لیے دے رہا ہے؟ ان کی خالی رہنے والی جیبیں نوٹوں سے بھری رہنے لگی ہیں۔ ماں نے پہلی بار دیکھا تو پوچھا تھا جواب میں وہی گالیاں اور مار کھانے کو ملی تھیں پھر ماں کی ہمت ہی نہ ہوئی پوچھنے کی۔''

''فکر نہیں کریں آپ اللہ سے بہتری کی امید رکھیں' حالات کیسے بھی ہوں' ہر قدم پر آپ مجھے اپنے ساتھ پائیں گی۔'' انہوں نے محبت سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ اس کے ستے چہرے پر بہار سی آگئی تھی۔

❁......☾......❁

عاشق علی کے عالیشان کمرے میں تازہ پھولوں کی خوشبوئیں بکھری تھیں۔ وہ وھائٹ شلوار سوٹ میں گردن اکڑائے ٹانگ پر ٹانگ رکھے صوفے پر بیٹھا تھا۔ اس کمرے سے ملحقہ دوسرے کمرے کے کارپٹ پر سلامو بیٹھا ازحد ندیدے پن سے بھنی ہوئی مرغی کھا رہا تھا'

قریب ہی اس کے امپورٹڈ برانڈ کی بوتل رکھی تھی جس کو وہ کھانے کے دوران گھونٹ گھونٹ پیتا جارہا تھا۔

''ارے بابا بخشو! ایک مہینہ ہوگیا ہے صبر کرتے ہوئے اور کتنا صبر کروائے گا؟'' وہ قریب کھڑے بخشو سے آہ بھرتے ہوئے بولا۔

''سائیں! صبر کا پھل بہت میٹھا ہوتا ہے...... ویسے پھل پک چکا ہے بس کبھی بھی سائیں کی جھولی میں گر جائے گا۔'' اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے خوشامدی لہجے میں کہا پھر سلامو کی طرف اشارہ کرکے سرگوشی میں گویا ہوا۔

''کبوتر گردان ہوگیا ہے' دانہ ڈالنا کام آرہا ہے۔''

''مجھ سے اب برداشت نہیں ہوتا ہے بخشو! یہ کتا روز ہڈیاں چبانے آجاتا ہے' تجھے اس کی بھوک کا خیال ہے' میری بھوک تجھے نظر نہیں آتی ہے؟ بس اب ختم میری برداشت جاکر اس کو بتا میں کیا چاہتا ہوں؟'' بخشو آہستہ آہستہ سلامو کی کمزوریوں پر اپنی عنایتوں کی مہر لگاتا گیا تھا۔ سلامو جیسے بے دین' بے ضمیر ونفس پرست لوگوں کو خریدنا آسان ہوتا ہے وہ کھانے پینے سے فارغ ہوا تو بخشو نے دوستانہ لہجے میں کہا۔

''ادا سلامو! تجھ جیسا خوش نصیب باپ پورے گاؤں میں دوسرا نہیں ہے' سائیں نے تیری چھوکری کو اپنی بیوی بنانے کی خواہش ظاہر کی ہے۔''

''سائیں عاشق علی نے......؟'' نشے سے بند ہوتی اس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔

''ہاں ہاں سائیں عاشق علی نے' تیری چھوکری کے بھاگ جاگ گئے ہیں۔ ٹکے ٹکے کو ترسنے والی اب حویلی میں راج کرے گی' آج ہی نکاح پڑھا کر رخصت کردے۔'' اس نے ہاتھ پکڑ کر دباتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

''لیکن وڈیرے سائیں اور میری بیٹی کی عمروں میں بڑا فرق ہے۔'' بلا ارادہ ہی اس کے منہ سے نکلا اور جواباً وہ ترش لہجے میں بولا۔

نظم سالگرہ

دوست زاریہ کے نام

میری گڑیا تیرے لیے یہ دعا ہے کہ
ہمیشہ مسکرائے' جگمگائے' ٹمٹمائے تُو
خدا سے دعا ہے کہ وہ تیرے استقبال میں
سورج کی کرنوں سے رحمت کی لو برسائے
پھول' خوشبوؤں سے تیری راہوں کو سجائے
چاند ٹھنڈی میٹھی نرم سی روشنی پھیلائے
بہاروں کے سنگ سنگ دھنک کے رنگ لہرائے
دل چاہتا ہے تیری سالگرہ پر میں
تجھے وفاؤں کے تحفے دوں
تمناؤں کے رنگ بھر دوں
دعا سے تجھ کو مالا مال کردوں
خود کو تیرے سنگ کردوں
چاہت کے دیپ جلا کر تیری روشنی کو بڑھاؤں
یہ سال تیرے لیے خوشیوں کا پیغام لائے
گڑیا! تیرے سنگ بیتے لمحے
جو گزرے پل ہیں وہ ہمیشہ یاد آئیں گے
دعا ہے مسکرائے' جگمگائے' ٹمٹمائے تُو
ہزاروں جنم دن منائے تُو
تمہیں میں بس دعائیں اور اپنی وفائیں دوں

سویرا وقاص...... حافظ آباد

''سچ کہتا ہے سائیں کی کمین لوگوں سے دو باتیں میٹھی بولو تو اپنی اوقات بھول جاتے ہیں یہاں تجھے بھی پیسہ مل رہا ہے اور تیری بیٹی کو عزت بھی اور تو بکواس کررہا ہے؟ اگر سائیں تیری بیٹی کو اٹھا کر ڈیرے پر لے جائیں تو کیا کرلے گا تو؟'' پھول برساتی زبان ایک دم ہی شعلے اگلنے لگی تو وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

''مائی باپ! معاف کردو نہ جانے کیسے میرے منہ سے نکل گیا۔ میں نے سائیں کا نمک کھایا ہے' نمک حلال ہوں میں...... اس بیٹی کو میں نے بیٹی سمجھا ہی نہیں کبھی بھی آؤ اور لے جاؤ۔'' اس نے بیٹھ کر اس کے پاؤں

پکڑ لیے تھے۔

"وہ بیٹی نہیں سونے کی چڑیا ثابت ہوئی تیرے لیے وارے نیارے ہوگئے ہیں تیرے۔" وہ ابھی آنکھیں دکھا رہا تھا' اب اس کے گلے لگتا ہوا بولا اور ساتھ ہی کچھ فاصلے پر بیٹھے عاشق علی کو فتح کا نشان بنا کر دکھایا۔

"ویسے بیٹی کا رشتہ کرتے وقت مرد کی عمر نہیں! آمدنی دیکھی جاتی ہے۔"

"معافی چاہتا ہوں ادا! چریا ہوگیا تھا میں۔" وہ اپنی بات پر شرمندہ وخوف زدہ تھا' پہلی بار اس کو عزت ملی تھی وہ بھی وڈیرے سائیں کی طرف سے' جو جوا کھیلنے کے لیے منہ مانگی رقم دے رہا تھا اور پہلی بار وہ ایسی بلائتی شرابیں پی رہا تھا جن کے نام بھی نہیں جانتا تھا' کس طرح سے وہ ان لذتوں سے بچھڑ کر زندہ رہ سکتا تھا' اپنے عیش وآرام کے لیے ایک سے زائد بیٹیوں کو بھی قربان کرسکتا تھا اگر ہوتیں تو......!!

⁂......◉......⁂

وہ مٹھائی کے ڈبے اور ایک پیک شدہ ڈبے کے ہمراہ بہت خوش گھر میں آیا تھا۔

"زبیدہ' زبیدہ! باہر نکل کر دیکھ میں کیا لایا ہوں......؟" وہ دونوں ابھی کھانا کھانے کے لیے بیٹھی تھیں کہ خلاف معمول اس کی چہکتی آواز سن کر دونوں ماں بیٹی نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا' روٹی کی طرف بڑھتے ہاتھ رک گئے۔

"الٰہی خیر! یہ آج کیا ماجرہ ہونے کو ہے...... اسلام الدین کا اتنا میٹھا لہجہ!"

"بابا کافی دنوں بدلے بدلے لگ رہے ہیں مجھے بھی پیار سے دیکھنے لگے ہیں شاید ان کو اپنی غلطیوں کا ادراک ہونے لگا ہے ان کو احساس ہوگیا ہے۔" اس نے ماں کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر تسلی دینے کی سعی کی...... جبکہ وہ ان کو پکارتا ہوا کمرے کی طرف ہی آرہا تھا۔

"تم مجھ کو بہلاوا دے رہی ہو...... یا خود کو سمجھانے کی کوشش کررہی ہو؟"

"ارے تم کیا یہاں دال روٹی کھا رہی ہو۔" وہ ڈبے اٹھائے اندر چلا آیا۔

"اب ہمارے دال کھانے کے دن گئے' لے مٹھائی کھا مقدر بدل گئے ہیں ہمارے' وڈیرے نے ہماری بیٹی کا ہاتھ مانگا ہے وہ آرہا ہے شام میں نکاح پڑھا کر ساتھ لے جائے گا راج کرے گی راج ہماری بیٹی۔" زمین ان کو اپنے قدموں سے سرکتی محسوس ہوئی تھی' سارا کمرہ گھوم گیا تھا۔ رائمہ بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے باپ کو دیکھ رہی تھی۔

"میری طرح یہ سن کر تم دونوں کو بھی یقین نہیں آیا' میری بھی یہی حالت ہوئی تھی' کہاں وڈیرا کہاں ہم کمی کمین لوگ چلو جلدی سے گھر صاف کرو' عاشق علی آتا ہی ہوگا چار لوگوں کو لے کر۔"

"وہ چار لوگوں کو لے کر آئے گا تیرا جنازہ اٹھانے کے لیے' کس کی اجازت سے تو نے یہ فیصلہ کیا؟ کون ہوتا ہے تو میری بیٹی کا سودا کرنے والا؟" دھان پان سی زبیدہ میں بیٹی کی خاطر چٹانوں جیسی قوت آ گئی تھی۔

"باپ ہوں میں اس کا' تیرے فیصلے کی مجھے قطعی ضرورت نہیں ہے۔"

"باپ ہوں میں اس کا ہونہہ' ایک دن بھی باپ ہونے کا حق نبھایا ہے تو نے؟ تیرے بدلے ہوئے اطوار دیکھ کر میں یہی سوچ سوچ کر پریشان تھی کہ گھر میں کوئی قیمتی چیز بچی نہیں ہے' جس کو بیچ کر تو عیش کررہا ہے میں یہ بھول گئی تھی' تجھ جیسا بے غیرت آدمی اپنی عیاشیوں کے لیے بیٹی کا بھی سودا کرسکتا ہے' اپنی عمر سے دگنی عمر کے مرد کے ساتھ' عزت سے زیادہ قیمتی شے کوئی نہیں ہوتی ہے۔"

"رائمہ! بیٹی تو ہی اپنی ماں کو سمجھا یہ سب میں نے تیرے بھلے کے لیے کیا ہے۔" وہ شعلہ جوالہ بنی زبیدہ کو دیکھتے ہوئے پہلی بار شفقت سے رائمہ سے مخاطب ہوا اور بے ساختہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے وہ باپ نہیں غرض کا پتلا تھا۔

"ماں صحیح کہہ رہی ہے بابا! اس خبیث بڈھے سے ہی

نہیں' میں کسی سے بھی شادی نہیں کروں گی' آپ جا کر اسے منع کر کے آجائیں وہ یہاں نہ آئے۔" زبیدہ کی طرح اس کا لہجہ بھی اٹل تھا۔

سلامو کو آتی ہوئی دولت راستے سے ہی واپس لوٹتی دکھائی دینے لگی وہ جو یہ سوچ کر آیا تھا ان ماں بیٹی کو پیار ومحبت سے بہلا پھسلا کر راضی کر لے گا' اب اپنی ساری ترکیب خسارے میں جاتے دیکھ کر اس کی بربریت ودرندگی عود کر آئی' غصے سے چیختے ہوئے اس نے رائمہ کے دراز بالوں کی چوٹی پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے آنکھیں نکال کر کہا۔

"بے حیا' بے شرم! باپ کے آگے زبان چلاتے شرم نہیں آتی تجھے؟"

"چھوڑ میری بیٹی کو سلامو! چھوڑ دے۔" زبیدہ اس کے ہاتھوں پر لپٹ گئی' رائمہ کی مارے تکلیف کے آنکھیں پھٹ گئی تھیں وہ اپنے دفاع میں ہاتھ پاؤں بھی نہیں چلا رہی تھی' فقط آنسو بہہ رہے تھے۔ زبیدہ کی مداخلت پر اس نے زوردار دھکا دیتے ہوئے اس کے بال چھوڑ دیے تھے۔

"یہ اٹھا یہاں سے اور نکل جا۔" زبیدہ نے مٹھائی اور دوسرا ڈبہ اٹھا کر صحن میں پھینکا تھا۔ زمین پر گرتے ہی ڈبہ کھل گیا تھا اور اس سے سرخ عروسی جوڑا نکل کر دھوپ میں چمکنے لگا تھا۔ سلامو نے ایک نظر صحن کی زمین پر بکھرے سامان پر ڈالی اور دوسری زبیدہ پر جو آگے بڑھ کر رائمہ کو اٹھا رہی تھی۔

"میں سوچ رہا تھا گھی سیدھی انگلی سے نکل جائے گا' مگر یہ میری بھول تھی اب مجھے انگلیاں ٹیڑھی ہی کرنی ہوں گی' گھر آنے والی دولت کو میں لات نہیں مار سکتا' رائمہ کو شادی عاشق علی سے ہی کرنی ہوگی۔" وہ بھاگ کر صحن سے ایک بھاری ڈنڈا اٹھا لایا تھا۔ رائمہ جو درد سے بے حال تھی اس کے بے رحم تیور دیکھ کر خوف سے ماں سے لپٹ گئی۔

"میں مر کر بھی تیری یہ خواہش پوری نہیں ہونے دوں گی تو چاہتا......" لفظ ادھورے ہی رہ گئے تھے۔ سلامو کے پے در پے وار نے اس کو لمحوں میں خون میں نہلا دیا تھا۔ رائمہ کو دھکا دے کر اس نے دور کیا تھا۔

"ماں کو چھوڑ دو' چھوڑ دو...... بابا......" وہ چیختی ہوئی زبیدہ سے لپٹ گئی تھی' سلامو کے جنونی انداز میں چلتے ہوئے ہاتھ رک گئے' اس نے حقارت بھری نگاہ خون میں لت پت پڑی زبیدہ پر ڈالی' ہاتھ میں پکڑا خون سے سرخ ڈنڈا زور سے زمین پر پھینکا اور صحن میں چلا گیا۔

"ماں! ماں' آنکھیں کھولو' دیکھو میری طرف۔" اس کے سر سے خون بھل بھل بہہ رہا تھا' اس کا چہرہ' لباس اور زمین خون سے سرخ ہو رہی تھی' اس کی آنکھیں بند تھیں اور سانس تیز چلنے لگی تھیں۔

"ماں! آنکھیں کھولو۔" اس نے چادر گیلی کر کے اس کے سر پر باندھی تھی۔ دوپٹہ گیلا کر کے چہرہ اور گردن صاف کی اور گلاس میں پانی لا کر اس کے لبوں سے لگایا' زبیدہ بمشکل چند گھونٹ پانی پی سکی۔

"ماں! میری طرف دیکھو نہ۔" وہ اس کا سر ہاتھوں میں تھامے روتے ہوئے کہہ رہی تھی' بار بار پکارنے پر بڑی مشکل سے اس نے آنکھیں کھولیں' چند لمحے اسے دیکھا...... ان بے نور ہوتی آنکھوں میں خواہشوں کے الاؤ بجھ رہے تھے۔ کئی حسرتیں دم توڑ رہی تھیں' بیٹی کو تکتے ہوئے زبیدہ نے آخری ہچکی لی تھی۔

ماں کی زندگی کا چراغ گل ہوا تو اس کی زندگی میں اندھیرا چھا گیا۔ لمحوں میں ماں اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوگئی تھی' چیخ وپکار' ہنگامہ روز گھر کا معمول تھا' پڑوسیوں کی ہمت نہ تھی ان کے گھر کے معاملے میں دخل دینے کی' سلامو کی جھگڑالو طبیعت سے سب ہی دور رہنا پسند کرتے تھے۔ زبیدہ کے قتل پر بھی کسی نے منہ نہ کھولا تھا' پھر اس کی پشت پناہی وڈیرا کر رہا تھا' پولیس بھی اس کی مٹھی میں تھی' شنوائی کہیں بھی ممکن نہ تھی۔

عاشق علی جو بڑے جوش وخروش کے ساتھ دلہا بن رہا تھا اس کی نشیلی آنکھوں میں سرخ جوڑے میں ملبوس چاند

ایسے بکھرے والی رائمہ کا حسین سا تصور ہلکورے لے رہا تھا' اس کے ساتھ گزارے جانے والے لمحات ابھی سے اسے کیف وسرور میں مست کر رہے تھے' لمحہ لمحہ صدی لگ رہا تھا۔

ایسے میں سلامو کی بیوی کی موت کی خبر اس کے ارمان پر بجلی بن کر گری تھی۔ وہ زہریلے ناگ کی طرح کمرے میں بل کھانے لگا۔

"اس چریا کو آج ہی عورت کو مارنا تھا' بیٹی کو رخصت کر کے یہ کام نہیں کر سکتا تھا؟ میرے دل پر چھری چلا دی ہے اس نے میرے سامنے ہوتا وہ تو گولی مار دیتا۔"

"سائیں آپ کی خاطر اس نے گھر والی کو مارا ہے وہ اس رشتے کے خلاف تھی۔" بخشو نے ہاتھ جوڑ کر اطلاع بہم پہنچائی۔

"اور وہ چھوکری راضی ہے......؟" وہ آئینے میں اپنا بنڈول سراپا دیکھتا ہوا بولا۔

"سائیں' وہ تو دل وجان سے راضی ہے۔" سلامو کی بات اس نے دہرائی۔

"ہوں...... یہ بات تجھے سلامو نے بتائی ہے؟" وہ بھی ایک گھاگ تھا رائمہ کی آنکھوں میں اپنے لیے سخت ناپسندیدگی وہ دیکھ چکا تھا یہ بات اسے ہضم نہیں ہوئی تھی۔

"ہاں سائیں! سلامو نے بتائی تھی آپ کے معاملے میں وہ جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔"

"مگر جھوٹ بھی کہے گا تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑنے والا' اکڑی عورت کو سیدھا کرنا ہی مردانگی ہے بخشو! جا کر کہہ دے میں رات میں ہی آؤں گا کل تک انتظار نہیں ہوگا اس لیے بیٹی کو تیار رکھے۔" اس نے رعونت بھرے لہجے میں حکم دیا۔

❁......☾......❁

مجھ سے پوچھتے کیا ہو زندگی کے بارے میں
اجنبی بتائے کیا اجنبی کے بارے میں
یہ غریب لوگوں کے گھر سے دور رہتی ہے
تجربہ ہے میرا چاندنی کے بارے میں

نازیہ کنول نازی کے نام

دعا

تجھ کو اے ناز خدا کرے ایسا گھر عطا
جہاں محبت کی تتلیاں محو رقص ہوں
خوشیاں ملے بے حساب
دکھ' درد' غم سب ہوں فنا
تجھ کو ملے ایسا ہمیشہ چند لمحات
اترے تیرے آنگن میں محبت کا چاند چلے پیار کی بادِ صبا
تجھ کو ملے ایسی گرہستی کی کتاب
جس میں درج ہو محبتوں کا نصاب
تجھ کو خدا نے نکاح کے مقدس بندھن میں باندھ دیا
تیرے آنگن میں اترے رحمتوں کے شام وسحر سحاب
مولا سے یہ دعا ہے خدیج
کہ وا ہو تجھ پر محبتوں کے باب

کے ایم نور المثال...... قصور

وہ کسی بت کی مانند ساکت وصامت تھی' زبیدہ کی میت جا چکی تھی۔ گاؤں کی عورتیں اس کے دکھ میں شریک تھیں جن میں سب سے آگے مہ جبیں تھیں۔ اس اندوہناک گھڑی میں وہ اسے کانچ کی گڑیا کی مانند سنبھالے ہوئے تھیں۔ اس نے ماں کو مرتے دیکھا تھا' ماں نے آخری ہچکی اس کے ہاتھوں میں لی تھی۔ وہ ساری زندگی اپنے حقوق فراموش کیے مار کھاتی' دکھ سہتی رہی تھی۔ مگر جب بات بیٹی کے حق کی آئی تو اس بے رحم مرد کے آگے ڈٹ گئی تھی اور بھربھری دیوار کی مانند اسے راستے سے ہٹا دیا گیا تھا۔

مہ جبیں کے شانے سے لگی وہ بے آواز رو رہی تھی۔ شام ہوگئی تھی' جب وہ قبرستان سے واپس آیا' صحن عورتوں سے بھرا تھا۔ اس نے آتے ہی سب کو گھر سے بھگا دیا تھا۔ عورتیں جو اس کی بدلحاظی سے واقف تھیں' لمحوں میں صحن خالی ہوگیا تھا۔

"میڈم! آپ بھی جاؤ حالت دیکھتی ہو بچی کی یہ بھی

اب آرام کرے گی۔" وہ مہ جبین کو اس کے پاس بیٹھا دیکھ کر بدلحاظی سے گویا ہوا۔

"رات تک چلی جاؤں گی میں بھی! رائمہ ابھی ماں کی جدائی کے دکھ میں ہے۔" وہ برا مانے بنا شائستہ و نرم لہجے میں گویا ہوئیں۔

"یہ دکھ تو ساری زندگی کا ہے' کیا ساری زندگی اس کے پاس بیٹھی رہو گی؟ اس کی ماں کی موت آئی تھی سیڑھیوں سے گری اور مر گئی' یہ کب تک سوگ منائے گی' جانے والے واپس نہیں آتے اب تم جاؤ بابا' کل سے یہ اسکول بھی نہیں آئے گی' ختم اس کی نوکری' اب تم بھی ادھر کبھی مت آنا۔" اس کے لہجے میں ذرا بھی پشیمانی و ملال نہ تھا' وہ دوبارہ انہیں وہاں سے جانے کا کہہ کر چلا گیا۔ رائمہ مہ جبین سے لپٹ کر رونے لگی۔

"ماں چلی گئیں آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ میڈم! ماں کو قتل کر کے بھی بابا کو افسوس نہیں ہے...... وہ مجھے بیچ دیں گے عاشق علی نے انہیں اپنے قابو میں کر لیا ہے۔"

"گھبراؤ نہیں رائمہ! ابھی مجھے جانا ہے ورنہ بدمزگی ہو جائے گی۔"

"میرا کیا ہو گا؟ مجھے بابا سے خوف آ رہا ہے۔ اس گھر سے خوف آ رہا ہے مجھے بھی آپ ساتھ لے جائیں میڈم!" وہ ان سے لپٹی ہوئی کہہ رہی تھی۔ مہ جبین کا دل بھی اس کو اس حالت میں چھوڑ کر جانے کو نہیں چاہ رہا تھا مگر سلامو کی عادت سے وہ واقف تھیں کہ اگر وہ یہاں سے نہ گئیں تو وہ دھکے دے کر نکال دے گا۔ پھر جانے سے قبل پرس سے موبائل نکال کر اسے دیتے ہوئے وہ سرگوشیاں کرنے لگیں۔

......☆☆☆......

وہ اسکول کی میڈم کو گھر سے جانے کا کہہ کر بیٹھک میں آ کر اپنے مشاغل میں مشغول ہو گیا تھا۔ ایک زندگی اس نے موت میں بدل دی تھی' وہ عورت جو صبر و برداشت کے ساتھ اس کے سنگ زندگی گزارتی آئی تھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا اسے مٹی کے سپرد کر کے آیا تھا' کوئی نرم گوشہ دل میں بیدار نہ ہوا تھا' وہ بوتل منہ سے لگائے پی رہا تھا' چہرے پر آسودگی پھیلی ہوئی تھی وہ جانتا تھا زبیدہ کبھی بھی اسے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے نہیں دے گی سو پہلے اسے اس نے راستے سے ہٹایا تھا اب راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہی تھی' وہ خود پر بارش کی طرح نوٹوں کو برستے دیکھ رہا تھا' نا معلوم کب تک وہ نوٹوں کی بارش میں ڈوبا رہتا تبھی باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی پھر دروازے پر دستک ہونے لگی۔

دروازے کے باہر بخشو کھڑا تھا' اندر آتے ہی بلا تمہید گویا ہوا۔

"چھوکری کو تیار کر عاشق سائیں لینے آ رہا ہے۔"

"اوا! سائیں ابھی لینے آ رہا ہے؟ میری بیوی کو مرے ایک رات بھی نہیں گزری ہے...... کچھ رحم کرو سائیں۔" وہ ہاتھ باندھ کر بولا۔

"سائیں بہت غصے میں ہے سلامو! تو جانتا ہے سائیں کا غصہ......"

"میں چلتا ہوں تیرے ساتھ اوا! سائیں کے پاؤں پکڑ کر منا لوں گا اسے' ابھی اس کی حالت بھی اچھی نہیں ہے' صبح تک وہ کچھ بہتر ہو جائے گی تو میں خود حویلی چھوڑ جاؤں گا اس کو' میں تیرے ساتھ چلتا ہوں۔" بخشو کو دیکھ کر سارا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔

معاملے کی نزاکت سے بخشو بھی واقف تھا لہٰذا اس نے کوئی بحث نہ کی' گاڑی میں بیٹھ کر سلامو کا انتظار کرنے لگا۔

وہ بیٹھک کا دروازہ بند کر کے دبے قدموں سے کمرے کی طرف بڑھنے لگا کمرے میں زرد بلب کی روشنی میں اداسی بین کر رہی تھی وہ اسی انداز میں رائمہ کے پلنگ کی طرف بڑھا' وہ بے خبر سو رہی تھی۔ وہ لمحے بھر جھک کر یہ دیکھتا رہا کہ وہ سو رہی ہے یا ناٹک کر رہی ہے' جب اسے اچھی طرح تسلی ہو گئی کہ وہ واقعی سو رہی ہے پھر وہ وہاں سے نکل گیا۔ گاڑی کی آواز دور ہوتے ہوتے بالکل ہی ختم ہو گئی۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور تیزی سے اٹھ کر طاق میں بچی کپڑے کی گڑیا کے پیچھے چھپا موبائل نکال کر نمبر ملایا' چند منٹ بعد کال ریسیو کر لی گئی۔

اس نے بابا اور بخشو کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو دہرا دی تھی' جو بیٹھک کے اندرونی دروازے سے لگ کر اس نے سنی تھیں اور پھر بابا کو اس طرف آتے دیکھ کر بستر میں سوتی بن گئی تھی۔ اگر وہ ہوش مند آدمی ہوتا تو جان لیتا وہ کس طرح ایسی بے خبری کی نیند سو سکتی ہے جس کی ماں کو اس کے سامنے بے دردی سے قتل کر دیا جائے' جان سے بڑھ کر چاہنے والی ماں کے بغیر نیند کہاں ممکن تھی؟

"تمہاری عزت و جان کو خطرہ ہے رائمہ! فوراً گھر چھوڑ کر میرے پاس آؤ' میرے کزن شام میں آئے تھے ابھی وہ نکلنے ہی والے ہیں' اسکول کے گراؤنڈ کے پیچھے ان کی کار کھڑی ہے' میں اس کے لاک کھلوا دیتی ہوں' آپ اس میں چھپ کر بیٹھنا کوئی دیکھے نہ' میں ان کو آپ کے متعلق بتا دیتی ہوں' وہ شریف و قابل بھروسہ ہیں اور آپ کی مدد کریں گے' پھر میں بھی آپ سے رابطے میں رہوں گی' آپ ایک لمحہ ضائع کیے بنا یہاں سے نکل جائیں۔" مہ جبین کے لہجے میں اسے ماں کے لہجے کی مہک محسوس ہوئی تھی۔ ایک آہ دل سے اٹھی تھی' تو اترے آنسو بہنے لگے' بہتے آنسوؤں کے ساتھ اس نے سیاہ کڑھی ہوئی شال نکال کر اوڑھی الوداعی نگاہوں سے درو دیوار کو دیکھا' ساتھ لے جانے کے لیے کوئی چیز ہی نہ تھی اس نے مہ جبین کا دیا ہوا موبائل ہاتھ میں پکڑا اور صحن میں آ گئی جہاں چاند کی روشنی پوری طرح بکھری ہوئی تھی۔ اس نے صحن کے آدھے حصے پر چھائے انار کے درخت کو دیکھا تو گھٹی گھٹی چیخیں نکل گئیں' یہ انار کا درخت اس کی ماں کے دکھ سکھ کا ساتھی تھا' اپنوں کی طرح اس نے سہارا دیا تھا اور اب بھی وہ اس کی ایک مضبوط شاخ پر چڑھ گئی جو سرخ اینٹوں سے بنی دیوار پر پھیلی تھی۔ اس پر چڑھ کر گلی میں اس نے چھلانگ لگائی تھی۔

پتلی لمبی گلی سنسان پڑی تھی۔ آوارہ کتے رات کے اندھیرے میں بھونکتے پھر رہے تھے یا جھینگروں کی آوازیں ماحول میں پراسراریت پھیلا رہی تھیں' وہ زمین سے اٹھی اور سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔ گلی کے اختتام پر آموں کے باغات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا' گلی کے نکڑ پر پہنچ کر اس نے بہتی آنکھوں کے ساتھ آخری نگاہ گھر پر ڈالی۔ انار کا درخت بھی گویا اسے الوداع کہہ رہا تھا۔ وہ سسکیاں دباتی ہوئی وہاں سے بھاگ کر آم کے باغ سے گزرتی اسکول تک پہنچی تھی جب اس نے وہاں سے وڈیرے کی گاڑی گزرتے دیکھی تھی۔ مارے خوف کے اس کی سانسیں تھمنے لگیں۔

"یا اللہ! ان لوگوں کو اتنی جلدی خبر ہو گئی......؟ یہ مجھے ڈھونڈ رہے ہیں۔" دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو بے قرار ہو گیا' وہ درخت کے تنے سے لپٹ گئی۔

"سائیں! پتھر تھا میں نے راستے سے ہٹا دیا ہے۔" بخشو کی آواز سناٹے میں گونجی تھی پھر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی اور دور ہوتی چلی گئی۔ اب عبرت ناک انجام قریب تھا' اس کی گاڑی سے تیز رفتار اسے اپنے قدموں کی کرنی تھی' اپنی بقا کے لیے وہ بھاگی تھی' ہرنی کی مانند اندھیروں میں گڑھوں میں گری تھی' کانٹوں میں الجھی تھی' اس وقت نہ تکلیف تھی نہ درد' فکر تھی' تو اپنی عزت کی چادر محفوظ کرنے کی' بھاگتے بھاگتے وہ کار تک پہنچ گئی یہ وہی کار تھی' جس کا مہ جبین نے بتایا تھا۔

ڈور لاک نہیں تھے وہ تیزی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر اپنے حواسوں کو درست کر رہی تھی' معاً اسے ماحول میں عجیب سی ہلچل محسوس ہوئی' کئی گاڑیوں کی روشنیاں دور سے روشن دکھائی دینے لگی تھیں گویا اس کے فرار کی خبر ہو چکی تھی۔ وہ پوری جان سے کانپی اور سیٹ سے نیچے دبک کر بیٹھ گئی تھی۔ چند لمحوں بعد کار کے دونوں اگلے دروازے وا ہوئے اور بند ہو گئے' کوئی بیٹھا تھا دلاویز سی مہک گاڑی میں پھیلی تھی۔ ساتھ ہی اے سی کی ٹھنڈک بھی' کار اسٹارٹ ہوئی اور اجنبی راستے پر گامزن ہو گئی تھی۔

وہ دبکی ہوئی بے آواز بیٹھی تھی' سیٹ کے نیچے بھی

خاصی کھلی جگہ تھی جہاں وہ آسانی سے ایڈجسٹ ہوگئی تھی کار نامعلوم کس راستے پر جارہی تھی جو باہر سے آتی آوازیں بند ہوگئی تھیں۔

وہ خود کو محفوظ تصور کرنے لگی تھی مہ جبین جیسی ہمدرد و نفیس عورت سے کسی قسم کی بدگمانی نہیں کی جاسکتی تھی انہوں نے اسے کسی محفوظ ہاتھوں میں ہی سونپا ہوگا وہ سوچ رہی تھی۔

❀......☾......❀

"بیگم صاحب! یہ دیکھیے فوٹو ایک سے ایک حسین لڑکی کی فوٹو لائی ہوں' ساری خاندانی' ماڈرن اور امیر ترین گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں' لوگوں میں چرچے ہیں ان کے حسن و خوب صورتی کے' ہر ایک ان کو بہو بنانے کی آس رکھتا ہے۔" رشتے کرانے والی ماجدہ نے کئی تصویریں ٹیبل پر بکھیر دی تھیں۔ ربیعہ بیگم نے مسکرا کر ماجدہ کی طرف دیکھا۔

"مجھے نہیں...... فوٹو دکھائیں آپ۔" ماجدہ نے تصویریں ان کی طرف بڑھائیں۔

"آنٹی! مما کو فوٹوز کیوں دکھا رہی ہیں آپ' شادی بھائی کو کرنی ہے' مما کو نہیں پھر لڑکی بھی بھائی خود پسند کریں گے۔" مونانے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی' آپ کے بھائی کو کوئی لڑکی پسند نہیں آئی ہے؟"

"جب بھائی کو لڑکی پسند نہیں ہے پھر شادی کس طرح ہوگی؟"

"میں زبردستی کی قائل نہیں ہوں ماجدہ' مجبوری کے تحت قبول کیے گئے رشتے سلامت نہیں رہتے اور میں احد کو ایسے کسی مسئلے میں پھنسانا نہیں چاہتی۔" ربیعہ نے متانت سے اس بحث کو سمیٹتے ہوئے ٹیبل پر بکھری تصویوں کو یکجا کرکے بنا دیکھے ماجدہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آپ ایک نظر ان تصاویر کو دیکھ تو لیں بیگم صاحبہ!" اس بار بھی اپنی ناکامی پر وہ دل ہی دل میں تلملا کر رہ گئی مگر اوپری دل سے مسکراتے ہوئے ان سے کہنے لگی۔

"ماجدہ! بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں' مجھے کوئی حق حاصل نہیں ہے ان بچیوں کی بے عزتی کرنے کا' جب مجھے معلوم ہے ان پھولوں کو میرے آنگن میں مہکنا ہی نہیں ہے پھر میں کیوں انہیں رد کروں؟" انہوں نے سنجیدگی سے اپنا موقف بیان کیا۔

"بھابی! میری مانیں تو آپ ایک بار احد کا میڈیکل چیک اپ کروا ہی لیں۔ اس نے بچپن سے ہی لڑکیوں سے دشمنی رکھی ہے اور جوان ہوکر تو گویا وہ ان کی پرچھائیوں سے بھی گریزاں رہتا ہے' میری تجل اور کاجل ایک گھر میں رہتی ہوئی بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل تھیں' گھر کی ہوں یا باہر کی ساری لڑکیاں اس کے لیے گھاس کوڑا ہیں۔" ان کی دیورانی رامین وہاں آکر بیٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"احد بالکل نارمل ہے رامین' اسے کسی چیک اپ کی ضرورت نہیں۔"

"مسلسل شادی سے انکار' لڑکیوں سے گریز' یہ سب کیا ہے؟" ان کے اپنائیت بھرے لہجے میں حسد اور چبھن کی کاٹ پنہاں تھی۔

"آج کل تو لڑکے ڈھنگ سے پالنے سے نکل بھی نہیں پاتے اور ان کو لڑکیوں کا ساتھ چاہیے ہوتا ہے' ایک آپ کا انوکھا لاڈلا ہے' جس نے بھائی جان کو بھی' ناراض کردیا' کاجل سے شادی سے انکار کرکے اور جنگل میں پڑا۔"

"احد غیرت مند' شریف اور نفس کو اپنے قدموں تلے دبا کر چلنے والا بچہ ہے' میں نے اس کی تربیت ایسی نہیں کی کہ وہ جانوروں کی طرح ادھر ادھر منہ مارتا پھرے جیسے آج کل کے بچے بے راہ روی کی غلاظت میں جکڑے ہوئے ہیں...... نہ ان کو اپنے ایمان کی فکر ہے نہ اپنی اور نا ہی خاندان کی حرمت کی پروا' اگر سب میرے بیٹے جیسے خود دار مضبوط اور نگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہوجائیں تو ہر لڑکی کی عزت و ناموس محفوظ ہوجائے گی۔"

"میں چلتی ہوں بیگم صاحبہ! پھر آؤں گی۔" ان کا موڈ آف ہوتے دیکھ کر ماجدہ نے سینڈوچز' دہی بڑے اور چائے سے جلدی جلدی انصاف کیا پھر اٹھ گئی۔

"آؤ' بے شک ہر روز آؤ مگر خالی ہاتھ آنا' کوئی تصویر لانے کی ضرورت نہیں۔" انہوں نے اٹھتے ہوئے تنبیہ کی وہ پرس سنبھال کر گردن ہلاتی نکل گئیں۔

"ارے بھابی! آپ تو برا ہی مان گئیں' میں تو احد کی محبت میں اس کی بھلائی کے لیے کہہ رہی تھی' احد کوئی غیر تھوڑی ہے جو میں اس کا برا چاہوں گی۔"

"زبان کی نرمی و سختی ہی اپنوں و غیروں کا تعین کرتی ہے رامین! تم ایک ایسی عورت کے سامنے احد کے کردار کو' اس کے وقار و انا کو مجروح کررہی ہو' یہ جانتے ہوئے بھی وہ گھر گھر جانے والی' جھوٹ و سچ بیان کرنے والی عورت ہے۔"

"سوری بھابی! آپ نے بات کا بتنگڑ بنا ڈالا' میرا یہ مقصد ہرگز نہ تھا۔"

"میرے بیٹے کو صاف انداز میں تم نامردی کا طعنہ دے رہی ہو پھر الزام بھی مجھ پر ہی لگا رہی ہو بات بڑھانے کا' ذرا اپنے رویے پر تو غور کرو۔"

"چلیں معاف کردیں' بہت بڑی غلطی ہوگئی مجھ سے بھابی' بس زبان ہے جو چلتی ہے تو بریک فیل گاڑی کی طرح بے قابو ہوجاتی ہے۔"

رامین نے آگے بڑھ کر ان کا بازو تھامتے ہوئے لجاجت سے کہا ربیعہ جن کو شاذ و نادر ہی غصہ آتا تھا اب بھی دیورانی کی بے سرو پا لغو باتوں پر بیٹے کی حمایت میں کہہ اٹھی تھیں مونا خاموش سی بیٹھی رہ گئی تھی۔

❀......☾......❀

گاڑی چلتی رہی تھی وہ خاصے محتاط تھے' دونوں میں سے کسی نے بھی گفتگو نہ کی تھی۔ رائمہ کا سارا دن کانٹوں پر سفر میں گزرا تھا اور رات تو گویا دہکتے ہوئے انگارے لے کر آئی تھی' وہ بری طرح آبلہ پا تھی' روح تک جیسے گھائل ہوکر رہ گئی تھی' کار چلانے والا شاید اڑانے کی سعی کررہا تھا' بے حد تیز رفتار تھی راہ میں آتے گڑھے ٹوٹی پھوٹی سڑک پر کار بری طرح اچھلتی کودتی رہی تھی۔

اس کے زخموں سے ٹیسیں اٹھنے لگیں' کراہیں دبانے کے لیے شال کو منہ میں دبائے وہ درد برداشت کرنے کی سعی میں بے ہوش ہوگئی تھی اور جب ہوش آیا وہ اسی طرح سیٹ کے نیچے پڑی ہوئی تھی۔ چند ثانیے وہ خوابیدہ انداز میں پڑی رہی پھر شدید گرمی کے احساس نے اس کے حواس بیدار کیے' درد سے سن ہوتے وجود کو گھسیٹ کر وہ سیٹ پر بیٹھی اور باہر دیکھا تو چھوٹے سے خوب صورت لان میں دھوپ خوب چمک رہی تھی۔ ایک طرف کیاری میں پھولوں کی بہار تھی' سامنے وہائٹ گیٹ بند تھا اور گیٹ سے سرخ بجری کی روش تھی جو لان کے درمیان میں بنی ماربل کی کشادہ سیڑھیوں پر ختم ہوتی تھی' وہ تین سیڑھیاں تھیں جس کی آخری سیڑھی چبوترے کی مانند وسیع تھی۔ جس کے درمیان میں خوب صورت گلاس ڈور تھا اور اس دروازے کے دونوں طرف بڑے بڑے گملوں میں خوب صورت پودے لگے ہوئے تھے۔ وہ حیران سی باہر نکل آئی۔ مہ جبین کے کزن کا اس کو اس طرح گاڑی میں چھوڑ کر جانے کا کیا مقصد تھا؟ اب دوپہر تھی وہ رات سے گاڑی میں پڑی رہی تھی...... وہ بے خبر رہے تھے؟ وہ کیسے بے حس لوگوں کی مہمان بن گئی تھی جو ایک مصیبت کے صحرا سے نکال کر لے آئے اور پھر مڑ کر خبر بھی نہ لی تھی' اس کی آنکھیں پھر لبالب بھرنے لگی تھیں۔ پاؤں میں سے چپل کہاں گری اسے معلوم نہ تھا' پاؤں اتنے زخمی تھے کہ اسے کھڑا ہونا مشکل لگ رہا تھا' دروازہ کھول کر اس نے موبائل ڈھونڈا تاکہ مہ جبین سے رابطہ کرسکے' مگر موبائل وہاں نہ تھا' نہ جانے کب اور کہاں گر گیا تھا؟ اب کیا ہوگا اور وہ کس طرح مہ جبین سے رابطہ کرے گی؟ سوچوں کے ناگ اسے ڈسنے لگے تھے' وہ خود کو اندھے کنویں میں مقید محسوس کررہی تھی۔

گیٹ کھلا ایک ادھیڑ عمر شخص کے ساتھ نوجوان اندر داخل ہوا تھا' رائمہ پھرتی سے ستون کے پیچھے ہوگئی'

قدموں کی چاپ اس طرف آ رہی تھی۔

"بابا! گاڑی کا ڈور کیوں اوپن ہے؟" بھاری و سنجیدہ آواز ابھری۔

"ارے یہ کیوں کھلا ہوا ہے رات میں نے خود لاک کیا تھا۔"

"جی ہاں! آپ نے بند کیا تھا وہ برگد والی چڑیل بھی رات ہمارے ساتھ سفر کرتی رہی ہوگی' صبح بیدار ہوئی ہوگی تو ڈور اوپن کر کے چلی گئی ہوگی۔"

"ارے میاں کیوں اس کا نام لے رہے ہو'اس کا نام مذاق میں بھی لو تو وہ بچی حاضر ہو جاتی ہے۔" ان کا چہرہ خوف سے زرد ہو گیا تھا' وہ گہرا سانس لے کر آگے بڑھا اور دروازہ بند کرنے کے لیے ہاتھ ہی بڑھایا تھا معاً اس کی نگاہ آف وہائٹ سیٹ پر جم کر رہ گئی' جہاں خون کے دھبے تھے' مٹی بھرے خون آلود پاؤں کے نشان گڈمڈ تھے سیٹ سے نیچے بھی یہی حالت تھی۔

"کیا ہوا بیٹا! پریشان لگ رہے ہو؟" مجید بابا اس کے قریب چلے آئے اور جھانک کر دیکھا تو بدک کر پیچھے ہٹے اور خوف سے گڑگڑانے لگے۔

"آ بل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو۔"

"بابا! فار گاڈ سیک کیا ہوا ہے آپ کو؟" وہ دروازہ بند کرتا جھنجلایا۔

"میں نے کہا تھا نام لینے سے وہ حاضر ہو جاتی ہے۔"

"شٹ' یہ انسان کا خون ہے جو ابھی بھی ہمارے درمیان موجود ہے۔" وہ کہتا ہوا گھوم کر ایک پل میں اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ سیاہ گرد آلود شال میں وہ لپٹی بیٹھی تھی۔

"کون ہو تم؟" گرج دار لہجے میں وہ اس سے مخاطب ہوا' مجید بابا بھی قریب پہنچ گئے تھے۔

"ارے کون ہو بھئی' اور یہ کیا طریقہ ہے کسی کے گھر میں گھسنے کا بی بی؟" جواب ندارد تھا وہ چہرہ شال میں چھپائے روئے جا رہی تھی' قسمت یہاں بھی اس کے ساتھ گیم کر گئی تھی' نامعلوم کن لوگوں میں آ گئی تھی وہ؟

"آنسوؤں کی زبان سمجھ نہیں آتی ہے ہماری زبان بولو گی تو کچھ سمجھ آئے گی۔" ان کے لہجے میں نرمی در آئی تھی وہ اس کے آنسوؤں سے متاثر ہو گئے تھے مگر ساتھ کھڑے شخص کے وجیہہ چہرے پر بے رحمی و اکتاہٹ تھی وہ جھلا کر بولا۔

"میں پولیس کو فون کر رہا ہوں' وہ خود ان کی ہسٹری معلوم کر لیں گے۔"

"پولیس کو نہ بلائیں۔" ایک دم سیاہ بادلوں کی گرفت سے چاند نمودار ہوا تھا' لمحے بھر کو وہ دونوں دیکھتے رہ گئے تھے' پھر یکلخت اس کی آنکھوں میں سرد مہری اتر آئی تھی۔

"بیٹی! کون ہو تم؟ تمہاری حالت تو بے حد خراب ہے۔" بابا کو وہ لڑکی بے حد دکھی و خوف زدہ محسوس ہوئی تھی۔ وہ اس کے سر پر شفقت و ہمدردی سے ہاتھ رکھتے نرمی سے گویا ہوئے رائمہ کے صبر کے طنابیں چھوٹ گئیں وہ بے تحاشا رونے لگی جدائی' کرب' لاچاری و بے بسی ہر احساس تھا ان آنسوؤں میں۔

"بیٹی' بیٹی چپ ہو جاؤ گھبراؤ نہیں' تم یہاں محفوظ ہو ڈرو نہیں......"

"بابا! اسے آپ یہاں سے نکال رہے ہیں یا میں نکالوں......؟" مجید بابا کو اس لڑکی سے ہمدردی کرتے دیکھ کر وہ سرد لہجے میں گویا ہوا۔

"احد بیٹا! مجھے یہ لڑکی بے حد مظلوم و غم زدہ لگ رہی ہے کچھ وقت دے دو' حقیقت معلوم ہو جائے تو میں خود اس کو گھر چھوڑ آؤں گا۔"

"نو نیور! اس لڑکی کو ابھی اور اسی وقت یہاں سے نکالیں' نامعلوم کون ہے؟ کس گینگ سے تعلق ہے اس کا' موقع دیکھتے ہی یہ لڑکی اپنے لوگوں کو بلائے گی اور لمحوں میں گھر کا صفایا کر جائے گی۔" وہ نہ اس کے حسن سے مرعوب ہوا نہ آنسوؤں سے متاثر۔

"میری بات سنو بیٹا! طیش میں نہ آؤ' ادھر چلو میرے ساتھ......" اس کو غصے سے بپھرتا دیکھ کر انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور لان میں آ گئے' وہ مجبوراً ان کے

ساتھ وہاں چلا آیا۔

"بیٹا! میری عمر کا تجربہ کہتا ہے یہ لڑکی کسی بڑی مصیبت کا شکار ہے' کوئی چور ڈاکو نہیں ہے حالت دیکھو اس کی لگتا ہے غموں کے پہاڑ ٹوٹے ہیں اس پر شاید فاقہ زدہ بھی ہے وہ اور زخمی بھی۔"

"جی درست کہہ رہے ہیں آپ' ساری دنیا کی ستائی ہوئی لڑکی ہے وہ...... مگر مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہے میں ایسے فراڈیوں کو خوب جانتا ہوں۔ اس کو فوراً نکالیں یہاں سے۔" وہ کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔ مجید بابا واپس اس کے پاس آئے تو وہ ڈری سہمی کھڑی تھی' بھیگی آنکھوں میں ویرانیاں لیے ان کی باتوں کی آواز اس تک آ رہی تھی۔

"آؤ بیٹی! منہ ہاتھ دھو کر اپنا حلیہ درست کرو' میں اتنے میں کھانا گرم کر کے لاتا ہوں' خدا جانے تم نے کب سے کھانا نہیں کھایا ہے۔" وہ اپنائیت سے بولے۔

"بابا وہ منع کر کے گئے ہیں آپ مجھے باہر چھوڑ دیں۔" وہ خوف سے گویا ہوئی۔

"احد میاں کی باتوں کا برا نہیں ماننا بچی! وہ ابھی غصہ کر رہے ہیں' رات تک بھول جائیں گے' ان کی زبان کڑوی ضرور ہے مگر دل بالکل شہد کی طرح میٹھا ہے۔" وہ تقدیر کے حوالے خود کو کر کے ان کے پیچھے لنگڑاتے ہوئے چل پڑی تھی۔

❁......☾......❁

"احد! میرے بچے! ماں کو اپنی صورت سے ترسا دیا ہے کب آؤ گے؟ میں رات دن آپ کی واپسی کی دعائیں مانگتی ہوں' مونا بھی آپ کے بنا اداس اداس پھرتی ہے یہ گھر آپ کے بغیر گھر نہیں لگتا۔"

"ناخلف' نامراد' تم نے جرأت کیسے کی میرے فیصلے کو رد کرنے کی؟" مما کی ممتا بھری آواز پپا کی بارعب و پرجلال آواز پر حاوی ہوئی۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا میں کاجل کو مونا کی طرح سمجھتا ہوں۔"

"تمہارے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے کاجل سے تمہیں شادی کرنی ہوگی۔"

"پپا پلیز! میں کاجل کو وہ حق کبھی نہ دے پاؤں گا جو لائف پارٹنر کو حاصل ہوتا ہے' اس کے لیے میری فیلنگز الگ ہیں۔"

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے......؟" شعلے اس کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

"یس آف کورس۔" اس کا لہجہ پتھریلا تھا۔

"اسی وقت میرے گھر سے نکل جاؤ' مڑ کر بھی نہ دیکھنا کبھی اس طرف' تم میں کسی کا ہاتھ تھامنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے' جاؤ گیٹ لاسٹ' چوڑیاں خرید لو اپنے لیے اسی قابل ہو تم۔"

"احد...... احد! کیوں چپ ہو گئے ہو؟ اپنی صورت سے ترسا دیا ہے اب آواز سے بھی محروم کرنے کا ارادہ ہے؟" ان کی نم آواز اسے حواسوں میں واپس لائی تھی۔

"سوری مما! میں آپ کو ہرٹ کرنا نہیں چاہتا' پپا کی باتیں میں بھول نہیں پایا ابھی تک...... شاید تا زیست نہ بھول پاؤں۔"

"دور رہو گے تو کبھی نہیں بھولو گے بیٹا' تنہائیوں میں دکھ دینے والی باتیں سانپوں کی طرح ڈستی ہیں' دیمک کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کر ڈالتی ہیں' آپ واپس آ جاؤ ماں کے پاس رہ کر ہر دکھ کا ازالہ ہو جاتا ہے۔"

"آپ پریشان مت ہوں' کبھی نہ کبھی آ جاؤں گا آپ کے پاس۔" اس نے دلاسہ دیا۔

"کبھی نہ کبھی! زندگی کا پل بھر کا بھروسہ نہیں ہے۔" ان کی آواز بھیگنے لگی۔

"پلیز مما! میں آؤں گا یہ وعدہ ہے میرا' آپ ایسی باتیں نہ کریں۔" ان کی اداسی اسے بری طرح مضطرب کر گئی وہ بے ساختہ بولا۔

"باپ بیٹے کی جنگ میں نقصان میرا ہو رہا ہے' میری ممتا سزا پا رہی ہے اور جس کی خاطر یہ طوفان اٹھایا گیا تھا' وہ ڈھنگ سے دو ماہ بھی سسرال میں ٹک نہ سکی لڑ جھگڑ کر

میکہ بسائے بیٹھی ہوئی ہے تب بھی آپ کے پپا کی عقل کام نہیں کررہی۔"

"مونا کے پیپرز کیسے ہورہے ہیں؟ ایگزام کی وجہ سے میں کال نہیں کررہا۔" وہ موضوع بدلتے ہوئے بہن کے متعلق پوچھنے لگا ربیعہ مونا کے ایگزامز کے علاوہ عزیز واقارب کی غمی وخوشی کی باتیں کرنے لگیں۔

"مجید بابا کیسے ہیں؟ مجھے یقین ہے وہ اچھی طرح آپ کا خیال رکھتے ہوں گے ان کو میرا سلام کہنا' اگلی بار فون کروں گی تو مجید بابا سے ضرور بات کروانا میری۔ اچھا بیٹا خیال رکھنا اپنا' میری آنکھیں روز آپ کی راہوں پر لگی رہیں گی۔" حسب توقع انہوں نے آبدیدہ ہوکر الوداعی جملے ادا کیے تھے۔ اس نے بھی سیل فون ٹیبل پر رکھ کر چیئر کی بیک سے ٹیک لگالی تھی اسے محسوس ہوا گھنی ٹھنڈی چھاؤں سے ایک دم صحرا کی تپتی دھوپ میں آ کھڑا ہوا ہو۔

"بیٹا! چائے کے ساتھ کیک اور بسکٹ لایا ہوں۔" مجید بابا ٹرے میں چائے کے لوازمات لیے کمرے میں داخل ہوئے۔

"میں چائے کے سوا کچھ نہیں لوں گا آپ واپس لے جائیں۔" اس کی سفید رنگت میں اضمحلال کی سرخی تھی' براؤن روشن آنکھوں میں سرد اداسی تھی وہ اس وقت بے حد بکھرا بکھرا انتہا اداس لگ رہا تھا۔

"کیک یا بسکٹ کچھ تو لے لیں بیٹا! لنچ بھی نہیں کیا ہے آپ نے۔" وہ ٹرے ٹیبل پر رکھ کر چائے بناتے ہوئے شفقت بھرے انداز میں گویا ہوئے۔

"صرف چائے دیں بابا۔" اس کے بھاری لہجے میں قطعیت تھی۔

"ربیعہ بیٹا سے فون پر بات ہوئی ہے کیا؟" وہ اس کے انداز پر کھٹکے تھے۔

"ہوں۔" اس نے مگ پکڑتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی۔

"ربیعہ بیٹا اور وہ چھوٹی مونا خیریت سے تو ہیں نا؟"

"ہوں۔" اس بار بھی اس نے ہوں پر اکتفا کیا وہ سمجھ گئے وہ بات کرنے کے موڈ میں نہیں۔ وہ خاموشی سے ٹرے اٹھائے آگے بڑھے تھے معاً وہ چونک کر بولا۔

"آپ نے اس لڑکی کو گھر سے باہر نکال دیا......؟"

"میں آپ سے پوچھ رہا ہوں' دیواروں سے نہیں بابا! میرے سوال کا جواب دیں۔ وہ لڑکی کہاں ہے؟" ان کو خاموش دیکھ کر اس کے لہجے میں سرد مہری ابھر آئی۔

"اس بچی کو میں انیکسی میں ٹھہرا چکا ہوں۔" انہوں نے اطلاع دی۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ مگ ٹیبل پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کس کی اجازت سے آپ نے انیکسی اس لڑکی کو دی ہے؟"

"بیٹا خود ہی سوچیں اب شام ڈھل رہی ہے رات سر پر ہے وہ جوان وتنہا لڑکی اس جنگل میں کہاں جائے گی؟ پھر وہ بہت پریشان وزخمی ہے میں نے ڈریسنگ کردی ہے اس کی پاؤں بری طرح گھائل ہیں غریب کے۔" ان کے لہجے میں اس لڑکی کے لیے ہمدردی وترس کا دریا بہہ رہا تھا۔

"مائی گاڈ! ہمارے درمیان وہ لڑکی کس طرح رہ سکتی ہے...... کون ہے وہ...... کہاں سے آئی ہے...... اس کو زخمی کس نے اور کیوں کیا ہے...... یہ پوچھا آپ نے؟"

"وہ لڑکی بے حد پریشان ونڈھال تھی' خاصی خوف زدہ بھی لگ رہی تھی' میں نے کھانے کے بعد اسے چائے کے ساتھ نیند آور گولیاں بھی دے دیں ہیں تاکہ وہ سکون سے سوئے' صبح اٹھے گی تو طبیعت ٹھیک ہوگی' جب معلوم کرلوں گا۔"

"یہ آپ کا دور نہیں ہے بابا! جہاں کسی پر بھی آنکھیں بند کرکے بھروسہ کرلیا جاتا تھا۔ اس دور میں جو جیسا نظر آتا ہے' وہ ویسا نہیں ہوتا' نامعلوم یہ لڑکی اپنے ساتھ کیا مصیبت لے کر آئی ہے اور آپ اس کو گھر سے نکالنے کے بجائے تیمارداریاں کررہے ہیں؟" اس کے چہرے سے

غصے کی لالی پھوٹ رہی تھی' لیکن بزرگ ملازم کی عزت کے خیال سے آواز قدرے پست تھی۔

"وہ لڑکی ایسی ویسی نہیں ہے شریف وباکردار لڑکی ہے' اس کی باتوں سے اندازہ ہوگیا ہے وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے۔"

"آپ نے کسی سے دو باتیں کیں اور فوراً اسے شرافت کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔"

"اس ادھیڑ عمری میں آ کر بھی اچھے وبرے کی پہچان نہیں ہوگی بیٹا کیا؟"

"ایی وے' کل وہ لڑکی گھر میں نظر نہیں آنی چاہیے' یہ لاسٹ وارننگ ہے آپ کے لیے۔" اس نے تنبیہ کی۔

"اچھا...... اچھا وہ آپ کو نظر نہیں آئے گی۔" وہ کہہ کر چلے گئے۔

چائے پینے کے دوران وہ لیپ ٹاپ پر سرچنگ کرنے لگا تھا۔ چند ہفتوں قبل ہی وہ محکمہ وائلڈ لائف کی طرف سے یہاں تعینات ہوا تھا۔ اندرون سندھ کا وسیع وعریض جنگل خوب صورت واعلیٰ نسل پرندوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہاں قدیم درختوں کی بہتات تھی جن کی لکڑی نادر ونایاب تھی' ایک عرصے سے ان قدرتی خزانوں کو ضمیر فروش لوگ بے دردی سے لوٹ رہے تھے۔ احد سے پہلے آنے والے آفیسرز ان اسمگلرز کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور ملی بھگت سے درختوں کی کٹائی اور معصوم پرندوں کو پکڑ کر لے جایا جارہا تھا...... مگر احد قدرت کے بنائے ان شاہکاروں کے عشق میں مبتلا تھا۔ فیملی بزنس کو چھوڑ کر پپا کی ناراضگی وخفگی جھیل کر یہ جاب کی تھی۔ اس کو بھی پرکشش آفرز ہوئی تھیں' وہ ایمان دار اور اصولوں کا پکا تھا' نہ بکنے والا تھا نہ جھکنے والا' الٹا خود پر گھیرا تنگ ہوتے دیکھ کر ان لوگوں نے راہ فرار اختیار کی تھی جو وقتی تھی۔ وہ بھی اس حقیقت سے واقف تھا اور پوری طرح چوکنا بھی کہ وہ باز نہیں آئیں گے۔

❁......☾......❁

ماں کے مرنے کے بعد دنیا ان کے لیے ختم ہوگئی تھی۔

وہ ابھی بھی زندہ تھی' اس نے یہی سوچا تھا ماں نہیں رہی تو کیا کرے گی' زندہ رہ کر...... کس کے لیے جئے گی؟ لیکن چلتی سانسوں نے سوچوں کو شکست دے ہی دی تھی۔ ماضی ڈراؤنے خواب کی مانند سوتے جاگتے مضطرب وبے کل کیا کرتا تھا۔ اس کے باپ نے مردوں کے لیے اس کے دل میں نفرت پیدا کردی تھی اور ماں کی موت کے چند گھنٹوں بعد ہی وہ وڈیرے سے اس کا سودا کرنے گیا تھا۔ اس عمل نے تو گویا باپ کی طرف سے دل بالکل پتھر کرڈالا تھا' وہ اس کے لیے مرچکا تھا۔

اس ریسٹ ہاؤس میں اس کو پناہ مجید بابا نے دی وہ جو ذہنی وجسمانی طور پر بری طرح گھائل تھی' اس خوش اخلاق ونیک شخص نے بیٹی کی طرح اسے ہمت وحوصلہ دیا' زخموں پر مرہم لگایا تحفظ کا احساس دیا۔ پہلی بار اس کو احساس ہوا سارے مرد اس کے باپ کی طرح نہیں ہوتے ہیں۔ ایک ہفتہ لگا تھا پاؤں کے زخم ٹھیک ہونے میں مجید بابا نے خوب تیمارداری کی تھی۔ آنکھیں خشک ہوگئی تھیں لیکن دل کی زمین آنسوؤں سے نم ہی رہتی تھی۔ مجید بابا نے اس سے ایک لفظ نہ پوچھا تھا کہ وہ کون ہے؟ رات کی تاریکی میں گھائل حالت میں وہ کہاں سے اور کیوں آئی تھی...... اور یہاں سے کب جائے گی؟ وہ بس کسی صلے کی توقع نہ رکھتے ہوئے اسے زندگی سے قریب لارہے تھے' اور جب نیت غرض ولالچ سے مبرا ہوتی ہے پھر یقین واعتبار پروان چڑھ جاتا ہے۔ اس نے بنا پوچھے مجید بابا کو اپنا ماضی حرف بہ حرف سناڈالا تھا۔

"بیٹیاں رحمت ہوتی ہیں بیٹا! آپ کے والد جہالت کے سبب جان ہی نہ سکے کہ جب کوئی لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے لڑکی! تو زمین میں اتر میں تیرے باپ کی مدد کروں گا' کس قدر بڑی خوش خبری ہے بیٹیوں والوں کے لیے رب کی طرف سے ایسی باتیں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔" ان کو بتاتے ہوئے وہ زار وقطار رو رہی تھی وہ بھی رو پڑے تھے۔

"جو آپ کے ساتھ ہوا بیٹی! اس کو بھولنا آسان نہیں ہے پھر بھی کہوں گا' دکھ کی گھڑیوں کو یاد کرتے رہنا وقت کو برباد کردیتا ہے آپ کی والدہ میری دینی بہن تھیں اور اتنا ہی وقت ان کے مقدر میں لکھا گیا تھا جو وہ گزار گئیں' آج سے آپ میری بیٹی ہو' کبھی بھی خود کو تنہا مت سمجھنا' میں کل احد بیٹے کے کام سے کراچی جاؤں گا' تو آپ کے لیے کپڑے اور چپل بھی لے آؤں گا' اور جو کچھ چاہیے اس کی لسٹ بنا کردے دو میں لیتا آؤں گا۔" ان کا لہجہ بے حد شفقت آمیز تھا۔

"بابا! یہ سوٹ جو میں نے پہنا ہوا ہے کس کا ہے؟" وہ زیب تن کیے پرپل اور وہائٹ فراک سوٹ کی طرف اشارہ کرکے استفسار کرنے لگی۔

"یہ مونا بیٹی کا سوٹ ہے احد بیٹے سے چھوٹی بہن ہیں وہ' کچھ ہفتے قبل آئی تھیں تو تین دن رہ کر چلی گئی تھیں اور سوٹ یہیں چھوڑ گئی تھیں۔" معاً وہ باتیں کرتے کرتے سرگوشیانہ انداز میں گویا ہوئے۔

"دیکھو بیٹی' احد میاں کو معلوم نہیں ہے آپ کی یہاں موجودگی کا' پہلی بار میں نے ان سے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور آپ کی موجودگی کو پوشیدہ رکھا ہے۔"

"لیکن بابا میں کب تک چھپی رہ سکتی ہوں......؟ یہ ممکن نہیں ہے۔" احد کی سخت پتھریلی آواز سماعت میں گونجی تو گھبرا کر کہہ اٹھی۔

"اتنے دن بھی تو چھپی رہی ہو نا بیٹی' احد میاں کو معلوم نہیں ہوا آگے بھی معلوم نہیں ہوگا' ویسے بھی وہ صبح کے نکلے شام کو واپس آتے ہیں پھر ریسٹ کرکے رات کو بھی گشت پر نکل جاتے ہیں۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتے۔ اپنے پورشن کی طرف رہتے ہیں انیکسی کی طرف نہیں آتے' کچن اسی طرف ہونے کی وجہ سے میرا آنا جانا رہتا ہے۔" انہوں نے کسی قابل طالب علم کی مانند اپنا سبق فرفر سنایا تھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے بابا! احد صاحب کو معلوم ہوگیا تو وہ اسی وقت مجھے یہاں سے نکال دیں گے' میں نے دیکھا تھا اس دن ان کا غصہ میرے بابا کی طرح ہے' بے رحم وظالم' عورت کا ذرا بھی لحاظ نہ کرنے والے ہیں وہ بھی۔"

"ارے اتنا بدگمان ہونا اچھا نہیں ہے بیٹی! میں نے کہا نا احد میاں جیسے دکھائی دیتے ہیں ویسے نہیں ہیں۔ یہ حالات کی تلخی ہے جو ان سے چمٹ گئی ہے' خیر جلد ہی میں کوئی موقع دیکھ کر ان کو سب بتادوں گا۔"

❁......☾......❁

"شاہ رخ بھائی! آپ کب تک احد کو اس کی من مانیاں کرنے دیں گے؟ اس کی عمر کے تمام لڑکوں کی شادیاں ہوگئی ہیں۔ خاندان بھر میں باتیں بن رہی ہیں اس کے خلاف' کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔" وہ سب لنچ کرنے میں مصروف تھے تب ہی رامین اپنے مخصوص لہجے میں بولیں۔

"احد ابھی تیس کا بھی نہیں ہوا اور خاندان والوں کو میرے بچے کی شادی سے کیوں اس قدر دلچسپی ہے؟ یہ بھی حیرت انگیز بات ہے لوگ صرف تم سے ہی پوچھتے ہیں مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں کرتا۔" ربیعہ نے انہیں دیکھ کر کہا۔

"بڑی مما! آپ شروع سے لوگوں سے ملتی جلتی کم ہی ہیں' آپ نے تعلقات لوگوں سے محدود رکھے ہیں اور ممی تو خاندان اور باہر کے لوگوں سے ملتی جلتی رہتی ہیں اس لیے ممی سے ہی لوگ پوچھتے ہیں' ممی احد بھائی سے محبت بھی بہت کرتی ہیں اسی لیے لوگوں کے الٹے سیدھے سوالوں سے دکھی ہوجاتی ہیں۔" رامین کے برابر میں بیٹھی کاجل نے ماں کے انداز میں ہی جواب دیا تھا۔

"جن لوگوں سے آنٹی ملتی ہیں ان جیسے لوگوں سے نہ ملنا بہتر ہے کاجل آپی! ایسے لوگ دوستی کے قابل نہیں ہوتے جو ہر وقت دوسروں کے معاملات کی کھوج میں رہیں' حسد وغیبت میں مبتلا رہیں دوسروں کا تماشا بنانا جن کا محبوب مشغلہ ہو۔" مونا نے نرمی سے کہتے ہوئے ماں کی طرف داری کی۔

"رامین اور کاجل درست کہہ رہی ہیں بیٹا! باتیں بنانا

دنیا کا دستور ہے اور جب بات ہم جیسے لوگوں کی آتی ہے تو لوگ بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے ہیں کیونکہ اللہ کے حکم سے ہمیں عزت بھی ملی ہے اور نام بھی' جس کو اس بدبخت نے رسوا کرنے میں کوئی عذر باقی نہ رکھا۔" بارعب وباوقار شاہ رخ صاحب کے لہجے میں دکھ وملال کی گہری تہہ تھی انہوں نے کھانے سے ہاتھ روک لیا تھا۔

"یہ غلط روش ہے پپا! جب ہم کسی کے پرنسل افیئر میں انٹرفیئر نہیں کرتے پھر کسی کو بھی ہمارے ذاتی معاملات میں تاک جھانک کی ضرورت نہیں ہے۔"

"لیکن...... لوگوں کی روٹین کا حصہ بن گیا ہے خوش رہنا نہ دوسروں کو خوش رہنے دینا' عجیب دستور فروغ پارہے ہیں دوسروں کے غموں سے خوشیاں کشید کرتے ہیں لوگ' اسی لیے ناآسودہ وذہنی بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں۔"

"مونا بیٹا! اسٹرونگ سی چائے بنا کر لائیں۔" شاہ رخ صاحب اٹھ گئے۔ ان کے لہجے میں تھکن اتر آئی تھی احد کا ذکر ان کو خلفشار میں مبتلا کردیتا تھا۔ وہ کھانا ادھورا چھوڑ کر اٹھے تو مونا اور ربیعہ سے بھی نہیں کھایا گیا وہ بھی ان کے پیچھے ہی اٹھ کر چلی گئی تھیں۔ ٹیبل کھانوں سے بھری تھی۔

کاجل اور رامین نے مسکراتی نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر روسٹڈ چکن سے پلیٹیں بھر لیں' کیچپ' مایونیز' سلاد رائتہ ڈال کر مزے سے کھاتی ہوئی کہنے لگیں۔

"کیا سمجھا تھا اس احد کے بچے نے' میری کاجل کو ٹھکرا کر اس گھر میں رہ پائے گا؟ ہونہہ' دیکھنا ابھی گھر اور شہر سے دور کیا ہے میں اسے ملک سے باہر نکلوا کر چھوڑوں گی' میرا ڈسا پانی نہیں مانگتا۔" ان کا لہجہ زہر آلود تھا۔

"ممی! میں نے بھی کتنی منتیں کی تھیں اس کی کہ مجھ سے شادی کرلو...... مگر اس کے سینے میں دل نہیں پتھر ہے' میری ایک نہیں مانی اس نے' ایک ادا سے نہ پگھلا'

اس کے ہاتھوں اپنی انسلٹ میں کبھی بھول ہی نہیں سکتی ہوں۔" کھاتے ہوئے وہ بری طرح روہانسی ہوگئی رامین تڑپ کر بولیں۔

"میں بھی انگاروں پر لوٹ رہی ہوں کاجل! اس نے تمہاری نہیں میری بے عزتی کی ہے' اگر بھابی بیگم اس مجید کو ساتھ نہ کرتیں اس کے تو میں جنگل میں منگل اس کا کب سے منوا چکی ہوتی' مگر مجھے پتہ ہے وہ بڈھا سائے کی طرح اس کے ساتھ ہوگا۔ یہاں بھی میرا بہت کام بگاڑا ہے اس بڈھے نے۔"

"ایک کمزور بڈھے اور وہ بھی ملازم سے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے؟" اس نے ان کی بات کا مضحکہ اڑایا تو وہ جل کر گویا ہوئیں۔

"ارے بڑا کمینا ومکار بڈھا ہے وہ' بھابی اور احد پر جان دیتا ہے۔"

❁......☾......❁
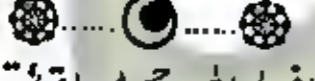
اس نے اپنا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا' تدبیر' تقدیر کسی نے ساتھ نہیں دیا تھا۔ مجید بابا کے موبائل سے کئی بار میڈم مہ جبین کو کال کرتی رہی تھی اور ہر بار ان کے تینوں نمبرز آف ملے تھے ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ نمبرز آف کرنے پر مجبور تھیں۔ مجید بابا کی صورت میں اس کو بہت بڑا سہارا ملا تھا وہ اس کا پوری طرح خیال رکھتے تھے' بڑی شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے ان کی بدولت ہی وہ احد کی نگاہوں سے محفوظ تھی۔

ویسے بھی وہ اردگرد سے لاتعلق اپنی دنیا میں مگن رہنے والا بندہ تھا' جس کو اپنے کام سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا اور آج کل تو وہ زیادہ تر راتیں بھی ان حساس جگہوں کی نگرانی میں گزار رہا تھا جہاں کچھ دنوں سے پراسرار نقل وحرکت محسوس کی جارہی تھیں یقیناً یہ وہی لوگ تھے' جو دوسرے افسران کی پشت پناہی میں نایاب درختوں' پرندوں اور قیمتی دھاتوں کی چوری میں ملوث رہے تھے۔ احد کی طرف سے تعاون نہ ملنے پر پہلے ان لوگوں نے اسے لمبی لمبی آفرز کی پھر بات نہ بننے پر دھمکیاں اور دو تین

مرتبہ اس پر حملے بھی ہوئے تھے جن میں دوبارہ وہ بچ نکلا تھا' تیسری بار گولی اس کے بازو کو چھوتی گزر گئی تھی اور اس کو خوف میں مبتلا کرنے کے بجائے اس کے عزم وحوصلے کو مضبوط کرگئی تھی۔ یہ سب معلومات اسے وقتاً فوقتاً مجید بابا دیتے رہتے تھے۔

گھر کا سودا سلف اور دیگر اشیاء کی خریداری کے لیے آج صبح ہی وہ شہر چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد اس نے انیکسی کی صفائی کی پھر احد کے کمرے سے ملحقہ مجید بابا کے کمرے کو صاف کرنے لگی تھی' ان کا کمرہ بھی ان کے مزاج کی طرح سادہ اور خوب صورت تھا۔ سنگل بیڈ' نماز کی چوکی اور چھوٹے سے ریک میں موجود قرآن پاک اور دیگر اسلامی کتب' ان کے مذہبی ذوق کی آئینہ دار تھیں' وہ بڑے عقیدت بھرے انداز میں وہاں سے نکلی تھی۔

پرشکوہ لاؤنج سے گزرتے ہوئے احد کے کمرے کے دروازے پر نگاہ پڑی تھی۔ براؤن دروازے پر خوب صورت پھولوں کی باسکٹ سجی تھی' کھڑکیوں کے شیشوں پر دبیز پردوں کی خوب صورتی باہر سے ہی نگاہوں کو خیرہ کررہی تھی' اندر سے اس کی آرائش یقیناً قابل دید ہوگی وہ سوچتی ہوئی انیکسی میں آ گئی تھی۔ اس نے کچن میں آ کر چیز سینڈوچ اور چائے تیار کیا۔

مجید بابا بھی شام تک واپس آتے اور احد کی بھی کوئی خاص میٹنگ تھی' اس کو بھی واپسی میں رات ہونی تھی وہ فریزر وغیرہ کی صفائی کرکے لنچ سینڈوچ چائے کی صورت میں ٹرے میں سجائے لان میں چلی آئی تھی۔ شدید گرمی کے بعد آج آسمان گہرے سرمئی بادلوں سے بھرا ہوا تھا اور ہوا ٹھنڈی چل رہی تھی۔

اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھی' ابھی بیٹھنا ہی چاہتی تھی کہ گیٹ کے باہر کار رکنے کی آواز آئی اور وہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا تھا۔

''بابا کہہ رہے تھے اس کی خاص میٹنگ ہے رات تک آئے گا اور یہ ابھی آ گیا ہے' کیا کروں؟'' وہ بری طرح بوکھلا گئی تھی باہر سے لاک کھولا جارہا تھا' ٹرے اٹھانے کا بھی وقت نہ رہا تھا' وہ بھاگتی ہوئی انیکسی میں گم ہوئی تھی۔

عین اسی لمحے وہ گیٹ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ ٹیبل کے قریب آ کر ٹرے سے کور ہٹایا تھا' گرم سینڈوچ' خوش بودار چائے۔

''بابا' بالکل مما کی طرح خیال رکھتے ہیں آپ میرا سر میں درد ہورہا تھا اس لیے میں ہیوی لنچ چھوڑ کر چلا آیا تھا' یہی سوچتا آیا تھا کہ آپ سے سینڈوچ اور کافی کا کہوں گا' آپ نے یہاں چائے تیار کررکھی ہے خیر یہ بھی اسٹرونگ مزے دار ہے' کچھ دنوں سے بابا ہر چیز ٹیسٹی بنانے لگے ہیں۔'' وہ ایک کے بعد ایک سینڈوچ کھاتا ہوا تصور میں ان سے ہم کلام تھا' کھانے کے دوران اس کا ذہن آج کی میٹنگ کی طرف مڑ گیا جہاں اس جیسے محب وطن وایمان دار افسران نے شرکت کی تھی اور وہاں ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا تھا کہ اس علاقے کا ایک وڈیرہ عاشق علی ان اسمگلرز کو سپورٹ کرتا ہے اس کے آدمی بھی ان ملک دشمن عناصر کے ساتھ ملے ہوئے ہیں لیکن وہ بے حد مکار وہوشیار آدمی ہے۔ وہ اس صفائی سے اس جرم میں شامل تھا کہ اپنے خلاف کوئی ثبوت نہ چھوڑتا تھا اور وہ اس کو بے نقاب کرنے کا عہد کرکے وہاں سے اٹھا تھا۔

سینڈوچ کی پلیٹ صاف کرکے چائے کا آخری گھونٹ بھرا تھا' معاً ذہن میں دھماکہ ہوا' صبح بابا اس کے ساتھ یہاں سے نکلے تھے' وہ آفس چلا گیا تھا اور ڈرائیور کے ہمراہ ان کو گروسری کے لیے بھیج دیا تھا ان کی واپسی اتنی جلد ممکن نہ تھی پھر؟ ''یہ سب کون بنا کر رکھ گیا؟'' مگ رکھتا ہوا وہ سخت متعجب ومتفکر تھا۔ ریسٹ ہاؤس کے چاروں طرف جنگل تھا اور کچھ فاصلے پر دریا بہتا تھا' وہاں کوئی آبادی نہ تھی اگر کوئی آباد ہوتا بھی تو لاکڈ گیٹ سے کس طرح یہ سب اندر رکھ کر جاسکتا تھا؟ یہ تو کسی نے یہیں بنائے تھے اور کس نے بنائے تھے یہ سوالیہ نشان اس کے وجیہہ چہرے پر تردد پھیلانے لگا۔ وہ آنکھیں بند

کرکے ذہن کے جھروکے میں جھانکنے لگا اور چند ہفتے قبل کی وہ صبح یاد آ گئی جب وہ لڑکی چھپ کر ان کی گاڑی میں یہاں تک آئی تھی اور گئی تھی یا...... نہیں......؟

اس نے کچھ دیر بیٹھے بیٹھے سوچا پھر اٹھ کر انیکسی کی طرف بڑھ گیا۔ خوف ودہشت سے اس کا برا حال تھا' بھاری قدموں کی آوازیں قریب سے قریب تر آرہی تھیں وہ دیوار سے لگ کر کھڑی ہوگئی کوئی جائے پناہ دکھائی نہ دے رہی تھی۔ قدموں کی آواز دروازے کے باہر رک گئی تھی ساتھ اس کے دل کی دھڑکن بھی...... دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور وہ سامنے تھی' براؤن اجرک میں لپٹی آنکھیں بند کیے دیوار سے لگی کھڑی تھی' بند پلکوں میں تیزی سے لرزش ہورہی تھی۔

''ہوں...... میرا شک سچ نکلا' تم یہیں موجود ہو' میری مرضی' میری پرمیشن کے بغیر میرے گھر میں رہ رہی ہو؟'' چند ثانیے اسے گھورنے کے بعد گویا ہوا۔

''کون ہو تم...... کہاں سے آئی ہو...... یہاں آنے کا مقصد کیا ہے تمہارا سچ سچ بتاؤ؟'' بے اعتباری' نفرت وگریز اور بے انتہا شکوک وشبہات کے اژدھے اس کے لہجے میں پھنکار رہے تھے اور وہ پل بھر میں نیلوں نیل ہوگئی تھی' زبان گویا پتھر بن گئی۔

''دیکھو میں تمہاری خاموشی اور ان جھوٹے آنسوؤں کے فریب میں آنے والا نہیں ہوں' جو حقیقت ہے وہ شرافت سے بتادو۔'' وہ سینے پر بازو باندھے اس کے مقابل موجود تھا' رائمہ اس کے جارحانہ وبے لچک رویے کے آگے کچھ بول نہیں پارہی تھی' صرف آنسوؤں کی برسات تھی جو تیز ہوتی جارہی تھی۔

''مائی فٹ! ابھی اور اسی وقت نکلو میرے گھر سے میں جانتا ہوں خوب اچھی طرح سے تم جیسی لڑکیوں کو گھروں سے بھاگ جاتی ہیں لڑکوں کے چکروں میں' جب لڑکے اپنا مطلب نکل جانے کے بعد چھوڑ دیتے ہیں تو پھر اس طرح بھیگی بلی بن کر تم جیسی لڑکیاں دوسروں کے گھروں کو آلودہ کرنے کے لیے گھس جاتی ہیں۔'' وہ جس قدر خوب صورت تھا' دل اس کا اس قدر ہی بدصورتی سے بھرا پڑا تھا' رائمہ بے بسی بھرے انداز میں صفائیاں پیش کررہی تھی' خود پر گزری سنانا چاہ رہی تھی کہ شاید اس کا پتھر دل پگھل جائے بابا کی واپسی تک وہ اسے برداشت کرے...... مگر وہ اس کی کوئی بات سننے کو تیار نہ تھا' الزامات کی بوچھاڑ کردی تھی۔

''پلیز' مجھ پر رحم کریں' میں کہاں جاؤں گی؟'' اس نے ہاتھ جوڑ کر فریاد کی۔

''یہ تمہیں اس وقت سوچنا چاہیے تھا جب والدین کی عزت نیلام کرکے گھر سے نکلی تھیں' تم جیسی تھرڈ کلاس لڑکیوں کی پرچھائیوں سے بھی نفرت ہے مجھے......''

''آپ بابا کی واپسی تک مجھے یہاں ٹھہرنے کی اجازت دے دیں۔''

''ہرگز نہیں' تم کیا سمجھتی ہو وہ تمہیں پھر سے بچالیں گے؟ جواب ان کو بھی دینا پڑے گا کیا سوچ کر وہ تمہیں مجھ سے چھپاتے رہے ہیں؟ میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کی ایسی کیا وجہ تھی جو سالوں کی رفاقت پر حاوی ہوگئی؟'' اس کا ہر لفظ انگارہ بن کر اس کے حساس دل کو داغ رہا تھا بنا کسی لحاظ کے روبرو کھڑے ہو کر اس کے کردار پر کیچڑ اچھال رہا تھا۔

''اللہ کے واسطے صرف بابا کو آنے دیں' پھر جو آپ کہیں گے وہ کروں گی۔'' وہ عزت نفس کو بھلائے اس کی منت سماجت کررہی تھی اور اللہ کے نام پر اس کی پیشانی پر پڑی شکنوں میں کمی آئی تھی' تیور بھی ڈھیلے ہوئے تھے۔

''ٹھیک ہے وہ آنے والے ہیں تب تک یہاں موجود رہو تم' ان کے آنے کے بعد بھی تم یہاں دکھائی دیں تو دھکے مار کر نکال دوں گا' یہاں سے یہ یاد رکھنا تم۔'' اس کے سامنے دوسرا ''اسلام الدین'' عرف سلامو کھڑا تھا جو عورت کی خاطر تواضع گالیوں اور جوتی کی مار سے کرنا فخر سمجھتے ہیں' جن کے نزدیک عورت دنیا کی وہ حقیر ترین شے تھی جو نہ عزت کے قابل تھی نہ عنایت کے لائق' اس کا باپ ایک غریب ان پڑھ جاہل آدمی تھا اور وہ سامنے کھڑا

شخص ویل ایجوکیٹڈ ویل آف رچ فیملی سے تعلق رکھتا تھا' مگر دونوں کی ذہنیت ایک تھی' جنس ایک تھی' عورت کو حقیر سمجھنے کا جذبہ ایک تھا وہ دونوں ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ وہ وارننگ دے کر اپنے روم میں چلا گیا تھا۔

رائمہ کے زخموں کے کھرنڈ پھر سے اکھڑنے لگے' ماں کی جدائی اور بے آسرا ہونے کے غم پر وہ بلک بلک کر رونے لگی جس کردار کو وہ سینت سینت کر رکھتی آئی تھی' اس کو بے رحم و مغرور شخص نے داغدار کردیا تھا۔

❁......☪......❁
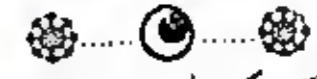
''ارے بیٹا! آپ کو معلوم ہے بیٹیاں میری شروع سے کمزوری رہی ہیں پھر وہ رائمہ بیٹی تو پہلے دن سے مظلوم و معصوم لگی تھی اور جب اس نے اپنی زندگی کی کہانی سنائی تو اس کے بدقسمت باپ کی لالچ و بے رحمی پر تاسف ہوا جس نے ساری زندگی نہ شوہر ہونے کا حق ادا کیا نہ باپ کا ہی فرض نبھایا اور بے حمیت آدمی نے بیٹی کا سودا وڈیرے عاشق علی سے طے کردیا۔'' بابا مجید آتے ہی سیدھے احد کے روم میں چلے گئے تھے تاکہ پہلے اس کا منگوایا گیا سامان حوالے کرسکیں۔

وہاں وہ پہلے ہی بھرا بیٹھا تھا ان کو دیکھتے ہی پھٹ پڑا اور خاموشی سے سب سننے کے بعد وہ رسانیت بھرے لہجے میں رائمہ کی زبانی سننے والی تمام کہانی اس کو بھی سنا بیٹھے اور سچائی میں ایک طاقت ہوتی ہے جو سامنے والے پر ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔ احد بھی رائمہ کے متعلق سن کر اپنے خیالات پر خجل سا ہوگیا تھا۔

''یہ سب آپ مجھے پہلے بھی بتا سکتے تھے' میں اسے کریکٹر لیس سمجھا تھا۔''

''ہر روز کوشش کرتا تھا بتانے کی' مگر آپ آج کل بزی اتنے ہوتے ہیں کہ وقت ہی نہیں مل پا رہا تھا روز یہی سوچتا تھا کل بتاؤں گا۔'' احد کو بتا کر ایک بوجھ سا سینے سے ہٹ گیا تھا وہ شاپرز اٹھائے انیکسی میں آگئے' کچن کا سامان کچن میں رکھ کر وہ رائمہ کے لیے لائے گئے سوٹ' شیمپو اور نمکو' چاکلیٹس وغیرہ کے پیکٹس شاپر میں ڈالے رائمہ کو پکارتے ہوئے اس کے روم کی طرف آئے مگر وہ کہیں نہیں تھی۔ کمرہ' راہداری' واش روم کہیں بھی نہیں تھی وہ شاپر ہاتھ سے چھوٹ گیا وہ گھبرا کر باہر آئے۔

''کیا ہوا بابا! آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟'' وہ گیٹ کی طرف جاتا ہوا رک گیا۔

''رائمہ...... بیٹی اندر نہیں ہے۔'' وہ سخت گھبرائے ہوئے تھے۔

''اندر نہیں ہے! وہ شاید واش روم میں ہوگی' کہاں جائے گی؟''

''سب جگہ دیکھ لیا ہے میں نے' وہ کہیں بھی نہیں ہے نامعلوم کیا کیا کہہ دیا ہے آپ نے وہ باحیا و شریف لڑکی برداشت نہ کرسکی اور چلی گئی۔'' بابا روہانسے ہورہے تھے اور احد کو بھی اپنی کہی باتوں کی سنگینی کا احساس شدت سے ہونے لگا' وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''کہاں جائے گی وہ' زیادہ دور نہیں گئی ہوگی' آیئے آپ میرے ساتھ۔'' موسم ابر آلود تھا شام کے سرمئی اجالے اندھیروں میں بدل رہے تھے۔ گاڑی درختوں کے درمیان کچی پکی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ پرندے درختوں میں بنے اپنے گھونسلوں کی جانب بڑھ رہے تھے' ان کی آوازوں اور پروں کی پھڑپھڑاہٹوں سے فضا گونج رہی تھی' جیپ احد ڈرائیو کررہا تھا ساتھ والی سیٹ پر مجید بابا بیٹھے تھے' دونوں کی نگاہیں اردگرد کا جائزہ لے رہی تھیں' خاصی آگے آنے کے بعد بھی رائمہ نہیں ملی تھی' مجید بابا کے ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے تیزی سے گرنے لگے تھے۔

''بیٹا! میرے دل کی عجیب حالت ہورہی ہے آپ گاڑی دریا پر بنے پل پر لے لو۔'' اس نے پل کی طرف جانے والے راستے پر گاڑی ڈال دی اور جن دلوں میں خلوص صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے بیدار رہتے ہیں وہاں راہ دکھائی دینے لگتی ہے آہستہ آہستہ پل کی بلندی پر چڑھتی اردگرد سے بے خبر وہ لڑکی رائمہ ہی تھی۔

بابا میں بجلی دوڑ گئی اور وہ پھرتی سے اتر کر اس کی طرف بڑھے' وہ بھی باہر نکل آیا تھا مگر اس طرف نہیں گیا' جہاں وہ اسے کسی چھوٹی بچی کی مانند سمجھانے' بہلانے کی سعی کررہے تھے اور وہ کسی ضدی بچے کی طرح مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی اس کو ایسے جذباتی مناظر سے کوئی دلچسپی نہ تھی' وہ صرف ضمیر کی صدا پر ان کے ساتھ چلا آیا تھا' جو اسے ضربیں لگا رہا تھا۔

دریا کا پانی روانی سے بہہ رہا تھا' پرندوں کی بڑی تعداد کنارے پر پانی پینے میں مصروف تھی' رنگین چڑیا' طوطے' کبوتر' بٹیروں' تیتروں کی تعداد نمایاں تھی' یہاں دریا کا پاٹ زیادہ چوڑا نہ تھا یہاں سے گزر کر چند میل کا فاصلہ عبور کرکے اس کا پاٹ چوڑا ہونا شروع ہوتا تھا۔ دریا کے دونوں کناروں پر جنگلی پھولوں و پھلوں کے درختوں کی بہتات تھی۔ جہاں پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اتر رہے تھے' ماحول میں عجیب سی نغمگی تھی۔ قدرت کی ایسی تخلیقات اسے اس طرح مبہوت کردیا کرتی تھیں۔

''احد بیٹا! چلیں۔'' اس نے چونک کر دیکھا بابا قریب کھڑے تھے اور وہ جیپ میں بیٹھ رہی تھی' گویا ان کے مذاکرات کامیاب ہوچکے تھے۔

''اللہ کا بے حد کرم ہے بیٹا! جو بروقت ہم یہاں پہنچ گئے' وگرنہ ذرا بھی دیر ہوتی تو وہ دریا میں چھلانگ لگا چکی تھی۔'' اس نے کچھ نہیں کہا خاموشی سے بیٹھ کر جیپ اسٹارٹ کردی تھی' وہ پیچھے سر جھکائے ابھی بھی رونے میں مصروف تھی۔ گھٹی گھٹی سسکیاں گاڑی میں گونج رہی تھیں۔

''بہت غلط فیصلہ کیا بیٹی تم نے' اپنے رب کو ناراض کردیا ہے حالات کتنے ہی برے' ناقابل برداشت کیوں نہ ہوں' بندوں کو کبھی بھی اپنے پروردگار سے ناامید نہیں ہونا چاہیے' خودکشی بھی ناامید ہونے کو کہتے ہیں اور یہ سخت ترین گناہ ہے بیٹی! معافی مانگو اپنے رب سے وہ غفور الرحیم معاف کرنے والا ہے۔'' وہ گردن موڑے شفقت بھرے انداز میں اسے سمجھا رہے تھے۔

''میں کس کے لیے جیوں بابا! میرے لیے سارے در بند ہوگئے ہیں' کون ہے میرا؟ کہاں...... کس کے پاس جاؤں گی میں؟ آج ایک انگلی میری طرف اٹھی ہے کل میں کس کس کو اپنے کردار پر کیچڑ اچھالنے سے روکوں گی؟ کس طرح خود کو محفوظ کروں گی؟'' اس کے دھیمے لہجے میں کچھ ایسی تڑپ تھی' کچھ ایسی کسک تھی جو احد کو چونکا گئی تھی۔ ایسی ہی جان لیوا تنہائی کا دکھ اسے بھی تھا' اپنوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ تنہا کردیا گیا تھا' وہ مرد ہوکر بھی اس تنہائی کے کرب کو محسوس کررہا تھا پھر وہ تو ایک نازک سی لڑکی تھی جس کا دنیا میں کوئی نہ رہا تھا۔

''بیٹی! ایک در بند ہوتا ہے تو پروردگار عالم کئی در کھول دیتا ہے' دکھوں کے بعد خوشیاں بھی آتی ہیں بندہ بے صبرا ہے جو جلد اپنے رب سے مایوس ہوجاتا ہے' مگر وہ رب کریم...... بندوں سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔'' ٹپ ٹپ بوندیں گرنے لگی تھیں۔ ہوا رک گئی تھی' اندھیرا بڑھنے لگا تھا۔ اس نے رفتار تیز کردی اور ریسٹ ہاؤس پہنچتے پہنچتے موسم بھرپور انگڑائی لے چکا تھا۔ گرج چمک کے ساتھ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی تھی۔

''بیٹی! جو ہوا اسے بھول جاؤ' شاید یہ سب اسی طرح ہونا لکھا تھا۔'' وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئے تھے جس کی آنکھیں گریہ وزاری کے باعث سوج گئی تھیں' چہرہ اور ناک بری طرح سے سرخ ہورہی تھی۔

''بابا! انہوں نے میرے کردار پر حملہ کیا...... مجھے گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کہا...... یہ سچ ہے میں گھر سے بھاگی تھی مگر اپنی عزت بچانے کے لیے...... اگر ماں زندہ ہوتی تو میں کبھی ایسا نہیں کرتی' گھر ہی تو عورت کی پناہ گاہ ہے۔''

''میں نے کہا نہ رائمہ! احد میاں کی باتوں کا برا نہیں مانو' پھر ان کو تمہارے بارے میں کچھ پتہ ہی نہ تھا گھر سے بھاگنے والی بات بھی...... بس یونہی کہہ دی کہ آج کل لڑکیوں کا بھاگنا بھی چلن بن کر رہ گیا ہے۔''

''بابا! آپ بھی تو ایک مرد ہیں کس طرح پہلی نظر میں آپ نے عزت دی' بیٹی سمجھ کر میرے مان کو بڑھایا' پر وہ کیسے مرد ہیں جو عورت کی عزت کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

عورت کو اہمیت دینا ان کی شان کے خلاف ہے۔"

"احد میاں کا ان مردوں میں شمار نہیں ہوتا ہے جو عورتوں کو حقیر سمجھتے ہیں' بہت نفیس و اعلیٰ طبیعت پائی ہے انہوں نے' تم سے غصے میں جو کچھ بھی کہا وہ اس پر شرمندہ ہیں بیٹی! تم اپنا دل صاف کرلو ان کی طرف سے۔"

"کیا انہوں نے کہا وہ شرمندہ ہیں اپنے رویے پر؟" وہ بے ساختہ بولی۔

"تم نے دیکھا وہ میرے ساتھ تمہاری تلاش میں گئے تھے پھر کچھ کہے بنا' سارے راستے ہماری باتیں سنتے آئے تھے' ان کی خاموشی ہی اصل میں شرمندگی ہے ورنہ......" وہ چپ ہوئے تو کچھ توقف کے بعد رائمہ کہہ اٹھی۔

"کہیے ناں آپ چپ کیوں ہوگئے......؟"

"مردوں سے زیادہ عورت کے کردار کو کوئی دوسرا پہچان نہیں سکتا' تمہاری اس گھر میں دوبارہ واپسی تمہارے کردار کی پاکیزگی کی گواہ ہے چلو بیٹی! رات ہوگئی ہے اور لگتا ہے بادل بھی ٹوٹ کر برسیں گے آج' تم کھانا کھاؤ میں احد میاں کے لیے کافی لے کر جارہا ہوں۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں کافی بنادوں' آپ بیٹھ جائیں۔" وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں نے کافی بنالی ہے تم کھانا کھا کر سو جاؤ۔" وہ کافی لے کر آئے تو احد نائٹ سوٹ میں صوفے پر سوچوں میں گم بیٹھا تھا' ایک فائل ٹیبل پر کھلی پڑی تھی ان کو دیکھ کر وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"بابا! آپ جانتے ہیں اس لڑکی کو یہاں پناہ دے کر میرے لیے کتنی پرابلمز کری ایٹ کردی ہیں آپ نے؟ کوئی گھر سے بنا انفارمیشن کے یہاں آجائے تو پھر...... کس طرح میں اپنا اور اس لڑکی کا دفاع کروں گا؟" اس کا سخت متفکر لہجہ و سنجیدہ انداز کافی کا مگ رکھتے بابا کو بھی فکرمند کرگیا۔

"یہ بھی آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ رامین آنٹی میرے خلاف نت نئے سازشی جال بنتی رہتی ہیں' کاجل سے شادی نہ کرنے کی سزا میں وہ مجھے ملک بدر کروانا چاہتی ہیں۔" وہ ہنوز اسی لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"رامین بہو' ہونہہ...... عجیب بے ضمیر عورت ہیں خوف خدا ان کے دل میں بالکل بھی نہیں ہے۔ اپنی لاڈلی بیٹی کے سیاہ کرتوت چھپائے دوسروں کی عزتوں پر دھول ڈال رہی ہیں...... میں صرف بڑے صاحب کی عزت کے خیال سے چپ ہوں' ورنہ ان کا کچا چٹھا خوب جانتا ہوں۔"

"پپا کبھی یقین نہیں کریں گے' ان کو مرحوم بھائی کی بیوی اور بیٹیوں پر بھرپور یقین ہے' وہ مما کی باتوں کو اہمیت نہیں دیتے ہیں پھر......"

"بالکل فکر مت کریں بیٹا! ایسا کچھ نہیں ہوگا آپ کی نیت صاف ہے اور رائمہ بیٹی کی یہاں موجودگی کسی غلط راہ پر نہیں لے کر جائے گی' آپ یہاں وہ وہاں ہے یہ اللہ دیکھ رہا ہے۔"

"بے شک اللہ دیکھ رہا ہے اللہ ہماری نیت بھی خوب سمجھتا ہے مگر لوگوں کا کیا کریں گے؟ جو شیطانی بہکاوں میں بہک کر لمحے بھر میں بے عزت کرڈالتے ہیں۔" وہ ان کی سمجھ نہ آنے والی منطق سے بیزار ہوکر جھنجلایا۔

"میں کیا کروں بیٹا! اس جوان جہان لڑکی کو کہاں چھوڑ آؤں؟"

"کوئی تو اس کا رشتے دار ہوگا چچا' تایا' ماموں' خالو......؟"

"کوئی بھی نہیں ہے' وہ بے چاری رشتوں کے معاملے میں محروم رہی ہے۔"

"میں اسے اپنے درمیان رکھ کر کسی مسئلے میں پھنسنا نہیں چاہتا' آپ پہلی فرصت میں اسے کسی ٹرسٹ یا ایدھی ہوم میں چھوڑ آئیں' میں بھاری ڈونیشن دینے کو تیار ہوں مگر کسی ذلت و رسوائی کا داغ پیشانی پر لگانے کو تیار نہیں' وہ لڑکی یہاں نہیں رہ سکتی۔" بلیک کافی کی ساری کڑواہٹ اس کے لہجے میں ابھر آئی تھی۔

❁......☾......❁

بارش پورے ہفتے ہوتی رہی تھی اس ہفتے احد گھر بہت کم آیا تھا خصوصاً راتیں ان ٹھکانوں پر گزاری تھیں جہاں اسمگلرز کی خفیہ آمدورفت کی کئی نشانیاں ملی تھیں اور اس کی مسلسل نگرانی کے باعث دشمنوں کو موقع نہیں مل پایا تھا کہ وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوسکیں۔

"بابا! میں نے کھانا پیک کردیا ہے اور کافی اور گرین ٹی بھی ڈال دی ہے اور کیا رکھنا ہے......؟" وہ سامان ان کو دیتی ہوئی بولی۔

"سب سامان پورا ہوگیا ہے بیٹی! احد میاں ٹائم سے کھاتے پیتے ہیں مگر ان کے ساتھ جو ٹیم ہے ان لوگوں کی وجہ سے اتنا اہتمام کرنا پڑ رہا ہے' احد میاں خاندانی سخی ہیں خود خواہ بھوکے رہ لیں لیکن ان کے ساتھی بھوکے نہیں رہ سکتے۔" وہ کہتے ہوئے چلے گئے۔ باہر ڈرائیور موجود تھا اس کے ساتھ وہ تو روز جاتے تھے' احد کو اپنے سامنے کھانا کھلا کر ڈرائیور کے ہمراہ واپس لوٹتے تھے۔ ان کے جانے کے بعد وہ وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

ابر آلود ہوائیں چل رہی تھیں بارش رکی ہوئی تھی' ہر سو ایک سناٹا چھایا ہوا تھا' اس کا دل بے کل ہونے لگا' وقت اسے کہاں لے آیا تھا' اجنبی و بیگانے لوگوں کے سنگ وہ رہ رہی تھی' جن میں سے ایک نے اس کے سر پر شفقت کی چادر ڈال اور باپ سے بڑھ کر چاہنے لگے تھے جبکہ احد کی نگاہوں میں اس نے سخت بے زاری و سرد مہری دیکھی تھی' اس کا ہر انداز کہتا تھا وہ یہاں سے چلی جائے جس کا اظہار وہ بلا جھجک کئی بار اس سے کرچکا تھا۔

"آپ کے حالات جان کر ہمدردی ہے مجھے مس! بٹ آپ کو یہاں سے جانا ہوگا' میں آپ کی موجودگی کا ریزن کس کس کو دوں گا؟" وہ پہلی مرتبہ سنجیدگی سے نرم انداز میں مخاطب ہوا تھا۔

"آپ کو اپنے لیے خود فیصلہ کرنا ہوگا محترمہ! مجید بابا آپ کو ایدھی ہوم میں چھوڑنے پر راضی نہیں اور میں آپ کو ساتھ رکھنے پر۔"

"میں آپ کے ساتھ نہیں انیکسی میں رہتی ہوں۔" وہ اس کی روز روز کی یہی تکرار سن کر سخت لہجے میں بولی۔

"یہ انیکسی اسی گھر کا حصہ ہے جس میں میری رہائش ہے۔" اس کے بااعتماد و پرسکون انداز پر وہ ششدر سا رہ گیا تھا۔

"جی...... مجھے معلوم ہے اور میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی خواہ کچھ بھی ہو۔"

"وہاٹ! مان نہ مان تیرا مہمان زبردستی ہے کیا؟"

"آپ جو بھی سمجھیں' اگر آپ نے زبردستی کی کوشش کی تو میں دریا میں چھلانگ لگادوں گی' میری موت کے ذمے دار آپ ہوں گے۔"

"یہ سب بابا نے سکھایا ہے تمہیں' ہونہہ' گو ٹو ہیل۔" آج صبح آفس جانے سے قبل وہ پھر انیکسی میں آکر تکرار کرنے لگا تھا اور اس کے دو بدو جواب دینے پر وہ بڑبڑاتے ہوئے چلا گیا تھا۔

"بابا! کچھ زیادہ تو نہیں کہہ دیا میں نے وہ غصے میں گئے ہیں۔" اس کے جانے کے بعد وہ اندر بیٹھے مجید بابا کے پاس سہمے ہوئے انداز میں آئی۔

"نہیں...... نہیں...... اب وہ تمہیں بروقت جاؤ جاؤ نہیں کہیں گے' میں ان کے مزاج کو اچھی طرح جانتا ہوں' وہ کبھی نہیں چاہیں گے ان کی وجہ سے کسی کی جان جائے ابھی کچھ عرصہ وہ بھول جائیں گے۔" اپنی پلاننگ کامیاب ہونے پر ان کی خوشی دیدنی تھی۔

اس کے دل پر بوجھ آن گرا تھا اس پر زبردستی مسلط ہونا برا لگ رہا تھا۔ گلابی رخساروں پر آنسو جھرنوں کی طرح بہہ رہے تھے' اپنی حرماں نصیبی پر' اپنی بدبختی پر' ماں کو قتل ہوتے دیکھ کر بھی زندہ تھی' گھر سے بے گھر ہوکر بھی سانسیں چل رہی تھیں...... ان سانسوں کی بقاء کے لیے اس نے بابا کی ذمے داریاں خود اٹھالی تھیں۔

❁......☾......❁

رات کا نامعلوم کون سا پہر تھا اچانک فضا فائرنگ سے گونج اٹھی تھی۔ شدید فائرنگ تھی' گہری نیند سے وہ

بیدار ہوئی اور دوپٹا اوڑھ کر سلیپر پہنتی وہ پھرتی سے باہر آئی تو بابا بھی سرخ دھاریوں والا سفید رومال کاندھے پر ڈالتے سیڑھیاں اتر رہے تھے۔

''بابا! یہ فائرنگ کیوں ہو رہی ہے.....؟'' وہ سخت خوف زدہ تھی۔

''اللہ خیر کرے' بہت شدید فائرنگ ہے آج احد بیٹے کا دشمنوں سے سامنا ہو گیا ہے یا اللہ! احد میاں اور ان کے ساتھیوں کو اپنی امان میں رکھنا' آمین۔'' وہ دعا کرتے گیٹ کی طرف بڑھنے لگے تھے وہ ان کی طرف بڑھی تھی۔

''بابا...... بابا! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ بارش بھی تیز ہو رہی ہے۔''

''میں احد میاں کے پاس جا رہا ہوں' ایسے کٹھن وقت میں' میں ان کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔'' وہ اس وقت بے حد جذباتی ہو رہے تھے۔

''موسم بھی خراب ہے بابا! پھر آپ کے پاس نہ اسلحہ ہے اور نہ گاڑی اس برستی اندھیری رات میں آپ خود کو ہی نقصان پہنچالیں گے۔''

''میں نے بہو بیگم سے وعدہ کر رکھا ہے کہ مشکل وقت میں احد میاں کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا' مر جاؤں گا' دغا نہیں دوں گا۔''

''یہ دغا نہیں ہے آپ پر اپنی زندگی کی حفاظت کرنا بھی فرض ہے۔ آیئے ہم اندر چل کر نماز پڑھتے ہیں اور ان کی خیریت کی دعا کرتے ہیں' آپ کو معلوم ہے نہ دعا مانگنا ہر حال میں بہترین عمل ہے۔''

''ہاں چلو بیٹی! میرا دل بیٹھا جا رہا ہے خدا جانے کیا ہونے والا ہے؟'' مجید بابا کی بے قراری ساری رات رہی تھی وہ نوافل ادا کرتے' دعائیں کرتے پھر کھڑکی میں کھڑے ہو کر ورد کرتے ہوئے باہر کی سن گن لینے کی سعی کرتے تھے۔ فائرنگ گھنٹوں تک وقفے وقفے سے ہوتی رہی تھی اور ساتھ بارش بھی ٹوٹ کر برس رہی تھی۔ بابا احد کو کال کر رہے تھے مگر سگنل ڈاؤن تھے۔ احد سے اسے کوئی لگاؤ نہ تھا وہ دونوں ہی ایک جگہ پر ہم مزاج تھے۔ وہ مردوں پر اعتبار نہیں کرتی تھی' وہ لڑکیوں کو وقعت نہ دیتا تھا' ناپسندیدگی کے باوجود بھی رات کے نامعلوم کس پہر تک وہ اس کی سلامتی کے لیے دعائیں کرتی رہی تھی کہ یہ درست تھا وہ بابا کی وجہ سے اسے یہاں برداشت کر رہا تھا پھر بھی وہ محسن تھا اس کے لیے۔

اسمگلروں کے ساتھ ہونے والی جھڑپ میں وہ شدید زخمی ہوا تھا' دونوں بازوؤں میں گولیاں لگی تھیں' دائیں ٹانگ بھی گھائل تھی' ایک ہفتہ بے حد تکلیف میں ہاسپٹل میں گزرا تھا' گھر ڈسچارج ہو کر آیا تو بے حد کمزور اور چڑ چڑا ہو رہا تھا' اس نے کچن کے دروازے کی اوٹ سے دیکھا گرے ٹراؤزر اور بلیو شرٹ میں اس کے وجیہہ چہرے پر سرسوں کے پھول کا سنہرا پن چمک رہا تھا' اس وقت بابا کے ساتھ دھیرے دھیرے چلتے ہوئے وہ بے حد اداس و تنہا دکھائی دے رہا تھا' کسی روٹھے بچے کی مانند۔

اسے اپنا اور اس کا دکھ مشترک لگا تھا..... تنہا تنہا' اضطراب سے بھرپور۔ کئی موتی آنکھوں سے نکلے اور رخساروں سے ڈھلک گئے۔

''میری بات مان لیں آپ' آفس سے آپ کو چھٹیاں مل گئی ہیں اور زخم بھی ابھی آپ کے گہرے ہیں گھر چلیں' بہو بیگم اور مونا بٹی کی موجودگی میں آپ ٹھیک بھی ہو جائیں گے اور خوش بھی رہیں گے۔''

''پلیز بابا! اسٹاپ اٹ' میں نے کہہ دیا وہاں آپ نہ کسی کو بتائیں گے اور نہ میں وہاں جاؤں گا۔''

''بڑے صاحب کے غصے کو جانتے ہیں آپ' ان کو اگر پتہ چل گیا پھر تو میری خیر ہی نہیں ہے اور بہو بیگم کے اس اعتبار کا کیا جو وہ مجھ پر کرتی ہیں؟'' اس کی ہٹ دھرمی کے آگے وہ سخت بے بس تھے۔

''کچھ نہیں ہوگا' پپا نے ایک بار بھی پلٹ کر مجھے نہیں پکارا مر چکا ہوں میں ان کے لیے' دوسروں کے لیے کوئی اپنی اولاد نہیں بھولتا۔'' وہ دلیہ اور سوپ لائی تھی' ٹھٹک کر دروازے کے پاس ہی رک گئی تھی۔

''بڑے صاحب بے حد محبت کرتے ہیں آپ سے' بس ان کی عادت نہیں ہے اظہار کی۔ پھر یہاں تو معاملہ ان کی انا کا آ گیا ہے' اپنی ناک وہ بہت عزیز رکھتے ہیں۔ آپ ان باتوں کو بھول جائیں تو بہتر ہے کہ یہی اس رشتے کا تقاضا ہے۔''

''میں غلط باتوں پر کمپرومائز نہیں کرتا' آپ اس معاملے میں نہ بولیں تو اچھا ہے۔'' اس کے اکھڑ انداز میں بے زاری اُمنڈ آئی تھی۔

''بابا! کھانا لے لیں۔'' اس نے باہر ہی سے پکارا تھا۔

''ارے بیٹی! اندر آؤ نہ' احد میاں کی مزاج پرسی نہیں کرو گی؟''

''مزاج پرسی! جس بندے کے مزاج ہی نہ ملتے ہوں اس کی کیسی مزاج پرسی؟'' وہ سوچتی ہوئی آگے بڑھ آئی اور اس کی طبیعت پوچھی۔

''فائن۔'' اس کی طرف دیکھے بنا گویا پتھر سا کھینچ مارا تھا۔

وہ الٹے قدموں واپس چلی آئی۔ بابا چمچ سے اسے کھانا کھلا رہے تھے' بابا بالکل چھوٹے بچے کی مانند اس کا کام کر رہے تھے۔ ڈاکٹر باقاعدگی سے آ رہا تھا' زخموں کی ڈریسنگ روز ہوتی تھی۔ بابا کا سہارا لے کر وہ واک کرتا تھا' وہ یہی رٹ لگا کر رکھتے کہ وہ گھر چلے۔ اس کی ممّا کے بہت فون آتے اور وہ ان سے اس طرح بات کرتا گویا وہ کسی تکلیف و درد میں مبتلا ہی نہ ہو' بہت ہشاش بشاش لہجہ کرلیا کرتا تھا۔ مجید بابا اس کے کان سے سیل فون لگائے بیٹھے رہتے تھے۔

آج پھر انہوں نے اسے گھر جانے کو کہا تو وہ خوب بھڑک اٹھا۔

''بابا! کیوں آپ ان سے بے عزتی کرواتے ہیں؟ جب وہ خود ہی اپنے گھر جانا نہیں چاہتے تو آپ کو کیا پڑی ہے ان سے باتیں سننے کی نہیں بولا کریں۔'' رائمہ کے وہی جذبات تھے جو ایک بیٹی کے باپ کے لیے ہوتے ہیں۔

''بیٹی! موم کو برف میں رکھ دو تو وہ پتھر تو بن جائے گا..... مگر جب اس موم کو ذرا سی آنچ ملے گی وہ فوراً پگھل جائے گا۔ احد میاں کا دل بھی ایسا ہی ہے پیار ملتے ہی وہ پانی ہو جائیں گے۔''

''وہ موم بنیں یا پتھر! گھر جائیں یا نہ جائیں' آپ ان سے اب اصرار نہیں کیجیے گا' میں آپ کو جھڑکیاں کھاتے نہیں دیکھ سکتی۔'' بات کرتے ہوئے اسے کسی کی نگاہوں کی تپش کا احساس ہوا' گردن گھما کر دیکھا تو وہ سامنے کھڑا اسے گھور رہا تھا..... نامعلوم کیا تھا ان نگاہوں میں خوف کی شدید لہر اس کے دل کو سہا گئی تھی۔

''تم ایسا مت سوچو بیٹی! احد میاں کی عادت میں جانتا ہوں' وہ بیماری میں چڑ چڑے ہو گئے ہیں ورنہ بہت عزت و احترام کرتے ہیں میرا۔'' وہ اس کی آمد سے بے خبر کہہ رہے تھے تب ہی وہ اندر آ کر گویا ہوا۔

''بابا! گھر سے کال آئی ہے' ایک ہفتے کے لیے گھر جانا ہوگا آپ کو۔''

''سب خیریت ہے وہاں پر بیٹا؟'' وہ گھبرائے۔

''جی..... جی..... اچھی خبر ہے مونا کا رشتہ طے ہوا ہے وہ لوگ منگنی کی رسم کرنا چاہتے ہیں' اسی سلسلے میں آپ کی خدمات درکار ہیں وہاں پر۔''

''یہ تو واقعی خوشی کی خبر ہے بیٹا! مونا بٹی کے نصیب اللہ بلند کرے۔ لیکن بیٹا! ایسے خوشی کے اہم موقع پر آپ کی موجودگی ضروری ہے میں کہتا ہوں آپ چلیں مونا آپ کی اکلوتی بہن ہے اور آپ اکلوتے بھائی ہیں' آپ رشتوں کو ٹوٹنے نہ دیں بلکہ انا کے بت کو چکنا چور کر دیں۔''

''آئی نو بٹ میں نہیں جاؤں گا۔'' ان کی بات پر وہ گہری سانس لے کر بولا' اس کی آنکھیں ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں کئی ستارے ٹوٹ کر اداس آنکھوں کی دہلیز میں گم ہوئے تھے۔

''میں ایسی حالت میں جا کر ممّا اور مونا کو پریشان نہیں کرنا چاہتا' ان سے کہہ دیا ہے میں نے' کہ رات کی

فلائیٹ سے ایبروڈ جارہا ہوں اور آپ بھی میری اس بات کا بھرم رکھیے گا۔"

"آپ بے فکر رہیے جیسا آپ نے کہا ہے ویسے ہی کہوں گا بیٹا!" وہ انیکسی میں پڑے صوفے پر بیٹھ گیا تھا مجید بابا دوسرے صوفے پر بیٹھے تھے۔ رائمہ وہاں سے نکل کر چھوٹی سی گیلری میں آ گئی تھی جس کی کھڑکی سے وہ باہر دیکھ رہی تھی' جہاں سرخ و کاسنی' سفید پھولوں پر خوب صورت تتلیاں منڈلا رہی تھیں' چھوٹی چھوٹی رنگین پروں والی چڑیائیں شاخوں پر جھولا جھول رہی تھیں۔

بے حد حسین نظارے تھے' دور دریا کا پانی چمکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا' ماحول پر سکون تھا' مگر ان کی باتوں نے اسے بے کل کر دیا تھا۔ ان کے جانے کے بعد وہ کہاں جائے گی؟ یہی خیال اسے متوحش کر رہا تھا۔

❀......☾......❀

"اگر آپ ایک مرتبہ اس کو کال کر دیں گے' گھر آنے کا کہہ دیں گے تو وہ دوڑا چلا آئے گا' وہ صرف آپ کی خفگی کی وجہ سے یہاں نہیں آ رہا۔" ربیعہ بیگم کا دل اس خوشی کے موقع پر بیٹے کی جدائی میں تڑپ رہا تھا' وہ بار بار موقع ملتے ہی التجائیں کر رہی تھیں' مگر شاہ رخ صاحب ان سے زیادہ چھوٹے بھائی کی بیوی' جوان کی خالہ زاد بھی تھیں اور حال ہی میں کینسر کے مرض میں مبتلا بھائی سکندر کی موت نے ان کے قریب کر دیا تھا وہ ان کو بہنوں کی طرح عزت دیتے تھے اور رامین بیگم دوسروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں مہارت رکھتی تھیں سو شاہ رخ صاحب ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر بیوی اور بیٹے کو بھی کوئی وقعت نہ دیتے تھے اب بھی ان کی سکھائی باتوں میں وہ ربیعہ کی جذباتی کیفیت کو سمجھ رہے تھے' نہ اس کی حیثیت کا تعین کر پا رہے تھے۔

"مجھے ایسے نافرمان اور بدلحاظ بیٹے کی ضرورت نہیں ہے اگر وہ خود سے آیا بھی تو میں دہلیز پر قدم نہیں رکھنے دوں گا' دھکے مار کر نکال دوں گا اسے۔" وہ سخت لہجے میں گویا ہوئے۔

"چھ ماہ ہو گئے ہیں میرے بچے کو جدا ہوئے اور کیسے باپ ہیں آپ جو اس کی جدائی میں آپ کا دل ذرا بھی گداز نہیں ہوا۔"

"چھ ماہ ہوں نہ' تاحیات اب وہ میرے دل میں جگہ نہ بنا پائے گا' آپ کے لیے بھی بہتر یہی ہے بیٹی کی خوشیوں کو اس بدبخت کی خاطر سوگ میں نہ بدلو۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلے تو مونا جو قریب ہی موجود تھی ان سے لپٹ کر رونے لگی۔ باہر کھڑکی سے لگی سب باتیں سنتی ہوئی رامین بیگم کے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ روشن تھی' شاہ رخ صاحب کے وہاں سے جانے کے بعد ان ماں بیٹی کو روتا دیکھ کر وہ اپنے کمرے میں آئیں اور کاجل کو تمام انفارمیشن دے کر ان کا مضحکہ اڑانے لگی تھیں۔

"انکل نے جو کہا ہے وہ کر کے بھی دکھائیں گے' ان کا غصہ و ضد تو خاندان میں مشہور ہے ویسے احد جیسا اجڈ وحشی انسان جنگل میں ہی رہنے کے قابل ہے' اس میں نہ جذبے ہیں نہ امنگ' بالکل کاغذی پھول جیسی وجاہت ہے اس کی۔"

"ہاتھ نہ آئیں تو انگور کھٹے ہوتے ہیں بیٹا! ورنہ کل تک تم اس کی سنجیدگی' وجاہت و اکھڑپن پر جان دیتی تھیں۔" وہ شوخی سے گویا ہوئی۔

"جان تو آج بھی دیتی ہوں ممی' وہ ہے ہی اس قدر ڈشنگ' ہینڈسم' اٹریکٹو کہ میرے علاوہ سینکڑوں لڑکیاں جان دیتی ہیں اس پر۔"

"تم جیسی لڑکیاں ہی تو ایسے لڑکوں کو سر پر چڑھاتی ہیں اب تم اپنا گھر بسانے کا سوچو' احد کو برباد کرنا میری ذمہ داری ہے۔"

❀......☾......❀

موسم بدل گیا تھا تو گرمی کا زور ٹوٹا تھا' ہفتے میں ایک دو بار ابر رحمت ضرور برستی تھی جس سے ہر سو جل تھل کا سماں رہتا تھا' آج بھی موسم اچھا تھا۔ مجید بابا چلے گئے تھے بہت تسلی و دلاسے دینے کے بعد وہ تنہا یہاں رکنا نہیں چاہتی تھی' لیکن مجبوری تھی کہ وہ بھی اس بھری دنیا میں اپنا

کوئی عزیز نہ رکھتے تھے۔ احد اور اس کی فیملی ہی ان کا کنبہ تھی' اس کے یہاں رکنے پر احد جز بز تو بہت ہوا مگر مسئلہ یہ تھا کہ اس کو اپنے لیے کسی خدمت گار کی اشد ضرورت تھی کہ زخم خاصی حد تک بھر تو گئے تھے مگر مندمل نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے اس نے رائمہ کے یہاں رکنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا جبکہ وہ ان سے کہتی رہی تھی۔

"بابا! جلدی آئیے گا' آپ نہیں ہوں گے تو مجھے ڈر لگے گا' کیسے رہوں گی میں؟"

"ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے بیٹی! احد میاں آپ کا خیال رکھیں گے حفاظت کریں گے آپ کی' خود کو یہاں بالکل محفوظ و آزاد محسوس کرنا۔" وہ احد کے سامنے اس کو تسلی دے رہے تھے۔ اس کی نگاہ اتفاقاً اس کی طرف اٹھی تھی' اس کی رنگت اڑی اڑی تھی' آنکھوں میں شدید خوف تھا۔ ہاتھوں کے زخموں کے کھرنڈ نکے رہ گئے تھے' جو خشک تھے اب ان کو صاف کروانے اسے ہاسپٹل جانا تھا' وہ ڈرائیور کے ہمراہ جا رہا تھا کہ راستے میں وہ بابا کو اسٹیشن بھی چھوڑ دے گا' ان کے اصرار پر اس نے رائمہ کو ساتھ لے لیا تھا پہلے ان کو اسٹیشن چھوڑ کر وہ ہاسپٹل کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ ہاسپٹل بہت فاصلے پر تھا' شام بھیگ رہی تھی' وہ سیٹ کی بیک سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند کر بیٹھ گیا' برابر میں تقریباً دروازے سے چپکی رائمہ بیٹھی ہوئی تھی' بابا کو اسٹیشن چھوڑنے کے بعد وہ بے آواز آنسو بہاتی رہی تھی۔ کھڑکی سے باہر گزرتے کھیت کھلیان' آم کے باغ اور اس کے گھر کی طرف جاتا کچا پکا راستہ!

ایک دم ہی اس کے اندر کرنٹ سا دوڑا تھا' وہ بے چینی سے ان راستوں کو دیکھنے لگی تھی جس کی خاک کبھی اس کے پاؤں سے بھی لپٹی تھی۔

"کیا ہوا آر یو او کے؟" اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں سن کر وہ سیدھا بیٹھتا ہوا کچھ حیرانی و سنجیدگی سے گویا ہوا اس نے نفی میں گردن ہلا دی اور کھڑکی سے دور ہو گئی۔ سرخ و زرد دوپٹے سے اس نے اپنا آدھا چہرہ ڈھانپا ہوا تھا' سسکیوں سے نازک سراپا پھولوں بھری شاخ کی طرح

لچک کھا رہا تھا۔ احد کے دل پر عجیب سے احساس نے گھیر اتنگ کیا تھا۔

"خاور! پانی کا تھرموس دیں۔" وہ ڈرائیور سے گویا ہوا۔

گھونٹ گھونٹ پانی پیتے وہ اپنے اندر اٹھنے والی چیخوں کو دبانے لگی' ان ہی راستوں پر بھاگتی دوڑتی وہ جوان ہوئی تھی۔ میٹرک کے بعد قریب کوئی کالج نہ ہونے کے باعث ماں نے اسے پڑھائی کی خاطر ہاسٹل بھیج دیا تھا۔ گریجویشن تک وہ کراچی میں رہی تھی اور وہ عرصہ ان ماں بیٹی پر بہت بھاری رہا تھا' ماں سلائی کڑھائی کر کے اس کی تعلیم اور گھر کے اخراجات چلا رہی تھی' میڈم مہ جبین سے ان کی دوستی اس وقت سے تھی جب وہ نئی نئی شہر سے اسکول ٹرانسفر ہو کر آئی تھیں اور وہ تین سالہ رائمہ کو ایڈمیشن کرانے لائی تھیں تب سے ہی سیدھی سادی زبیدہ سے ان کی دوستی ہو گئی اور ہر مشکل میں وہ ان کی مددگار رہی تھیں' زبیدہ خوددار عورت تھیں وہ ان کے احسان کا بدلہ ان کے کپڑے سی کر کڑھائیاں کر کے ادا کر دیا کرتی تھیں' وہ گریجویشن کے بعد گاؤں لوٹی تو مہ جبین نے اسکول میں اسے جاب دے دی تھی اور اسکول جانے آنے کے دوران ہی کسی دن عاشق علی کی نگاہیں اس پر ایسی پڑیں کہ وہ اپنے گھر' اپنی ماں' ماں کی طرح محبت کرنے والی مہربان مہ جبین سے محروم ہو کر در بدر ہو گئی تھی۔

"ہیلو! ہاسپٹل آ چکا ہے اتریے۔" وہ نامعلوم کب تک ماضی میں اردگرد سے بے خبر رہتی کہ اس کی سرد و خشک آواز پر سر اٹھا کر دیکھا وہ گاڑی کی ونڈو سے جھانک کر کہہ رہا تھا۔

وہ دوپٹہ سنبھالتی نجل سی باہر نکلی۔ ڈرائیور نے دروازہ بند کیا۔ اسے ویٹنگ روم میں بٹھا کر وہ آگے بڑھ گیا' اس کے تین ساتھی وہاں موجود تھے' ان کے ہمراہ ہی وہ O.P.D کی طرف گیا تھا' رائمہ نے سامنے آویزاں کانچ کی دیوار کے پار دیکھا' وہاں سناٹا و خاموشی تھی یہ پرائیویٹ ہاسپٹل تھا۔ عام ہاسپٹلز جیسی گہما گہمی یہاں

مفقود تھی کہ وہی کھیل تھا پیسے کا‘ وہی خلیج تھی امیری وغریبی کی امیروں کے لیے ہر سہولت وآسائش موجود تھی۔

نرم وخوب صورت صوفے میں دھنسی بیٹھی وہ امیر وغریب کا موازنہ کرنے میں مگن تھی‘ تب ہی وہ چلا آیا تھا‘ رائمہ نے کھڑے ہوتے ہوئے دیکھا انگلیوں کے ٹانکے کھل گئے تھے مگر نشانات ابھی باقی تھے خاصے گہرے زخم لگے تھے۔

”آیئے۔“ وہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا‘ مجید بابا کی غیر موجودگی میں وہ مہذب بن گیا تھا۔

وہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی باہر آئی تو سیڑھیاں اترتے ہوئے معاً اس کی نگاہ کچھ فاصلے پر کھڑے مرد پر پڑی اور اسے لگا سب گول گول گھومنے لگا ہو‘ ہر طرف تاریکی چھا گئی ہو‘ وہ لڑکھڑانے لگی تب ہی نہ معلوم کس جذبے کے تحت اس نے مڑ کر دیکھا اور پل بھر کی جست میں وہ چند سیڑھیاں چڑھ کر اسے تھام کر بولا۔

”کیا ہوا؟ آپ مجھے ٹھیک دکھائی نہیں دے رہی ہیں......“

”خدا کے لیے ابھی اور اسی وقت چلیے یہاں سے۔“ وہ سخت ہراساں تھی۔

”ہاں...... ہاں چل رہے ہیں مگر آپ اس قدر خوف زدہ کیوں ہیں؟“ وہ تقریباً اس کے بازو سے چپک کر رہ گئی تھی۔ چہرہ پسینے سے تر تھا جس پر خوف زردی بن کر چھا گیا تھا‘ دل اس تیزی سے دھڑک رہا تھا اس کی صدا سماعتوں تک محسوس ہو رہی تھی۔

”آپ چلیے نہ پلیز۔“ وہ دیکھ رہی تھی وہ شخص کسی کو کال کر رہا تھا‘ سرخ نگاہیں ہنوز اس پر ہی تھیں۔ اس نے شدت سے اپنی ٹانگوں کو بے جان ہوتے محسوس کیا اور بھی مضبوطی سے اس کا بازو پکڑ لیا جو حیران وپریشان اسے دیکھ رہا تھا۔

احد بھی اس کی حالت سمجھ گیا تھا‘ خوف ودہشت سے اس میں قدم اٹھانے کی بھی سکت نہ رہی تھی‘ قدرے ناگواریت بھرے انداز میں سہی‘ وہ اسے کار تک لایا تب ہی اس کا ایک ساتھی کہیں سے نمودار ہوا اور اسے ایک لڑکی کو سہارا دے کر لاتے دیکھا تھا اس کے انداز میں بلا کی بے یقینی وتعجب تھا۔

”احد......“ وہ آگے بڑھ کر فقط یہی کہہ سکا وہ خاصا کنفیوزڈ ہوا۔

”ہوں...... تم چلے گئے تھے واپس کیوں آئے......؟“ وہ اسے کار میں بٹھانے کے بعد اس کے قریب آ کر گویا ہوا۔

”ہاں...... وہ...... وہ......“ اس کی نگاہیں بلائنڈ گلاسز کے پیچھے گم ہونے والے اس سراپے پر ہی اٹھی تھیں وہ عجیب حیرت کا شکار تھا۔ احد اس کی حیرت وکھوجی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا سو عام سے لہجے میں گویا ہوا۔

”وہ رائمہ ہیں...... تم کیوں آئے کوئی ایمر جنسی ہے؟“

”ہاں ان اسمگلروں کو سپورٹ کرنے والا وڈیرہ کوئی بات ماننے کو تیار نہیں ہے اور اس کی جانب سے جان سے مارنے کی دھمکیاں ملی ہیں۔“

”جان تو ایک دن جانی ہے اگر اپنے وطن کے لیے کچھ کر کے مر گئے تو موت بھی فخر کرے گی ہم پر‘ ان دھمکیوں سے میں ڈرنے والا نہیں۔“

”تمہاری باتوں سے میں ایگری ہوں...... لیکن تمہارے زخم ابھی بھی بھرے نہیں ہیں‘ میں کہتا ہوں یہ نوکری چھوڑو اور واپس گھر جاؤ‘ وہاں بزنس تمہارا منتظر ہے یہاں نیچے سے اوپر تک کرپٹ لوگوں کی اجارہ داری ہے ہم جان ہتھیلی پر رکھ کر مجرموں کو پکڑواتے ہیں اور وہ ایسے ہی وڈیروں وسرمایہ داروں کی ایک کال پر ان کو آزاد کر دیتے ہیں اور ہماری موت پر کوئی تین دن بھی سوگ نہیں منائے گا۔“

”آئی ڈونٹ کیئر‘ اگر تمہیں جانا ہے تو جاؤ‘ مجھے بزدلی کا سبق نہ پڑھاؤ۔“ مبشر اس کا دوست ہونے کے علاوہ اسسٹنٹ بھی تھا وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ نرسری کی دیوار کی آڑ میں کھڑا بخشو باہر نکلا تھا۔ اپنی گھنی مونچھوں کو مروڑتا ہوا

کار کو دور تک دیکھتا رہا تھا‘ اس کی آنکھوں میں اپنا مقصد پانے کی چمک تھی‘ وہ جنگل کی حفاظت کرنے والے افسر کو بھی جانتا تھا اور اس کے ساتھ باتیں کرنے والے اس کے ساتھی کو بھی۔

”اس کو کہتے ہیں چھوری بغل میں‘ ڈھنڈورا شہر میں۔“ وہ سفاکی سے بڑبڑایا تھا۔

❁......☾......❁

عجیب خوف ودہشت اس پر چھائی تھی‘ گھر آتے آتے وہ بخار میں جھلس رہی تھی احد کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کس طرح ہینڈل کرے مجید بابا کے جاتے ہی اس کا امتحان شروع ہو گیا تھا۔ انیکسی میں اسے چھوڑنے کے بعد وہ خاصی مضطرب کیفیت میں باہر لان میں بیٹھ گیا تھا‘ چاندنی رات تھی‘ چاند کا جھومر آسمان کی مانگ میں پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا اور چاند کے ارد گرد ستاروں کے قافلے اترے ہوئے تھے‘ جن کی روشنیوں سے ماحول میں پراسرار سی چاندنی غبار بن کر پھیلی ہوئی تھی‘ ہوا پر کیف وخوشبوؤں سے بوجھل تھی۔

مجید بابا کی یاد پاپا کو آتی رہتی تھی اور وہ ان کو بلاتے رہتے تھے اور آج سے قبل اس نے کبھی ان کی غیر موجودگی میں خود کو تنہا وپریشان محسوس نہیں کیا تھا جتنا اس وقت کر رہا تھا...... وجہ شاید وہ بخار میں پھنکتی نیم بے ہوش رائمہ تھی سمجھ نہیں آ رہا تھا ایک غیر واجنبی لڑکی کی تیمارداری کس طرح کرے......؟ جبکہ ایسے کسی عملی تجربے سے اس کو کبھی گزرنا بھی نہیں پڑا تھا‘ صنف مخالف میں اس کی زندگی میں ہمیشہ جو ان کی قریب تر رہیں وہ ہستیاں اس کی ماں اور بہن تھیں جن کے وجود سے ان کی زندگی میں بڑے پاکیزہ رنگ موجود تھے‘ وگرنہ وہ اس قوم سے دور ہی بھاگتا تھا۔

دور مسجد سے عشاء کی اذان کی آواز آنے لگی تھی‘ اذان سن کر وہ کچن کی طرف گیا تھا‘ صاف ستھرے اور نفاست سے سجے کچن کو دیکھ کر اس کو اپنے گھر کا کچن یاد آ گیا تھا۔ مما اور مونا اسی طرح کچن کو چمکا کر رکھتی تھیں۔ ناچاہتے ہوئے بھی وہ اس کے سگھڑاپے کا معترف ہوا تھا۔

دودھ گرم کر کے مگ میں نکالنا ہی چاہتا تھا کہ وہ چلی آئی‘ سیاہ شال میں لپٹی گم صم وعجیب سی کیفیت کا شکار لگ رہی تھی۔

”آپ روم میں جائیں‘ کھانا میں دوپہر میں تیار کر چکی ہوں‘ گرم کر کے لا رہی ہوں۔“ اس نے پہلی بار اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ دلکش ورعنائی سے بھرپور لڑکی تھی۔ اس کے چہرے کی سرخیوں میں ستواں ناک اور گہری آنکھیں خاصی نمایاں ہو رہی تھیں لیکن وہ بے حد کمزور ولاغر لگ رہی تھی مگر باہمت وحوصلہ مند تھی جو ہمت نہ ہوتے ہوئے بھی اپنی ذمے داری ادا کرنے چلی آئی تھی۔

”نو تھینکس...... مجھے آپ کی خدمات کی بالکل ضرورت نہیں ہے آپ کو تیز فیور ہو رہا ہے‘ میں آپ کے لیے دودھ‘ سلائس اور ٹیبلیٹ لا رہا ہوں۔“ وہ دودھ مگ میں نکالتا سنجیدگی سے گویا ہوا۔

”نہیں...... نہیں یہ کس طرح ممکن ہے یہ کام میرا ہے میں ہی کروں گی۔“ وہ شرمندہ سی ہو کر آگے بڑھی اور بری طرح لڑکھڑائی تھی احد نے پھرتی سے بڑھ کر اسے گرنے سے بچایا اور ساتھ ہی جھٹکے سے دیوار کے سہارے کھڑا کر کے گویا ہوا۔

”اسٹاپ اٹ‘ سنبھالو خود کو‘ میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں‘ جو عورتوں کو نیچ کر کے اپنی کسی گھٹیا حس کو تسکین پہنچاتے ہیں اور میں ایسی عورتوں کی پرچھائی سے بھی نفرت کرتا ہوں‘ جو ایسی بے ہودہ حرکتوں سے مردوں کو مرغوب کرنے کی سعی کرتی ہیں۔“ وہ ایک دم ہی ساری برداشت کھو بیٹھا اسے لگا وہ مجید بابا کی غیر موجودگی میں اپنی اصلیت سے پردہ اٹھا رہی ہے اور ہوا بھی ایسا ہی تھا۔ مجید بابا کو اسٹیشن چھوڑنے کے بعد سے آہستہ آہستہ وہ اس کے گلے کا ہار بن گئی تھی۔

”مجھے پہلے ہی شک تھا تم نے بابا کو جھوٹی اسٹوری سنا

کر اپنا ہمدرد بنایا ہے اور ان کے جاتے ہی بار بار میرے قریب آنے کی کوشش کررہی ہو......"

"یہ...... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" اس کی آواز دبی دبی تھی۔

"شٹ اپ' جو میں کہہ رہا ہوں وہ تم خوب سمجھ رہی ہو' یہ ٹرے اٹھاؤ اور ابھی چلی جاؤ یہاں سے' تمہارا کیا کرنا ہے یہ فیصلہ کل کروں گا۔" وہ ٹرے کی طرف اشارہ کرکے وہاں سے غصے میں چلا گیا تھا' رائمہ پہلے ہی ذہنی کشمکش میں مبتلا تھی پھر بخار نے ہمت ریزہ ریزہ کردی تھی احد کے الزامات کے جواب دینے کی بھی پوزیشن میں نہ تھی' اس نے ہمت کرکے ٹیبلٹ کھا کر دودھ پی لیا اور خود کو تسلی دیتی ہوئی انیکسی میں آ گئی تھی۔

وہ دھب دھب کرتا اپنے روم میں آ گیا۔ پیشانی پر ناگواری کی شکنیں پھیل گئی تھیں شوز اتار کر دور پھینکے اور لیٹ گیا۔

"خوامخواہ میں نے اس سے ہمدردی کی' تنہائی ملتے ہی اس نے اپنی اصلیت دکھادی۔ بابا کی زبانی سنی ہوئی اس کی کہانی پر یقین کرلیا اور اسے رہنے کے لیے جگہ بھی دے دی۔ کتنا بڑا اسٹوپڈ ہوں میں' کم از کم مجھے اس کے بتائے ہوئے گاؤں جا کر اس کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنی چاہیے تھی۔" وہ ہونٹ بھینچے خود کو سرزنش کررہا تھا' خود کو احمق قرار دے رہا تھا۔

اس دور کی عورت نے خود کو ارزاں و بے وقعت کر ڈالا ہے چند نوٹوں اور ستائش بھرے جملوں کے عوض وہ عزت جیسی قیمتی و انمول شے لٹا دیتی ہے اور ملال تک نہیں کرتی کہ وہ آسمان کی وسعتوں سے پاتال کی تہہ میں جا گری ہے' سوچتے ہوئے اس کو وہ رات یاد آ گئی جب گھر والے کسی کی شادی میں گئے ہوئے تھے' وہ گھر میں تھا اور لائبریری روم میں مطالعے میں مصروف تھا' تب دروازہ ناک کیے بغیر وہ اندر آ گئی تھی' گویا ہیجان خیز مہک کا طوفان در آیا تھا۔

"تم...... شادی میں نہیں گئی...... اور یہ کیا گیٹ اپ ہے؟"

کاجل ایک اسٹائل سے سامنے کھڑی تھی' بلیک جینز پر ریڈ ٹاپ' سیاہ بال بکھرے ہوئے لمبے آویزے گردن کو چھو رہے تھے' ہونٹوں پر سرخ آگ دہک رہی تھی۔ جس کی تپش رخساروں پر بھی نمایاں تھی' مسکارے والا سرمئی بجی آنکھیں خمار آلود تھیں وہ قریب آ کر کہنے لگی۔

"یہ گیٹ اپ آپ کے لیے ہی بنایا ہے...... ویسے تو آپ نگاہ اٹھا کر دیکھنا ہی پسند نہیں کرتے' پروانوں کی طرح آپ کے گرد چکر لگاتی رہتی ہوں۔ امیزنگ بات ہے نہ! کبھی کسی نے دیکھا نہیں ہوگا پروانے کے گرد شمع کو......"

"قبل اس کے کہ میرا ہاتھ اٹھ جائے دفع ہو جاؤ یہاں سے فوراً۔" وہ اپنا غصہ ضبط کرتا سخت لہجے میں گویا ہوا۔

"یہی غصہ تو سوٹ کرتا ہے آپ پر۔" وہ ڈھٹائی سے مسکرا کر گویا ہوئی تھی۔

"ہماری فیملی کی ہر لڑکی آپ سے شادی کرنا چاہتی ہے' آئیڈیل ہیں آپ سب کے لیکن...... میرے علاوہ آپ کسی کے نہیں ہوسکتے۔" وہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا' کاجل کوئی بھولی بھالی' ناسمجھ یا بے وقوف لڑکی نہ تھی' وہ بے حد بولڈ اور پراعتماد نظر آرہی تھی جیسے احد کو پانا اس کے لیے مشکل نہیں ہو۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو کاجل' میرا ابھی دور دور تک شادی کرنے کا ارادہ نہیں ہے اور جب بھی شادی کروں گا بھی تو تم سے ہرگز نہیں کروں گا۔" وہ ہاتھ میں پکڑی کتاب ٹیبل پر رکھ کر کھڑا ہوتا ہوا سخت لہجے میں کہہ اٹھا۔

"شادی مجھ سے کیوں نہیں کریں گے آپ...... مجھ میں کیا کمی ہے؟" وہ اس کے قریب تن کر کھڑی ہوگئی اور ذومعنی لہجے میں دھیمے سے بولی۔

"کبھی میری جیسی بیوی دیکھی ہے آپ نے......؟" وہ بولتی ہوئی اس کی پشت سے لپٹ گئی تھی۔

"دور ہٹو' آئندہ مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش مت کرنا' ہاتھ توڑ دوں گا۔" اس نے کاجل کو دور کرتے ہوئے وارننگ دی اور گھر سے نکل گیا تھا۔

یہ سلسلہ پھر چل پڑا تھا وہ موقع ملتے ہی اس کے سر پر سوار ہو جاتی تھی اس کا رویہ اس کے ساتھ سخت سے سخت تر ہوتا چلا گیا...... لیکن وہ عزت نفس' انا احساس' ہر جذبے سے عاری تھی' اگر جذبہ تھا تو صرف اس کو تسخیر کرنے کا......

"میں اس لیے خاموش ہوں کہ گھر میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں چاہتا تم اپنی ان حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ میں رامین آنٹی سے تمہاری شکایت کروں گا کہ وہ تمہاری بے ہودہ حرکتوں کو لگام ڈالیں' تم دن بدن آؤٹ ہورہی ہو۔"

وہ ایک سرد ترین رات تھی جب وہ کافی کا مگ مونا سے لے کر اس کے کمرے میں آ گئی تھی اور آتے ہی اپنی محبت کا رونا رونے لگی تھی۔

"ممی کی بھی خواہش آپ کو داماد بنانے کی ہے' ان کی سپورٹ مجھے حاصل ہے اب آپ کو ہتھیار ڈالنے ہوں گے' بہت برداشت کرلیا میں نے' بہت انسلٹ کرچکے ہیں آپ میری اب آپ کو مجھ سے شادی کرنی ہوگی...... ورنہ......" وہ مگ ٹیبل پر رکھ کر اس کے مقابل کھڑی ہو کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"ورنہ......؟" اس کے چہرے پر غصے کی سرخی امڈ آئی۔

"ورنہ...... میں انکل کے پاس جاؤں گی اور کہہ دوں گی...... آپ نے میری عزت......" باقی لفظ اس کے حلق میں اٹک گئے احد کے زناٹے دار تھپڑوں نے اس کے حواس گم کردیے تھے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی تھی پھر کئی دنوں تک وہ اس کے سامنے نہیں آئی تھی۔

ان دنوں میں اس نے اپنے کزن منیر سے دوستی کرلی تھی' وہ پہلے ہی اس کی طلب کی چاہ میں مبتلا تھا' گرین سگنل ملتے ہی اس نے اپنی ماں کو رشتہ لے کر بھیج دیا۔ رامین نے شاہ رخ صاحب کو رشتے کا بتاتے ہوئے دبے دبے لہجے میں یہ بھی سنا دیا کہ ان کی خواہش کاجل کو ان کی بہو بنانے کی تھی' نجل بیاہ کر انگلینڈ چلی گئی ہے اب چھوٹی بیٹی بھی دور ہو جائے گی وہ پہلے ہی چھوٹی بھابی اور بچیوں پر جان دیتے تھے پھر ان دنوں کاجل ان کا خصوصی طور پر خیال رکھ رہی تھی' وہ جانتی تھی احد باپ کی بات سے انکار کی کوشش بھی نہیں کرسکتا...... لیکن پہلی بار وہ ان کے کسی حکم سے منحرف ہوا تھا' ان کی کسی خواہش کو رد کیا تھا۔

"احد...... بیٹا! کیا برائی ہے کاجل میں؟" ربیعہ سادگی سے پوچھ رہی تھیں۔

"آپ کو اس میں اچھائی کیا دکھائی دیتی ہے مما؟" مشکل سے لہجے کو نرم رکھا تھا۔

"اچھی لڑکی ہے خوب صورت اور خوش اخلاق ہے۔"

"وہ میرا آئیڈیل نہیں ہے میں اس کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا مما۔"

"کون لڑکی ہے تمہارا آئیڈیل؟" اس کے انکار نے انہیں ہراساں کردیا تھا۔

"وقت آنے پر دکھاؤں گا ابھی مجھے اپنا فیوچر پلان کرنا ہے۔"

"مان جاؤ بیٹا' شاہ رخ ایک قیامت کھڑی کردیں گے' انہوں نے ہی مجھے یہاں بھیجا ہے کہ کسی طرح بھی تمہیں اس رشتے پر راضی کروں...... مگر تم؟"

سنہرے اقوال

❀ لوگ کہتے ہیں کہ آپ محبت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے مگر میرے خیال میں آکسیجن زیادہ ضروری ہے۔

❀ کوئی شخص جو آپ کو بہت پیارا ہو' اس سے ہمیشہ اچھا رہنے کی توقع مت رکھو کیونکہ بہت میٹھی چاکلیٹ ایکسپائر بھی ہو جاتی ہے۔

❀ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے مگر کوئی اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ عورتیں ہمیشہ کامیاب شخص کو ہی چنتی ہیں۔

جویریہ ضیاء...... کراچی

''مما! پلیز۔''

''مما! بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ بھائی کو پریشرائز مت کریں' اس دور میں بیٹیوں کی مرضی کے بغیر رشتے طے نہیں کیے جاتے ہیں اور آپ بیٹے کو مجبور کررہی ہیں' پاپا تو ہمیشہ سے آنٹی کی مرضی کے فیصلے کرتے آئے ہیں...... اب تو آپ کو بھی اسٹینڈ لینا ہوگا اپنی اولاد کے لیے آواز بلند کرنی ہوگی۔'' وہاں موجود مونا نے فراخدلی سے بھائی کی حمایت کی تھی۔

شاہ رخ صاحب نے اس کے انکار کو اپنی انا کا مسئلہ بنا کر اسے بے نقط سنائی تھیں۔ عاق کرنے کے بعد گھر بدر کردیا تھا وہ ان کا ہی بیٹا تھا' ضدی وانا پرست' گھر چھوڑنے کے بعد مڑ کر نہیں دیکھا تھا...... البتہ ماں اور بہن سے رابطہ نہیں توڑا تھا' روز ہی ان سے بات کرتا تھا' ان سے ہی پتہ چلا تھا کاجل کی شادی اور چند ہفتے بعد گھر آ کر بیٹھ جانے کا وہ جانتا تھا' اس کی سرشت میں وفا نہ تھی۔ شدید بھوک کے احساس نے اسے ماضی سے حال میں لا پھینکا تھا' وہ اٹھا اور واش روم کی طرف بڑھ گیا دیوار گیر آئینے میں اپنا عکس دیکھا تو بانا آیا کئی دنوں سے شیو نہ کرنے کے باعث شیو خاصی بڑھ گئی تھی۔

یہ کام کل پر موقوف کرکے وہ باتھ لینے لگا...... تاکہ چینج کرکے ڈنر کرسکے۔ رائمہ بخار کی حدت سے نکل آئی تھی۔ وضو کرکے نماز ادا کی پھر اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے جھک گئی تھی...... جس کا کوئی نہیں ہوتا اس کا اللہ ہوتا ہے اور جس کا اللہ ہوتا ہے اسے پھر کسی کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور دل کہہ اٹھتا ہے میرے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ اس کی رحمت کی طلب گار تھی۔

وہ اس سے گوشہ عافیت مانگ رہی تھی۔ ایمان وعزت کے ساتھ زندگی وموت مانگ رہی تھی اور مانگتے مانگتے جاء نماز پر وہ بے سدھ ہوگئی تھی جب آنکھ کھلی تو باہر کی سائیڈ سے نامانوس سی آواز آرہی تھی' حواس فوراً ہی بیدار ہوئے تھے۔

دیوار میں نصب کھڑکی کی باہر کی سائیڈ لگی لوہے کی گرل کو کوئی کاٹ رہا تھا آواز بہت مدھم تھی مگر رات کے سناٹے میں واضح ہورہی تھی۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھے دیوار سے لگ کر کھڑی ہوگئی' اس کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا تھا وہ جان گئی بخشو نے عاشق علی کو خبر کردی ہے اور وہ اس کی بو پاچکا ہے۔ باہر گرل توڑی جاچکی تھی' معاً سلائیڈنگ ونڈو کو زوردار جھٹکے لگنے لگے۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا وہ کیا کرے...... کہاں جائے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا ونڈو کو باہر سے کھولنے یا توڑنے کی کوشش برابر کی جارہی تھی اور ونڈو کھل گئی تھی' سیاہ نقاب میں دو سرخ آنکھیں اسے گھور رہی تھیں۔

وہ ڈنر کے بعد اٹھا تھا تب اسے کوئی سایہ انیکسی کی دیوار کی طرف جاتا دکھائی دیا تھا' پہلے اس کے ذہن میں مبشر کی بات آئی تھی پھر ایک کوندا سا لپکا تھا۔

''کس سے خوف زدہ ہوگئی ہیں آپ؟'' اس نے راستے میں پوچھا تھا۔

''وہاں...... بخشو تھا عاشق علی کا خاص آدمی...... اس نے مجھے دیکھ لیا ہے۔''

''آپ کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے' میرے گھر میں آپ محفوظ ہیں۔'' ایک جست میں وہ بیڈ سائیڈ کی دراز کھول کر اس میں موجود اپنا ریوالور نکال کر انیکسی کی طرف دوڑا تھا۔ دوسری طرف وہ آدمی کھڑکی سے اندر آنے کی سعی میں مگن تھا' اس کے دوڑتے قدموں کی آواز سے وہ پھرتی سے واپس نیچے کود گیا تھا اسی لمحے احد وہاں پہنچ گیا تھا اور اس نے کھڑکی سے ہی ان دو بھاگتے آدمیوں پر فائر کھول دیا تھا وہ دونوں ہی زخمی ہوئے تھے مگر سخت جان تھے گھنی جھاڑیوں کا سہارا لے کر بھاگ گئے تھے۔

''واہ! کیا بات ہے آپ کی! پہلے خوف کے مارے حالت خراب تھی اور اب یہاں خاموشی سے کھڑے ہوکر ان کو آنے کی دعوت دی جارہی ہے۔'' وہ اسے دیوار سے لگے دیکھ کر کاٹ دار انداز میں کہہ رہا تھا۔ ''وہ کھڑکی توڑ کر اندر آرہے تھے اور آپ یہاں آنکھیں بند کیے کھڑی تھیں...... مجھے بلا نہیں سکتی تھیں آپ؟'' اس کی بروقت آمد پر رائمہ کی ڈوبتی سانسیں بحال ہونے لگی تھیں۔

''اگر میں جاگ نہ رہا ہوتا تو وہ مار جاتے آپ کو۔''

''اچھا کرتے مار جاتے کم از کم آپ سے مدد طلب کرنے سے مرنا بہتر ہے۔''

''کیا مطلب ہوا اس بات کا؟'' وہ سخت متعجب ہوا تھا۔

''میں آپ سے مدد نہیں چاہتی...... صرف رات مجھے یہاں گزارنی ہے صبح میں خود چلی جاؤں گی' آپ کو کوئی تردد کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''کہاں چلی جاؤ گی......؟ دریا میں چھلانگ لگانے؟'' وہ سینے پر ہاتھ لپیٹ کر بولا' اس کا لہجہ سخت طنزیہ تھا۔

''کہیں بھی جاؤں آپ کو پوچھنے کا حق بالکل بھی نہیں ہے۔'' اس کی خاموشی کے قفل ٹوٹ گئے تھے پراعتماد ومضبوط انداز عود کر آیا تھا۔

''میری کوئی آرزو بھی نہیں ہے آپ کو یہاں روکنے کی' فی الوقت آپ بابا کے روم میں چلی جائیں' یہ روم سیکیور نہیں رہا۔'' اس کی بات درست تھی کمرہ محفوظ نہ رہا تھا وہ ایک بار آئے تھے دوبارہ بھی آسکتے تھے۔ وہ چپ چاپ بابا کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ احد کھڑکی بند کرنے کی تدبیروں میں لگا ہوا تھا' نامعلوم وہ اپنے مقصد میں کب کامیاب ہوا تھا اسے معلوم نہ ہوا کہ مجید بابا کے کمرے میں اسے بے پناہ سکون واپنائیت کا احساس ملا تھا' تمام ڈر اور خوف کمرے سے باہر ہی از خود ہوگئے تھے پھر نیند ایسی گہری آئی تھی کہ وہ دن چڑھے تک۔ بیدار ہوئی تھی' منہ ہاتھ دھو کر کچن میں آئی تو سنک میں ناشتے کے برتن پڑے تھے وہ ناشتہ کرچکا تھا۔ بے مروتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف اپنے لیے ناشتہ بنایا تھا...... یا جتانا چاہتا تھا کہ اس کی اس گھر میں جگہ نہیں ہے وہ چلی جائے۔ اس نے بے دلی سے چائے بنائی پھر اچانک اسے خیال آیا گھر میں مکمل خاموشی تھی اور ایسا اس کی موجودگی میں ممکن نہ تھا۔

''ضرب عضب''

بلائیں لاکھ سہی پھر بھی دیوار ودر تو ہے
مانا ہے خستہ حال پر اپنا گھر تو ہے
یہ اسلام کا قلعہ جو خون شہیداں سے بنا
یہ عظمت وجرأت کا سمندر تو ہے
کٹ جائے سر بے شک نگار وطن پر
نہ آئے خزاں کبھی پیارے چمن پر
ہر طرف ہو زندگی' ہر سو اجالا ہو
لاکھوں گھرانے ہیں اجڑے آرزوؤں امن پر
آؤ اتحاد و یکجہتی کی مثال بنیں
دشمنانِ وطن پر اک وبال بنیں
جو تا قیامت رہے قائم نقش دنیا پر
اسلام کی وہ سلطنتِ لازوال بنیں
پھر مردِ مومن کی ضرب جاری ہے
خوشنودیٔ خداوندی کی طلب جاری ہے
پھر بدر کا سماں ہے کافروں پر زید
ضرب عضب جاری ہے خدا کا غضب جاری ہے

رانا محمد زید...... فیصل آباد

وہ کپ کاؤنٹر پر رکھ کر اندر اس کے روم کی طرف گئی تھی ڈور لاکڈ تھا اور گیراج میں گاڑی بھی نہیں تھی۔

''یا اللہ! میں ایسی گہری نیند سوئی کہ اس کی گاڑی کی آواز بھی نہیں سنی! وہ کیا سوچتا ہوگا میں یہاں سے جانے کا ارادہ نہیں رکھتی' صرف باتیں کررہی تھی' اللہ نے مجھے زندگی دی ہے تو یقیناً آسرا بھی پیدا کیا ہوگا...... اس سرپھرے شخص کے ساتھ ایک پل بھی گزارنا خود کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔''

❁......☪......❁

وہ میٹنگ اٹینڈ کرکے آفس میں آیا تو کچھ دیر بعد مبشر بھی پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔

''یار! تم تو چھپے رستم نکلے! کون ہیں وہ رائمہ......؟'' وہ بیٹھتے ہی سنجیدگی سے استفسار کرنے لگا۔

”آئی نو تم کو رات بھر نیند بھی نہیں آئی ہوگی اس تجسس میں..... مگر اس وقت تمہارا لہجہ بتارہا ہے بات کچھ خاص ہے..... کیا بات ہے؟“ وہ اس کی آنکھوں میں جکڑی کئی الجھنیں بھانپ کر گویا ہوا۔

”ہوں...... مجھے معلوم تھا تم میرا چہرہ دیکھ کر میری پریشانی بھانپ جاؤ گے‘ رات کو وڈیرے عاشق علی کی کال آئی تھی..... اس نے خود بات کی مجھ سے۔“ وہ دھیمے لہجے میں ایک ایک لفظ جما کر کہہ رہا تھا‘ اس کی نگاہیں احد پر تھیں۔

”کل تک وہ دھمکیاں دے رہا تھا اور..... اب سودا کرنا چاہتا ہے۔“

”سودا!..... کیسا سودا کرنا چاہتا ہے؟“ وہ پرسکون تھا۔

”وہ اکبر خان کو ہماری تحویل میں دینے کے لیے تیار ہے مگر......“

”وھاٹ ربش! یہ کیا پزل کھیل رہے ہو سیدھے طریقے سے بتاؤ۔“ اس کا صبر کا پیمانہ چھلک گیا وہ بگڑے لہجے میں گویا ہوا۔

”وہ کہتا ہے تمہارے پاس جو لڑکی ہے..... رائمہ وہ اس کے گاؤں کی لڑکی ہے..... اس سے اس کا نکاح ہونے والا تھا اور نکاح سے کچھ دیر قبل تم اس لڑکی کو بھگا کر لے آئے ہو‘ اس کے ساتھی اس لڑکی کو جب سے ہی ڈھونڈ رہے تھے‘ کل اس لڑکی کو اس کے ایک ساتھی نے تمہارے ہمراہ ہاسپٹل میں دیکھا تھا..... وہ رائمہ کے بدلے اکبر خان دینے کو تیار ہے اگر اس کی بات نہ مانی گئی تو وہ گاؤں والوں کو لے کر ریسٹ ہاؤس پر حملہ کردے گا۔“ احد خاموشی سے سن رہا تھا‘ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔

”ہر حال میں اس کو لڑکی چاہیے‘ پاگل ہورہا ہے وہ اس کے لیے۔“

”کیا عمر ہوگی اس کی؟“ مسکراہٹ لمحے بھر لبوں پر چمکی تھی۔

”جب دولت و اختیارات گھر کی لونڈی بن جائیں تو مرد عمر بھول جاتا ہے۔“

”مجھے عمر بتاؤ‘ لیکچر نہیں دو۔“

”کبھی کبھی تم اپنے سنیئر ہونے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو‘ ساری عمر کی دوستی لمحے بھر میں دھول چاٹتی نظر آتی ہے..... ساٹھ پینسٹھ سال کا ہوگا وہ خبیث بڈھا‘ لیکن ہر طریقہ سے جوان نظر آنے کے جتن کرتا ہے۔“ وہ خفگی بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

”کام کے معاملے میں صرف کام کو اہمیت دیتا ہوں میں‘ دوستی کی جگہ ورکنگ ٹائم کے بعد شروع ہوتی ہے آریو انڈر اسٹینڈ......“

”یس باس! اب آپ بتانا پسند کریں گے مجھے وہاں کیا جواب دینا ہے؟“

”ایسی تمام کالز تمہارے پاس ہی کیوں آتی ہیں؟“

”اگر آپ کے پاس آگئیں تو آپ ایک منٹ میں ان کی ایسی کی تیسی کردیں گے۔ اس لیے ہم آپ کو ایسی کالز نہیں دیتے۔“ وہ جتاتے ہوئے گویا ہوا۔

”اوکے..... آج رات یہ معاملہ صاف کردیتے ہیں۔“ فیصلہ کن لہجے میں کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

......☆☆☆......

آفس سے واپسی میں مجید بابا کی کال آئی تھی اس کے بعد وہ اپنی لاڈلی کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ وہ رات والا واقعہ گول کرکے اس کی خیریت سے ان کو آگاہ کرتا رہا اور مونا کی منگنی کی تیاریوں کے متعلق پوچھتا رہا‘ ویسے تو روز مما سے معلوم ہوتا رہتا تھا مونا سے بھی بات ہورہی تھی۔

گیٹ کھول کر گاڑی اندر لایا اور گیٹ بند کرکے وہ اندر گیا تو پہلا...... احساس یہی ہوا کہ وہ کہیں بھی نہیں ہے..... اس احساس نے اس کے حواس منتشر کردیئے وہ پورے گھر میں اسے دیکھ چکا تھا مگر وہ کہیں نہیں تھی۔

(ان شاء اللہ آخری حصہ آئندہ ماہ)

بیٹی کا بیٹا

ڈاکٹر نگہت نسیم

راستہ روکے کھڑی ہے یہی الجھن کب سے
کوئی پوچھے تو کہیں کیا کہ کدھر جاتے ہیں
نرم الفاظ، بھلی باتیں، مہذب لہجے
پہلی بارش ہی میں یہ رنگ اتر جاتے ہیں

خالہ فضل نور رہتی تو بہت دور تھیں پر ہمارے دل کے بہت قریب تھیں۔ امی جی کی ددھیالی رشتے کی بہن ہونے کے ناطے وہ ہم سب کی خالہ تھیں۔ خالہ فضل نور گرمی کی چھٹیوں میں اس تواتر سے ہمارے گھر آتی تھیں کہ چھٹیاں ان کے بناء ادھوری سی لگتیں۔ انہیں امی جی سے بے اختیارانہ سی محبت تھی۔ دونوں جب اکٹھی ہوتیں بات بے بات گاؤں کا ذکر لے آتیں۔ پھر گزرے دن رات یاد کرتے کرتے امی جی کی آنکھیں بھیگ جاتیں جنہیں خالہ فضل نور اپنے دوپٹے کے پلو سے پونچھ دیا کرتیں۔

یوں تو خالہ فضل نور کی بہت سی باتیں حیران کن تھیں لیکن جو بات مجھے انتہائی حیران رکھتی تھی وہ ان کی غیر موجودگی میں بھی ان کا ہمارے ساتھ ہی رہنا تھا۔ خالہ فضل نور کو کوئی صرف خالہ کہہ کر نہیں پکار سکتا تھا۔ وہ کہتی تھیں کہ فضل اور نور سوہنے رب سے جڑے ہیں۔ میرا پورا نام لیا کرو، تاکہ مجھ پر رب سوہنے کا فضل بھی رہے اور نور بھی اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ خالہ فضل نور نماز کے لئے جب سفید دوپٹہ دوہرا کرکے سر پر اوڑھتیں تو مانو جیسے آسمان سے وہی سفید پری اتر آئی تھی جو میں نے کئی بار بچوں کی دنیا میں کہانیاں پڑھتے ہوئے اپنی آنکھوں سے آسمانوں سے اترتی دیکھی تھی اور جب وہ دعا کے لئے جائے نماز پر بیٹھ کر دوپٹے کے نیچے سے اپنے پورے ہاتھ پھیلا کر اپنی سیاہ بھنورا سی آنکھیں بند کرتیں تو ان کے ہلکے بھورے ہونٹ آہ و زاری کرتے، جسم ہر سیکنڈ پر ایسے لرزتا جیسے تیز آندھیوں میں درخت جڑ سے اکھڑنے کو بے قرار ہو۔ اس وقت وہ اس دنیا کی نہیں لگتی تھیں اور یوں لگتا جیسے وہی نہیں میں بھی اپنے سوہنے رب کے بہت قریب ہوگئی ہوں اور جب وہ قرآن کے صفحے ادھ کھلی آنکھوں سے پڑھتیں تو ان کے سایہ دار پلکیں پورا وقت نم رہتیں اور میں انہیں دیکھے جاتی۔ وہ مجسم فضل اور نور کی

تمثیل لگتی تھیں۔ یہ بھی انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ نام اچھا ہو تو سیرت تاثیر جیسی ہو جاتی ہے۔

امی جی چونکہ بے جی اور اپنے ابو جی کی اکلوتی اولاد تھیں۔ وہ اکثر بتایا کرتی تھیں کہ بے جی کو ڈر تھا کہ کہیں ان کی بیٹی تنہائی کا شکار نہ ہو جائے اور دین کے رستے سے نہ بھٹک جائے تو انہوں نے اپنے چچازاد بھائی سے کہا تھا کہ اپنی بیٹی فضل نور کو ان کی بچی کے پاس چھٹیوں میں بھیج دیا کریں۔ سو وہ دن ہے اور آج کا دن خالہ فضل نور اپنے ابو جی کی بات کو نبھاہ رہی ہیں۔ امی جی کو ان سے خاص محبت تھی۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے ہمیشہ کہتیں رشتے اور وعدے نبھانے والے لوگ اللہ والے ہوتے ہیں۔

میں ان کے فلسفے میں جتنا الجھتی وہ اتنی ہی بے اختیاری سے مسکرا دیتیں۔ پھر مجھے سمجھاتے ہوئے کہتیں۔

''اب یہی دیکھو کہ جو اپنے رشتے اور ناطے نبھاہتا ہو۔ اپنے بڑوں کے وعدوں کا پاس رکھتا ہو اسے بھلا اللہ رسول سے کیا وعدہ کیسے بھول سکتا ہے؟ پہلا وعدہ وہ جو ہماری روحوں نے پہلے دن اپنے خالق سے کیا۔ پھر وہ وعدے جو ہم نے اپنے رسول اور قرآن کو پڑھتے ہوئے کیے۔ ارے پگلی دین ہمیں وعدہ نبھاہنا ہی تو سکھاتا ہے۔'' وہ مجھے مزید حیران کر دیتیں۔ میں چونکہ انہی کی طرح اکلوتی اولاد تھی۔ اس لیے وہ میرا اکیلا پن جان سکتی تھیں۔ چونکہ انہیں اپنی بیٹی کو تنہائی سے بچانے کے لیے کوئی خالہ فضل نور نہیں ملی تھیں۔ سو وہ میرے لیے اکثر ہی خالہ فضل نور بن جایا کرتیں اور جب چھٹیوں میں وہ آجاتیں تو ان کے اندر چھپی خالہ فضل نور چھٹیوں پر چلی جاتیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مجھے اپنی ماں کے دونوں روپ اپنی سہیلی ہی لگا کرتے تھے۔ حسب وعدہ خالہ فضل نور چھٹیوں پر گھر آئی ہوئی تھیں اور یادوں کی زنبیل دن رات کھلی رہتی۔

خالہ فضل نور کو میرا نام تارا بالکل پسند نہیں تھا۔ وہ مجھے ہمیشہ ''طاہرہ'' پکارا کرتیں۔ وہ کہتیں کہ دین و دنیا میں آسانی کی کنجی نسبتوں والے نام سے ہی ہیں۔ ان کا ماننا تھا کہ نام نسبتوں والے ہوں تو دین و دنیا میں خود ہی برکت ہو جاتی ہے۔ گو کہ ان کی تعلیم انتہائی واجبی سی تھی لیکن ان کا علم عرفانی تھا۔ ان کا گھر ملتان میں تھا، خالو جی بینک میں اچھی پوسٹ پر تھے اور ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی ریٹائر ہوئے تھے۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ دو بیٹے خالد اور شاہد انجینئر تھے۔ شادی شدہ اپنے گھروں میں خوش حال اور ان کا سب سے چھوٹا بیٹا بینک میں ہی کام کرتا تھا جس کو وہ ''بینکی بیٹا'' کہتی تھیں۔ بینکی بھائی کا تذکرہ اتنی تواتر سے ہمارے گھر میں ہوتا تھا کہ کبھی دھیان ہی نہ گیا کہ بینکی بھائی کا اصلی نام کیا ہوگا۔ خالہ فضل نور کو خالد بھائی اور شاہد بھائی سے بے انتہا محبت تھی لیکن ذکر وہ ہر وقت بینکی بیٹے کا کرتی تھیں۔ کیوں بھلا؟ یہ بھی سمجھ نہ آتا تھا لیکن وہ اس کی توجیہہ یوں دیتیں کہ شاہد اور خالد گھر بار والے ہیں۔ ان کے پاس فرصت نہیں ہوتی نہ ہماری دیکھ بھال کی سو بینکی بیٹا ساتھ رہتا ہے۔ سارے کام کرتا ہے۔ حق حلال کی کھر لاتا ہے۔ اس لیے اسی کا تذکرہ زیادہ ہوتا ہے۔

پھر ایک لمبی سی آہ بھرتیں اور کہتی میری بیٹی طاہرہ دنیا کا دستور ہے اسی کو چھٹی نہیں ملتی جو سبق یاد رکھتا ہے۔ پھر خالہ فضل نور مسکراتے ہوئے کہتیں۔ میرا بینکی بیٹا لائق ہیں تابعدار ہے۔ ہر اچھے برے وقت میں کندھے سے کندھا ملائے کھڑا رہتا ہے۔ ماں باپ جب بوڑھے ہو جائیں تو انہیں لاٹھی چاہیے ہوتی ہے رشتوں کی

بھی اور پیسوں کی بھی۔ سو وہ میرا بینکی بیٹا سب پوری کر دیتا ہے۔ اب میرا بینکی بھائی سے ملنے کو اشتیاق بڑھتا جا رہا تھا...... اور خالہ فضل نور انہیں کبھی ساتھ نہ لے کر آئی تھیں۔

پر اس بار تو میں نے دل میں سوچ رکھا تھا کہ خالہ فضل نور سے ضرور ضد کروں گی کہ مجھے بینکی بھائی سے ملنا ہے۔ آخر میں بھی تو دیکھوں کہ کیسے دکھتے ہیں اور کیسے لگتے ہیں۔ ان سے یہ بھی پوچھوں گی کہ کیسے ہر ماہ باقاعدگی سے گھر کا خرچہ اٹھا لیتے ہیں اور ہر مشکل وقت میں کیسے پیسوں کی ڈھارس دیتے ہیں کاش میرا بھی کوئی بینکی بھائی ہوتا جو میرے ساتھ مل کر امی ابو جی کا خیال رکھتا۔ امی جی میری خواہش اور باتوں پر اکثر مسکرا دیتی تھیں پر آج امی جی نے اچانک ہی خالہ فضل نور سے ملنے گاؤں چلنے کا پروگرام بنا ڈالا۔ میں نے دیکھا امی جی کچھ بے چین سی تھیں۔ ابو جی سے بھی کہہ رہی تھیں کہ آپا فضل نور کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔

''سنیں اگر ہم نہ گئے تو وہ یہاں ہر حال میں آجائیں گی اور آپ جانتے ہیں کہ سفر کرنا انہیں کتنی تکلیف دے سکتا ہے۔'' ابو جی کی بھی تو وہ آپا ہی تھیں سو بے اختیار سے ہو گئے۔

''کیوں نہیں ہم سب چلتے ہیں۔'' وہ خوش بھی ہو جائیں گی اور سفر کی تھکن سے بھی بچ جائیں گی اور سنو تارا تم ان کے بینکی بیٹے سے بھی مل لینا۔'' ابو جی نے مسکراتے ہوئے مجھے کہا۔ انہوں نے شاید میرے اشتیاق کو میرے چہرے پر پڑھ لیا تھا۔

☆......☆☆......☆

دو ہفتوں کے شدید انتظار کے بعد بالآخر ہم لوگ خالہ فضل نور کے گاؤں پہنچ ہی گئے۔ پھر بس اسٹینڈ سے ان کے گھر بھی...... خالہ فضل نور بہت بیمار تھیں۔ ہمیں دیکھ کر ان کا فضل اور نور کی تمثیل کہتا چہرہ ایک دم خوشی سے دمک اٹھا۔ آنکھیں جھلملا گئیں۔

''میری پتر طاہرہ آئی ہے۔'' انہوں نے اپنے کمزور ہاتھوں سے میری بلائیں لیں اور مجھے اپنے بہت قریب بٹھا لیا۔ لیکن میری آنکھیں تو ان کے علاوہ جن چہروں کو ڈھونڈ رہی تھیں وہ کہیں نہیں تھے۔ خالہ فضل نور نے میری تلاش پکڑ لی تھی۔ مسکرا دی۔

''کسے ڈھونڈ رہی ہو طاہرہ۔'' شاہد اور خالد تو چھٹیوں پر اپنی فیملی کے ساتھ مری کی سیر کو گئے ہیں، تمہارے خالو میری دوا لینے گئے ہیں۔ آتے ہی ہوں گے اور وہ تمہارا بینکی بھائی۔'' خالہ فضل نور امی جی کو دیکھ کر ہنس پڑیں اور امی جی نے ان کے دوپٹے کو ان کے سر پر جماتے ہوئے محبت سے کہا۔

''بھئی آپا بس ملوا دیجیے میری بیٹی کو اپنے بیٹے سے۔ سارے رستے اسی کی باتیں کر کر کے میرے کان کھا گئی ہے۔'' امی جی کی بات پر خالہ فضل نور کی سیاہ بھنوروں سی آنکھیں جن کی چمک اس وقت بھی الوہی سی تھی۔ پر اسی پر سیاہ پلکوں کا سایہ گراتے ہوئے بھی وہ اپنی آنکھوں کی اداسی

چلتے چلتے

چلتے چلتے طویل راہ پر
پلٹ کر جو دیکھا زندگی میں
تو میں نے مانا
کہ جتنے گزرے تمام لمحے
ہیں واجبی سے مگر وہ لمحے جو سنگ تمہارے
گزر گئے ہیں......
تمام لمحوں میں......
معتبر ہیں......

رشک وفا...... برنالی

چھپانہ سکیں۔

"شام کو آئے گا بینک سے تو مل لینا۔" میں نے بے اختیار ہو کر دیوار پر لگی گھڑی کو دیکھا اور اس میں سے کئی گھڑیاں منفی کرنے کو چاہا۔ بس کچھ ہی دیر اور پھر شام آ ہی گئی جس کا مجھے ایک مدت سے انتظار تھا۔ یہی سوچتے ہوئے میں خالہ فضل نور کے ساتھ ہی بان کی چارپائی پر بیٹھ گئی۔ کیاریوں میں مہکتے گلاب اور موتیا اور شام کے ڈھلتے سائے میں صرف انتظار میرا ہم نشین رہ گیا تھا۔ دستک پر میں نے لپک کر دروازہ کھولا تو محلے سے کوئی آدمی خالہ فضل نور سے ملنے آیا تھا۔ بڑا رعب دار سا لیکن بینکی بھائی کی یہ تصویر تو میں نے نہیں بنائی تھی۔ یہ بینکی بھائی نہیں ہوسکتے۔ ورنہ خالہ فضل نور ضرور تعارف کرواتیں لیکن وہ خاموش تھیں۔

"اوہ! بینکی بھائی کہاں رہ گئے؟" اس شخص کے جانے کے بعد خالہ فضل نور میری بڑبڑاہٹ پر میری طرف متوجہ ہوئیں اور بڑے پیار سے میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پہلے تو دعا دی پھر مجھے اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے کہا۔

"طاہرہ بیٹی تم کو میرے بیٹے سے ملنا ہے نہ۔"

"جی......" میں بس اتنا ہی کہہ سکی اور زور سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اچھا۔" وہ کچھ دیر مزید خاموشی سے مجھے دیکھتی رہیں پھر آہستگی سے بولیں۔

"یہ لو میرے بینکی بیٹے سے ملو۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے بینک کا چیک میری ہتھیلی پر رکھ دیا۔

"خالہ فضل نور یہ کیا۔ یہ بینکی بھائی ہیں۔" میرے ہاتھوں میں بنک کا ایک لاکھ بیس ہزار کا چیک کانپ رہا تھا اور خالہ فضل نور کی آواز جیسے بہت دور سے آرہی تھی۔ ایسے جیسے وہ یہاں نہیں ہیں۔ ان کی آواز بتا رہی تھی کہ اب ان کی آنکھوں میں نمی اتر آئی ہے۔ ان کے حلق میں پیاس ٹھہر گئی ہے۔ ان کے دل میں اداسی اتر چکی ہے۔ وہ مجھے بہت کچھ کہنا چاہتی ہیں۔ مجھے ہر سرد گرم ہوا سے بچا لینا چاہتی ہیں۔ ان کی آواز میں زندگی کے سارے سبق ایک ساتھ مجھ پر کھل رہے تھے۔

"طاہرہ میری بیٹی۔ اپنی خالہ فضل نور کی بات پلے سے باندھ لے۔ تیری ماں نے میری یہی بات نہیں مانی تھی۔ باقی سب مانتی ہے۔ سن بیٹی تم ابھی پڑھ رہی ہو۔ کل کو شادی ہوگی۔ بچے ہوں گے جب تم ان کو پالو گی نہ تو ان کے ساتھ ساتھ ایک بیٹا بینک میں بھی پالنا۔ ایسا بیٹا جو دکھ سکھ میں ساتھ دیتا ہے۔ جو کندھے سے کندھا ملائے ساتھ کھڑا رہتا ہے۔ جو ہر جگہ اپنے ماں باپ کی عزت رکھتا ہے۔ بڑھاپے میں جب سب ایک ایک کر کے دامن چھڑا لیتے ہیں اس وقت بھی بینکی بیٹا دامن سے لپٹا رہتا ہے۔ دیکھ تو آج بھی تیری خالہ فضل نور کی عزت تیرے بینکی بھائی ہی نے رکھی۔" ان کے آنسو تواتر سے ان کے سفید ہلکی ہلکی جھریوں والے چہرے پر تشکر بن کر برس رہے تھے اور میرے آنسو ایک لاکھ بیس ہزار کے چیک والے بینکی بیٹے پر جسے خالہ فضل نور نے جانے کتنی جتن اور لگن سے پالا ہوگا۔

جھوٹی سچی تعبیروں کی خواہش میں
کیسے کیسے خواب بکھرتے جاتے ہیں
ان حالوں کب اپنے آپ کو دیکھا تھا
کہنے کو دن رات گزرتے جاتے ہیں

ایک نئی امید‘ نئی صبح اور نئی امنگ کے ساتھ حرا کے آنگن میں چڑیاں بولیں تو وہ بھی ان کے ساتھ ہی اٹھ بیٹھی۔ رات سے ہی لائٹ بند ہوجانے کی وجہ سے وہ سب صحن میں ہی کھلے آسمان تلے سوئے تھے۔ تکیے پر رکھا دوپٹہ اٹھا کر گلے میں ڈالتے ہوئے اس نے دائیں بائیں بچھی ٹوٹل تین چارپائیوں کو دیکھا‘ دائیں طرف مبین اور اس کے ساتھ سویا دو سالہ سنان‘ بائیں طرف ساس اور ان کے ساتھ سوئی چھ سالہ کاملہ‘ جس کی اپنی چارپائی خالی تھی اور خود حرا کے ساتھ آنکھیں موندے سوئی چار سالہ زرمین......

عام طور پر وہ لوگ برآمدے میں سویا کرتے تھے‘ فرشی پنکھا سامنے رکھ دیا جاتا تو اس کی فراٹے بھرتی ہوا قطار سے بچھے سب پلنگوں کو یکساں محسوس ہوتی۔ ساس اماں چونکہ ذیابیطس کے مرض میں مبتلا تھیں اور انہیں گھر میں سب سے زیادہ گرمی بھی لگا کرتی اسی لیے ان کا پلنگ ہمیشہ پنکھے کے عین سامنے اول نمبر پر بچھایا جاتا۔ اس کے بعد مبین پھر کاملہ اور آخر میں حرا کا اپنا لیکن الگ پلنگ ہونے کے باوجود کاملہ زیادہ سے زیادہ ہوا کھانے کی خواہش میں اکثر اوقات دادی کے پلنگ پر ہی پائی جاتی سو آج بھی وہی معاملہ تھا۔

جب تک وہ باتھ روم سے ہاتھ منہ دھو کر نکلی مبین بھی جاگ چکے تھے۔ ننھی زرمین کے ماتھے پر بوسہ دیا‘ کچھ دیر خاموش نظروں سے سر پر تنے آسمان کو دیکھا تو بے اختیار ٹھنڈی آہ منہ سے نکل گئی یعنی یہ بیٹی انہیں اپنی جان سے بڑھ کر عزیز تھی گو کہ باقی بچے بھی دونوں بے حد فرماں بردار اور اعلیٰ تربیت کا نمونہ تھے مگر پھر بھی زرمین کے لیے جو جگہ دل میں تھی وہ نہ تو سنان کے لیے تھی اور نہ ہی کاملہ کے لیے۔ جس کی ایک وجہ شاید یہ بھی تھی کہ وہ دونوں ظاہری طور پر بالکل مکمل تھے ان کی شخصیت میں کوئی کمی نہیں تھی۔ شکل صورت‘ ذہنی اور جسمانی اعتبار سے وہ ایک مکمل شخصیت کے مالک تھے جبکہ زرمین پیدائشی طور پر ذہنی معذوری کا شکار تھی۔ چار سال کی ہوجانے کے باوجود وہ اپنی بات کو مکمل طور پر سمجھانے یا بیان کرنے

سے تو قاصر تھی ہی ٹھیک طریقے سے چل پھر بھی نہیں سکتی تھی۔ ذرا سا چلنے پر ہی پاؤں کا رخ گھوم جاتا اور گر پڑتی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے دل میں چلنے پھرنے سے خوف بیٹھ گیا تھا' جب تک حرا یا مبین خود انگلی پکڑ کر نہ چلاتے وہ بیٹھ کر ہی اِدھر اُدھر دیکھتی اور کھیلتی رہتی۔ دوسری صورت میں چھوٹے بچوں کی طرح گھٹنوں کے بل ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی۔

اور یہ سب دیکھ دیکھ کر حرا کا دل کٹ جاتا' تین بچوں میں سب سے خوب صورت اور سب سے پرکشش بچی کو اس حالت میں دیکھنا خود مبین اور دادی کے لیے کسی امتحان سے کم نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے گھر میں خاصی توجہ دی جاتی اور اپنے وسائل محدود ہونے کے باوجود کوشش کی جاتی کہ وہ جس چیز کی بھی خواہش کرے وہ اس کے سامنے پیش کردی جائے لیکن دکھ ایسا تھا کہ ہر وقت دل و دماغ سے لپٹا رہتا اور گو کہ زمین اب چار سال کی ہونے کو آئی تھی مگر اس کے باوجود بھی حرا اس کی ذہنی و جسمانی حالت سے سمجھوتہ کرتے خود کمزور پڑ جاتی اب بھی یوں مبین کو خاموشی سے اس کی جانب یک ٹک دیکھتے پایا تو کچن میں جانے کے بجائے وہیں چلی آئی۔

"حرا! میں سوچ رہا ہوں کہ کاملہ تو اسکول جاتی ہی ہے کیوں ناں ہم زمین کو بھی اسکول میں داخل کرادیں۔ چار سال کی تو یہ بھی ہوگئی ہے۔" مبین نے حرا کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ذہن میں پھیلی اداس سوچ کو پرے دھکیل کر بولے جس پر حرا کا حیران ہونا لازم تھا۔

"زمین اور اسکول......؟"

"ہاں تو اور کیا' ہم اپنی بچی کو ایسے ہی تھوڑی گھر میں بٹھائے رکھیں گے۔ میں معلوم کرتا ہوں کچھ...... کیوں اماں؟" بات کرتے مبین نے اماں کو دیکھا جو نماز کے بعد قرآن پاک سینے سے لگائے ہاتھ میں چشمہ لیے وہیں آرہی تھیں۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن اس طرح کا اسکول جانے کتنی دور ہو اور پھر جو خرچہ ہوگا وہ تو تم مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہو ناں۔" اماں نے ڈھکے چھپے انداز میں اپنا مطلب واضح کیا تو ایک بار پھر مبین محض گہری سانس لے کر رہ گئے۔

خواہش دل میں اترنے سے پہلے انسان کتنا پرسکون ہوتا ہے لیکن جب کوئی ایسی خواہش دل میں اترتی ہے جس پر اس دنیا میں پوری نہ ہونے کا خوف ہو تو اس کے بعد یہ دنیا ہی دل سے اتر جاتی ہے۔

"بس اماں! آپ دعا کریں' اللہ ہماری روزی روزگار میں برکت دے تو سب کچھ ہوجائے گا۔ ابھی تو پتا نہیں اس تک ہماری کوئی دعا پہنچتی بھی ہے کہ نہیں۔"

"توبہ کرو میرے بچے! مایوسی اور ناامیدی گناہ ہے۔" اماں نے قرآن کریم کو کھولتے ہوئے پھر بند کیا۔

"یاد رکھو وہ ہماری ہر دعا سنتا ضرور ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ ہمیشہ اس کا جواب ہاں میں نہیں ملتا' کبھی کبھار اس کا جواب "ابھی نہیں" بھی ہوتا ہے اور کبھی ہماری اپنی ہی خواہش ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوتی تو وہ ایک بہتر وقت تک کے لیے اسے ٹالے رکھتا ہے' اس لیے تم پریشان نہ ہوا کرو۔"

"جی بہتر۔" مبین نے خاموشی سے گردن ہلاتے ہوئے سامنے سوئی ہوئی ننھی زمین کو دیکھا اور ایک نظر پاس بیٹھی حرا پر ڈال کر باتھ روم چلے گئے۔

❁......❁......❁
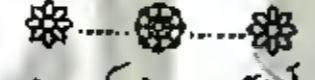
"مبین بھائی! آپ ہمیشہ کیوں دس پانچ روپوں کا بھی حساب دیتے ہیں۔ مجھے آپ پر بھروسہ ہے پلیز آئندہ نہ کیجیے گا ایسا۔" مسز عدنان نے مبین کو پیسے دے کر مارکیٹ سے کچھ سامان منگوایا تھا اور مبین کی شروع سے ہی عادت تھی کہ روپوں پیسوں کا کوئی کام ان کو دیا جاتا تو وہ پرچی پر ایک ایک چیز کا حساب لکھتے جاتے اور پھر مسز عدنان کو بقایا روپوں کے ساتھ ہی وہ پرچی بھی دے دیتے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ گھر کے تمام ملازمین میں سب سے زیادہ قابل بھروسا انہی کو سمجھا جاتا۔ کئی مرتبہ منع کیے جانے کے باوجود بھی ان کا یہی معمول تھا۔

"میڈم وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن اس طرح میرا ضمیر مطمئن رہتا ہے ورنہ بھول چوک بھی ہوسکتی ہے کبھی۔"

"بھول چوک تو خدا بھی معاف کردیتا ہے مبین بھائی! آپ اس بات کی فکر نہ کیا کریں۔" مسز عدنان نے سودے سلف کے استعمال کے بارے میں خانساماں کو ہدایت دینے سے پہلے کہا اور پھر مبین کو جاتے ہوئے دیکھ کر بولیں۔

"ابھی بچوں کو اسکول سے لانے میں تو وقت لگے گا آپ مجھے پارلر ڈراپ کردیں اور وہیں سے بچوں کو لینے چلے جایئے گا۔" مسز عدنان کی ہدایت پر مبین نے فرماں برداری سے سر ہلاتے ہوئے گیراج کا رخ کیا تاکہ ان کے تیار ہونے تک وہ گاڑی کو ریڈی کرلے۔

مسز عدنان کا شہر کے پوش علاقے میں بیوٹی پارلر تھا' شوہر ایک کامیاب بزنس مین تھے' گھر میں روپے پیسے کی ریل پیل تھی مگر غرور و تکبر نہ تھا۔ ملازمین کے ساتھ حسن سلوک بھی ایسا کہ سب ہی نوکر چاکر ان پر اپنا آپ وارنے کو تیار رہا کرتے نہ صرف یہ کہ بلکہ صدقہ خیرات کرنے میں بھی پیش پیش رہا کرتیں۔ شاید ان کا سب کے ساتھ یہ حسن سلوک ہی تھا کہ ان کا بیوٹی پارلر بھی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔ مبین ان کے ہاں ڈرائیور کی نوکری کرتے تھے اور اس کے علاوہ بھی باہر کے چھوٹے موٹے کام نمٹا دیا کرتے۔ بچوں نے کہیں آنا جانا ہو یا خود مسز عدنان نے' گاڑی ہمیشہ مبین ہی ڈرائیو کرتے کہ عدنان صاحب کی زندگی اتنی معروف تھی کہ انہیں اپنے کام سے ہی فراغت نصیب نہ ہوتی اور بیوٹی پارلر کھولنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ مسز عدنان گھر میں اکیلے اب زچ ہونے لگی تھیں۔

کچھ لوگوں کی زندگی اتنی مصروف ہوتی ہے کہ انہیں زندگی کو زندگی کی طرح گزارنے کا بھی وقت نہیں ملتا۔ ایک کے بعد ایک اور اس کے بعد ایک اور کام نمٹاتے نمٹاتے اپنے ساتھ ساتھ قریبی لوگوں کو بھی بھلائے رکھتے ہیں۔ عدنان صاحب بھی انہی لوگوں میں سے تھے اور مسز عدنان نے بھی شکوے شکایتوں کے بجائے خود کو مصروف کرلیا تھا اور انہیں احساس تک نہیں ہونے دیا۔

"مبین بھائی! گھر میں آپ کے بچے وغیرہ تو ٹھیک ہیں ناں؟" گاڑی کے شیشے سے باہر دیکھتے ہوئے انہوں نے سرسری سا پوچھا۔

"جی میڈم! اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک ہیں۔" مبین نے نظر سامنے رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اپنی چھوٹی بیٹی کا خاص دھیان رکھا کریں' نظر انداز نہ کرنا اسے۔" انہوں نے تاکید کی تھی۔ ویسے بھی وہ ہمیشہ ہی زمین کا پوچھا کرتی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ زمین جسمانی لحاظ سے دوسروں بچوں جیسی نہیں۔ اکثر یہاں تک کہہ دیتیں کہ کبھی انہیں گھما پھرا لایا کرو اور

ان کی یہ پیشکش مبین دلی دعا کے ساتھ واپس کر دیتے۔ ان کے لیے یہی بہت تھا کہ وہ اس کی بچی کا ذکر اتنی محبت سے کرتیں اور اس کی خیریت دریافت کرتی ہیں' ان شفقت بھرے الفاظ نے ہمیشہ ہی ان کی عزت میں اضافہ کیا تھا۔

❀......❀......❀

حرا نے مبین کی ماہانہ آمدنی میں دو کمیٹیاں ڈال رکھی تھیں' ارادہ تھا کہ اس دفعہ گرمیوں میں ایئر کولر خریدنے کا۔ اسی لیے تنخواہ ملتے ہی پہلے تو دونوں کمیٹیاں ادا کی جاتیں اور پھر باقی بچ جانے والے روپوں سے پورا مہینہ نہایت کفایت شعاری سے گزارا جاتا۔

مبین کے آنے میں ابھی کچھ وقت تھا سو حرا نے سنان' کاملہ اور زمین کو کھانا کھلانے کے لیے اپنے ساتھ ہی کچن میں بٹھا لیا۔ سنان گو کہ ابھی دو سال کا ہی تھا لیکن کسی اور کے ہاتھ سے کھانا کھانا پسند نہ کرتا۔ کاملہ اور وہ اکیلے جبکہ زمین کو حرا اپنی گود میں لے کر کھلا رہی تھی۔

اماں صحن میں پڑوسن کے پاس بیٹھی تھیں اور ان دونوں کے بات کرنے کی آواز کچن تک آ رہی تھی دادی اماں نے انہیں مشورہ دیا۔

''میری مانو تو فی سبیل اللہ کچھ نہ کچھ ضرور دیتی رہا کرو' پانچ دس نہیں تو صرف ایک روپیہ ہی دے دیا کرو پھر دیکھنا ایک روپیہ دو گی ناں اللہ کی راہ میں اس کی خوشی کی خاطر' تو وہ ادھار رکھنے والا نہیں ہے دگنا کر کے واپس کرے گا تمہیں۔''

''ہاں اماں! کہتی تو آپ ٹھیک ہی ہو لیکن......''

وہ ہچکچائی۔

''اری لیکن کیا؟'' ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے گراتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

''مجھے تو لگتا ہے کہ ہماری روزی کسی نے باندھ دی ہے' جہاں بھی اپلائی کیا کسی ایک بھی جگہ سے مثبت جواب نہیں ملا اور پھر...... حاسدوں کی کمی تھوڑی ہے۔ ہوسکتا ہے کسی دشمن نے کوئی جادو ٹونا کروا دیا ہو۔'' آواز کو مدہم کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو اماں کے ساتھ ساتھ کچن میں زمین کو کھانا کھلانے کے دوران اس کی رال صاف کرتے ہوئے حرا بھی مسکرا دی۔

''اری اپنے دشمن تو ہم خود ہیں' ذرا سا نقصان ہو جائے تو فوراً اس شخص کو دل ہی دل میں مجرم بنا ڈالتے ہیں جس سے ہماری ذرا سی بھی ان بن ہوئی ہو۔ روزی کی دقت ہے تو تمہارا دھیان فوری طور پر رازق کی طرف کیوں نہ گیا؟ روزی کھولنے والے کو چھوڑ کر روزی باندھنے والوں کے متعلق سوچنا کوئی اچھی بات تو نہیں ہے ناں بیٹا!''

''جی! بات آپ کی بھی ٹھیک ہے لیکن......''

''لیکن ویکن چھوڑو اور فی سبیل اللہ کچھ نہ کچھ دیا کرو' چاہے وہ ایک وقت کا کھانا ہو یا ایک روپیہ پھر دیکھنا اللہ کس طرح تمہارے رزق کا وسیلہ بناتا ہے۔'' اماں نے آزمودہ بات بتائی تھی شاید اسی لیے ان کے بھی دل کو لگی اور کسی حاسد کی طرف سے رزق کو باندھے جانے والی سوچ کو ذہن سے ختم کرنے کے بجائے ایک کونے میں سرک کر وہ اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہی تھیں کہ گھٹنوں اور پیٹھ کے بل سرکتے ہوئے زمین کچن سے نکلتی ہوئی نظر آئی۔

''دادی! یہ زمین بے چاری بھی کیسی آزمائش کی صورت اتری ہے ناں اس گھر پر' بہت دکھ ہوتا ہے جب اسے دیکھتی ہوں۔''

''آزمائش بھی تو اللہ اپنے خاص بندوں کو ہی عطا کرتا ہے ناں' دیکھا نہیں کہ بورڈ کا امتحان اساتذہ اپنے ان طالب علموں سے دلواتے ہیں جن کے بارے میں یقین ہو کہ کچھ کر دکھائیں گے۔'' اماں اپنے زمانے کی پرائمری پاس تھیں اس لیے مثال بھی ایسی دی کہ وہ مسکرانے لگیں۔

''تم بس یہ دعا کیا کرو کہ اللہ ہمیں اور ہم جیسے ان تمام گھرانوں کو سرخرو کرے جو کسی نہ کسی طریقے سے اس وقت آزمائش میں ہیں۔'' دادی نے آسمان کی

طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اسی دوران حرا بھی کچن سے نکل آئی' زمین کو گود میں لے کر صحن میں ہی لگے واش بیسن پر اس کا منہ دھلایا' ناک صاف کی اور کمرے میں لے جا کر کپڑے تبدیل کروانے لگی کہ زمین کی صفائی ستھرائی کا وہ بے حد خیال رکھا کرتی تھی۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ہر وقت فرش پر ہی رہا کرتی تھی جس سے کپڑے اور ہاتھ پاؤں اکثر گندے ہو جایا کرتے۔ لہٰذا وہ دن میں دو تین مرتبہ اس کے کپڑے تبدیل کرواتی اور مبین کے گھر آنے کے وقت تو خاص طور پر اس کے بال بناتی اور تیار کر کے بٹھاتی تاکہ وہ زمین کو دیکھ کر پریشان نہ ہو۔

❀......❀......❀

''اماں! آج میڈم اپنے بچوں کے اسکول گئی تھیں شاید کوئی بڑا پروگرام تھا۔'' آج پھر رات کو بجلی غائب تھی وہ تینوں ہاتھ میں دستی پنکھا لیے بچوں کی نیند قائم رکھنے کی کوشش میں تھے جب مبین نے بات چھیڑی' دادی اور حرا کی مکمل توجہ اسی بات پر تھی۔

''واپسی پر مجھے کہنے لگیں کہ زمین کو اسکول میں داخل کروا دو۔''

''اسکول میں......؟'' اماں اور حرا ایک ساتھ چونکیں۔

''بیٹا! تم نے معلوم کیا تو تھا ایک تو اسکول اتنی دور پھر فیس اور آنے جانے کے لیے گاڑی کا خرچہ۔''

''جی اماں! میں جانتا ہوں لیکن میرے کچھ بھی کہنے سے پہلے وہ بولیں کہ زمین کا سارا خرچہ میں خود اٹھاؤں گی۔ وہ بتا رہی تھیں کہ ان اسکولوں میں بچوں کی تربیت ایسے کرتے ہیں کہ وہ اپنا آپ خود سنبھالنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور...... اور ہماری زمین تو بہت کچھ سمجھتی ہے جانتی ہے ہو سکتا ہے وہاں جا کر اس کی زندگی بہتر ہو جائے۔'' اس اندھیرے میں بھی حرا نے مبین کی آنکھوں میں چمکتے امید کے دیئے دیکھے تھے لیکن پھر بھی دل میں آیا خدشہ زبان پر لانے سے خود کو نہ روک سکی۔

پیار کے ایسے پھول چنیں

آؤ جاناں پیار کے ایسے پھول چنیں
کہ ہر سو خوشبو بکھر جائے
دیں ایک دوسرے کو اتنی خوشیاں
کہ مایوس چہرے نکھر جائیں
باندھ لیں مل کر عہد وفا
ساری عمر اسی موقف پر ٹھہر جائیں
میں اور تم ہم بن کر جاناں
اس بے وفا دنیا سے بچھڑ جائیں

عائشہ علی' مصطفیٰ نگر...... فیصل آباد

''اللہ معاف کرے لیکن کیا ہم صدقہ خیرات کھانے والے لوگ ہیں کہ میڈم جیسے مال دار لوگ ہمیں اپنی زکوٰۃ و صدقات کا مستحق سمجھ لیں؟'' اماں بھی حرا کی بات سے مکمل متفق تھیں سو سوالیہ انداز میں خاموش رہ کر مبین کی طرف دیکھا۔

''نہیں حرا! ایسا نہیں ہے' انہوں نے خود یہ بات واضح کی ہے اماں کہ جو بھی رقم وہ زمین کے علاج اور اسکول پر خرچ کریں گی وہ صدقہ یا زکوٰۃ نہیں بلکہ فی سبیل اللہ ہو گی۔ وہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اس کی مخلوق کا بھلا کرنا چاہتی ہیں' ہمارے چہروں پر مسکراہٹ لانا چاہتی ہیں اور بس......'' اماں اور حرا نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''وہ صرف اور صرف ہماری مدد کرنا چاہتی ہیں ایسے جیسے کوئی دولت مند بھائی اپنے سے کم حیثیت بھائی کی مدد کرتا ہے' بغیر کسی طلب اور لالچ کے صرف اور صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے صرف اور صرف فی سبیل اللہ۔'' مبین کے سمجھانے پر ان دونوں کی سمجھ میں بات آ گئی اور اس رات وہ تینوں ہی مسز عدنان کو دعائیں دیتے ہوئے سو گئے تھے۔

❀......❀......❀
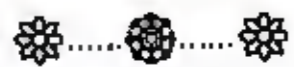
مسز عدنان کی ذاتی کوششوں سے زمین کا داخلہ

ہوگیا تھا' حرا کے ساتھ ساتھ اماں اور مبین سب ہی بے حد خوش تھے۔ حرا' اماں کے پاس بیٹھ کر شام کے کھانے کے لیے سبزی کاٹ رہی تھی جب سامنے ہی رہائش پذیر سیماب چلی آئی۔ آج تو وہ معمول کے دنوں سے کہیں زیادہ خوش دکھائی دے رہی تھی' دادی اماں نے پوچھا تو بولیں۔

''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ رابی کے پاپا کو نوکری مل گئی ہے' اماں میں تو بہت خوش ہوں کہ اوپر والے نے ہماری بھی سن لی۔''

''ارے بیٹا میں نے کہا تھا ناں کہ روزی باندھنے والے پر نہیں بلکہ روزی کھولنے والے پر دھیان دو تو رزق کی فراوانی ہو جاتی ہے۔''

''ہاں یہ تو ٹھیک کہا آپ نے ویسے میں کچھ نہ کچھ دیتی تو رہتی ہوں لیکن سوچ رہی ہوں کہ اللہ کے نام پر دیگ پکا کر دوں۔'' ان کا جوش دیدنی تھا۔

''کیوں حرا ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں میں؟''

''ہاں باجی! کیوں نہیں' اللہ نے دیا ہے تو اس کے نام پر اس کی راہ میں خرچ کرنا تو بہت اچھی بات ہے۔'' حرا نے آلوؤں کو کاٹنے کی بعد پانی والے ڈونگے میں ڈالا۔

''ویسے بھی کافی عرصہ ہوا رشتہ داروں کو بھی نہیں بلایا تھا ان سب کو بھی کھانے پر بلا لوں گی۔''

''بیٹا کوشش کرو مستحق لوگوں کو کھلاؤ اور دعائیں سمیٹ لو۔'' دادی ان کی خوشی میں بے حد خوش تھیں۔ وہ بھی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کاملہ کے ہاتھ میں موجود نیا کھلونا دیکھ کر چونک گئیں۔

''ارے حرا! بازار کب گئیں؟''

''نہیں باجی! یہ تو میڈم نے بھیجا تھا دوسری چیزوں کے ساتھ' زمین کا آج اسکول میں پہلا دن تھا ناں۔'' حرا کے انداز میں تشکر نمایاں تھا۔

''ہاں تم نے بتایا تھا مجھے' لیکن خود سوچو اس کے میاں کی اوپر کی کمائی ہوتی ہے اور یہ بات دنیا جانتی ہے پھر بھلا اس کا فی سبیل اللہ خرچ کرنا کیا قبول ہوگا جبکہ آمدن کے ذرائع ہی حرام ہیں۔'' لہجہ نرم مگر الفاظ اتنے تلخ اور سخت تھے کہ حرا تو ایک طرف اماں کے دل کو بھی بے حد تکلیف پہنچی۔

''اور میں تو کہتی ہوں کہ اگر مساجد میں رکھے چندہ باکسز پر بھی لکھ دیا جائے ناں کہ صرف سو فیصد حلال آمدنی سے چندہ دیجیے تو کئی ہاتھ ڈبے تک پہنچ کر واپس آ جائیں گے۔''

''یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو سیماب!''

''ہاں تو جب قبول ہی نہیں ہوتا اس طرح کا دینا تو......''

''تم یا میں کون ہوتے ہیں یہ فیصلہ کرنے والے کسی کی کشتی بیچ سمندر میں جا کر ڈوب جائے اور کسی کی ڈوبتی نیا بھی پار لگ جائے اس کا علم بھلا خدا کے علاوہ کس کو ہے۔'' اماں نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا تو وہ لمحہ بھر کے لیے چپ ہو گئیں۔

''ہمیں معلوم ہے ناں کہ ابھی' آج' کل یا کسی بھی وقت اس دنیا سے جا سکتے ہیں لیکن پھر بھی زندگی کو آخری سانس تک جیتے ہیں اور مرنے کو اپنے شیڈول سے نکال کر لمبی لمبی منصوبہ بندی کرتے ہیں کیونکہ ہمیں امید ہوتی ہے کہ ہم زندہ رہیں گے۔ ہوتی ہے امید کہ نہیں؟'' اماں نے ان کی رائے لینا چاہی تو انہوں نے تائید میں سر ہلا دیا۔

''جب زندگی جیسی ناقابل بھروسہ چیز کی امید آخری سانس تک نہیں ٹوٹتی تو اس کی رحمت سے قبولیت کی امید کیسے توڑ دیں؟'' اماں مسکرائیں۔

''اماں آپ کی باتیں بھی آپ کے زمانے کی ہیں' میرا تو یہ ماننا ہے کہ ہاتھ گندے ہوں تو اپنے ہاتھوں سے پہنے جانے والے کپڑے بھی گندے ہی ہو جاتے ہیں۔''

''اور پتا ہے میرا ماننا کیا ہے؟'' انہوں نے مسکراتے ہوئے حرا اور پھر سیماب کو دیکھا۔

''میرا ماننا ہے کہ بے شک گندے ہاتھوں سے پہنے جانے والے کپڑے گندے تو ضرور ہو جاتے ہیں لیکن جس نے پہنے ہوں اگر اس کا من بے داغ اور اجلا ہو تو دیکھنے والے کپڑے کا گند نظر انداز کر دیتے ہیں اور پھر بیٹا وہ ذات ستار العیوب ہے ناں' کب کس کے دل کا بند دروازہ کھول دے کس کے تن من اور دھن کا گند صاف کر دے' ہمیں کیا پتا۔ اس لیے آج کے بعد کسی کے بھی فی سبیل اللہ کیے گئے کام پر تنقید نہ کرنا کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس کے نزدیک وجہ قبولیت کیا ہو۔''

''جی اماں۔'' بظاہر مسکراتے ہوئے وہ اٹھ تو گئی تھیں لیکن دادی کی کسی بات سے وہ متفق نہیں تھیں اور ان کا یقین تھا کہ میڈم کا یوں زمین پر پیسے لگانا فی سبیل اللہ کے زمرے میں نہیں آتا۔

❀......❀......❀

صبح سے ہی محلے میں کافی چہل پہل تھی جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اتوار ہونے کی وجہ سے چھٹی تھی اور پھر سیماب کے گھر آج دعوت کا اہتمام تھا۔ ان کے گھر کے سامنے ہی پلاؤ اور زردے کی دیگ پکائی جا رہی تھی۔ سیماب کے بچے خود کو تھانیدار خیال کرتے ہوئے اپنے خاندان کے علاوہ آج کسی بھی بچے کو اس احاطے میں داخل نہیں ہونے دے رہے تھے جہاں دو دیگیں چڑھی تھیں۔ مانا کہ سیماب کا ملنا جلنا بہت سے لوگوں سے تھا لیکن اتنے رشتے دار تو کبھی دیکھے نہیں گئے تھے جتنے آج رکشوں' موٹر سائیکل اور دوسری سواریوں پر آتے ہی چلے جا رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کسی کی شادی نہیں تو عید ضرور ہے' لیکن ایسا نہیں تھا۔

محلے کے بچے سیماب کے بچوں کی خود ساختہ حدود کے ساتھ لگے منتظر تھے کہ کب دیگیں پکیں اور وہ بھی جلتے دوڑتے اپنا حصہ لینے پہنچ جائیں۔ ایک طرف دس بارہ فقیروں کی ٹولی موجود تھی جو دیں نیچے زمین پر ایسے سکون سے بیٹھے تھے کہ گویا ان کا اپنا گھر ہو۔ گمان غالب یہی تھا کہ یہ سب ایک ہی خاندان سے تعلق رکھنے والے چھوٹے بڑے بچے ہیں جو اپنے اماں ابا کے ساتھ یہاں پر تھے۔

کاملہ بھی اپنے گھر کے باہر زمین کے ساتھ بیٹھی سیماب کے بچوں کی پھرتیاں دیکھ رہی تھی جو آج خود کو سارے محلے کے بچوں سے الگ اور اعلیٰ تصور کر رہے تھے۔

''ام......داغ......چا......'' (میں دیگ کے چاول کھاؤں گی) حرا دروازے کے باہر بیٹھی دونوں بچیوں کو دیکھنے آئی تو فرط جذبات سے ننھی زمین نے ماں کو پکڑ کر بتایا۔

''میری بیٹی نے دیگ کے چاول کھانے ہیں؟'' حرا نے بڑے پیار سے زمین کو گود میں اٹھا کر اس کا منہ صاف کیا تو وہ خوشی سے مسکراتے ہوئے ماں کے کندھے سے لپٹ گئی اور خوشی سے اس کی گردن کے گرد

حمد

اے میرے مالک خدا اے میرے خالق خدا
کیسے کروں میں تیرا شکر ادا
پھلوں میں قدرت سموئی ہے تیری
پھلوں میں حکمت پروئی ہے تیری
وادی میں ہے تُو نے پتھر کو ٹھہرایا
پھر اس سے تُو نے ہے پانی...... چلایا
آسمان کے تارے بڑے ہی پیارے
دیئے اپنی حکمت سے سب کو سہارے
سورج کی تپش کے دن کی ہے بات
دیکھ لیا ہے چاند لو ہوگئی ہے رات
پھر تھی زمین تو تُو نے بارش کو برسایا
ہمارے لیے تُو نے سبزہ...... اُگایا
ذالی ہے گوشہ گوشے میں خم
دیتا ہے تُو اور کھاتے ہیں ہم
اے میرے مالک خدا! اے میرے خالق خدا
کیسے کروں میں تیرا شکر ادا

یسریٰ کنول......جڑانوالہ

اپنا بازو لپیٹ لیا۔

''ام...... داغ...... چا......'' ایک بار پھر حرا کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے وہ یوں ہنسی جیسے کسی نے گدگدی کی ہو۔

''اچھا ٹھیک ہے ابھی سیماب باجی بھجوائیں گی ناں تو اپنی بیٹی کو کھلاؤں گی۔ ابھی آپ میرے پاس اندر بیٹھو۔'' حرا نے اسے اپنے سامنے بٹھایا اور خود مسور کی بگھاری دال پر ہرا دھنیا کاٹ کر ڈالنے لگی۔ اماں بھی وہیں آ بیٹھیں اور زمین سے باتیں کرنے لگیں۔

''آ جاؤ کاملہ بیٹا! کھانا کھا لو اور دیکھنا سنان جاگ تو نہیں گیا ناں۔'' توے سے روٹی اتار کر ہاٹ پاٹ میں رکھتے ہوئے کاملہ کو پکارا تو وہ منہ بسورتے اس کے سامنے آ بیٹھی۔

''دادی دیگیں ان گھر میں گئے اتنی دیر ہوگئی' ابھی تک انہوں نے کسی کو بھی کھانا نہیں دیا' فقیر بھی اِدھر ہی بیٹھے ہیں۔'' کاملہ نے سادہ لفظوں میں شکوہ کیا۔

''ارے تو کیا ہوا' چاول تو ہمارے گھر پر بھی ہیں' ہم زردہ آج پکا لیتے ہیں پھر کسی دن گوشت منگوا کر پلاؤ بھی پکا لیں گے۔''

''ن...... نہیں......'' ننھی زمین نے اماں کی بات سنتے ہی اتنی سختی سے دانتوں سے نچلا ہونٹ کاٹا کہ خون نمایاں ہوگیا۔

''ام...... داغ...... چا......'' (میں دیگ کے چاول کھاؤں گی) زمین کا ردعمل اس قدر اچانک اور جارحانہ تھا کہ حرا ایک دم بوکھلا سی گئی۔

''ہاں بیٹا ابھی وہ بھیجیں گے تو میں آپ کو کھلاؤں گی ناں' تب تک آپ یہ تھوڑی سی روٹی کھا لو۔'' حرا نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی' کاملہ منہ بسور کر کھانا شروع کر چکی تھی مگر زمین کی ایک ہی رٹ تھی۔

''ام...... دغ...... چا...... ام...... داغ...... چا......''

اماں' حرا اور پھر کاملہ سب ہی نے سر توڑ کوشش کی کہ وہ کچھ اور کھا لے مگر اس کی ایک ہی ضد تھی کہ کھاؤں گی تو دیگ کے چاول ورنہ نہیں...... معصوم زمین' حرا اور کبھی اماں کی گود میں روتی بلبلاتی یوں کہ حرا کے ساتھ اماں کا کلیجہ بھی کٹ جاتا۔

انہیں امید تو تھی کہ سیماب باجی چھوٹی سی پلیٹ میں ہی سہی لیکن محلے کے آٹھ دس گھروں میں کھانا ضرور بھجوائیں گی مگر ایسا نہ ہوا۔

نہ تو محلے میں کسی کے گھر اللہ کے نام پر چاول کا ایک دانہ بھیجا اور نہ ہی گلی میں منتظر بچوں اور آس لیے وہاں موجود فقراء کو دو نوالے دیئے گئے۔ ہاں البتہ اتنا سب نے دیکھا کہ اپنے گھروں کو لوٹنے والے سیماب باجی کے رشتہ داروں کے ہاتھ میں چاولوں کے شاپرز ضرور موجود تھے اور شاپر کے بڑے یا چھوٹے ہونے سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ کون سا رشتہ دار نزدیکی ہے اور کون سا دور کا۔

آہستہ آہستہ کر کے بچے اپنے گھروں کو چلے گئے' فقراء کی ٹولی خالی ہاتھ واپس ہوگئی۔ دونوں دیگوں کو خالی کر کے سوزوکی میں واپس بھجوا دیا گیا لیکن حرا کے گھر میں اتری بے سکونی ختم نہ ہوئی۔ زمین اس وقت سے بھوکی تھی اور اس کی ایک ہی رٹ تھی۔

''ام...... داغ...... چا......'' (میں دیگ کے چاول کھاؤں گی)

دو تین مرتبہ اماں نے سوچا ضرور وہ خود سیماب باجی کے گھر جا کر ننھی زمین کے لیے تھوڑے سے چاول مانگ لاتی ہیں لیکن حرا نے انہیں اس ارادے سے روکے رکھا کہ نہ تو سیماب باجی نے ہمیں بلایا تھا اور نہ خود سے کچھ بھیجا ہے ایسے میں جا کر مانگنا کسی طور پر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ زمین کا رو رو کر گلا بیٹھ گیا تھا اور اب وہ بے سدھ ہو کر چپ چاپ مگر یونہی بھوکی پیاسی لیٹی تھی۔ شام ہونے کو تھی اور حرا سوچ رہی تھی کہ مبین گھر آئیں تو ان سے کہے گی کہ کہیں سے بھی جا کر دیگ کے چاول لا کر دیں۔ اسی دوران سیماب باجی آ گئیں' انہیں ایک دم اندر آتا دیکھ کر پہلے بھی کہ شاید وہ

چاول دینے آئی ہیں لیکن خالی ہاتھ دیکھ کر ایک نظر زمین کی طرف دیکھا جو بازو پر زور ڈال کر بیٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''السلام علیکم باجی! کیا حال ہے؟'' ہمیشہ کی طرح مسکراتے ہوئے خوش گوار لہجے میں حرا نے انہیں کہا تو وہ کھڑے کھڑے بولیں۔

''وعلیکم السلام! حال نہ پوچھو' آج تو بہت تھک گئی ہوں' سارے رشتہ دار آئے ہوئے تھے' بہت اچھے طریقے سے سب کچھ انجام پایا۔ جو کیا فی سبیل اللہ کیا تھا' بس دعا قبول ہو۔''

''آمین!'' حرا نے آگے بڑھ کر زمین کو گود میں لیا جو سیماب باجی کو دیکھ کر ایک مرتبہ پھر دیگ کے چاول کھانے پر بضد تھی اور ام داغ چا کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے تھے مگر اس کی بات کا مفہوم یقینی طور پر گھر والوں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔

اسی دوران مبین گھر میں داخل ہوئے تو ہاتھ میں دو تین شاپرز بھی تھے۔ سیماب باجی نے اپنی متجسس فطرت سے مجبور ہو کر پہلے تو ان شاپرز کو دیکھا جو انہوں نے آتے ہی حرا کو تھمائے تھے پھر مبین کی طرف دیکھا جو اب واش بیسن پر ہاتھ منہ دھو رہے تھے۔

''بڑی خرید و فروخت ہو رہی ہے' آج کل' لگتا ہے اس مہینے کچھ زیادہ ہی بچت ہوگئی ہے۔''

''ارے نہیں باجی خرید و فروخت نہیں ہے۔'' مبین نے تولیے سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کمرے سے نکلتی اماں کو سلام کیا اور پھر سیماب باجی کی طرف متوجہ ہوئے۔

''دراصل عدنان صاحب کی ترقی ہوئی ہے' گھر میں دعوت کا اہتمام تھا تو انہوں نے ہم سب گھر والوں کے لیے بھی کھانا پیک کروا دیا۔ ان شاپرز میں وہی کھانا اور پھل فروٹ ہے۔''

''اللہ بھلا کرے اس میڈم کا اور رزق حلال میں ڈھیروں برکتیں دے کر اس کی اور اس کے گھر والوں کی دنیا و آخرت سنوارے دے' کتنا خیال رکھتی ہے سب کا اور یہاں تک کہ اپنی خوشی میں بھی ہم ملازم پیشہ لوگوں کو نہیں بھولی۔'' اماں کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ حقیقتاً ان کے دل سے نکل رہا تھا اور فرطِ جذبات سے ان کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ حرا جانتی تھی کہ یہ خوشی کے آنسو ہیں جو چشمے کی اوٹ سے کسی پر ظاہر ہونے سے پہلے ہی انہوں نے پونچھ ڈالے تھے کیونکہ زمین کی معصوم ضد کی وجہ سے آج کا سارا دن جس کرب سے اس نے گزارا تھا اس سے کہیں زیادہ تکلیف میں اماں تھیں جو زمین کو صرف اور صرف دیگ کے چاول کھانے کے لیے روتے اور بلبلاتے دیکھ کر جانے کتنی دفعہ ہی اپنی آنکھیں دوپٹے کے پلو سے مسل چکی تھیں اور اب جب حرا نے زمین کو پلیٹ میں ڈال کر میڈم کے گھر سے آئے دیگ کے چاول کھلائے تو پہلا نوالہ منہ میں ڈالتے ہی اس نے زور زور سے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔

نظم

کوئی آنکھ خوابوں سے اٹ گئی
کہیں پاؤں پاؤں دیے جلائے ہیں
رہ گزر......
کہیں لحہ لحہ محبتوں کے حصار میں
یوں ہے کہکشاں کہ
شبِ زفاف کے آسماں کا
گماں ہو
کہیں دور خواب نگر کی آنکھوں کا
نور گالوں پر بہہ گیا
کہیں چاہتوں کا حصار ریت کے
گھر کی مانند بکھر گیا
کہ کسی بہت کم عمر بچے کے
بے ضرر کسی کھیل جیسا گماں ہو

انا احب...... گجرات

''ماواغ چاان......'' (میں دیگ کے چاول کھا رہی ہوں)

حرا جانتی تھی کہ اس کی بھوک محض تین چار چمچ چاول اور ایک گلاس پانی سے ختم ہوجاتی تھی مگر چہرے پر بکھری خوشی سے لگتا جیسے دنیا جہاں کی دولت اسے مل گئی ہو۔

''میں تو کہتی ہوں مالک! اس میڈم نے تیری راہ میں خرچ کرکے تیرے بندوں کو خوش کیا' بس تُو بھی اس سے خوش ہوجا۔'' اماں نے رال بہتی زرمین کو تالیاں بجاتے دیکھا اور سکون کا گہرا سانس لے کر مسکرادیں۔

''ارے اماں یہ بیگمات ایک دوسرے کے سامنے اچھا بننے کے لیے ملازموں کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتی ہیں اور آپ ہیں کہ دعاؤں پہ دعائیں ہی دیئے چلی جارہی ہیں۔'' سیماب باجی کو ان کا یوں دعائیں دینا برداشت نہیں ہورہا تھا۔

''ایک بیمار آدمی کو دوا دکھاوے کے لیے کھلاؤ یا شفایابی کے لیے دعا تو وہ دے گا ہی ناں۔'' اماں اتنا کہہ کر پھر پہلے کی طرح مسکرانے لگی تھیں۔

''اور بیٹا میرا تو یقین ہے کہ اللہ کی راہ میں دیا گیا کھانا ہو یا اس کے لیے کیا گیا کوئی بھی کام اگر اس سے اللہ کے بندوں کے دل میں دکھ تکلیف یا احساس کمتری جنم لے تو دینے والے کے لیے سوچ کا مقام ہے کیونکہ مانا کہ جس دل میں رب رہتا ہو وہاں سب کا کیا کام مگر جو رستہ سب سے ہوکر نہ گزرے وہ رب تک نہیں پہنچ پاتا کیونکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے اس کا قرب حاصل کرتے ہوئے اس کی مخلوق کا کرب سمیٹنے کی بھی کوشش ہونی چاہیے۔'' اماں نے حرا کو دیکھا جو بڑے سکون سے زرمین کو گود میں لیے بیٹھی تھی اور زرمین کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ نے اماں کی بھی توانائی بحال کردی تھی۔

''اللہ کی راہ میں علی الاعلان دی گئی ایسی نذر و نیاز جو اللہ کے بندوں کے دل دکھانے اور ان کی آنکھوں میں آنسو لانے کا باعث بنے اس سے کہیں بہتر ہے کہ بندہ اتنی ہی رقم خاموشی سے اور کہیں نہیں تو کسی خیراتی ادارے کے لنگر میں دے آئے جہاں کھانا اپنے پرائے کا فرق کیے بغیر سب میں سانجھا تقسیم کیا جاتا ہے۔ سب کے ہاتھ ایک ساتھ شکر کو بلند ہوتے ہیں اور سب کے دل اس دینے والے کے لیے دعا کرتے ہیں۔'' سیماب باجی اماں کی بات میں چھپا مطلب جان گئی تھیں جبھی بغیر کچھ کہے واپس پلٹنے لگیں کہ اماں کی آواز نے روک لیا۔

''حرا بیٹا! تھوڑے سے چاول سیماب کو بھی ڈال کر دو' اللہ کے نام کا کھانا ہے ناں جتنے لوگ کھائیں گے اتنا ہی ثواب ملے گا۔'' اور تب سیماب باجی نے سوچا کہ واقعی ہم اکثر کوئی بھی کام فی سبیل اللہ کرتے کرتے اسے جانے کیوں اللہ کی خوشی کے بجائے رشتے داروں کی خوشی اور رضا کے لیے کرتے کرتے اس قدر ہانپ جاتے ہیں کہ اصل مقصد کہیں دور رہ جاتا ہے اور دنیا داری غالب آجاتی ہے۔ یہی کچھ آج ان کے ساتھ بھی ہوا تو ضرور تھا لیکن اماں کے دھیمے لہجے نے انہیں جس طرح یہ بات سمجھائی تھی وہ صرف اماں کا ہی خاصہ تھی اور کسی بھی انسان کی عزت نفس کو مجروح کیے بغیر اسے بُرا بھلا کہے اور طنز کیے بغیر کوئی بھی اچھی بات اس طرح سکھانا کہ اس کے دل میں اتر جائے۔

یہ بھی تو اللہ کی راہ میں صدقے کے برابر ہی کی حیثیت رکھتا ہے سو مالی طور پر نہ سہی لیکن اپنے کردار اور اخلاق سے فی سبیل اللہ یہ صدقہ تو ہم روز ہی دے سکتے ہیں۔

رب کی خوشی اور اس کی رضا کی خاطر صرف اور صرف فی سبیل اللہ......!

خود سے روٹھوں تو کئی روز نہ خود سے بولوں
پھر کسی درد کی دیوار سے لگ کر رو لوں
تو سمندر ہے تو پھر اپنی سخاوت بھی دکھا
کیا ضروری ہے کہ میں پیاس کا دامن کھولوں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

انا کا انکار ضیاء صاحب کا کمزور دل برداشت نہیں کر پاتا چند دن اسپتال میں گزار کر ان کی طبیعت میں بہتری آتی ہے تمام گھر والے اس صورت حال کا ذمہ دار انا کو ٹھہراتے ہیں دوسری طرف انا شدید شرمندگی کا شکار ان مصائب کو خود ہی برداشت کرتی رہتی ہے جبکہ کاشفہ کے دھمکی آمیز فون اسے مزید اضطراب میں مبتلا کیے رکھتے ہیں۔ روشی اس معاملے پر انا سے تفصیلی بات کرنے کا ارادہ کرتی ہے لیکن انا اپنی پسندیدگی حماد سے ظاہر کرتے ولید کے رشتے سے منکر ہوجاتی ہے۔ دوسری طرف ولید اپنی ذات کی یہ توہین برداشت نہیں کر پاتا اور نہایت جارحانہ انداز میں اس کی کلائی دبوچ لیتا ہے انا کے دوبدو جواب دینے پر ولید کا ہاتھ انا پر اٹھتے اٹھتے رہ جاتا ہے نہایت غصے کے عالم میں اسے دھکا دے کر ولید کمرے سے چلا جاتا ہے جبکہ انا اس ذلت آمیز سلوک پر ولید سے مزید بدظن ہوجاتی ہے۔ بابا صاحب کی طبیعت سنبھلتی ہے تو سب انہیں گھر لے آتے ہیں جب ہی شہوار کی زبانی مصطفیٰ کو ضیاء صاحب کے ہارٹ اٹیک کے متعلق پتا چلتا ہے۔ وہ عیادت کی غرض سے وہاں جانا چاہتے ہیں حماد بھی اپنی بھابی کے ہمراہ وہاں جانے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ دوسری طرف وقار ان لوگوں کے ہمراہ حماد کو دیکھ کر خود پر ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایسا ہی رویہ ولید کا بھی ہوتا ہے جبکہ انا ان لوگوں سے ملنے سے صاف انکار کردیتی ہے۔ اس وقت وہ شہوار سے بھی نہیں ملنا چاہتی۔ رابعہ اپنے بھائی سہیل کے ہمراہ آفس پہنچ کر اپنے واجبات کلیئر کراتی ہے اور ساتھ ہی اپنی شادی کا ذکر کرتے عباس صاحب کی تمام فیملی کو مدعو کرتی ہے۔ حیات علی شہر کے تمام امور نمٹا کر گاؤں چلے جاتے ہیں لیکن ان کا دل وہیں اس چھوٹے سے گھر میں الجھا رہتا ہے جب ہی ایک مرتبہ پھر وہ اس گھر تک جا پہنچتے ہیں۔ صفدر اپنی بیٹی زبین کا رشتہ کسی جواری سے طے کردیتا ہے اور صفدر کی بیوی ان تمام حالات کے متعلق حیات علی کو بتا کر مدد کی درخواست کرتی ہے صفدر کی نشے کی لت نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا وہ اپنی ایک بیٹی کو بھی اسی طرح بوڑھے جواری سے بیاہ چکا تھا۔ اب زبین کے متعلق بھی یہی طے کیے بیٹھا تھا ان حالات میں حیات علی اس شخص کے قرضے کی رقم لوٹانے کا وعدہ کرتے واپس گاؤں آجاتے ہیں۔ دریہ رقابت کی آگ میں جلتی شہوار کے ساتھ نہایت ذلت آمیز سلوک کرتی ہے اور اس کی ماں کے حویلی سے بھاگ جانے کا ذکر کرکے اسے احساس کمتری میں مبتلا کردیتی ہے جبکہ دریہ کے منہ سے تابندہ کے متعلق یہ سچائی جان کر وہ شدید کرب میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ دریہ کی باتوں پر ٹینشن لیتے وہ عجیب کیفیت سے دوچار ہوتی ہے لیکن لائبہ بھابی اس کی حالت کو کسی خوش خبری سے تعبیر کرتی ہیں جس پر وہ خود بھی خوش گوار حیرت میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ کاشفہ ولید کے آفس پہنچ کر انا اور ولید کے تعلق پر طنز کرتی انا کی شادی کا ذکر کرتی ہے کاشفہ کے منہ سے یہ حقیقت جان کر ولید چونک جاتا ہے کہ ضرور انا اور کاشفہ کے درمیان کوئی رابطہ ہے ایسے میں وہ تمام معاملات کو نہایت محتاط انداز میں جانچنے کا عہد کرتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀......❀......❀

وہ لائبہ بھابی کے ساتھ ان کی اسپیشلسٹ کے پاس آئی تھی۔ چیک اپ کے بعد اس نے پازیٹو رپورٹ دی تو لائبہ بھابی اور شہوار کو بے حساب خوشی کا احساس ہوا۔

"شکر کرو اللہ بڑا مہربان ہے ورنہ ایک سال گزر جاتا تو نجانے دل میں کیا کیا وسوسے آنے لگتے میں تو بہت ڈری ہوئی تھی اس سلسلے میں عادلہ بھابی کے ہاں آفاق پیدا ہوا تو اور شدت سے اس کمی کا احساس ہونے لگا تھا۔ وہ تو اللہ کا کرم تھا کہ اس نے مہربانی کی ورنہ میں تو ہر وقت الجھی رہتی تھی۔" گاڑی میں بیٹھ کر بھابی نے کہا تو وہ مسکرادی۔

واقعی اس پر اللہ مہربان تھا۔ مصطفیٰ جیسے شوہر کا ساتھ اتنی محبت کرنے والی سسرال اور اب اس طرح اللہ کا اسے اولاد کی نعمت سے نواز دینا۔ وہ واقعی دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی تھی جسے اللہ اس کی بساط اور استطاعت سے بڑھ کر نواز رہا تھا۔ شہوار کا دل شکر کے احساس سے بھرنے لگا اور آنکھوں میں تشکر کی نمی اتر آئی۔

"مصطفیٰ کو کال کرو۔" بھابی نے اس کے خوشی کے احساس سے چمکتے دمکتے چہرے کو پیار سے دیکھتے کہا تو وہ جھینپی۔

"نہیں، جب وہ گھر آئیں گے تو پھر بتاؤں گی۔" چہرے پر ان گنت ستاروں کی چمک تھی۔

"اوکے...... اور باقی لوگوں کو بتاؤں گی یا ابھی ٹھہر دگی۔"

"نہیں پہلے مصطفیٰ جان لیں پھر آپ ماں جی کو بتا دیجیے گا۔" بھابی مسکرادی۔

"خوش رہو اور سدا سہاگن بھی...... آمین۔" انہوں نے دل سے دعا دی۔

"آمین۔" وہ دل ہی دل میں کہتے گاڑی کی پشت سے سر ٹکا گئی۔

وہ دریہ کی وجہ سے شدید احساس کمتری کا شکار ہوئی تھی لیکن اس وقت اس کا دل ہر احساس سے عاری مسرت کے احساس سے لبریز تھا اور وہ ذہن سے باقی ہر سوچ جھٹک کر ان لمحوں کو شدت سے محسوس کرکے خوش ہونا چاہتی تھی۔

❀......❀......❀

احسن اپنے تمام کاموں سے وقت نکال کر خصوصی طور پر آفس سے نکلا تھا۔ وہ حماد کے آفس پہنچا تو پتا چلا وہ آفس میں موجود نہیں۔ احسن کا کوفت سے برا حال ہوتا ہے۔ وہ کچھ وقت گزارنے کے بعد وہاں سے نکلنے ہی والا تھا تو حماد آفس چلا آیا تھا۔ اس کی پیون نے اسے احسن کی آمد کی اطلاع دی تو وہ فوراً اس کے پاس آتا ہے۔

"ایم سوری احسن آپ کو انتظار کرنا پڑا۔ میں آفس کے کام کے سلسلے میں سائٹ پر نکلا ہوا تھا آیئے میرے آفس میں چلتے ہیں۔" ہاتھ ملانے کے بعد وہ خوش اخلاقی سے بولا۔

احسن نے مارنے بندھے ہاتھ ملا کر سر ہلایا۔ حماد مصطفیٰ کا کزن نہ ہوتا تو وہ شاید اس سے بہت بری طرح پیش آتا۔

وہ دونوں احسن کے آفس میں آگئے تھے۔

"کیا لیں گے آپ، چائے کولڈ ڈرنک یا کافی؟"

"کچھ بھی نہیں، میں یہاں کچھ کھانے پینے نہیں آیا مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" بہت سنجیدگی سے احسن نے کہا تو حماد چونکا۔ بغور احسن کو دیکھا جس کے تیور از حد کشیدہ اور اعصاب میں واضح کھنچاؤ دکھائی دے رہا تھا۔

"اوکے، وائے ناٹ۔" اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"تم انا کو کب سے جانتے ہو؟" بہت رکھائی سے احسن نے پوچھا۔
"کیا مطلب؟" احسن کے انداز پر وہ بھی سنجیدہ ہوا۔
"مطلب تو تم بہت اچھی طرح سے سمجھ گئے، ہو جو پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ۔" احسن کا انداز اب بدلحاظی لیے ہوئے تھا حماد کے تیور بھی بدلے تھے۔
"یہ بات تم اپنی بہن سے بھی پوچھ سکتے تھے۔" حماد نے سنجیدگی سے کہا تو احسن کے تیور مزید تیزی بدلے تھے۔
"شٹ اپ۔" وہ پھنکارا۔
"میں مصطفیٰ کی وجہ سے تمہیں رعایت دے رہا ہوں ورنہ جس طرح تم میری بہن کو ورغلا کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کررہے ہو کوئی اور شخص ہوتا تو میں اسے جان سے مارنے میں ایک لمحہ نہ لگاتا۔" اب کی بار احسن کے لب ولہجے میں کسی بھی قسم کی رعایت نہ تھی۔
"تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔" حماد کا لب ولہجہ بھی ایک دم بدلا تھا۔
"یہ محض دھمکی نہیں ہے اگر تم اب انا کی طرف بڑھے تو میں اپنے کہے پر عمل بھی کرسکتا ہوں۔" اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا تو حماد طنزیہ مسکرادیا۔
"بہتر یہ تھا کہ تم مجھے دھمکیاں دینے کی بجائے اپنی بہن کو سمجھاتے بہرحال میں اسے پسند کرتا ہوں اور وہ بھی مجھے پسند کرتی ہے میں اس سے افیئر نہیں چلا رہا۔ باقاعدہ شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں انا کی طرف سے جواب کا منتظر تھا ورنہ اب تک میں اپنی فیملی کو رشتہ کے لیے بھیج چکا ہوتا۔" انداز دوٹوک اور حتمی تھا۔
"بکواس بند کرو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ انا اور ولید ایک دوسرے کے ساتھ انگیج ہیں اس کے باوجود تم نے اسے ورغلانے کی کوشش کی۔" بڑے غصیلے انداز میں کڑے ہو کر اس نے کہا تو حماد نے ایک گہرا سانس لیا۔
"میں نے انا کو ورغلانے کی قطعی کوشش نہیں کی۔ مجھے علم تھا کہ انا اور ولید آپس میں منسوب ہیں میں نے کوئی پیش رفت نہیں کی تھی انا نے خود مجھے بتایا تھا کہ وہ ولید سے اپنی منگنی ختم کرچکی ہے جب ہی میں نے اسے پروپوز کیا اور اس نے میرا پروپوزل قبول کرلیا اینڈ ڈیٹس آل۔" حماد کا انداز مطمئن اور پرسکون تھا۔ احسن نے چند پل اسے گھورا۔
"تم انا اور ولید کے درمیان سے ہٹ جاؤ اگر تم سمجھ رہے ہو کہ ہم انا کی ضد مان لیں گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے بہتر ہے تم شرافت کے ساتھ ایک طرف ہوجاؤ ورنہ جو کچھ ہوگا اچھا نہیں ہوگا۔" وہ دھمکی دے کر جانے لگا حماد نے اسے جاتے دیکھا۔
"سنو احسن میں محض انا کی وجہ سے یہ سب کررہا ہوں، میں ایک باحیثیت خاندان سے تعلق رکھتا ہوں میں فلرٹ نہیں کررہا۔ شادی کرنا چاہتا ہوں میں زبان دے کر واپس لینے والوں میں سے نہیں ہوں۔ ہاں اگر انا خود آکر مجھے ریجیکٹ کرتی ہے تو میں پیچھے ہٹنے کا سوچ بھی سکتا ہوں، لیکن ایک لڑکی کو اس طرح درمیان میں لاکر بیچ منجدھار میں چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" انداز اٹل اور فیصلہ کن تھا۔
احسن نے پلٹ کر دیکھا پھر چند پل کھڑا اسے دیکھتا رہا اور مٹھیاں بھینچ کر تیزی سے وہاں سے نکل گیا' حماد پرسوچ نظروں سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔

❁......❁......❁
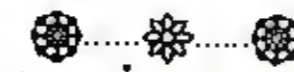
وہ کالج سے واپس آئی تو ضیاء ماموں روشی کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے دوسری طرف صوفے پر وقار اور احسن تھے۔ وہ سب کوئی بات کررہے تھے۔ لیکن اسے دیکھ کر خاموش ہوگئے تھے۔

وہ بھی اس وقت سب کو دیکھ کر الجھی تھی وقار صاحب نے اس کے دیکھنے پر گردن موڑی تو اس کے اندر شدید توڑ پھوڑ سی ہوئی' وہ خاموشی سے پلٹی اور اپنے کمرے میں آگئی۔ سب نے اسے جاتے دیکھا تھا۔ کمرے میں آکر وہ خاموشی سے بستر پر ٹک گئی اور کافی دیر تک اسی طرح خاموشی سے بیٹھی رہی تھی۔
ڈرائیور اسے کالج لا اور لے جارہا تھا وہ آج کل وقت پر گھر آ جارہی تھی۔ آج شہوار کالج نہیں آئی تھی۔ وہ اب اپنا موبائل یوز نہیں کررہی تھی موبائل آف کرکے اس نے دراز میں ڈال دیا تھا' اس نے سوچا کہ کال کرکے شہوار کے کالج نہ آنے کی وجہ ہی پوچھ لے۔ اس نے دراز سے موبائل نکالا تو موبائل کی بیٹری چارج نہیں تھی اور اس نے چارجر لگا کر موبائل بھی آن کیا تو ساتھ ہی کئی نمبرز سے ان گنت میسجز کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ جس میں شہوار کے میسجز کے علاوہ حماد اور کاشف دونوں کے میسجز تھے۔ اس نے کاشف کے تمام میسجز کو بنا پڑھے ڈیلیٹ کردیے تھے۔ اس نے حماد کے میسجز پڑھنا شروع کردیے تھے۔ لاسٹ والے میسج پر وہ ٹھٹک گئی تھی۔
"میں اپنے گھر والوں کو آپ کے گھر لانا چاہ رہا ہوں، جب بھی میسج پڑھیں مجھ سے رابطہ کریں۔" میسج پڑھ کر وہ گم صم سی ہوگئی تھی۔ وہ خود بھی اس معاملے کو آر یا پار کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کال ملائی تو کچھ دیر بیل ہوتی رہی اور پھر کال کاٹ دی گئی۔
ابھی وہ دوبارہ کال کرنے کا سوچ رہی تھی کہ حماد کی کال آگئی تھی۔
"السلام علیکم۔" اس نے کال پک کی۔
"وعلیکم السلام...... کہاں تھیں آپ؟" دوسری طرف سے فوراً پوچھا گیا۔
"آپ اندازہ نہیں کرسکتیں اس دن پارک میں آپ کے فادر کے آنے کے بعد اور آپ کے چلے جانے کے بعد سے میں کتنا اپ سیٹ رہا ہوں، مسلسل آپ سے رابطہ کرنے کی کوشش میں تھا میں پاگلوں کی طرح آپ کا نمبر ڈائل کررہا تھا۔" وہ اپنی بے قراریاں بتارہا تھا جبکہ انا کے اندر شدید قسم کے گلٹ کا احساس پیدا ہونے لگا۔
"آپ کا نمبر کیوں بند تھا؟" اس نے پوچھا۔
"میں آپ کے گھر بھی آیا لیکن آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔" اس نے مزید پوچھا۔
"میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔
"اوہ...... کیا ہوا، اب کیسی ہیں؟"
"ٹھیک ہوں۔"
"اور موبائل کیوں آف تھا؟"
"بیٹری چارجڈ نہیں تھی۔" اس کی وہی سنجیدگی تھی۔
"اوہ...... میں پریشان ہوتا رہا کہ نجانے کیا مسئلہ ہے کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ مجبوراً بھابی اور بھائی کے ہمراہ مصطفیٰ بھائی کے بہانے آپ کے ماموں کی عیادت کو آنا پڑا، لیکن سب کا رویہ بہت بدلا ہوا تھا خصوصاً آپ کے والدین کا۔" وہ بتارہا تھا اور انا کے اندر شدید شرمندگی کا احساس پیدا ہونا شروع ہوگیا تھا۔
"ایم سوری! میں آپ کو اس دن ان سب متوقع رویوں کے بارے میں پیشگی بتاچکی تھی۔ اگر آپ کو میری وجہ سے مسئلہ ہورہا ہے، ان سب کو ہینڈل نہیں کرسکتے تو آپ مجھے انکار کرسکتے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو دوسری طرف حماد فوراً پریشان ہوا۔
"ایسی کوئی بات نہیں، میں ایک باعزت خاندان سے تعلق رکھتا ہوں اور ہمارے ہاں زبان دے کر مکرنے کا رواج

نہیں، اگر آپ میرے لیے آگے بڑھی ہیں تو میں آپ کو کبھی بھی تنہا نہیں چھوڑوں گا چاہے حالات کچھ بھی ہو یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔'' انداز اٹل اور فیصلہ کن تھا۔ انا نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

''آج آپ کے بھائی میرے آفس آئے تھے۔'' حماد نے بتایا تو وہ ایک دم ساکت ہوگئی۔

''احسن بھائی؟'' وہ بڑبڑائی۔

''جی ہاں، آپ کی وجہ سے میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں لیکن ان کا رویہ قطعی اچھا نہ تھا کافی دھمکیاں دے کر گئے ہیں۔''

''کیسی دھمکیاں؟'' اس کا سانس اکھڑنے لگا۔

''یہ کہ اگر میں نے آپ کا نام بھی لیا تو جان سے ماردیں گے فلاں فلاں۔'' انا نے بمشکل سانس خارج کیا۔

''لیکن میں ان دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں، میں آپ سے فلرٹ نہیں کررہا اور نہ ہی کوئی افیئر چلا رہا ہوں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میں فوراً اپنے والدین کو آپ کی طرف بھیجوں، میں سب پر واضح کردینا چاہتا ہوں کہ میں آپ کے معاملے میں مکمل طور پر سنجیدہ ہوں۔'' انداز سخت اور فیصلہ کن تھا۔

''لیکن یہ سب اتنی جلدی۔''

''مجھے بہت جلدی ہے۔'' حماد نے اس کی بات کاٹی۔

''آپ شاید یقین نہ کریں آپ میری پہلی نظر کی پسند تھیں۔ آپ کو دیکھا اور محبت کرنے کو جی چاہا تھا۔ ولید بھائی سے آپ کے ریلیشن کے بارے میں جان کر میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔ لیکن اب جبکہ ولید بھائی والا معاملہ آپ ختم کرچکی ہیں تو میں اب کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔'' وہ واقعی بہت سنجیدہ تھا۔ انا خاموشی سے بستر کے کنارے ٹک گئی تھی۔

''ٹھیک ہے آپ جب چاہیں اپنے والدین کو بھیج سکتے ہیں۔'' اس نے دھیمے سے کہہ دیا۔

''تھینک یو سوچ۔ میں فوراً اپنے گھر والوں سے بات کرتا ہوں۔'' اس نے کہا تو انا چپ ہی رہی۔

حماد نے چند اور باتیں بھی کی اور اس کے بعد اس نے کال بند کردی تھی۔ انا نے خاموشی سے موبائل کو دیکھا اور اب شہوار کو کال کرنا ذہن سے نکل چکا تھا۔

وہ موبائل سائیڈ پر پھینکتے بستر سے کھڑی ہوگئی اور وہ کپڑے بدل کر آئی تو موبائل بج رہا تھا۔ اس نے اسکرین دیکھی تو اعصاب کشیدہ ہونے لگے۔ اتنے دن سے موبائل بند تھا تو اسے لگ رہا تھا کہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرکے بیٹھ جانے سے وہ کاشفہ جیسی لڑکی کی دسترس سے دور ہوچکی ہے لیکن نہیں یہ اس کی خام خیالی تھی۔ اب بھی کاشفہ کا نام دیکھ کر اس کے اندر نجانے کیا کیا عذاب اترے تھے۔

''ہیلو۔'' کچھ سوچ کر اس نے بہت مضبوط لہجے میں کہا۔

''زہے نصیب محترمہ انا وقار صاحبہ نے کال ریسیو کرنے کی زحمت گوارا کرلی۔'' دوسری طرف وہ طنزیہ ہنسی۔

''جو کہنا ہے وہ کہو۔''

''تم نے میرے ساتھ جو ڈیل کی تھی اب اس میں چیٹنگ کررہی ہو تم سمجھتی ہو، یہ موبائل بند کرکے تم مجھ سے دور ہوجاؤ گی تو تمہاری بھول ہے، میں چاہوں تو ایک پل میں تمہارے گھر پہنچ جاؤں۔'' انا نے لب بھینچ لیے تھے۔

''ولید سے میں منگنی ختم کرچکی ہوں میں کسی اور سے شادی کررہی ہوں ولید تمہارا ہیڈک تھا، تم اس تک کیسے پہنچتی ہو یہ تمہارا مسئلہ تھا تم کیوں بار بار مجھے کال کرکے تنگ کرتی ہو اب جو جی چاہے کرو خدارا میری جان چھوڑ دو۔'' وہ ایک دم چیخی۔

''میں تمہاری پوری فیملی کو ختم کرادوں گی آگ لگادوں گی اگر تم نے میری بات نہ مانی۔'' دوسری طرف وہ اس سے زیادہ چیخی۔

''گو تو ہیل میں نہیں ڈرنے والی اب تم سے، تم نے مجھے بلیک میل کیا ہے، میں اب تمہاری کسی بات میں نہیں آنے والی۔ مائی فٹ تم کچھ کرو گی تو میں بھی خاموش نہیں رہوں گی سب کو بتادوں گی اوکے۔'' انا کو لگ رہا تھا کہ وہ ایک سائیکی کیس بنتی جارہی ہے اب ایک دم پھٹی اور اب اس کی برداشت جواب دے چکی تھی، بہت غصے سے کہہ کر اس نے کال بند کردی۔

موبائل ہاتھ میں لیے وہ پلٹی لیکن دروازے پر کھڑے وجود کو دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁

چوہدری حیات علی دو دن بعد واپس آئے تھے لیکن وہاں کی صورت حال دیکھ کر ایک دم ساکت ہوگئے تھے صفدر اپنی بیٹی زبین کی شادی کررہا تھا چوہدری حیات علی کی پیشکش کے باوجود وہ اپنے جواری دوست سے اسے بیاہ رہا تھا بخشو ہمراہ تھا حیات علی کو دیکھ کر صفدر چونکا۔

''یہ سب کیا ہے؟'' گھر کے باہر پکتی دیگوں کو دیکھتے حیات علی نے بہت غصے سے صفدر سے پوچھا تو وہ کھسیا گیا۔

''میں نے کہا تھا نا کہ میں تمہیں پیسے دے دوں گا تم اس کے باوجود اپنی بیٹی کی زندگی برباد کررہے ہو؟'' حیات علی کا لہجہ سخت تھا۔ صفدر علی ایک دم ہاتھ جوڑنے لگا۔

''میں نے منع کردیا تھا لیکن وہ شخص نہیں مانا زبردستی پیسے تھما گیا کہ بارات کے کھانے کا انتظام کروں۔ شام کو نکاح کرنے آئے گا وہ آپ تو چلے گئے تھے اور مجھے یہ تھا کہ آپ آتے ہیں یا نہیں میں ڈر گیا تھا۔'' حیات علی کا چہرہ ایک دم غصے سے سرخ ہوگیا تھا۔

''جب میں وعدہ کرکے گیا تھا تو پھر کیوں نہ آتا تم انتظار کرسکتے تھے یہ خاصی بڑی رقم تھی، ایک دم بندوبست کرنا مشکل تھا کچھ وقت لگنا تھا۔'' غصے سے کہا تو صفدر کا رنگ بدلا۔

''ہاں بھائی کیا بات ہے کون ہے یہ شخص؟'' کچھ فاصلے پر کھڑا ایک درمیانی عمر کا شخص دونوں کے درمیان آ کھڑا ہوا تھا کافی بدلحاظی سے مخاطب ہوا تھا۔

حیات علی نے ناپسندیدگی سے اس بڑی بڑی مونچھوں اور سرخ آنکھوں والے شخص کو دیکھا تھا۔

''کوئی نہیں، کوئی نہیں تم جاؤ بس۔'' صفدر نے گھبرا کر دوسرے شخص کو ٹالنا چاہا۔

''یہ کس قسم کی بات کررہا ہے۔'' بجائے ٹلنے کے وہ شخص اگلا سوال لیے کھڑا تھا۔

''کہانا کچھ نہیں تم جاؤ؟'' جھنجلا کر صفدر نے کہا۔

''کیسے جاؤں پیسے لگائے ہوئے ہیں میں نے، تم پر اور تمہاری اس بیٹی پر۔'' وہ تو ایک دم مرنے مارنے پر تل گیا تھا۔

''کون ہے یہ شخص اسے ذرا تمیز نہیں ہم لوگ بات کررہے ہیں اور یہ گھسا آرہا ہے۔'' حیات علی صاحب کو اس شخص کا طریقہ گفتار انتہائی ناگوار گزرا اور صفدر کو کہا تو اس کی حالت اور متغیر ہوگئی۔

''میں اس کو سمجھالوں گا آپ اس کو چھوڑیں آپ اندر چل کر بیٹھیں۔'' ارد گرد لوگوں کو اکٹھا ہوتے دیکھ کر صفدر گھبرا گیا تھا۔ حیات علی کے ہاتھ تھام کر خوشامدی انداز میں کہا تھا۔

صفدر کے بار بار کہنے پر وہ بخشو کو وہیں چھوڑ کر اندر آگئے تھے۔ باہر کی نسبت گھر میں خاموشی تھی۔ صفدر بھی ان ہی کے چلا آیا تھا۔

''یہ سب کیا ہے صفدر؟ میں تم سے کہہ کر گیا تھا کہ میں تمہیں پیسے دے دوں گا تم اپنی بیٹی کی زندگی برباد مت کرو۔''

''میں مجبور تھا صاحب وہ شخص مرنے مارنے پر تل گیا تھا۔ دو دن سے مسلسل میرے گھر پر نظر رکھے ہوئے ہے کہ میں کہیں بھاگ نہ جاؤں۔''

''وہ جو باہر الجھ رہا تھا وہی شخص ہے یہ، جس سے شادی کررہے ہو اپنی بیٹی کی۔'' حیات علی کے پوچھنے پر صفدر نے سر ہلایا۔

''تم سے بھی چند سال بڑا ہوگا وہ تو؟'' حیات علی کو ایک دم شدید افسوس نے آن گھیرا کم عمر خوب صورت سی زبین کا عکس ایک دم دماغ میں لہرا کر معدوم ہوگیا تھا۔

''صاحب وہ سمجھتا ہے میں پیسے نہ دینے کی وجہ سے انکار کررہا ہوں۔'' حیات علی نے افسوس بھری نگاہ اس پر ڈالی۔ ہاتھ میں پکڑے چری چھوٹے سے بیگ کو کھول کر اس میں سے رقم کا لفافہ نکالا۔

''بلاؤ اس شخص کو اور یہ رقم اس کو دو اور سنو باقاعدہ کاغذات پر دستخط کرواؤ ایسے رقم مت دینا۔'' لفافہ صفدر نے تھام لیا تھا۔

اتنی بڑی رقم دیکھ کر اس کے ہاتھ کانپنے لگے تھے۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

وہ طبعاً ایک حریص اور بدنیت آدمی تھا مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھنے والے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا والدین اپنی بساط کے مطابق تھوڑی بہت جمع پونجی چھوڑ کر مرے تھے جو اس نے اپنی بدخرابی اور خراب عادتوں کے سبب سب گنوادیا تھا نوبت فاقوں تک آن پہنچی تھی۔ قرض خواہ جان سے ماردینے کے درپے تھے۔ گھر بیچا اور پھر اپنی کم عمر بیٹی کو ایک عیاش کے ساتھ کچھ رقم کے بدلے بیاہ دیا۔ اب دوسری کو اپنے جوئے اور قرض کی رقم کے عوض دے رہا تھا کہ قدرت نے نجانے کہاں سے حیات علی کو اس کے سامنے لاکھڑا کیا تھا حیات علی فطرتاً رحم دل اور سادہ مزاج چوہدری لگا تھا اور جس طرح پہلی بار وہ اس کو کئی نوٹ تھما گیا تھا اس نے اس کے اندر کی حریص فطرت کو اور حریص بنادیا تھا اور جب حیات علی نے رقم کے متعلق پوچھا تھا تو اس نے بڑھا چڑھا کر بتادیا تھا۔

اصل میں وہ دونوں طرف سے رقم بٹورنا چاہتا تھا لیکن برا ہو اس شخص کا جو اس کے دام میں آنے کے بجائے اس کے گھر کے باہر قبضہ جما کر بیٹھ گیا تھا اب اس کے کہنے پر شادی کی تیاریاں ہورہی تھیں ایسے میں حیات علی کی آمد۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی بھی وجہ سے معاملہ بگڑے اور گھر آئی لکشمی واپس چلی جائے۔

''اللہ آپ کو سدا خوش رکھے چوہدری صاحب آپ نے میری ایک بہت بڑی مصیبت دور کی ہے اللہ آپ کو لمبی عمر اور صحت عطا کرے۔'' صفدر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اتنی بڑی رقم لے کر چوہدری حیات علی کے قدموں میں لوٹنے لگے۔

''اس شخص کو بلاؤ میں اپنے سامنے سارا معاملہ کلیئر کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ پیسے لے کر چلا جاتا ہے تو ٹھیک ورنہ وہ اگر الجھے تو میں بھی پولیس کو بلوالوں گا، بہت اچھے تعلقات ہیں یہاں کی پولیس سے۔ بات اگر تمہاری بیٹی کی نہ ہوتی تو ایسے لوگوں کو لمحوں میں ٹھیک کرنا آتا ہے ہمیں۔'' حیات علی نے کہا تو صفدر کا رنگ اڑ گیا۔

اس شخص کو سامنے بلوانے کا مطلب تھا کہ رقم کی اصلیت کھل جاتی اور صفدر اب بنے بنائے کھیل کو بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔

''آپ اس کی فکر مت کریں، اب میں اس سے اچھی طرح نبٹ لوں گا۔ میں ابھی اچھی طرح لکھ لکھا کر رقم دوں

گا۔ آپ ادھر بیٹھیں میں چائے پانی منگواتا ہوں۔" وہ کہہ کر رقم والا لفافہ لے کر کمرے سے نکل گیا تھا۔ دو تین منٹ بعد صفدر کی بیوی آ گئی تھی اس کے چہرے پر خوشی بھی تھی اور آنکھوں میں ندامت کے آنسو بھی۔

"اللہ آپ کا بھلا کرے آپ نے ایک ماں پر بہت بڑا احسان کیا ہے چوہدری صاحب۔" آتے ہی وہ رو دی تھیں۔ حیات علی ایک دم گھبرا گئے۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو شاید میں اس کی بھی مدد کرتا۔" وہ ایک دم متاثر ہوئی تھی۔ بغور دیکھا۔ وجیہہ سراپا، روشن چہرہ چمکتی آنکھیں جن میں جاہ و حشمت اور دولت کا کسی بھی قسم کا کوئی غرور نہ تھا۔ ان کے دل سے ایک ہوک سی اٹھی تھی۔

وہ ان عورتوں میں شامل تھیں جن کی ممتا بیٹوں کی محرومی کے زخموں سے چور ہوتی ہے۔ شوہر کی رفاقت میں انہیں شوہر کی محبت ملی تھی اور نہ ہی شوہر کی طرف سے تحفظ۔ ایسے میں شدت سے خواہش پیدا ہوئی تھی کہ کاش ان کا کوئی بیٹا ہوتا جو باپ کو ان بری حرکتوں سے روک لیتا یا پھر ان تینوں ماں بیٹیوں کا سائبان بن جاتا۔ دل میں وہ ایسے ہی اونچے بیٹے کا تصور رکھتی تھیں دل میں۔ وہ جانتی تھیں اُن کا شوہر ایک دغا باز فریبی اور مطلبی انسان ہے اور وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ حیات علی کو ان کا شوہر محض اپنے مطلب کے لیے استعمال کر رہا ہے۔

"صفدر کہاں ہے، اسے بلوا دیں میں چلتا ہوں۔"

"وہ باہر گیا ہے آتا ہوگا آپ بیٹھیں نا۔" وہ جب سے آئے تھے مسلسل کھڑے تھے صفدر کی بیوی نے کرسی کھینچ کر سامنے کی تو حیات علی بیٹھ گئے۔

"آپ کی بیٹی کتنا پڑھی ہے؟" حیات علی نے پوچھا۔

"زبین نے اسی سال دسویں کا امتحان دیا تھا میری بڑی خواہش تھی میری بچیاں پڑھ لکھ جاتیں لیکن گھر کے حالات اور صفدر کی حرکتوں کی وجہ سے گھر بٹھانا پڑ گیا۔"

"آپ کی بڑی بیٹی ملتی ہے آپ سے؟"

"نہیں۔" بیٹی کے ذکر پر وہ رونے لگی تھیں۔

"اس کا شوہر بڑا ظالم ہے گھر میں قید کر کے رکھا ہوا ہے کہتا ہے پیسوں سے خرید کر لایا ہوں، اگر گھر سے قدم بھی اس نے باہر نکالا تو جان سے مار دے گا ایک دو بار میں خود ملنے گئی تھی وہ تو کسی سے ملنے بھی نہیں دیتا۔"

"آپ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" حیات علی نے دلاسہ دیا تو صفدر کی بیوی نے اپنے آنسو صاف کیے۔

"ایک بات کہوں چوہدری صاحب؟" جھجکتے ہوئے اس نے پوچھا۔ حیات علی نے سر ہلایا۔

"ماں۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتی دروازے سے آواز سن کر دونوں پلٹے تھے زبین چائے کا کپ لیے کھڑی تھی۔ حیات علی کی تمام تر حسیں یکجا ہو کر زبین کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔

"یہ چائے۔" وہ اپنی ماں سے مخاطب تھی۔

ماں نے اٹھ کر چھوٹی سی ٹرے تھام لی تھی اور زبین چائے پکڑا کر واپس پلٹ گئی تھی اور حیات علی کو لگا گویا زندگی یہیں کہیں رک گئی ہو۔ اتنے دنوں کی بے سکونی، بے چینی اور بے آرامی سب ختم ہو گئی تھی یک دم۔ زبین پلٹ کر جا چکی تھی لیکن حیات علی کی نگاہیں گویا دہلیز پر ہی جم گئی تھیں۔

"صفدر ایک دھوکے باز انسان ہے وہ سب کو دھوکہ دے رہا ہے آپ کو مجھے اپنی اولاد کو اس آدمی کو جس سے وہ آج

زیبن کا نکاح پڑھوانے کا کہہ رہا تھا۔" کپ حیات علی کی طرف بڑھاتے صفدر کی بیوی نے کہا تو حیات علی نے چونک کر نگاہوں کا زاویہ بدل کر صفدر کی بیوی کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر زمانے کی سختی نے عجیب سی کرختگی پیدا کر رکھی تھی۔

"آپ سے پیسے لے کر وہ اس شخص کو چلتا کردے گا لیکن چند دن بعد وہ ایک اور جواری کو لے کر آ جائے گا اور اس کے عوض پھر بیٹی کو بیاہنے کی بات کرے گا میری بڑی بیٹی مہرن کے ساتھ بھی اس نے ایسا ہی کیا تھا، سیٹھ کو پھانسا تھا اور پھر کسی جواری سے بیاہنے کا کہا تھا سیٹھ سے وہ قرض پر قرض لے چکا تھا دوسرا شخص فوری شادی کرنا چاہتا تھا لیکن سیٹھ سے پیسہ لے کر دوسرے کو دے کر سیٹھ سے شادی کردی تھی۔" وہ پھر رونے لگیں تھیں حیات علی کو سمجھ نہ آئی کہ کس طرح اسے چپ کرائے۔

نجانے صفدر کہاں رہ گیا تھا۔ کچھ دیر پہلے باہر جو شور کی آواز آ رہی تھی اب وہاں بھی خاموشی تھی۔

"چوہدری صاحب آپ عزت دار آدمی ہیں آپ ایک دکھی ماں کی فریاد سن لیں اس سے پہلے کہ صفدر پھر کوئی ڈرامہ کھیلے آپ میری بچی کو اپنے ساتھ لے جائیں۔" حیات علی ساکت رہ گئے۔

"یہ بھلا کیسے ممکن ہے؟"

"صفدر کی آنکھوں پر پیسے کی پٹی بندھی ہوئی ہے وہ بار بار یہ کھیل کھیلے گا اس سے بہتر یہی ہے کہ آپ میری بیٹی سے نکاح کر کے اسے ساتھ لے جائیں۔"

"کیا......؟" حیات علی ایک دم گنگ سے رہ گئے تھے۔

❁......❁......❁

روشی دروازے پر کھڑی تھی انا کے چہرے کا رنگ ایک دم بدل گیا تھا پتا نہیں اس نے کیا کیا سنا تھا روشی کے چہرے پر حیرت اور الجھن کی کیفیت تھی۔

"چائے ریڈی ہے تم بھی آ جاؤ۔" روشی نے کہا تو انا نے بمشکل اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔ ان کے گھر میں شام کی چائے کا سب اہتمام کرتے تھے۔

"مجھے چائے نہیں پینی۔" روشی نے سنجیدگی سے کہا۔

"کس کی کال تھی؟"

"چائے پر کون کون ہے؟" روشی کے سوال کو ان سنا کرتے اس نے پوچھا۔

"پھپھو کے علاوہ باقی ہم سب ہی ہیں۔" یعنی ولید آفس سے آ چکا تھا۔

"تم بھی سب میں آ کر بیٹھو چائے پیو، تو سب کو اچھا لگے گا ویسے بھی مجھے انکل نے خود تمہیں لینے بھیجا تھا۔" روشی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"اوکے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور موبائل ابھی بھی انا کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کمرے سے نکلی تو روشی ساتھ چلنے لگی۔ انا نے موبائل مٹھیوں میں بھینچ رکھا تھا۔ وہ لاؤنج میں آئی تو سبھی نے اسے بہت سنجیدگی سے دیکھا تھا ماسوائے ضیاء ماموں کے۔

"ادھر آ جاؤ میرے پاس۔" انہوں نے محبت سے کہتے اپنے پاس جگہ بنائی تو وہ خاموشی سے ان کے پاس بیٹھ گئی۔

وہ آج بہت دنوں بعد ان سب کے درمیان بیٹھی تھی۔ اسے یہ سب بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔ روشی نے اسے چائے کا کپ تھمایا تو وہ سر جھکائے سپ لینے لگی۔ ولید اور احسن آہستہ آہستہ آپس میں کوئی بات کر رہے تھے۔ ولید کی آواز اس کی سماعتوں کو ڈسٹرب کر رہی تھی۔ وقار صاحب ٹی وی کی طرف متوجہ تھے ماموں نے کئی

بار اس کے جھکے سر کو دیکھا تھا۔

"تمہاری اسٹڈی کیسی جا رہی ہے؟" انہوں نے پوچھا تو وہ چونکی۔

"جی ٹھیک ہے اور آپ ٹھیک ہیں؟" وہ مسکرائے۔

"یہ عمر ایسی ہے کبھی دل، کبھی جگر اور کبھی معدہ کمزور ہو جاتا ہے، خیر گزر رہی جاتی ہے۔" ہنس کر کہا۔ انا مسکرا بھی نہ سکی تھی۔ نجانے کیوں ان کو دیکھ کر بار بار اس کے اندر عجیب سا گلٹ پیدا ہونے لگتا تھا اور وہ اپنے اندر ان گنت آوازوں کا شور اٹھتا محسوس کرتی تھی۔ وہ سبھی سے دور ہو گئی تھی۔ ماما، بابا اور احسن بھائی۔

ان سب کے ساتھ اس کی زندگی کا ایک طویل دور گزرا تھا اور اب اس مقام پر آ کر وہ ان کو ہرٹ کر رہی تھی انا کو ایک دم خود سے شدید نفرت محسوس ہونے لگی۔ وہ یہ سب کیوں کر رہی تھی کس کے لیے محض ایک لڑکی اور ولید ضیاء کے لیے۔ اسے ایک دم ماحول میں حبس سی محسوس ہونے لگی تو وہ فوراً کھڑی ہوگئی۔

"کیا ہوا؟" اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر تھا ماموں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ خالی کپ واپس رکھ کر موبائل لے کر وہاں سے نکل گئی تھی۔ سبھی نے اسے جاتے دیکھا تھا۔

ولید کی آنکھوں میں پرسوچ سا تاثر تھا۔ انا کمرے میں جانے کے بجائے باہر لان میں آ گئی تھی۔ اس کے وجود پر اضطراب اور چال میں عجیب سی کشمکش تھی۔ کسی پل سکون نہ تھا۔

"جو لوگ اپنی مرضی کے فیصلے کرتے ہیں اس کے باوجود وہ خوش دکھائی نہیں دیتے حیرت ہے۔" اپنے عقب سے جاندار آواز سن کر وہ ایک دم ساکت ہو گئی تھی۔ اس نے پلٹنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کے تمام اعصاب عجیب سے تناؤ کا شکار ہوئے تھے۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کرنا چاہی تھی لیکن سنبھل نہیں پا رہی تھی۔

"حماد جیسے انسان کا ساتھ پا کر تمہیں خوشی سے پھولے نہیں سمانا چاہیے تھا میرا تو خیال تھا کہ ہواؤں میں اڑنا شروع کردو گی لیکن یہاں تو فتح کے کوئی آثار ہی نظر نہیں آ رہے۔ ہاں البتہ میدان جنگ میں شکست کھانے کے بعد ایک شخص کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ ضرور دکھائی دے رہی ہے۔" وہ عقب سے نکل کر سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ ہمیشہ کی طرح تر و تازہ، خوشبوؤں میں مہکتا ہوا انا کا وجود ایک دم ان دیکھی آگ میں بھڑ بھڑ جلنے لگا تھا۔

وہ سب کچھ کر کے بھی شکست خوردہ تھی اور وہ سب کچھ کھو کر بھی فاتح جیسا تھا۔ انا نے ولید ضیاء کی آنکھوں میں دیکھا وہاں عجیب سلگتا سا احساس تھا۔ وہ لب بھینچ کر جانے لگی تھی ولید کے پاس سے گزر کر آگے بڑھنے کو تھی۔

"سنو۔" اس کی کلائی ولید کی مضبوط گرفت میں تھی۔ وہ ساکت ہوگئی تھی۔

"کس کے کہنے پر کر رہی ہو یہ سب؟" ولید کی آنکھوں میں کھوج کی کیفیت تھی۔ وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا گویا اس کا چہرہ ایک دم ہر راز اگل دے گا، انا نے ایک دم منفرد انداز میں اپنی کلائی مضبوط گرفت سے نکالی تھی۔

"کوئی فاتح ہو یا شکست خوردہ آپ سے کوئی مطلب نہیں۔"

"مطلب؟ ہاہ..... تمہارا کیا خیال ہے ہم سب جو خاموش ہیں اور تمہیں اپنی من مانیاں کرتے دیکھ رہے ہیں ہم سب اتنے بے بس ہیں کہ کچھ کر نہیں سکتے یہ مت بھولو تمہارے کسی بھی اقدام پر ہم بہت مضبوط ردعمل ظاہر کر سکتے ہیں لیکن ہم خاموش ہیں صرف اس لیے کہ کہیں نادانستگی میں تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچا دیں اور تم ہو کہ مسلسل سارے گھر کو ایک اذیت کی ان دیکھی سولی پر لٹکا رکھا ہے۔" نہایت غصے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ولید نے کہا۔

"آپ کو کیا فرق پڑتا ہے آپ چھوڑیں مجھے دوغلے پرفریب اور دھوکے باز لوگوں سے نفرت ہے مجھے۔" وہ شدت سے احتجاج کرتے اپنے کندھوں کو جھٹکتے پیچھے ہوئی تھی۔

"انا......؟" ولید نے بہت طیش کے عالم میں پھر سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ ہاتھ میں تھما موبائل چھینا تھا۔ انا نے اسکرین دیکھنا چاہی تھی تبھی ولید نے دوسرے ہاتھ سے اس کی گرفت سے موبائل نکال لیا تھا اس سے پہلے کہ وہ اسکرین دیکھتا انا نے جھپٹا مار کر موبائل چھین کر سامنے دیوار پر دے مارا تھا موبائل دیوار کے ساتھ لگ کر کئی حصوں میں ٹوٹ کر گرا تھا ولید ایک پل کو ششدر رہ گیا تھا لیکن اگلے ہی پل بے اختیار بہت غصے کے عالم میں اس کا ہاتھ اٹھا تھا اور انا بے اختیار زمین پر گری تھی۔

"دماغ خراب ہے نجانے کیا کرتی پھر رہی ہو۔" ولید ادھر سے ادھر چکر کاٹنے لگا تھا۔ انا اسی طرح زمین پر بیٹھی گال پر ہاتھ رکھے سسکتی رہی تھی۔

ولید نے ایک دو پل اسے دیکھا اور پھر ایک غصیلی نگاہ ڈال کر تیزی سے وہاں سے نکل گیا تھا۔

❁......❁......❁
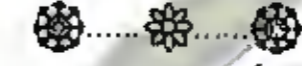
مصطفیٰ گھر لیٹ آیا تھا تقریباً سب اپنے اپنے کمروں میں سونے جاچکے تھے شہوار بھی اپنے کمرے میں آچکی تھی نیند تو آنہیں رہی تھی بکس لے کر بیٹھ گئی تھی آج کالج نہیں جاسکی تھی درمیان میں دو تین بار انا سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن رابطہ نہیں ہوسکا تھا ہر بار نمبر بند ملا تھا۔

پتا نہیں کیا ہوتا جارہا تھا اس لڑکی کو شہوار اندر ہی اندر انا کے رویوں اور گزشتہ حالات کو لے کر پریشان تھی۔ نجانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ انا کے ساتھ کوئی سیریس مسئلہ ہے لیکن وہ ڈسکس نہیں کررہی تھی۔ اپنی اپنی پریشانیوں میں الجھ کر دونوں ایک دوسرے سے کتنی دور ہوچکی تھیں، ورنہ دونوں میں کتنی محبت اور دوستی تھی کہ اپنی ہر بات ایک دوسرے سے شیئر کیا کرتی تھیں اور اب حالات کتنے بدل چکے تھے۔ انا کو سوچتے سوچتے نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ دوبارہ آنکھ ایک نرم سے احساس پر بیدار ہوئی تھی۔ اس نے آنکھ کھولی تو دیکھا مصطفیٰ اس پر جھکا بڑی محبت سے متوجہ تھا۔

"آپ آگئے؟" یونہی لیٹے لیٹے پوچھا۔ مصطفیٰ کے ہونٹوں نے اس کی صبیح پیشانی کو چھوا تھا۔

"ہاں ابھی آیا ہوں۔ ایسے کیوں لیٹی تھی آرام سے سوجاتی۔" وہ تکیے پر نیم دراز سینے پر کتاب رکھے لیٹی ہوئی تھی وہ مسکرائی اور مصطفیٰ نے کتاب اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو آج خیر ہے نا؟"

"پڑھ رہی تھی پتا ہی نہیں چلا کب آنکھ لگ گئی۔" وہ سیدھی ہوئی وہ آج نک سک سے تیار اچھے سے لباس میں ملبوس مقابل کو اپنی طرف متوجہ کررہی تھی۔

"آج بہت دیر کردی گھر آنے میں؟" خود پر سے مصطفیٰ کی توجہ ہٹانا چاہی۔

"بس ایک میٹنگ تھی اور اس کے علاوہ کچھ ضروری کام تھے وقت کا پتا نہیں چلا۔" شرٹ کا اوپری بٹن کھولتے جواب دیا۔

"کھانا کھائیں گے؟" وہ بھی اٹھ بیٹھی۔ مصطفیٰ اٹھا تو اس نے پوچھا۔

"نہیں ایک کپ چائے اگر زحمت نہ ہو تو......" مصطفیٰ کافی تھکا ہوا لگ رہا تھا وہ الماری کی طرف بڑھا تو شہوار بستر سے اتر آئی خود آگے بڑھ کر الماری سے نائٹ ڈریس نکال کر تھما دیا۔

"تھینکس۔"

"کبھی کبھار آپ بہت فارمل ہوجاتے ہیں۔" لباس لے کر پلٹتا مصطفیٰ رک گیا۔ پلٹ کر خوب صورت دل آویز سی بیوی کو دیکھا نگاہیں پھر جم گئی تھیں۔ الماری کا پٹ بند کرتے خود مصطفیٰ کے قریب آتے شرٹ کے بٹن کو چھوتے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"یہ تھینکس وینکس کہہ کر۔" مصطفیٰ مسکرایا۔

"ایسے لگتا ہے جیسے ڈیوٹی آوورز میں کوئی ڈیوٹی سرانجام دینے پر باس نے تھینکس کہا ہو۔" مصطفیٰ رک دم ہنس دیا۔

"کسی اور انداز میں تھینکس کہتا تو بھی بیگم صاحبہ نے اعتراض جڑ دینا تھا اب روکھا پھیکا ویلکم ہوگا تو روکھا پھیکا سا ہی تھینکس ہوگا نا......" کمر کے گرد بازو حمائل کرتے اس کے چہرے پر جھکتے ہنس کر کہا تو وہ جھینپی۔

"میرا خیال ہے پہلے آپ فریش ہولیں باقی تھینکس چائے کے بعد کہہ لیجیے گا۔" اس نے تیزی سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا تو مصطفیٰ زور سے ہنس دیا۔

"بڑی چالاک ہوگئی ہو۔"

"آپ کی صحبت کا اثر ہے صاحب۔"

"اف......" مصطفیٰ نے دل پر ہاتھ رکھتے ایکٹنگ کی تو شہوار بے اختیار ہنس دی۔

"فریش ہولیں میں چائے لاتی ہوں۔" مصطفیٰ کو واش روم کی طرف دھکیل کر اپنا دوپٹہ سنبھالتے وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ وہ چائے لے کر آئی تو مصطفیٰ نائٹ ڈریس میں ملبوس، ڈریسنگ کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ شہوار نے ٹرے بستر پر رکھی تو مصطفیٰ پلٹا۔

"آج بن کے ہی بڑا خصوصی اہتمام کیا ہوا ہے خیر تو ہے نا؟" مصطفیٰ کا اشارہ اس کی سج دھج کی طرف تھا۔ لباس کے علاوہ ہلکی پھلکی جیولری اور میک اپ کا بھی استعمال کیا ہوا تھا۔ وہ مسکراتی ہاتھ میں موجود کنگن کو گھماتی بستر کے کنارے ٹک گئی۔

"کیا آپ کو یہ اہتمام اچھا نہیں لگا؟" کنگن کو دیکھتے دھیمے سے پوچھا۔ مصطفیٰ اس کے سامنے آکر بیٹھ گیا تھا نرمی سے کلائی تھامی۔

"یہ سوال تم میری آنکھوں میں دیکھ کر پوچھو تو جواب بھی دوں گا۔" مسکراتے لہجے میں کہا تو وہ مسکرادی۔

"چائے پی لیں۔" وہ دو کپ لائی تھی۔

"کاش روز اتنی ہی چاہ کے ساتھ یہ چائے ملا کرے تو......" مصطفیٰ کا انداز شریر ہوا۔

"آپ آرام سے چائے پئیں پھر آپ کو ایک چیز دکھانی ہے۔" مصطفیٰ کو نرمی سے ٹوکتے اس نے کہا تو مصطفیٰ نے ہنس کر کپ تھام لیا۔ دونوں نے ہلکی پھلکی باتوں میں چائے پی پھر چائے پینے کے بعد اس نے ٹرے ایک طرف رکھ دی۔

"بھئی کیا بات ہے اتنا سسپنس کیوں کری ایٹ کررہی ہو؟" وہ اٹھ کر الماری کی طرف بڑھی تو مصطفیٰ نے چھیڑا وہ جھینپی۔ الماری سے اپنا بیگ نکال کر اس میں سے لفافہ نکالا مصطفیٰ یہ سب خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے قریب آئی۔

"آج میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی کالج بھی نہ جاسکی۔" اس نے سنجیدگی سے بتایا تو مصطفیٰ چونکا۔

"کیا ہوا تھا زیادہ طبیعت خراب تھی کیا؟" فوراً فکر مندی سے پوچھا۔

"ہاں......" چہرے پر چھائی چمک اور روشنی کو سنجیدگی کے تاثرات میں چھپانے کی کوشش کرنی چاہی۔

"بھابی کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جانا پڑا۔"

"اوہ......اتنی طبیعت خراب تھی۔ میں نے دو دفعہ کال کی تھی بتایا کیوں نہیں، ویسے ہوا کیا تھا؟" مصطفیٰ بھی ایک دم

سنجیدہ ہوا۔
''یہ خود دیکھ لیں۔'' اس نے انویلپ مصطفیٰ کو تھما دیا۔ مصطفیٰ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور پھر انویلپ کو۔ شہوار کے چہرے پر ایک دم ڈھیروں ستاروں کی چمک اور روشنی سی در آئی تھی۔ مصطفیٰ ایک بار پھر چونکا تھا۔ اس نے فوراً انویلپ کھولا، شہوار انگلیاں چٹخا رہی تھی۔ ہونٹ کو دانت تلے دبائے وہ سر جھکائے اپنے چہرے پر ڈھیروں کے حساب سے شرم کے تاثرات محسوس کرسکتی تھی۔
''اوہ مائی گاڈ۔'' مصطفیٰ کی ایک دم ایکسائٹمنٹ سے بھری آواز ابھری۔
''اٹس آ امیزنگ یار، گریٹ بلیسنگ فار می۔'' مصطفیٰ نے ایک دم اس کا ہاتھ تھام لیا۔
''اتنی بڑی خبر اب بتا رہی ہو، مائی گاڈ ان بلیوایبل ایم آئی سو ایکسائٹڈ یار، تھینک یو سو مچ تھینک یو......'' مصطفیٰ نے ایک دم بے پناہ وارفتگی سے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹا۔
''تھینک یو اللہ جی تھینک یو سو مچ۔'' مصطفیٰ کا خوشی سے برا حال تھا۔ شہوار کی آنکھیں بند تھیں پلکیں لرز رہی تھیں۔ مصطفیٰ نے بے پناہ وارفتگی سے اسے تھام رکھا تھا۔
''اتنی دیر سے کیوں بتایا؟'' جذبات میں ٹھہراؤ آیا تو محبت سے پوچھا۔
''آپ ہی لیٹ آئے ہیں میں نے تو آج سارا دن آپ کا انتظار کیا ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ۔'' جھینپی آواز میں کہا تو مصطفیٰ ایک دم ڈھیر سارا فدا ہوا۔
''تو تم کال کرلیتیں۔''
''آپ کی جاب کے فرائض بھی تو بہت ضروری تھے۔'' دھیما لہجہ تھا مصطفیٰ ہنسا اور اس پل مصطفیٰ کو اپنا آپ دنیا کا سب سے خوش قسمت ترین وجود لگ رہا تھا۔
''اور کون کون جانتا ہے اس خبر کے بارے۔''
''بس بھابی اور میں۔''
''ماں جی کو نہیں بتایا؟''
''بھابی کل بتادیں گی۔'' مصطفیٰ مسکرا دیا۔
''کیا فیل کررہی ہو؟''
''صبح میں خود کو بہت اکیلی غم زدہ اور تنہا محسوس کیا تھا۔ آج امی بہت یاد آئیں اپنے خاندان کے حوالے کا شدت سے احساس ہوا لیکن جب یہ خوش خبری سنی تو سب کچھ بھول گئی۔ دل چاہتا تھا میں اللہ کے سامنے سر جھکا کر بہت روؤں۔ میں اتنی ناشکری بے صبری اور اللہ مجھے اتنے بڑے رتبے سے نواز رہا ہے مجھے پچھلے کچھ دنوں سے اپنی خراب طبیعت سے اندازہ تو ہو رہا تھا لیکن میں نے توجہ ہی نہ دی۔ میں تو ایک عام سی لڑکی تھی بس اللہ نے مجھے خاص بنا دیا کہ آج میرے پاس سب کچھ ہے جس کے لیے لڑکیاں خواب دیکھتی ہیں سب کچھ ہے بس اللہ مجھ کو میری امی سے بھی ملوا دیں۔'' کہتے ہوئے وہ رونے لگی تھی۔
''ارے یہ کیا بات ہوئی خوشی کے موقع پر روتے تو نہیں۔'' مصطفیٰ نے آنسو صاف کیے۔
''یہ تو شکر کے آنسو ہے۔'' مسکرا کر کہا تو مصطفیٰ نے ہنس کر اسے بہت نرمی سے اپنے مضبوط حصار میں مقید کرلیا۔

❁......❁......❁

''میں یہ شادی نہیں کرسکتا؟'' چوہدری حیات علی نے ایک دم انکار کیا۔

"کیوں؟" صفدر کی بیوی نے پوچھا۔

"میں پہلے سے شادی شدہ ہوں' میرے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔" صفدر کی بیوی کو ایک دم چپ سی لگ گئی۔

"ہم جاگیردار لوگ ہیں' ہمارے ہاں خاندان' برادری سے باہر شادیاں نہیں کرتے میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں' میرے باپ نے کم عمری میں ہی میری شادی کردی تھی۔" چوہدری حیات نے بتایا۔

چوہدری حیات علی جانتے تھے وہ ایک انجانی کشش کے سبب یہاں آتو جاتے ہیں لیکن وہ زیبن سے شادی نہیں کرسکتے تھے ان کی اولاد' ان کی بیوی انہوں نے ہمیشہ ان رشتوں سے وفا کی تھی۔ محبت کی تھی اب بھلا صرف ایک لڑکی کی وجہ سے کیسے ان سب سے بے وفائی کرجاتے۔ ان کے اندر کا انسان ایک دم جاگ اٹھا تھا۔

"تو پھر حیات علی تم یہاں روز کیوں آتے ہو؟ زیبن کی شادی کا سن کر کیوں پریشان ہوگئے تھے۔ اتنی بڑی رقم کوئی کسی انجان انسان کو کیوں دیتا ہے بھلا۔ اگر تمہیں اپنی بیوی سے اور اولاد سے اتنی محبت ہے تو پھر ایک نظر اس غریب سی لڑکی کو دیکھ لینے کی لگن کیوں بے چین رکھنے لگی ہے تمہیں؟" اندر کا انسان ان کے ضمیر کو جھنجوڑ گیا تھا۔

"میں تو محض انسانیت کے ناطے یہ سب کررہا تھا۔" انہوں نے دلیل دینی چاہی۔

"انسانیت کے ناطے تم ہر کسی کی مدد تو نہیں کرتے۔" کوئی پھر ان کے اندر چیخ اٹھا' وہ ایک دم آگے بڑھے۔

"چوہدری صاحب! آپ کو اللہ کا واسطہ ہے، میں ایک دکھی ماں ہوں۔ آپ نے جیسے ہمارے حالات جان کر ہماری مدد کی میں نے یہ کہنے کی گستاخی کرلی مجھے معاف کردیں۔ چھوٹا منہ بڑی بات' صفدر میری بیٹی کو آج نہیں تو کل کہیں اور بیاہ دے گا لیکن ساری عمر کے لیے میری بیٹی زندہ درگور ہوجائے گی۔" وہ وہاں سے جانے لگے تو صفدر کی بیوی کی آہ وزاری نے قدم جکڑ لیے تھے۔

"کیا ہوا اماں؟" ماں کو روتا دیکھ کر دوسرے کمرے سے زیبن ایک دم وہاں چلی آئی اور چوہدری حیات علی کو لگا کہ وہ پھر سے پتھر کے ہوگئے ہوں۔

❁......❁......❁

ولید کے کمرے کی لائٹ جلتے دیکھ کر روشی ایک دم رک گئی تھی' رات کے دو بج رہے تھے اس کی آنکھ کھلی تھی وہ پانی پینے باہر آئی تھی۔ ولید کے کمرے کے پاس رک کر چند پل سوچا اور پھر اندر قدم رکھ دیے۔ ولید بستر پر بیٹھا تھا اس کے سامنے لیپ ٹاپ کھلا ہوا تھا لیکن اس کی توجہ لیپ ٹاپ پر نہیں تھی وہ کہیں اور ہی پہنچا ہوا تھا حتیٰ کہ وہ روشی کی آمد سے بھی بے خبر تھا۔

"ولی بھائی؟" روشی کی پکار پر ولید نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ارے روشی تم اس وقت؟" وہ فوراً سیدھا ہوا۔

"ہاں بس آنکھ کھل گئی تھی آپ کے کمرے کی لائٹ آن دیکھی تو چلی آئی۔"

"ہاں بس، میں آفس کا کچھ کام دیکھ رہا ہے۔" ولید نے اپنے اردگرد بکھری فائلز کو سمیٹا۔

"آؤ بیٹھو۔" وہ قریب آگئی۔

"احسن بھی جاگ رہا ہے؟"

"نہیں وہ سورہے ہیں۔" روشی ولید کے پاس ہی بستر پر بیٹھ گئی۔

"بابا کی طبیعت اب کافی بہتر ہے۔"

"ہاں الحمدللہ۔" لیپ ٹاپ کو بند کرتے اس نے کہا۔

"سب انا کے فیصلے کی وجہ سے ڈسٹرب ہیں۔" ولید نے لب دانت تلے دبا کر پھر ایک گہرا سانس لیا۔

"اس کی وجہ سے تو سارا گھر ہی ڈسٹرب ہے۔" لہجے میں خود بخود تلخی سمٹ آئی تھی۔

"آپ کو کچھ اندازہ تو ہوگا کہ وہ ایسا کیوں کررہی ہے؟" بھائی کو بغور دیکھتے اس نے پوچھا تو لیپ ٹاپ کو بند کرکے بیگ میں ڈالتا ولید رکا تھا۔

"تمہارا خیال ہے وہ جو بھی کررہی ہے' وہ سب میرے ساتھ پلاننگ کرکے کررہی ہے۔" تلخی سے کہا تو روشی سٹپٹائی۔

"میں نے ایسا کب کہا؟" ولید نے سر جھٹکا۔

"وہ پاگل ہے بالکل پاگل.....وہ دنیا کی احمق ترین لڑکی ہے' خود بھی تباہ ہورہی ہے اور اوروں کو بھی تباہ کررہی ہے۔" وہ ایک دم پھٹ پڑا۔

"وہ چاہتی ہے وہ جن مفروضوں کو بنیاد بنا کر جس کنوئیں میں گررہی ہے سب خاموشی سے اسے اس کنوئیں میں گرنے دیں۔"

"وہ ایسا کیوں کررہی ہے' کوئی وجہ ہوگی نا؟"

"تم نے اس سے پوچھا نہیں؟"

"وہ کچھ بتاتی ہی نہیں۔" ولید نے نفی میں سر جھٹکا۔

"وہ کچھ بھی ڈسکس نہیں کرتی' اپنی فیلنگز اپنے جذبات کچھ بھی اس نے خود کو ایک سیکریٹ کی طرح رکھا ہوا ہے۔ کچھ بھی ڈس کلوز نہیں کرتی۔ میں پاکستان آئی تو وہ ہمارے ساتھ گھل مل گئی تھی لیکن اس کے مزاج کے جو رنگ ہیں وہ اس پر اسی طرح غالب ہیں، وہ کبھی دل کی بات کسی کو بھی نہیں بتاتی۔" ولید خاموشی سے سنتا رہا۔

"اور شاید یہی ہماری غلطی تھی' ہم نے اسے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ پھپو اپنے بوتیک میں بزی' احسن اور انکل اپنے بزنس میں' وہ ہمیشہ سے دوسروں کی توجہ کی متلاشی رہی۔ وہ رشتہ داروں کی کمی شدت سے فیل کرتی ہے' اس کی بہت ساری دوستیں نہیں ہیں۔ وہ تنہائی پسند لڑکی ہے شاید سب ہی اس کی طبیعت کے اس رجحان کا سبب بنے ہیں۔" روشی نے اس کا بہت گہرائی سے تجزیہ کیا تھا۔ ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

"لیکن میں ایک بات پر آکر الجھ جاتی ہوں۔" ولید نے روشی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"آپ سے منگنی کے بعد وہ بہت پرسکون اور مطمئن دکھائی دیتی تھی۔" ولید نے لب دانتوں تلے دبا لیے۔

"لیکن شہوار کی شادی کے بعد سے وہ کافی الجھی الجھی پریشان رہنے لگی تھی۔ یہیں سے وہ ہم سب سے کٹ آؤٹ ہوئی شاید شہوار کی شادی کے دوران ہی اس کی حماد سے سلام دعا بڑھی ہو اس کے بعد سے وہ ٹوٹلی بدلی ہے۔ مجھ سے چاہے جتنی بھی دوستی تھی لیکن اپنے دل کی بات اس نے کبھی بھی مجھ سے نہ کہی۔"

"گھر میں سب پریشان ہیں' احسن تو آج حماد سے مل کر آئے تھے کہہ رہے تھے حماد اپنے گھر والوں کو بھیجنے کی بات کررہا تھا۔" ولید نے چونک کر اسے دیکھا یعنی انا مکمل طور پر ان سب سے ہر رشتہ ختم کرنے کی ٹھان چکی تھی۔

"دماغ خراب ہے اس کا اور کچھ نہیں۔" اس خبر نے تو جیسے دل پر آری سی چلادی تھی۔

وہ ولید ضیاء تھا' وہ ولید ضیاء جو وجاہت و مردانگی میں ثانی نہیں رکھتا تھا۔ وہ ہر جگہ سراہا گیا تھا۔ دلوں میں اس کو فوراً جگہ دی جاتی تھی' لڑکیاں اس پر مرتی تھیں.....لیکن ضیاء احمد نے ہمیشہ اسے باور کروایا تھا کہ وہ کسی اور کی امانت ہے' ایک ایسی لڑکی کی جس کا نام انا وقار ہے جو پاکستان میں اس کے نام سے منسوب ہے اور اس نے ہمیشہ بابا کی بات کی

پاسداری کی تھی۔
کہیں بھی دل نہیں لگایا تھا' کسی سے بھی وقت پاس نہیں کیا تھا۔ وہ دل میں تمام تر جذبات لیے پاکستان آیا اور پھر یہاں اسے ایک الجھی ہوئی لڑکی ملی تھی' ایسی لڑکی جو الجھی ہوئی جذباتی اور بے وقوف سی لگی تھی لیکن وہ اس کے باپ کی پسند تھی۔

ضیاء صاحب نے ان کے لیے زندگی میں بہت سی قربانیاں دی تھیں ایسے میں اب اس کا حق بنتا تھا کہ وہ ان کی اس خواہش کا احترام کرے۔ اس کے باپ کی خواہش کے پیچھے جو بھی وجہ تھی وہ اس وجہ سے خائف بھی تھا لیکن دل سے انا وقار جیسی لڑکی پھر بھی اچھی لگی تھی۔ وہ جتنی بھی بے وقوف تھی لیکن اپنی انا کے حصار میں اسی قدر مضبوط بھی۔ یہ منگنی اس کے بڑوں کی خواہش تھی لیکن اس نے اس رشتے کو دل سے قبول کیا تھا اور اب؟

''انکل چاہ رہے ہیں کہ وہ ایک بار پھر انا سے بات کریں' اگر وہ ان کی بات مان جاتی ہے تو ٹھیک ورنہ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ پھر کوئی حتمی فیصلہ کریں گے۔'' روشی کا لہجہ افسردہ تھا۔

''دیکھو روشی!! انکل اگر انا کو میرے لیے فورس کریں گے تو ان کو منع کردو' میں زبردستی کے رشتوں کا قائل نہیں ہوں۔ حماد اتنا بُرا لڑکا نہیں ہے اگر انا میرے مقابل اڑی ہے تو یقیناً وہ اس کی خواہش بن چکا ہوگا اور خواہشیں مر جائیں تو دل مر جاتے ہیں اور دل مرنے سے انسان کی بقا ممکن نہیں رہتی۔'' ولید کا لہجہ ایک دم مضبوط اور دو ٹوک تھا۔

''آپ اپنے حق میں دستبردار ہو رہے ہیں کیا؟'' روشی نے بے یقینی سے بھائی کو دیکھا۔

''یہی ہم سب کے حق میں بہتر ہے اور وقت کی ضرورت بھی۔ انا کو اس کے انتخاب کا حق دینا ہوگا ہمیں' یہ میری مردانگی اور میرے وقار کے منافی بات ہے کہ ایک لڑکی مجھے رد کرے اور اس کے باوجود میں اس سے رشتہ بنانے کی کوشش کروں۔''

''آپ اپنی نظر اندازی کی خاطر انا کو چھوڑ دیں گے۔'' روشی ایک دم افسردہ ہوئی۔

''نہیں اپنے وقار کی خاطر' میں زبردستی رشتے بنانے کا قائل نہیں ہوں۔ رشتوں میں جب تک دل کی وابستگی محبت اور لگاؤ نہ ہو رشتے نہیں چلتے۔ رشتے کچی ڈور کی مانند ہوتے ہیں جن کے ہر لمحہ ٹوٹ جانے کا خدشہ رہتا ہے' مجھے ایسا کوئی بھی رشتہ نہیں بنانا جس میں اعتماد اور خلوص نہ ہو۔'' ولید کا انداز حتمی اور فیصلہ کن تھا روشی نے رنجیدگی سے اپنے بھائی کو دیکھا تھا۔

''محبت چھین کر نہیں لی جاتی اور نہ ہی محبت زور وزبردستی کا نام ہے۔ محبت میں سب سے پہلا رشتہ جو بنتا ہے وہ اعتماد کا ہوتا ہے کہ آپ کسی پر کتنا اعتماد کرتے ہیں۔ پیار الفت یگانگت کی باتیں تو بعد کا حصہ ہوتی ہیں۔'' ولید کے الفاظ پر روشی نے اپنی نم آنکھیں صاف کی۔

''آپ کو دکھ تو ہوگا نا؟'' ولید مسکرایا۔ بڑی سنجیدہ پراذیت مسکراہٹ تھی۔

''شاید......'' اس نے کندھے اچکائے۔

''لیکن یہ دکھ وقتی ہوگا' میں کوئی ٹین ایج لڑکا نہیں ہوں کہ کسی چیز کے چھن جانے پر واویلا کروں۔ میں ایک میچور ایجوکیٹڈ پرسن ہوں اور مجھے اپنی سیلف ریسپیکٹ اپنی خودداری اور انا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے' اینڈ ڈیٹس آل۔'' روشی نے آنکھوں کی نمی اپنے دوپٹے میں جذب کی تھی۔

''مجھے ہمیشہ اس چیز کا دکھ رہے گا' کاش انا آپ سے محبت کرتی اور آپ کو سمجھنے کی کوشش کرتی۔'' ولید خاموش رہا تھا' روشی اٹھ کھڑی ہوئی' وہ جانے لگی تھی اور پھر کچھ یاد آنے پر رکی۔

''ایک بات کہنی تھی؟'' ولید نے سوالیہ دیکھا۔

''مجھے لگتا ہے کہ جیسے انا ہم سے کچھ چھپا رہی ہے' اسے فون پر کوئی دھمکیاں دیتا ہے۔ کوئی بلیک میل کر رہا ہے اسے۔'' وہ خود بھی الجھی ہوئی تھی جو ذہن میں تھا کہہ دیا' ولید چونکا۔

''کیا مطلب......کون بلیک میل کر رہا ہے؟''

''زیادہ تر اس کا موبائل بند رہتا ہے' آج شام جب میں اسے چائے کا کہنے گئی تھی تو کسی سے بات کر رہی تھی میں نے صرف چند ایک باتیں ہی سنی تھیں وہ کہہ رہی تھی کہ میں نہیں ڈرنے والی اب جو کرنا ہے کرلو۔ کوئی بلیک میلنگ کی بات ہو رہی تھی اور یہ بھی کہہ رہی تھی کہ وہ اب خاموش نہیں رہے گی سب کو بتا دے گی۔'' ولید نے بہت حیرت سے دیکھا۔

''یہ سب انا کہہ رہی تھی؟'' وہ یقین کرنے پر متامل تھا۔

''ہاں اور پھر اس نے کال بند کردی تھی وہ مجھے وہاں دیکھ کر ڈر گئی تھی مجھے تو یہی لگا' میں نے پوچھا بھی کہ کس کی کال تھی لیکن اس نے جواب ہی نہیں دیا۔'' روشی کے الفاظ پر ولید چونکا تھا۔ پہلے بھی کئی بار ایسا ہوا تھا کسی کی کال آتی اور انا کال کاٹ دیتی تھی یعنی کوئی اسے واقعی بلیک میل کر رہا تھا۔

ولید کو ایک دم شام کا واقعہ یاد آیا وہ انا کے پاس کھڑا تھا' جب اس کا موبائل بجا تھا۔ اس نے انا کا موبائل پکڑا تھا لیکن انا نے زبردستی موبائل چھین کر اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر دیوار کے ساتھ دے مارا تھا۔ جواباً اس کا ہاتھ اٹھ گیا تھا۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ انا نے ایسا محض غصے یا جذباتیت میں کیا تھا......لیکن نہیں......اس کے پیچھے کوئی لاجک تھی؟ کوئی کہانی تھی؟

''کون ہوسکتا ہے؟ اور بھلا انا کو کوئی بلیک میل کیوں کرے گا؟'' وہ ازحد حیران تھا۔

''بھائی میں بہت پریشان ہوں' جس طرح انا رات گئے تک گھر سے غائب رہی تھی اور پھر اس کا واپس آنا۔ اس کا نروس سسٹم بریک ہونا' سب سمجھتے ہیں کہ انا حماد کے ساتھ ہوگی لیکن میرا دل اس بات کو قبول نہیں کرتا۔ انا ایسی لڑکی نہیں ہے مجھے نہیں پتا وہ کس وجہ سے حماد کی طرف انوالو ہوئی ہے لیکن میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ انا کریکٹر کے لحاظ سے کوئی کمزور لڑکی نہیں ہے۔ انا کا غائب ہونا پھر رات گئے واپس آنا اور اس کے بعد نروس سسٹم کا بریک ہونا' اس سب کے پیچھے کوئی سولڈ ریزن ہے۔ ہمیں چاہیے تھا کہ ہم انا کا سیل چیک کرتے لیکن ہم نے ایسا نہ کیا' وہ ٹھیک ہوکر گھر آئی تو اس کا نمبر زیادہ تر بند رہنے لگا اور اس کے بعد اس کا ایک دم رشتے سے انکار اور پھر ایک دم حماد کا نام لینا' مجھے یقین نہیں ہے بھائی۔'' وہ واقعی آج سارا وقت اسی سب کو لے کر ازحد الجھ رہی تھی۔ ولید بھی ایک دم کنفیوژ ہو چکا تھا۔

روشی وکیل تھی' وہ بات کو وکیلوں والے انداز میں پرکھ رہی تھی وہ بزنس میں تھا لیکن یہ ساری باتیں اور روشی کے اٹھائے گئے پوائنٹس قطعی ایسے نہ تھے کہ ان کو نظر انداز کردیا جاتا۔

''کیا واقعی انا کسی وجہ سے بلیک میل ہو رہی تھی؟'' ولید کے اندر ایک دم سوال اٹھنا شروع ہو چکے تھے۔

''شام کے بعد انا سارا وقت کمرہ بند کیے رہی ہے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا ورنہ میں ایک بار اس کے کمرے میں ضرور جاتی اس سے ڈسکشن کرتی یا پھر اس کا موبائل چیک کرتی۔'' روشی کے کہنے پر ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

انا کا موبائل ٹوٹ چکا تھا اور وہ خود شاید روشی کو کچھ بھی نہ بتائے۔

''انا کا موبائل ٹوٹ چکا ہے۔'' ولید نے بتایا تو روشی چونکی۔

''کیسے؟'' جواباً ولید نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔

''اس کا مطلب ہے واقعی اس سب کے پیچھے کوئی وجہ موجود ہے جو انا ہم سے چھپا رہی ہے۔'' روشی کا انداز پُرسوچ تھا۔

''تم فکر مت کرو اب اس سب کا میں پتا لگا لیتا ہوں۔ تم ٹینشن نہ لو اپنی صحت کا خیال رکھا کرو نجانے یہ پاگل لڑکی کیا کچھ کر بیٹھی ہے اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ہم سب سے چھپا بھی رہی ہے، ہم سے جو اس کے سب سے زیادہ ہمدرد اور نزدیک ہیں۔ کاش وہ واقعی ہم پر اعتماد اور یقین کرسکتی تو حالات اس حد تک بگاڑ کا شکار نہ ہوتے۔'' ولید نے روشی کو دلاسہ دیا تو اس نے ایک گہرا سانس لیتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

❁......❁......❁

وہ صفدر کی بیوی کو بغیر کوئی جواب دیئے وہاں سے آ گئے تھے اپنی بیوی اور بچوں میں آ کر پرسکون ہونا چاہتے تھے لیکن نجانے اس بار دل کو کیا ہوا تھا کہ اپنے جان سے پیارے بچوں میں آ کر بھی دل کو سکون نہیں مل رہا تھا۔ ہر بار زیبن کا چہرہ نگاہوں میں آ جاتا تو دل ہر چیز سے اچاٹ ہونے لگتا تھا۔ ایک شادی شدہ پانچ بچوں کا باپ اور دل کی یہ حالت تھی۔ کبھی کبھار انہیں اپنے مزاج پر حیرت ہونے لگتی تھی کہ گویا وہ واقعی اتنے دل پھینک انسان تھے جو ایک چہرے نے اس طرح سے جکڑ لیا۔

نہ اپنا خاندان یاد رہا تھا نہ اپنا حسب نسب اور نہ ہی اپنی امیری۔ وہ لڑکی کیا تھا ایک ٹوٹے پھوٹے گھر کی مکین جس کی اضافی خوبی صرف اس کا حسین ہونا تھا تو کیا وہ واقعی صرف اس لڑکی کے حسن پر مر مٹے تھے...... لیکن ہر بار دل کو کھنگالنے پر بس یہی جواب ملا تھا کہ ایسا نہیں ہوا۔ وہ نہ دل پھینک تھے اور نہ ہی رنگین مزاج' وہ عمر جس میں لڑکے دل پھینک ہوتے ہیں ان کے دل نے انہیں کبھی شرمندہ نہیں کروایا تھا تو پھر اس عمر میں آ کر جہاں ان کی بیوی کے علاوہ پانچ بچے تھے وہ کیسے بہک جاتے۔

یقیناً یہ معاملہ اور تھا' وہ بمشکل ہی گاؤں میں ٹک سکے تھے فوراً شہر چلے آئے تھے ان کا رخ صفدر کے گھر کی طرف تھا۔ ہمیشہ کی طرح وفادار ملازم بخشو ساتھ تھا' بخشو ان کے بچپن کا ساتھی ان کا خاص وفادار ملازم تھا۔ وہ ہمہ وقت ان کے ہمراہ رہتا تھا۔

دستک دینے پر جس چہرے نے دروازہ کھولا تھا حیات علی کو لگا گویا دل کی خواہش پوری ہوگئی ہو۔ زیبن دروازہ کھول کر دروازے کی اوٹ میں ہوگئی تھی۔

''جی؟'' آنے والے اس نیک دل چوہدری کو وہ بھی جانتی تھی جس نے اسے اس کے لالچی باپ کو پیسے دے کر ایک جواری کی دلہن بننے سے بچا لیا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ نیک دل جاگیردار اس کے گھر کے چکر بار بار کیوں کاٹتا ہے وہ کون سا مقصد ہے جس کے سبب وہ یہاں بھاگا چلا آتا ہے؟

''صفدر......'' کچھ نہ سوجھا تو اس کے باپ کا نام لیا۔

''ابا تو گھر پر نہیں ہے۔'' دھیمی آواز میں بتایا گیا۔

''اور تمہاری ماں؟''

''اماں تو بیمار ہے' بستر پر پڑی ہوئی ہے۔''

''اچھا' اپنی اماں سے پوچھو کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟'' اب تک وہ جتنی بار آئے تھے صفدر خود گھر کے اندر لے کر گیا تھا۔ اس بار خود سے اندر جانا اور دروازے سے ہی پلٹ جانے کو دل نہیں مانا تھا۔

''میں اماں سے پوچھتی ہوں۔'' وہ اندر چلی گئی اور بخشو گاڑی میں' وہ خود دروازے پر انتظار کر رہے تھے۔

''اماں کہتی ہے اندر آ جائیں۔'' کچھ پل بعد وہ پھر چلی آئی تھی۔

وہ بخشو کو وہیں رکنے کا کہہ کر زیبن کے پیچھے ایک دوسرے کمرے میں چلے آئے تھے۔ یہ کمرہ پہلے والے کمرے سے بھی زیادہ بُری حالت میں تھا۔ وہاں دو چار پائیاں تھیں ایک پر زیبن کی ماں لیٹی ہوئی تھی' دوسری پاس پڑی ہوئی تھی۔ زیبن کی ماں دروازے کو ہی دیکھ رہی تھی' انہوں نے سلام کیا تو سر کے اشارے سے جواب دیا' وقفے وقفے سے کھانسی کا دورہ پڑ رہا تھا۔

''بڑی دیر کی صاحب آنے میں' میں تو روز انتظار کرتی تھی۔'' اس کے لہجے میں آس تھی اور آنکھوں میں امید' کہہ کر وہ پھر کھانسنے لگی تھی۔ حیات علی کا دل سکڑ کر سمٹا تھا۔

وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آ تو گئے تھے لیکن ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا اگر وہ صرف شادی شدہ ہوتے تو شاید کچھ سوچتے بھی لیکن یہاں بات تو ان بچوں کی تھی جو ان کی نسل کے امین تھے۔

''آپ کیسی ہیں؟'' زیبن کی ماں بالکل کمزور اور نحیف ہو چکی تھی' بستر پر پڑی بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ لگ رہی تھی۔

''زندگی سے اب کوئی امید نہیں' بس زیبن کی فکر کھائے جا رہی ہے ورنہ مرنے میں گھڑی نہ لگتی۔'' دروازے کی چوکھٹ میں کھڑی بیٹی کی طرف بڑی آس بھری نگاہ ڈالی تھی۔

''کیا ہوا ان کو...... کسی ڈاکٹر کو دکھایا؟'' حیات علی نے پلٹ کر زیبن کو دیکھا۔

''گلی والا ڈاکٹر دیکھنے آتا ہے لیکن دو دن سے وہ بھی نہیں آ رہا۔''

''کیوں؟''

''دوائی کے لیے پیسے ختم ہو گئے ہیں۔'' حیات علی نے ایک گہرا سانس لیا۔

''کب سے ہے طبیعت خراب؟''

''ہفتہ ہو گیا ہے۔'' حیات علی نے خود آگے بڑھ کر زیبن کی ماں کی کلائی تھامی تو جسم بخار سے تپ رہا تھا۔

''ان کو ڈاکٹر کو دکھانا ہوگا۔'' انہوں نے کہا۔

''میں ٹھیک ہوں' بس صفدر کی بے حسی کا قرض چکا رہی ہوں بیٹا! اب تم ایک مرتی ہوئی ماں پر احسان کرو' کسی ایسے بندے کا بندوبست کرو جس کو میں اپنی بیٹی سونپ کر آرام سے مر سکوں۔ تم نیک دل انسان ہو پوری دنیا میں کوئی بھروسے کے قابل نہیں لگا جس پر اپنا بوجھ ڈال کر آنکھیں بند کرسکوں۔'' روتے ہوئے کہا تو حیات علی کا دل ایک دم سکڑا تھا پھر وہ فیصلہ لمحوں میں ہوا تھا۔

''میں ان کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جا رہا ہوں' دروازہ بند کر کے تم بھی ساتھ چلو۔'' زیبن سے کہہ کر وہ اس کی ماں کی طرف بڑھے تھے' زیبن کی مدد سے انہوں نے اسے گاڑی میں بیٹھایا' زیبن بھی بھاگ کر دروازے بند کرتی ان کے ساتھ آ گئی تھی۔ ڈاکٹر مریضہ کی حالت سے مطمئن نہ تھے ہسپتال میں داخل کروانے کو کہا تھا اس لیے حیات علی نے فوراً اسپتال داخل کروا دیا تھا۔ مختلف ٹیسٹ اور رپورٹ کے بعد ٹی بی کی تشخیص ہوئی تھی۔ ٹی بی کا سنتے ہی زیبن کا رونا دھونا شروع ہو گیا تھا۔ حیات علی اسے تسلی دلاسے دیتے رہے تھے۔

''تمہارے والد کہاں ہیں اور کب تک آ جائیں گے؟'' کچھ دیر بعد زیبن سے پوچھا۔

''پتا نہیں' جس دن آپ ابا کو پیسے دے کر گئے تھے۔ اس سے اگلے دن ابا اور اس کے دوست کا جھگڑا ہوا تھا' ابا نے آپ سے زیادہ رقم لی تھی اور اپنے دوست کو تھوڑی رقم دی تھی۔ اماں نے بھی ابا کو سمجھایا تو ابا ساری رقم لے کر گھر سے چلا گیا تھا' اس دن کے بعد ابا کا کوئی پتا نہیں۔ ابا کا دوست روز آ کر اماں کو تنگ کرتا ہے اسی دن سے اماں بیمار ہے' بیمار تو

بہت عرصے سے ہے لیکن اس دن سے اماں چارپائی کی ہوکر رہ گئی تھی۔" ساری کہانی سامنے تھی' حیات علی نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔ بخشو کو کچھ سمجھایا اور خود صفدر کی بیوی کے پاس چلا آیا تھا۔

"صاحب! مجھ غریب کو یہاں کیوں لے آئے ہو آپ تو چلے جاؤ گے میں بھلا بعد میں کہاں سے یہاں کے بل دیتی رہوں گی۔" کھانستے ہوئے اس نے کہا۔

"میں سارے بل ادا کرچکا ہوں' کھانا وغیرہ ہر چیز میسر ہوگی۔" حیات علی نے تسلی دی تو وہ رونے لگی۔

"آپ کے مجھ پر بہت سارے احسانات ہیں صاحب! اللہ آپ کو سدا خوش رکھے' بس ایک آخری احسان اور کردو کسی اچھے سے انسان کا بندوبست کردو مجھے اب اپنی زندگی کی کوئی امید نہیں۔ میں مرگئی تو میری زہین کو صفدر اور اس کے آوارہ دوست لوٹ کا مال سمجھ لیں گے۔" صفدر نے آپ کو اور اپنے دوست دونوں کو دھوکہ دیا ہے' وہ گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے واپس آتا بھی ہے یا نہیں۔ اس کا جواری دوست روز شور ہنگامہ کرنے آجاتا ہے' وہ زبردستی زہین سے شادی کرلے گا۔"

"آپ فکر مت کریں' زہین کو کچھ نہیں ہوگا۔ میں ابھی اور اسی وقت اس سے شادی کو تیار ہوں۔" چوہدری حیات علی نے پورے ہوش و حواس میں اپنی رائے کا اظہار کیا تو زہین کی ماں تو گویا ایک دم کھل اٹھی تھی۔

❁......❁......❁

انا اگلے دن کالج آئی تھی' شہوار موجود نہ تھی وہ پریشان ہوگئی۔ نجانے کیا وجہ تھی جو شہوار کالج نہیں آرہی تھی اور اس کی کوئی خیر خبر بھی نہ تھی۔ واپسی پر اس نے سوچا کہ شہوار کے گھر کا چکر لگائے گی۔

اس نے جب منصور خان کو شہوار کے گھر چلنے کا کہا تو اس نے ایک دم انکار کردیا۔

"بڑے صاحب اور بیگم صاحبہ نے سختی سے منع کر رکھا ہے کہ آپ کو کہیں بھی لے کر نہیں جانا۔"

"کیوں؟" وہ اس پابندی سے ششدر رہ گئی تھی۔

"مجھے بس حکم ملا ہے وجہ نہیں بتائی۔" ڈرائیور کے سامنے عجیب سبکی کا احساس ہوا تھا۔

"لیکن میں تو شہوار کے ہاں جانا چاہتی ہوں۔"

"صاحب نے سختی سے منع کیا ہے' بھلے وہ شہوار بی بی کا ہی گھر کیوں نہ ہو' صاحب نے کہہ رکھا ہے کہ آپ اکیلی نہیں جاسکتیں۔" انا کے اندر ایک دم انتہائی ذلت کا احساس پیدا ہوا تھا۔ وہ لب بھینچ کر بیٹھی رہی تھی۔ موبائل ٹوٹ چکا تھا۔ وہ شہوار سے رابطہ بھی نہیں کرسکتی تھی۔ وہ گھر آئی تو اندر باہر سے جھلس رہی تھی۔ جی چاہ رہا تھا کہ ہر چیز کو تہس نہس کردے۔ یعنی اس کے والدین کو اب اس پر اعتبار نہیں رہا تھا۔ ایسا دکھ تھا کہ دل چاہ رہا تھا کہ اپنا آپ ختم کر ڈالے۔ شام تک وہ کمرے سے نہیں نکلی تھی۔

صبوحی گھر آئیں تو روشی نے بتایا کہ وہ مسلسل کمرے میں بند ہے' کل رات سے کھانا پینا بھی بند ہے' پتا نہیں کالج میں بھی کچھ کھایا تھا کہ نہیں۔ صبوحی کے اندر شدید اذیت کی لہر اٹھی تھی۔

انہیں اپنی یہ عزیز از جان اکلوتی بیٹی اب اپنی زندگی کا بہت بڑا امتحان محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ اس کے کمرے میں آئیں تو دروازہ لاک تھا' دستک دی تو جواباً انا کی آواز سنائی دی تھی۔

"کہا نا مجھے نہیں کھانا پینا' اس لیے اب کوئی ادھر آیا تو میں اس کا سر پھاڑ دوں گی۔" صبوحی نے گہرا سانس لیا۔ انا ایسی تو نہ تھی۔

"انا! دروازہ کھولو میں ہوں......" انہوں نے قدرے اونچی آواز میں کہا تو کچھ لمحوں بعد دروازہ کھل گیا تھا۔

غزل

عجب مشکل پڑی ہے شہر جاں پر
لگی ہے بس نگاہ آسماں پر
ہماری آزمائش لینے والو
کرو احسان قلب ناتواں پر
وہی آوارگی قسمت میں میری
وہی بجلی گری ہے آشیاں پر
کہیں نہ ڈوب جائے دل کی دنیا
ابھی تک ضبط ہے اشک رواں پر
میری ماں کی دعا ہی کام دے گی
میں گھر سے چل پڑا ہوں امتحاں پے
نہیں ہر عرض مجھے منظور رانا
کوئی الزام آئے مہرباں پر

قدیر رانا...... راولپنڈی

وہ اس کے کمرے میں آئیں تو ہر چیز تہس نہس تھی۔ انہوں نے تاسف بھری نگاہ کمرے پر ڈال کر انا کو دیکھا' وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی تھی۔

"یہ سب کیا ہے انا! کیوں کررہی ہو تم ایسا؟" انہوں نے برہمی سے پوچھا تو انا نے پلٹ کر دیکھا۔ عجیب سی شکست خوردہ' بکھری سی لگی تھی وہ انہیں' روئی سوجی آنکھیں' متورم چہرہ۔

"آپ لوگوں کو مجھ پر اب اعتبار نہیں رہا' آپ سب کے نزدیک میں ایک ناقابل اعتبار لڑکی ہوں۔" جواباً اس نے کہا تو صبوحی نے گہرا سانس لیا۔

"بات آپ لوگوں تک رہتی تو ٹھیک تھا' لیکن دکھ تو یہ ہے کہ مجھے اپنے ہی گھر کے ڈرائیور کی نظروں سے گرانے کی کوشش کی گئی ہے یہ کہہ کر کہ انا بی بی کہیں بھی اکیلی نہیں جاسکتی۔" اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

"یہ سب ہم تمہاری سکیورٹی کے لیے کررہے ہیں بیٹا۔" انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھنا چاہا تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔

"نہیں چاہیے مجھے ایسی سکیورٹی' جس میں بے اعتباری ہو۔ اگر میں اتنی ہی ناقابل اعتبار ہوچکی ہوں تو مجھے کالج کیوں جانے دے رہے ہیں' گھر کیوں نہیں بٹھالیا۔" وہ زور سے چیخی تھی' تبھی دروازے میں سے اندر داخل ہوتے وقار نے نہایت ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"تمیز سے بات کرو انا۔" بہت برہمی سے کہا تھا۔ باپ کو دیکھ کر وہ لب بھینچ گئی تھی۔

"جو کچھ تم کرچکی ہو اس کے بعد تم اعتبار یا یقین کی بات کرو تو احمقانہ سی بات ہے۔ ہم بہت حوصلے سے تمہاری یہ ساری بدتمیزیاں جھیل رہے ہیں' یہی کافی ہے۔" وہ باپ کے سامنے سر جھکا کر کھڑی رہی تھی۔

"زندگی ایک دم سے عذاب بنادی ہے تم نے' آخر کیا کمی ہے ولید میں کیوں کررہی ہو تم یہ سب؟" پھر وہی سوال

تھے۔انا کا جی چاہا کہ خود کو شوٹ کرلے۔

"اگر تم حماد جیسے لڑکے کو ولید کے مقابل لاکر ہمیں یہ باور کروانا چاہتی ہو کہ ہم تمہارے فیصلے کو اہمیت دیں تو غلط کررہی ہو۔ولید کی جگہ ہم کسی کو نہیں دے سکتے۔" انا نے خاموشی سے باپ کو دیکھا۔

"اس لیے اب یہ جذباتیت ختم کرو اور نارمل لوگوں کی طرح زندگی گزارنا سیکھو'تم اب بچی نہیں رہی کہ تمہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہم ڈکٹیٹ کرتے پھریں۔" انداز میں تحکم تھا۔

"میں آج کل میں تمہاری اور ولید کی شادی کی تاریخ فائنل کررہا ہوں'اب اگر تم نے کوئی ری ایکٹ کیا تو میں سمجھوں گا کہ میری کوئی بیٹی ہی نہ تھی۔حماد یا ہم میں سے کسی ایک کو چننا ہوگا۔انتخاب تمہارا ہوگا'ہم بھی صبر کرلیں گے اور بہت سے زندہ مرجانے والوں پر انسان آخر کار صبر کر ہی لیتا ہے۔" انداز فیصلہ کن تھا۔صبوحی نے ڈر کر شوہر کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں چٹانوں کی سی سختی تھی'انہوں نے انا کو بھی دیکھا وہ لب بھینچے کھڑی تھی۔

"تمہارے پاس کل کا دن ہے'اچھی طرح سوچ لینا اور پھر جواب دینا۔" وہ پلٹے اور پھر رکے تھے۔

"حماد کا انتخاب کروگی تو پھر ہم سب سے سب رشتے توڑ کر جانا ہوگا۔" انداز اٹل اور فیصلہ کن تھا'وہ کمرے سے نکل گئے تھے'انا خاموشی سے زمین پر بیٹھی چلی گئی تھی۔

"انا......دیکھو بیٹا! زندگی میں اونچ نیچ ہوجاتی ہے'والدین اولاد کی بہت سی خطائیں معاف کردیا کرتے ہیں۔تم اپنے پاپا کی بات مان لو وہ بالکل بھی خفا نہیں رہیں گے۔" انا خاموشی سے گھٹنے پر سر ٹکا گئی تھی۔اس کا انداز سپاٹ اور بے حس تھا'صبوحی کا جی چاہا کہ ایک دم اسے جھنجوڑ دیں۔

"ولید ایک بہت ہی قابل انسان ہے کوئی بھی لڑکی اس کے ساتھ پر فخر کرسکتی ہے۔"

"لیکن میں اس قابل انسان کے لائق نہیں ہوں اور میں اس کے ساتھ پر فخر کرنے والوں کی لائن میں شامل نہیں ہوسکتی۔" انا کا انداز اٹل اور سپاٹ تھا۔

صبوحی کو لگا جیسے کسی نے ان کا دل مٹھی میں لے کر بھینچ دیا ہو۔

"پاپا کو کہہ دیں حماد ان کو قابل قبول نہیں تو ٹھیک ہے کسی بھی اپنے پسندیدہ انسان کے ساتھ لمحوں میں مجھے اس گھر سے نکال دیں'مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن ان کی اس پسندیدہ انسان کی لسٹ میں ولید ضیاء نہیں ہوگا۔" روشی کے ساتھ اندر آتا ولید وہیں رک گیا تھا۔

"مجھے کبھی بھی ولید ضیاء قبول نہیں'نہ آج اور نہ کل۔" ولید ایک دم تیزی سے واپس پلٹا تھا۔روشی نے بہت دکھ سے اپنے بھائی کو جاتے دیکھا تھا۔صبوحی نے تاسف سے اپنے سامنے بیٹھی انا کو دیکھا جو گھٹنوں میں منہ دے کر ایک دم بُری طرح رودی تھی'ان کے اندر اسے اس طرح روتے دیکھ کر سمیٹ لینے کی خواہش پیدا نہیں ہوئی تھی۔وہ بہت اذیت بھری نگاہ ڈال کر وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔انا فیصلہ کرچکی تھی وہ جانتی تھی وقار احمد بھی ایک فیصلہ کرچکے ہیں اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتی تھیں کہ یہ دونوں اپنے اپنے فیصلوں سے اب کبھی بھی نہیں ہٹیں گے'ان کے اندر کی ماں ایک دم تڑپی تو وہ چہرے پر ہاتھ رکھ کر اپنی ہچکیوں کا گلہ دباتیں تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھیں۔

روشی نے خاموشی سے انہیں جاتے دیکھا اور پھر وہ بھی پلٹ آئی تھی۔وہ جانتی تھی اس وقت اس کی کہی کوئی بھی بات انا پر اثر نہیں کرے گی وہ انا کا فیصلہ جان کر خود بھی دکھی تھی۔اسے انا پر غصہ بھی آرہا تھا اور ترس بھی۔کاش وہ اپنے بھائی کے لیے انا سے لڑسکتی'روشی کے اندر بہت کچھ بہت شدت سے ٹوٹا تھا۔

❁......❁......❁

ہادیہ رابعہ سے ملنے آئی تھی‘ سہیل اور ابوبکر کسی کام سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ رابعہ اسے اپنے کمرے میں لے آئی‘ وہ اسے اپنے جہیز کی اشیاء دکھانے لگ گئی تھیں۔ ابوبکر نے جہیز لینے سے منع کردیا تھا وہ اپنا گھر خود ڈیکوریٹ کررہا تھا‘ تاہم ثریا بیگم نے اپنے ابوبکر کے منع کرنے کے باوجود کافی کچھ تیار کرلیا تھا۔

کپڑوں اور زیورات کے علاوہ الیکٹرانکس کی اشیاء اور گھر کی سجاوٹ کے لیے فرنیچر وہ دے رہے تھے۔ ابوبکر نے بہت منع کیا لیکن پھر ان کی محبت کے سامنے بے بس ہوگیا تھا۔

”کتنی عجیب سی بات ہے میں ابھی تک اپنے ہونے والے جیجاجی کو ہی نہیں دیکھ سکی۔“ کپڑے اور زیورات دیکھتے ہادیہ نے حسرت سے کہا۔

”ماشاء اللہ ابوبکر بہت ہی پیارا انسان ہے‘ ہماری رابعہ کے ساتھ تو بہت ہی جچے گا۔“ بھابی نے محبت سے کہا تو رابعہ مسکرادی۔

”خالی خولی تعریفوں سے کام نہیں چلے گا بلکہ میں تو ان سے ملے بغیر آج ٹلنے والی نہیں۔ کتنی حیرت کی بات ہے نا‘ شادی میں محض چند دن باقی ہیں اور ابھی تک مجھے جناب عزت مآب دلہا صاحب سے شرف ملاقات ہی حاصل نہیں ہوسکا۔“

”ہاں تو وہ سہیل کے ساتھ کسی کام سے نکلا ہے‘ کچھ دیر میں آجاتا ہے تو مل لینا۔“ بھابی نے چیزیں سمیٹتے کہا تو اس نے سر ہلادیا۔

”تمہارے آفس سے کون کون آئے گا رابعہ؟“ بھابی نے جاتے جاتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

”کیوں...... تم نے انوائٹ نہیں کیا؟“

”چند ایک لوگوں کو بلایا ہے اور سر کو بھی کارڈ دے دیا تھا‘ زیادہ کو میں نے نہیں بلایا۔“

”تم چائے پیو گی؟“ بھابی سامان سمیٹ چکی تھیں رابعہ کو چائے کی طلب ہورہی تھی اس نے ہادیہ سے پوچھا۔

”بالکل۔“

رابعہ چائے بنانے باہر آگئی تھی وہ ابھی کچن میں چائے تیار کررہی تھی جب ابوبکر اور سہیل بھائی چلے آئے تھے۔ سہیل بھائی باہر سے بیکری کا سامان لائے تھے‘ شاپر لاکر اسے تھمادیے تھے۔

”ہمارے لیے بھی چائے لانا گڑیا!“ سہیل بھائی نے آواز لگائی تو اس نے سر ہلادیا۔

ابھی گھر میں مہمان آنا شروع نہیں ہوئے تھے ابوبکر ابھی ادھر ہی تھا‘ اسے ایک دو دن میں اپنے گھر شفٹ ہونا تھا‘ دونوں کا آمنا سامنا صرف سلام دعا کی حد تک تھا۔

وہ سب کے لیے چائے لائی تھی آج ماموں بھی گھر پر تھے۔ اس نے ٹرے لاکر صحن میں ٹیبل پر رکھ دی ابوبکر ماموں اور سہیل بھائی وہیں موجود تھے‘ اماں بھی نماز پڑھ کر وہیں آگئی تھیں۔

”چائے تیار ہے آجائیں سب۔“ اپنے کمرے میں موجود بھابی اور ہادیہ کو کہا۔

”خالی چائے یا کچھ کھانے کو بھی ہے۔“ ہادیہ کو بھوک لگ رہی تھی۔

”فکر نہیں کرو تمہاری بھوک مٹانے کا سارا سامان موجود ہے۔“ اس نے ہنس کر کہا۔

”باہر آجاؤ‘ سبھی صحن میں ہیں اسی بہانے تم ابوبکر سے بھی مل لوگی‘ وہ اور بھائی ابھی آئے ہیں۔“

”ارے واقعی۔“ ہادیہ ایک دم ایکسائٹڈ ہوئی۔

”بالکل۔“ وہ مسکرائی۔

غزل

خواب اس طرح بھی ٹوٹ جاتے ہیں
لوگ اس طرح بھی بدل جاتے ہیں
جن سے ہوتی ہیں بہت سی امیدیں وابستہ
وہ اس طرح پل بھر میں ساتھ چھوڑ جاتے ہیں
کردو اگر کسی کے لیے اپنی زندگی بھی وقف
لیکن وہ لوگ درد پھر بھی بہت دیتے ہیں
جن کو بھی چاہتے ہیں ہم بڑی شدت سے
وہ اتنی ہی شدت سے دور ہوجاتے ہیں
ہم نے تو چاہنا ہی چھوڑ دیا ہے اب کسی کو
کہ وہ لوگ بہت جلد بچھڑ جاتے ہیں

شائزہ مغل (غزل خانم)......

ہادیہ کھڑی ہوئی تھی اپنے کپڑے درست کرتے وہ باہر نکلی تھی۔ ہادیہ کے عقب میں وہ بھی تھی‘ دونوں چلتی ہوئی صحن میں آگئی تھیں۔

”کہاں ہے ابوبکر؟“

”یہ سہیل بھائی کے ساتھ بیٹھے ہیں؟“ سہیل بھائی اور ابوبکر دونوں کی ان کی طرف سے پشت تھی۔

”چلو میں خود جاکر سلام دعا کرلیتی ہوں۔“ ہادیہ چند قدم آگے بڑھ کر ان کے پاس آرکی تھی۔

”السلام علیکم۔“ اس نے سہیل اور ابوبکر کو سلام کیا۔ ابوبکر نے ایک دم سر اٹھا کر دیکھا تھا‘ ہادیہ اپنی جگہ ساکت سی ہوگئی تھی۔

”ابوبکر......“ اس کے لب پھڑپھڑائے تھے۔ ابوبکر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تو وہ اپنی جگہ پتھر کی بن گئی تھی۔

❁......❁......❁

نکاح کے سارے انتظامات بخشو نے کیے تھے‘ وہی گواہان کا بندوبست کرتا رہا تھا۔ نکاح کی کارروائی ہاسپٹل میں ہی سرانجام دی گئی تھی۔ زہین کی ماں نکاح کے بعد ایک دم پرسکون ہوگئی تھی۔ حیات علی نکاح کے وقت بہت سنجیدہ تھے تاہم زیب النساء عرف زہین کو پاکر وہ مطمئن بھی تھے۔ زیب النساء کی ماں کو چند دن ہاسپٹل ایڈمٹ رہنا تھا وہ زہین کو لے کر اپنے چھوٹے سے فلیٹ میں آگئے تھے۔

فلیٹ اگرچہ چھوٹا سا تھا لیکن خوب صورتی سے سجا ہوا تھا۔ زہین اس نئے رشتے کے سبب شرمائی شرمائی سی تھی‘ وہ حیات علی سے بہت جھجک محسوس کررہی تھی۔ وہ اسی سادہ سے حلیے میں ملبوس تھی جس میں وہ حیات علی اور اپنی ماں کے ساتھ ہاسپٹل آئی تھی۔

”بیٹھو۔“ وہ اسے اپنے بیڈروم میں لے آئے تھے۔ وہ جھجکتے ہوئے بیٹھ گئی۔

”کچھ کھاؤ گی؟“ حیات علی نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلادیا جبکہ شدت سے بھوک لگی ہوئی تھی‘ رات سے کچھ نہیں کھایا تھا اس نے۔

''تم بیٹھو میں آتا ہوں۔'' وہ اسے کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔
ان کے جانے کے بعد وہ اطمینان سے اس سجے سجائے سے کمرے کو دیکھنے لگی تھی۔ کمرے میں بیڈ کے علاوہ ایک الماری اور ڈریسنگ ٹیبل بھی تھی' کونے میں ایک صوفہ بھی موجود تھا' کمرہ نفاست سے سجا ہوا تھا۔
کچھ دیر بعد وہ آئے تھے ان کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں چائے اور کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ لگتا تھا چائے خود تیار کی تھی اور کھانے کی چیزیں باہر سے لائے تھے۔
''یہ لو چائے پیو۔'' انہوں نے کپ اٹھا کر زیبن کو دیا تو اس نے جھجکتے ہوئے تھام لیا تھا۔ انہوں نے چائے کے دوران زیب النساء کو اپنے بارے میں کافی کچھ بتادیا تھا' اپنے خاندان' بیوی اور بچوں سے متعلق ہر بات۔
''آپ کے گھر والے تو مجھے دیکھ کر بہت ناراض ہوں گے۔'' وہ سب سننے کے بعد پہلی بار مکمل جملہ ادا کر پائی تھی۔
''فی الحال تو میں وہاں کسی کو بھی نہیں بتا رہا' بابا جان تو بہت ناراض ہوں گے کوئی مناسب موقع دیکھ کر بات کروں گا۔ وہ غصے کے بہت تیز ہیں' ہمیشہ اپنی منواتے ہیں۔ سب ان کے فیصلوں کو اہمیت دیتے ہیں' میری کم عمری کی شادی بھی ان کے فیصلہ کا نتیجہ تھی۔'' حیات علی نے بتایا تو زیب النساء کا خوف کچھ اور بڑھ گیا تھا۔
وہ صاف محسوس کرسکتی تھی کہ آنے والی زندگی اس کے لیے مزید مشکل ہوسکتی ہے۔ حیات علی اچھے انسان تھے' بہت سادہ اور نرم مزاج۔
اگلے دن تک زیب النساء پر ان کی شخصیت کے بہت سے مثبت پہلو وا ہوئے تھے جن میں ایک پہلو یہ بھی تھا کہ وہ بہت محبت کرنے والے انسان ہیں۔ وہ اپنی ماں سے ملنے ہاسپٹل گئی تھی اس کی ماں اسے خوش دیکھ کر ایک دم مطمئن ہوگئی تھی۔
حیات علی کو گاؤں واپس جانا تھا لیکن یہاں زیب النساء اور اس کی ماں کی بھی ذمہ داری تھی۔ وہ زیب النساء کو تسلی دلاسے دے کر بخشو کو دونوں کا خیال رکھنے کا کہہ کر گاؤں واپس لوٹ آئے تھے اور پھر زیب النساء کا انتظار شروع ہوگیا تھا۔

❀......❀......❀
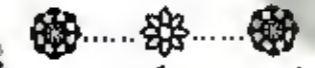
ہادیہ کچھ کہے بغیر واپس پلٹی اور تیزی سے واپس رابعہ کے کمرے میں آ گئی تھی۔
''کیا ہوا؟'' ہادیہ کا ری ایکشن ایسا تھا کہ رابعہ بھی الجھ گئی تھی۔ وہ بھی پیچھے چلی آئی تھی۔
''تم تو ابوبکر سے ملنا چاہتی تھیں نا؟'' ہادیہ ایک دم بے جان انداز میں بستر پر گر گئی تھی۔
''وہی ابوبکر جس کی میں کئی سالوں سے منتظر تھی۔'' اگلا جملہ ایسا تھا کہ رابعہ کو لگا کہ جیسے اس کے اعصاب پر کسی نے بم پھوڑ دیا ہو۔ وہ ایک دم منہ پر ہاتھ رکھے دیوار کے ساتھ جا لگی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

ہے اگرچہ شہر میں اپنی شناسائی بہت
پھر بھی رہتا ہے ہمیں احساس تنہائی بہت
اب یہ سوچا ہے کہ اپنی ذات میں سمٹے رہیں
ہم نے کر کے دیکھ لی سب سے شناسائی بہت

جون کی چلچلاتی دھوپ جسم و جاں کو جھلسائے دے رہی تھی' سوا نیزے پر سورج کی قہر برساتی کرنیں آنکھوں میں سوئیاں چبھو رہی تھیں' اس کا پورا وجود لق و دق سڑک پر پسینے میں شرابور تھا۔ چادر کے اندر کپڑے تربتر ہوگئے تھے' لو کے تھپیڑوں کی وجہ سے راستے بھی سنسان ہو رہے تھے۔ اکا دکا لوگ تھے' جنہیں اشد ضرورت آگ برساتے موسم میں بھی باہر نکلنے پر مجبور کیے ہوئی تھی جو چھوٹی چھوٹی دکانیں اور ٹھیلے تھے ان پر بھی آگے کپڑوں کے چھجے بنالیے گئے تھے تاکہ تپش کم محسوس ہو۔ آئس کریم' گولہ گنڈے اور فالسے والے آوازیں لگا رہے تھے۔
حلق اور خشک ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا' زوار کے ننھے ہاتھ پر اس کی گرفت اور مضبوط ہوگئی تاکہ کوئی ضد اس کے سوکھے لبوں پر پیاس بن کر نہ مچل جائے۔ باقی چار بچے اس کے ساتھ ناک کی سیدھ میں چل رہے تھے۔
''مما...... گولہ گنڈا لے لوں' پیاس لگی ہے۔'' شایان منمنایا' وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ باقی بھی منتظر نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگے کہ اقرار کا کوئی جھونکا ان پانچوں کے دلوں میں سرشاری بکھیر دے۔
''نہیں۔'' بہت مضبوطی سے انکار کیا۔ ''بس تھوڑی ہی دیر میں گھر آجائے گا ابھی تو آنٹی کے گھر سے کولڈ ڈرنک پی کر نکلے ہو۔'' پانچوں کے چہرے مایوس ہوکر لٹک گئے۔
''تھوڑی دور کہاں ہے مما! ابھی بھی بیس منٹ کا سفر تو ہوگا' آنٹی کرایہ دے رہی تھیں لے لیتیں تو ابھی ہم رکشے میں پہنچ بھی جاتے۔'' نازش اپنے بڑے پن کی وجہ سے کچھ بولنے کا حق محفوظ رکھتی تھی۔
''تمہارے خیال میں میرے پاس کرائے کے پیسے نہیں' ارے تم ہی لوگوں کے لیے بچا کر رکھتی ہوں تاکہ کسی کی کاپی' پنسل' کسی کی جیومیٹری کی ضروریات پوری کرسکوں۔ بچا نے پیسے دیئے تھے لیکن پیدل چل لینے سے ان پیسوں کی بچت کام آجاتی ہے' چھوٹی چھوٹی ضروریات کے لیے ہر وقت ان کے سامنے کھڑے ہوجانے سے بہت پریشانی ہوتی ہے مجھے۔

پتا نہیں ان کے پاس پیسے ہوں کہ نہ ہوں۔'' بے بسی اور گرمی کی شدت نے آنکھوں میں بھی نمی بھردی تھی۔

''مما...... میرے پاس پیسے ہیں' آنٹی نے دیئے تھے آتے وقت۔'' زوار پھر منمنایا تو دل چاہا ایک زور دار جھانپڑ سے اس کا دماغ درست کردے لیکن اس وقت ایسا کرنا آ بیل مجھے مار کے مصداق ہوجاتا۔ وہ بھری سڑک پر حلق کا آخری دہانہ تک پھاڑ کر رونے بیٹھ جاتا۔ ایسے میں خاموشی کا زہر اپنے اندر اتار لینا مناسب سمجھا' قدم میں جو تیزی آئی تو پاؤں الٹ گیا۔

''اُف......'' چھوٹا سا پتھر ہڈی میں چبھ کر بلبلانے پر مجبور کرگیا۔ زوار کا ہاتھ چھوٹ گیا' وہ تکلیف کے احساس سے بیٹھتی چلی گئی۔

''کیا ہوا...... کیا ہوا مما!'' سب کے سب اس پر جھک گئے' دل تو چاہ رہا تھا سب کو مارے۔

''کاش...... زندگی اتنی جانوں کے سپرد نہ ہوتی تو کتنی ہلکی پھلکی ہوتی' جسمانی تھکن کے ساتھ ذہنی انتشار تو نہ ہوتا۔'' بے حد خود غرضی سے ناشکری کا احساس اس اذیت ناک لمحے میں بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ دل کے کسی گوشے میں آن سمایا تھا' تپتی زمین پر اس وقت بیٹھی نصیب کو کوس رہی تھی۔

جمعرات بازار کے ٹھیلے سے لی گئی چپل اس وقت ٹوٹ کر اس کی بے بسی کا تماشا بن گئی تھی۔

''مما کی چپل ٹوٹ گئی۔'' کاشی کی آنکھیں پھٹ سی گئیں۔ ماں پر نازل ہونے والی ایسی ناگہانی افتاد پر باقی سب بھی سراسیمہ ہوکر دیکھنے لگے۔

''تم لوگوں کی وجہ سے آج میں اس حال میں ہوں۔'' بولتے ہوئے دونوں آنکھوں سے اشک بھی ٹپک پڑے تھے۔

کیسی بے بسی تھی؟ اب بیچ سڑک پر نگلتے بن رہی تھی نہ اگلتے۔

''اب کیسے چلیں گی مما؟'' زوار فکر مند ہوا۔

''دعا کرو یہیں مرجاؤں میں۔'' سفاک لہجے میں بے حد خود غرضی سے ان لوگوں کو احساس کی سولی پر لٹکایا۔

''مما! آپ پریشان نہ ہوں قریب ہی موچی کی دکان ہے' میں نے راستے میں دیکھی تھی ابھی چپل سلوا کر لادیتا ہوں۔ چلو نازش!'' شایان نے فوراً چپل ہاتھ میں تھامی۔

''ہاں آپ جب تک بیٹھیں مما! ہم ابھی آتے ہیں۔'' اس سے پہلے کہ وہ روکتی یا کچھ کہتی سب کے سب نکل لیے' یہاں تک کہ ننھا زوار بھی سب کے پیچھے۔

ان انجان راہوں پر بچے کہاں ڈھونڈیں گے موچی کی دکان جو کہ نظروں سے بہت پہلے اوجھل ہوچکی تھی۔

''یا اللہ! کسی نئی مصیبت میں نہ گھر جاؤں میں۔'' لڑکھڑاتی کھڑی ہوئی تو ایڑی سے اور بھی خون رسنے لگا۔

''اُف میرے اللہ!'' اور تو اور چار سالہ زوار اس کا سر گھومنے لگا تھا' دیوار کا سہارا لے کر بیٹھتی چلی گئی' ذہن جیسے غنودگی میں جارہا تھا۔

''مزا تو بہت آیا تھا' آپا کے گھر کیا کشادہ اور ہوادار سرسبز لان پر مشتمل گھر تھا۔ یہ بڑے بڑے روشن کمرے اور اسپلٹ سے مزین ٹھنڈی فضا کہ کمروں سے نکلنے کو دل ہی نہ چاہے۔ کھانے کی میز پر تو بچوں کی آنکھیں وا ہوگئیں حیرت سے' کیا انواع و اقسام کی چیزیں سجی تھیں۔

''میں نے نگٹس کبھی نہیں کھائے آج کھاؤں گا۔'' کاشان نے شایان کے کان میں سرگوشی کی جسے اس نے بخوبی سن لی۔

''اور میں نے پزا۔'' نازش کیسے پیچھے رہتی۔

ان کی کھسر پھسر پر اس نے نظروں ہی نظروں میں انہیں کچا چبا جانے والے انداز میں گھورا تو سب اپنی اپنی اوقات میں آگئے تھے۔

آپا ہمیشہ اسے بلاتی تھیں بس اپنی تنگ حالی اور عزت دار فطرت کے باعث وہ گھر کے کونے میں ہی اپنی عافیت سمجھتی' خالی ہاتھ جانا بھی عزت نفس پر گراں گزرتا حالانکہ ہر طرح سے خوش حال اس کی بڑی بہن بڑے خلوص سے اسے بلاتیں اور کچھ نہ لانے کو کہتیں کہ ان کا گھر اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت سے بھرا ہوا تھا۔ اوپر سے بچے بھی سمجھدار صرف دو جواب جوانی کی سرحدوں پر پہنچنے والے تھے۔ سجے سنورے' صحت مند ڈیل ڈول والے بچے شکل سے ہی خوش حال گھرانے کی نمائندگی کررہے ہوتے اور اس کے پانچ دبلے پتلے' شکل سے سے آئرن کی کمی کا شکار نظر آتے' بچے اسے مزید کمتری کے احساس میں مبتلا کردیتے۔ آپا ہمیشہ اسے کم بچے خوش حال گھرانے کا لوگو ذہن نشین کراتی رہتیں اور فوائد بھی اور ہمیشہ ہی وہ ٹھنڈی سانس بھر کر سر جھکالیتی۔

''تم نہیں سدھرو گی' سدا لکیر کی فقیر ہی رہنا۔ پتا بھی ہے صارم کی کتنی کم آمدنی ہے۔ وہ تو شکر ہے کہ دو کمروں کا مکان تمہارا اپنا ہے ورنہ سوچو ان پانچ بچوں کی موجودگی میں تمہارا کیا حال ہوتا' حد تو یہ ہے کہ تمہارے میاں کو بھی ان حالات میں عقل نہیں آتی۔''

''آپا! انہی ہدایات کے لیے مجھے بلایا تھا جن کو سن کر اب اوبتی ہوں نہ میرے حالات بدلتے ہیں۔'' وہ چڑ ی۔

''حقیقت تو یہ تھی کہ وہ اپنی کم پری سے خود بہت پریشان تھی کہ سر چھپاتی تو پاؤں ننگے اور پاؤں چھپاتی تو سر ننگا ہوجاتا۔

''ان ہدایات میں تمہارا ہی بھلا ہے' میرا کیا جاتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ خدا بغیر بندے کی کوشش کے حالات بھی نہیں بدلتا۔''

''چھوڑیں' جب ابا نے آپ کو خوش حال اور مجھے متوسط طبقے میں بیاہ دیا تب میری حالت پر انہیں رحم نہیں آیا۔ اب یہ ہدایت مجھے اچھی نہیں لگتی۔'' وہ تلخ ہوئی۔

''یہ سب نصیبوں کے کھیل ہیں' ابا کو صارم کی خوب صورتی اور شرافت بہت بھاگئی تھی۔'' وہ شرارتی ہوئیں۔

''بس بس رہنے دیں' جیسے ریحان بھائی بھی خوب صورت ہی نہیں' اللہ نے ہر چیز سے نواز کر بھی چار چاند لگادیئے۔''

''اپنا اپنا نصیب ہے جان' لیکن بندہ اپنے نصیب

اندھیری رات

میں نے اندھیری رات میں چلتے چلتے
چاند کی چاہ کی تھی
پھولوں کی نگری میں جانے کا
خواب دیکھا تھا
سمندر کنارے ٹھنڈی ریت پر
چلنے کی تمنا کی تھی
محبتوں کی حسین وادی میں
بسنے کا ارمان جاگا تھا
پریوں کے دیس میں
اترنے کا ارادہ تھا
ایک خوب صورت شہزادے کے سنگ
جیون بنانے کا وعدہ تھا
مگر یہ بھول گئی تھی میں
کچھ چاہتیں بھول ہوتی ہیں
کچھ خواب ٹوٹ جاتے ہیں
کچھ تمنائیں ادھوری رہتی ہیں
کچھ ارمان پورے نہیں ہوتے
کچھ ارادے گمان ہوتے ہیں
کچھ وعدے مہمان ہوتے ہیں
اور......
اندھیری رات کا مسافر کبھی اپنی منزل تک نہیں پہنچا

دیا احمد...... چکوال

غزل

قربتیں بڑھاؤ اتنی کہ کوئی فاصلہ نہ رہے
ہمارے درمیاں کوئی دوسرا نہ رہے
لو پیار کا امتحان اس طرح
کسی کو بھی کوئی شبہ نہ رہے
ہو اگر خود پہ یقین اتنا تم کو
پیار میں کوئی وسوسہ نہ رہے
ہم تو کرتے ہیں دعا کچھ اس طرح
کہ..... چلتا سدا یہ سلسلہ رہے

مسز نگہت غفار..... کراچی

کو بہتر بنانے کی سعی تو کرسکتا ہے نا' نہ کہ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا جائے' میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں' لیکن بھئی بچوں کی لائن نہیں لگا سکتی کیونکہ اس طرح میرے بقایا بچوں کی تربیت پر فرق آئے گا۔ ایک بچے کی آمد پر باقی تمام بچے نظر انداز ہوتے ہیں جس سے بچوں کی شخصیت بھی مجروح ہوتی ہے۔''

''صارم کو ان فوائد سے کوئی سروکار نہیں اولاد ہی سب سے بڑی دولت نظر آتی ہے انہیں۔'' چڑتی ان کے ساتھ مل کر سلاد کاٹنے لگی۔

یہ حقیقت تھی کہ صارم جیسے اللہ میاں کے سدھائے ہوئے بندے کو انسان نہیں سدھا سکتا تھا۔ وہ بے حد شریف النفس اور خدا کی رضا میں راضی رہنے والا انسان تھا۔ زمانہ جس طرح بھی گھوڑے کی رفتار سے دوڑے اسے اس چابک دستی سے کوئی غرض نہیں تھی' اسے اپنی یہ سیدھی سادی' ندی کی طرح سبک خرامی سے بہتی زندگی بہت پسند تھی۔

پانچوں بچوں میں تو اس کی جان تھی' وہ ہمیشہ تصویر کا مثبت رخ دیکھنے والا انسان تھا' وہ جب اپنے احتیاجات کے لیے چڑتی اور زیادہ بچوں کو موردِ الزام ٹھہراتی تو بہت سکون سے وہ مسکراتا۔

''دیکھ لینا شازی! یہی بچے ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنیں گے۔ ان نعمت اور رحمت سے مت چڑو' کل اچھے دن بھی آئیں گے۔ شکر ادا کرو جلد یا بدیر وہ ہماری ضروریات تو پوری کررہا ہے نا۔''

''اس میں بھی میری سمجھ داری نہ ہوتا تو مہینے کی آدھی ضروریات منہ کھولے ہی رہ جائیں۔'' وہ اس کے وعظ ونصیحت سے بلاتی۔

''ہاہاہا.....'' بلند وبانگ قہقہہ اسے اور کھولا دیتا۔

''بھئی ہم دونوں ہی گاڑی کے دو پہیے ہیں' دونوں ہی کو سمجھ داری سے چلنا ہوگا ورنہ رستے میں ہی یہ گاڑی پنکچر ہوجائے گی۔''

''ہونہہ..... بہت سمجھ دار ہیں آپ بڑا ہے۔'' وہ جلتی۔ ''اتنی سمجھ داری ہوتی نا تو آج یہ حالات نہ ہوتے۔''

گھر کا دال دلیہ ہی اتنی مشکل سے چلتا کہ نیا تعلیمی سال اژدھے کی طرح منہ کھولے کھڑا ہوجاتا۔ نئی کتابوں' کاپیوں کے ساتھ فیس کی سلپ پر سالانہ چارجز' جون جولائی کی ایکسٹرا فیس جن مہینوں میں بچے ماں باپ کے ہی سروں پر سوار نظر آتے ہیں' اسکول والوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

اور کمیشن لیے ہوئے اسکول والے یونیفارم بھی چار پانچ رنگوں میں بنواتے۔ جونیئر کے الگ' پریپ کا

جمیلہ ملک

میری عزیز دوستو اینڈ آنچل کے تمام اسٹاف کو السلام علیکم! میں 12 اکتوبر 1992ء میں ڈی جی خان کے ایک گاؤں نور والا میں پیدا ہوئی۔ ہم آٹھ بہن بھائی ہیں' میرا نمبر ساتواں ہے' سب مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ میں بی ایس کیمسٹری کے فائنل میں ہوں' ہم بہت چھوٹے تھے جب میرے ابو فوت ہوگئے۔ میری امی نے بہت محنت کرکے ہم سب کو پڑھایا' لکھایا' میں امی سے بہت پیار کرتی ہوں۔ میری امی نے کبھی باپ کی کمی نہیں ہونے دی لیکن بعض دفعہ جو کسک رہ جاتی ہے وہ کبھی پوری نہیں ہوتی ویسے تو مجھے سارے کلر پسند ہیں لیکن ریڈ اور گرین کلر مجھے بہت پسند ہیں۔ پسندیدہ ہستی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم' قائداعظم اینڈ حضرت علیؓ ہیں۔ کھانے میں بریانی اور گوشت پسند ہے' چوڑیاں پسند ہیں لیکن پہنتی بہت کم ہوں۔ کپڑوں میں فراک اچھی لگتی ہے۔ پسندیدہ مشغلہ آنچل پڑھنا ہے' چاہے دن ہو یا رات چاہے اگلے دن پیپر ہی کیوں نہ ہو آنچل لازمی پڑھتی ہوں۔ فیورٹ ایکٹر میں عمران عباس' فواد اور سعدیہ امام پسند ہیں۔ آئس کریم بہت پسند ہے۔ سردیوں کی اداس شامیں بہت پسند ہیں' رائٹرز میں نسیم حجازی' ام مریم' عمیرا احمد' نازیہ کنول نازی' اقراء صغیر' سمیرا شریف طور اور راحت وفا شامل ہیں۔ میرے فیورٹ ناول میں ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' اور ''پتھروں کی پلکوں پر'' شامل ہیں۔ دوست میری کم ہیں چند ایک جو اچھی ہیں عظمیٰ' اقراء' شاہین اور طوبیٰ شامل ہیں۔ میری سب بہنیں بہت اچھی ہیں' خالہ نسیم کی تو کیا بات ہے' ہر وقت مجھے کہتی ہیں میں زیادہ بولتی ہوں حالانکہ مجھے نہیں لگتا۔ خامیاں بہت ہیں غصے کی تیز ہوں' رونا جلدی آتا ہے۔ دوسروں کو کھری کھری سنانے میں منٹ بھی نہیں لگاتی' جلد باز ہوں۔ خوبیاں جو مجھے خود میں نظر آتی ہیں' سچ بولتی ہوں' اپنے پیاروں کی کیئر کرتی ہوں' گاؤں کی لائف پسند ہے۔ بچے بہت پیارے لگتے ہیں کیونکہ میرے چار پیارے بھانجے ہیں۔ ریان علی' ایان علی' صائم اینڈ نور فاطمہ۔ اجازت چاہوں گی' اللہ حافظ۔

الگ' سیکنڈری سیکشن کا الگ۔ والدین کا دیوالیہ نکلے تو نکلے اسکول والوں کو تو کمیشن کھانا ہے۔ کبھی سرکاری اسکول میں بچوں کو داخل کرانے کا کہتی تو بڑے رسان کے ساتھ جواب آتا۔

''انگریزی اسکول میں پڑھانے کے بہت فوائد ہیں' کل کو بچے ہمارا نام لیں گے کہ غربت کے باوجود ماں باپ نے ہمیں اچھے اسکول میں پڑھا کر ہماری تعلیمی بنیاد مضبوط کی' تم سمجھتی کیوں نہیں۔''

''اُف.....'' پھر وہی بچے بچے کی قصیدہ آرائیاں' پیر پٹختی دوسرے کمرے میں چلی جاتی۔

''پگلی کہیں کی۔'' وہ مسکراتا۔

......☆☆☆......

اور آج تو بچوں کی گرمیوں کی تعطیلات کا پہلا دن تھا' جب ان کی ضد پر وہ آپا کے گھر کے لیے نکلی تھی۔ بچوں نے بہت دنوں سے اُدھم مچا رکھا تھا اور سے رات کو آپا کا فون اس کے کچے پکے ارادے کو مصمم کرگیا جس میں انہوں نے آنے پر مصر کیا تھا۔

صبح صارم کے کام پر جاتے ہی وہ پانچوں کو لے کر نکل پڑی کہ شام تک لوٹ آئے گی کیونکہ صارم کو چھٹی نہیں ملتی تھی۔ ایسے میں آج کل کے حالات میں گھر کو بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ پیدل ہی لمبی مسافت کو طے کیا کہ جاکر تو آپا کے گھر آرام ہی آرام ہوگا۔ خوب پاؤں پسار کر آرام کیا' طرح طرح کی کھانے پینے کی اشیا سے بھی سیر ہوئی۔ آپا بہت ناراض ہوئیں کہ چند گھنٹوں کے لیے بھی آنا کوئی آنا ہے وہ بھی بہن کے گھر۔

''پھر آجاؤں گی آپا! ابھی تو دو مہینوں کی چھٹیاں ہیں۔''

''جانتی ہوں تم کس طرح آؤ گی' میں خود آؤں گی تمہیں لینے بلکہ صارم کو کہوں گی یہاں سے ہی کام پر چلے جایا کرے جب تک بچوں کی چھٹیاں ہیں۔''

''تب کی تب دیکھی جائے گی' ان بچوں کے کرتوت سے ابھی آپ واقف نہیں' تکلف کا لبادہ اتار کر جب اصلیت دکھانی شروع کی نا تو آپ بھی تنگ آجائیں گی۔''

''ارے نہیں بھئی بچے تو ہوتے ہی شرارتی ہیں اب اپنی آنٹی کے گھر شرارت نہیں کریں گے تو کہاں جائیں گے۔'' کاشان اور زوار کی آنکھیں جگنوؤں کی طرح جگمگا اٹھیں کہ بس اور کیا چاہیے۔

جیسے تیسے بہانے بازی کرکے وہ شام سے پہلے ہی نکلنے میں کامیاب ہوگئی تھی تاکہ شام ڈھلے تک گھر پہنچ کر کئی کام وہ نمٹا بھی لے اور پیدل چلنے کا بھی عزم تھا۔ کچھ پیسے بچ جانے کی خاطر یہ سمجھ داری گلے پڑ گئی تھی اور مصیبت میں بھی مبتلا کرگئی تھی۔

''سنو بہن...... کیا ہوا ہے...... ایسے کیوں بیٹھی ہو؟'' وہ جو خیالات واندیشوں کی اتھاہ گہرائیوں میں جا پہنچی تھی ایک عورت کے کندھا ہلانے پر بری طرح چونکی۔

''آں ہاں...... چپل ٹوٹ گئی ہے۔'' بڑی لاچاری سے اس نے کہا۔ ''میرے بچے سلوانے گئے ہیں موچی کے پاس۔'' بولتے بولتے وہ رو پڑی' عورت بھی راہ گیر ہی تھی۔

''نہ نہ روتے نہیں...... دیکھو تو پاؤں میں چوٹ بھی لگ گئی ہے۔''

''چوٹ کی پروا نہیں' بس بچے آجائیں۔'' اور جو نظریں اٹھائیں تو پانچوں کھڑے تھے۔ ذیشان کے ہاتھ میں جڑی ہوئی چپل تھی' نازش نے ایک جوس کا ڈبہ پکڑا ہوا تھا اور کاشان کے ہاتھ میں سنی پلاسٹ تھا۔

''مما روئیں مت یہ جوس پئیں اور چپل پہنیں۔'' کاشان نے سنی پلاسٹ ایڑی میں چپکایا' بنڈیج بہت چھوٹی تھی پر کارنامہ بہت بڑا۔

''پیسے...... پیسے کہاں سے آئے؟ تم لوگ تو فوراً دوڑ گئے تھے میں پیسے بھی نہیں نکال سکی تھی۔''

''آنٹی نے ہمیں آتے ہوئے جو پیسے دیئے تھے ان میں سے سب کچھ کیا ہے مما! آپ فکر مت کریں۔''

چھوٹی سی کوشش تھی ماں کے دل کو ڈھارس پہنچانے کی' ایک ننھی سی خواہش تھی کہ ماں کبھی نہ روئے۔ ایک معصوم سا جذبہ تھا ماں کے لیے کچھ کر دکھانے کا لیکن بچوں کا یہ جذبہ اس کے دل کو ہر فکر اور غم سے آزاد کر گیا تھا۔

یہ معصوم سا کارنامہ آئندہ کے لیے اچھی سوچ کی راہ دکھا گیا کہ یہ پانچ بچے جنجال نہیں ان کے لیے بہت مضبوط ڈھال ہیں۔ ابھی کچھ اور دن ہیں سمجھنے کو پھر اس کے بعد ایک خوش آئندہ مستقبل اس کے انتظار میں ہے۔

وہ دن دور نہیں جب صارم کی خوش امیدی رنگ لائے گی اور وہ پھر سے لہلہا اٹھے گی' خوش رنگ پودے کی طرح بس تھوڑا سا سفر اور باقی ہے۔

پانچوں کو خود سے لگا کر بے ساختہ پیار کرنے لگی۔ عورت نے مسکرا کر دیکھا اور کہتے ہوئے چل پڑی ''پگلی کہیں کی۔''

اس کی ایڑی کا درد کہیں جا سویا تھا' ہلکی سی لنگڑاہٹ سمیت بڑے فخر اور مان کے ساتھ ان کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چل رہی تھی کیونکہ تکلیف دہ سفر بس تمام ہونے کو تھا۔

❀

شب ہجر کی پہلی بارش

نازیہ کنول نازی

قسط نمبر 2

چبھتی ہے قلب و جاں میں ستاروں کی روشنی
اے چاند ڈوب جا کہ طبیعت اداس ہے
میں نے کبھی یہ ضد تو نہیں کی پر آج شب
اے مہ جبیں نہ جا کہ طبیعت اداس ہے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

صمید حسن کا شمار شہر کے کامیاب بزنس مین میں ہوتا تھا۔ انہیں اس مقام تک پہنچانے میں ان کی لگن کے ساتھ کرنل شیر علی کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ کرنل شیر علی کی پوتی عائلہ انہی کے آفس میں کام کرتی ہے اور وہ اسے اپی بی سے بڑھ کر اہمیت دیتے ہیں۔ ان کا بیٹا زاویار بیرون ملک مقیم ہے جبکہ سارہ بیگم اور پریہان ان کے ہمراہ ہیں۔ پریہان کو اپنے کلاس فیلو کی زبانی علم ہوتا ہے کہ وہ صمید صاحب کی بیٹی کے بجائے پریہان عزیز ہے تو وہ مارے صدمے کے گنگ ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف درمکنون کے بارے میں جان کر کہ وہ صمید صاحب کی بیٹی ہے رشک اور تفاخر کے جذبات اس کا احاطہ کر لیتے ہیں وہ سارہ بیگم پر اس حقیقت کا انکشاف کر کے انہیں بھی اذیت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ سدید عائلہ کی نوک جھوک سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اسے بے حد پسند کرتا ہے لیکن ابھی اعتراف کا مرحلہ طے نہیں کر پاتا۔ ان دونوں نفوس کی بدولت کرنل شیر علی کے ہاں رونق سی رہتی ہے۔ کہانی کا دوسرا اہم کردار صیام ہے گھر کا واحد کفیل ہونے کے ناطے وہ ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دب کر رہ جاتا ہے۔ شگفتہ اور عشرت اس کی دو بہنیں ہیں جبکہ عشرت بیوہ ہو جانے کی بنا پر چھ ماہ کے بیٹے کے ہمراہ ان کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ والد کی بیماری اسے مزید پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ وہ درمکنون کے آفس میں جاب کرتا ہے اور اس کی ذرا سی پریشانی پر بے چین ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ درمکنون کی روئی روئی آنکھیں دیکھ کر وہ خود بھی بے کل ہو جاتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف درمکنون کے نزدیک اس کی حیثیت عام ورکر کے مانند ہے لیکن اس کی پریشانی جان کر والد کے علاج کے لیے وہ اس کی مدد کرنا چاہتی ہے جس پر وہ سہولت سے انکار کر دیتا ہے۔ زاویار کے پاکستان جانے کا سن کر اس کے دوست ایبک اور جونی کافی حیران ہوتے ہیں ساتھ ہی ہوزان کے متعلق اس کا حتمی فیصلہ جاننا چاہتے ہیں جس پر وہ ہوزان کی محبت کو توجہ دیے بغیر انہیں صاف انکار کر دیتا ہے۔ ہوزان اسٹور پر کام کرتی تھی وہیں اس کی ملاقات زاویار سے ہوئی تھی وہ اس سے مرعوب ہونے کے ساتھ رفتہ رفتہ اس سے محبت کرنے لگی تھی لیکن اس کے اعتراف محبت پر زاویار خاصا برہم ہوتے اسے اطلاع دیے بغیر چپ چاپ پاکستان لوٹ آتا ہے۔ اس کے پاکستان آنے اور بزنس سنبھالنے پر صمید صاحب نہایت خوش ہوتے ہیں۔ صمید صاحب نہایت غریب گھرانے کے چشم و چراغ تھے ان کے والد بچوں کے اسکول کے آگے ٹھیلہ لگاتے تھے ماں تو پہلے ہی چل بسی تھی والد بھی اپنی بیماری کے مناسب علاج نہ ہونے پر انہیں تنہا چھوڑ گئے تھے۔ انہوں نے اپنے والد کے نام سے زندگی کا آغاز کیا جب ہی ان کی ملاقات کرنل شیر علی سے ہوئی تھی وہ انہیں اپنے ہمراہ گھر لے آتے ہیں۔ جہاں ان کی دو بھتیجیاں مریہ اور بریرہ رہتی تھیں۔ ان کا بیٹا تعلیم کے حصول کے لیے بیرون ملک مقیم ہوتا ہے اس دوران وہ ایک بیٹے کے فرائض ادا کرتے کرنل صاحب کا دل

جیت لیتا ہے اور تعلیم بھی اس دوران جاری رکھتا ہے جب ہی کرنل صاحب کی بیماری کی وجہ سے سکندر علوی پاکستان آتا ہے اور اس دوران اس کا نکاح بریرہ سے طے کر دیا جاتا ہے جبکہ وہ اس رشتے کے لیے قطعی تیار نہیں ہوتا لیکن کرنل صاحب کے فیصلے پر خاموش ہو جاتا ہے نکاح کے ڈیڑھ ماہ بعد وہ واپس لوٹ جاتا ہے جبکہ بریرہ کی آنکھوں میں انتظار کے دیے روشن ہو جاتے ہیں۔ صمید صاحب بزنس کے حوالے سے زاویار کو عائلہ سے مدد لینے کے لیے کہتے ہیں لیکن اسے عائلہ کی اپنے بزنس اور فیملی میں مداخلت ہرگز پسند نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ تیسرے روز ہی وہ اس پر سفارش کا الزام لگاتے اس کی تذلیل کرتا ہے۔ جواباً عائلہ اپنا ریزائن لیٹر اسے تھماتے وہاں سے نکل آتی ہے اسی دوران صمید صاحب آفس میں داخل ہوتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

وہاں میں نہیں تھی
فقط خالی پنجرہ بدن کا پڑا تھا
اور نیم وا ان کواڑوں سے ہر چرچراہٹ میں
حیرانیاں بولتی تھیں
زمیں کی فضا سے کسی نے مجھے باہر دھکیلا
فلک تک میری دسترس کیوں نہیں تھی
نجانے میں کب تک فضا میں بھٹکتی رہی تھی!

سرد ہوا کے تھپیڑے فضا کی خنکی میں اضافہ کر رہے تھے مگر وہ موسم کی پروا کیے بغیر پیدل ہی چلی جا رہی تھی آنسو تھے کہ ٹوٹ ٹوٹ کر برس رہے تھے بار بار زاویار حسن کا توہین آمیز لہجہ تصور میں آ کر اسے مزید دکھی کر رہا تھا۔ کتنے سالوں سے وہ اس کمپنی کے لیے کام کر رہی تھی بالکل ایسے جیسے وہ اس کی اپنی کمپنی ہو پچھلے چند سالوں میں اس کی قابلیت اور محبت نے اس کمپنی کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا اور آج بنا کسی قصور کسی جرم کے اسی کمپنی کے مالک نے ایک منٹ میں اسے اس کی اوقات یاد دلا کر رکھ دی۔ اس کا دل چاہا وہ سڑک کنارے بیٹھ کر خوب روئے اتنے سالوں کی محنت کا یہ صلہ اس جیسی حساس لڑکی کے لیے موت کے مترادف تھا تب ہی اس کے آنسو نہیں رک رہے تھے۔ وہ گھر پہنچی تو دوپہر ڈھل چکی تھی۔ سدید کچن میں کھڑا پیاز کاٹ رہا تھا۔ جبکہ کرنل صاحب لاؤنج میں بیٹھے اس سے ملکی حالات پر تبصرہ کر رہے تھے۔ ان کے سرخ چہرے پر دبا دبا سا جوش تھا۔ وہ بیگ گود میں رکھ کر وہیں لاؤنج میں بیٹھ گئی۔ کرنل صاحب بتا رہے تھے۔

"سترہ ستمبر ۲۰۰۵ء کی بات ہے آزاد کشمیر رجمنٹل کمانڈ یونٹ کے سامنے ایک عمر رسیدہ شخص صبح کے وقت بوسیدہ لباس کے ساتھ خاموش کھڑا تھا' اشارے سے بتاتا ہے کہ وہ ڈیوٹی پر واپس آ گیا ہے' بولنے سے معذور ہے' کاغذ پر لکھ کر بتاتا ہے' تمن تمن پانچ پانچ ایک تمن تو......"

سب چونک اٹھے۔

"مقبول حسین' چالیس سال بعد؟ مگر وہ تو غائب تھا' شہید سمجھ لیا گیا' مگر اس وقت سامنے کھڑے سپاہی کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا اور تم جانتے ہو وہ سپاہی ہے مقبول حسین......" وہ خاموش بیٹھی کرنل شیر علی کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی' جب وہ بولے۔

"ستمبر ۱۹۶۵ء......سپاہی مقبول حسین' کیپٹن شیر علی کی قیادت میں ایک اہم مشن پر روانہ ہوتے ہیں' ان کے بھائی

مکھن خان' دو بہنیں' منگیتر' ان کے والد' والدہ' انہیں اپنی دعاؤں اور نیک تمناؤں کی چھاؤں میں خدا حافظ کہتے ہیں' یہ مشن مقبوضہ کشمیر میں دشمن کے ٹھکانوں پر حملہ کرکے اس کے اسلحے کے ڈپو اور دوسری تنصیبات کو تباہ کرنے پر مبنی تھا' تاکہ دشمن کی اس تیاری پر بروقت کاری ضرب لگائی جاسکے جو وہ پاکستان پر حملے کے لیے کررہا تھا۔ مقبول حسین شانے پر وائرلیس سیٹ اور ہاتھ میں رائفل لیے' معرکے میں اترتے ہیں۔ مشن کی تکمیل کے بعد فورس اپنے بیس کی جانب واپس آتی ہے' مگر سپاہی مقبول حسین دشمن کے فائر کی زد میں آجاتے ہیں اور دشمن کے ہاتھوں پکڑے جاتے ہیں' جینواء کنونشن کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور انہیں جنگی قیدی بھی نہیں بنایا جاتا' نہ ہی سول قیدیوں میں ان کا اندراج کیا جاتا ہے۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کے جنگی قیدیوں کے تبادلے میں بھی ان کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ان افراد کی لسٹ میں لکھے جاتے ہیں' جن کے بارے میں یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ کھوگئے ہیں یا شہید ہوگئے ہیں۔

ادھر سپاہی مقبول حسین دشمن کی قید میں ایسی ایسی اذیتیں برداشت کرتے رہے کہ انسانی ظلم کی تاریخ میں جس کی مثال نہیں ملتی..... قید تنہائی..... تنگ و تاریک دن رات..... موسموں کی سختی..... جانوروں کی طرح رینگنے کا حکم' جسمانی ایذاء کے ایسے ایسے حربے جو حیوانیت اور بربریت کی ناقابل برداشت مثالیں ہیں۔

''جواب دو..... بولتے کیوں نہیں..... بتاؤ پاکستان میں فوجی اڈے کہاں کہاں ہیں؟ تمہیں سب راز اگلنا ہوں گے بولو جو کچھ تمہیں معلوم ہے' نفسیاتی طور پر انہیں ٹارچر کیا جاتا ہے' شب و روز پٹرول پلایا جاتا ہے' خونخوار کتے چھوڑے جاتے ہیں' جو ان کی پنڈلیاں چباجاتے ہیں مگر..... وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہتے ہیں' ان کی زبان پر ایک ہی نعرہ ہوتا۔

بجھا جو روزن زنداں تو دل یہ سمجھا ہے
کہ تیری مانگ ستاروں سے بھرگئی ہوگی
چمک اٹھے ہیں سلاسل تو ہم نے جانا ہے
کہ اب سحر تیرے رخ پہ بکھرگئی ہوگی

''پاکستان زندہ باد''

اس قید خانے کی دیواریں مقبول حسین کے خون سے رنگی جاتی ہیں اور وہ ہر جگہ لکھ دیتے ہیں۔

''پاکستان زندہ باد' پاکستان پائندہ باد'' تبھی ایک افسر چلاتا ہے' کاٹ دو اس کی زبان کاٹ دو اور پھر ان کی زبان بھی کاٹ دی جاتی ہے تاکہ وہ پاکستان جاکر بھی یہ نہ بتاسکیں کہ ان کے ساتھ کیسا غیر انسانی سلوک روا رکھا گیا' انہیں نفسیاتی مریض بناکر پاکستان دھکیل دیا جاتا ہے اور چالیس سال بعد وہ اس سرزمین پر لوٹتے ہیں تو ان کے استقبال کے لیے نہ گاؤں میں ان کا بھائی مکھن خان ہے اور نہ ان کے وہ دوست کہ جن کے ساتھ وہ بچپن میں کھیلا کرتے تھے۔ بس چند قبریں ہیں اور ایک حوصلہ مگر کون جانے.....!

''جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا''

اور آج چالیس سال بعد سپاہی مقبول حسین نمبر تین تین پانچ پانچ ایک تین نو پھر ڈیوٹی پر حاضر ہے' انہی کی ملکیت ہے یہ سرزمین' یہی حقیقی وارث ہیں زمین کے اس ٹکڑے کے' مگر افسوس صد افسوس کہ ان کی ایسی قابل فخر خدمات کے عوض' پاکستان کی حکومتیں اور عوام ان کے مزاروں سے جالے تک صاف نہیں کرواسکیں' قوم کے چٹانوں سے مضبوط سینوں والے جاں بازوں کے ساتھ ہی یہاں انسانیت بھی سوگئی ہے' بھوک سے بلکتے' سیلابوں اور زلزلوں کے مارے معصوم بچے' ایٹمی قوت ہونے کے باوجود ڈرون حملوں میں مرتے بے گناہ شہری' مہنگائی کے بوجھ تلے دب کر لحہ بالحہ سسکتے غریب عوام اور اسی عوام کے سینے پر روزانہ کروڑوں کی شاہ خرچیاں کرتے حکمران' خود سوچو سدید' کیا مستقبل ہوسکتا ہے اس ملک

کی بدنصیب قوم کا؟'' سرخ چہرے پر دبا دبا جوش اچانک غصے اور پھر شدید دکھ میں ڈھل گیا تھا۔ سدید پیاز کاٹ کر ہاتھ دھونے کے بعد کچن سے نکل آیا۔

''آپ صحیح کہتے ہیں بابا' مگر کیا کیا جاسکتا ہے' سوائے کڑھنے اور دل جلانے کے' اب مقبول حسین اور اس جیسے سینکڑوں قابل فخر جوان ملک کی قیادت سنبھال کر یہاں انقلاب تو نہیں لاسکتے ناں؟'' کرنل شیر علی کی طرح اس کا دل بھی دکھی تھا۔ تبھی اس کی نظر عائلہ کی طرف اٹھی۔

''تم کب آئیں؟''

''ابھی..... تھوڑی دیر پہلے۔'' اس کا لہجہ بجھا سا تھا وہ چونک اٹھا۔

''کمال ہے' پتہ ہی نہیں چلا..... آنکھوں کو کیا ہوا ہے' کتنی سرخ ہورہی ہیں۔'' فوراً ہی اس کی سرخ آنکھوں پر غور کرتا ہوا وہ پریشان ہوا تو عائلہ نے سر جھکالیا۔

''کچھ نہیں' صبح سے خارش ہورہی ہے' شاید انفیکشن ہوگیا ہو۔''

''چلو پھر ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔''

''ابھی نہیں سدید' بہت تھکن فیل ہورہی ہے' سوؤں گی۔''

''یہ کون سا ٹائم ہے سونے کا' عشاء کی نماز پڑھ کر کھانا کھا کر سونا۔''

''نہیں' بھوک نہیں ہے' نماز رات میں اٹھ کر پڑھ لوں گی پلیز۔'' اس کے لہجے میں بے حد تھکن تھی مگر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا' وہ اٹھی اور کرنل صاحب کے گال پر پیار کرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی' پیچھے وہ اور کرنل صاحب پریشانی سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے تھے۔

❁.....❁.....❁
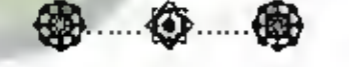
جز بھی ایک پھول ہے
بس فرق صرف اتنا ہے
کہ اسے نمائش سے نفرت ہے

صمید حسن صاحب کی گاڑی کے ٹائر عین اس کے آفس کے باہر چرچرائے تھے۔ وہ بے نیاز سا بیٹھا پیپر ویٹ گھماتا رہا۔ پھر جس وقت صمید صاحب نے اس کے کمرے کی دہلیز پر قدم رکھا وہ فوراً سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''السلام علیکم پاپا۔''

''وعلیکم السلام پاپا کی جان۔'' فخریہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ قریب آئے۔

''کیا ہورہا ہے؟''

''کچھ نہیں' ہمدانی صاحب کے ساتھ میٹنگ کی تیاری کررہا تھا۔''

''گڈ..... ہمدانی صاحب ہمارے بہت اچھے کلائنٹ ہیں' خاص طور پر عائلہ کی ذہانت اور قابلیت سے بہت متاثر ہیں۔''

''آپ کے بیٹے میں بھی لوگوں کو متاثر کرنے کی صلاحیت ہے پاپا۔'' اسے فی الوقت عائلہ کی تعریف بری لگی تھی۔ صمید صاحب اس کے لب بھینچنے پر مسکرادیے۔

''بے شک..... میں نے یہ کب کہا کہ میرے بیٹے میں کوئی صلاحیت یا خوبی نہیں ہے' الحمدللہ میرے بیٹے کی صلاحیتوں کا تو زمانہ معترف ہے۔'' فخریہ لہجے میں کہتے ہوئے انہوں نے زاویار کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ اطمینان

سے مسکرادیا۔

''شکریہ پاپا۔''

''ویلکم مائی سن' کیسا لگا یہ آفس اور آفس کے لوگ؟'' اگلے ہی پل وہ اس کے مقابل سیٹ سنبھال کے بیٹھ چکے تھے' زادیار نے بھی اپنی سیٹ سنبھال لی۔

''ابھی تک تو ٹھیک ہے پاپا آہستہ آہستہ پتہ چلے گا' کہاں کہاں کیا کیا غلط ہے۔''

''ہوں' تم چاہو تو عائلہ سے مدد لے سکتے ہو' بہت قابل بچی ہے' تمہاری ماما بتارہی تھیں کہ اسے بخار ہے مگر پھر بھی وہ آفس چلی آئی۔'' اگلے ہی پل پھر سے عائلہ کی تعریف نے اس کا اطمینان غارت کردیا۔ تب ہی وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔

''اس نے ریزائن کردیا ہے پاپا۔''

''وہاٹ..... مگر کیوں؟'' جتنے سکون سے اس نے بتایا تھا' صمید صاحب کو اتنا ہی شاک لگا۔ وہ لاعلمی سے کندھے اچکا گیا۔

''پتہ نہیں شاید اسے میرے ساتھ کام کرنا پسند نہیں۔''

''نہیں' ایسا ہوتا تو وہ مجھے ضرور بتادیتی۔ وہ ایسی لڑکی نہیں ہے' ضرور تم نے اسے تنگ کیا ہوگا۔''

''ایم سوری پاپا' میری اس کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں کہ اسے تنگ کرتا پھروں' وہ خود ہی نہایت بدتمیز اور خود سر لڑکی ہے' خوامخواہ سر چڑھا رکھا ہے آپ نے اسے۔''

''زاویار' عائلہ میری بیٹی ہے اور میں کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ میری بیٹی کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرے' خواہ وہ میرا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔'' ایک پل میں ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

زاویار کے اندر آگ جل اٹھی۔

''آپ ایک معمولی لڑکی کے لیے اپنے اکلوتے بیٹے کی انسلٹ کررہے ہیں پاپا۔''

''معمولی لڑکی نہیں ہے وہ' جتنا میرا بیٹا مجھے عزیز ہے اتنی ہی وہ عزیز ہے' ہمیشہ یہ بات اپنے دماغ میں رکھنا زاویار کہ تمہارا باپ اس لڑکی کی آنکھوں میں ایک آنسو بھی برداشت نہیں کرسکتا۔''

''چاہے وہ آپ کے بیٹے کو سرعام گالیاں دیتی رہے؟''

''وہ ایسی نہیں ہے' وہ تو چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں کو تکلیف نہیں دیتی' تمہیں کیسے دے سکتی ہے۔'' بنا اس کی جلن کی پروا کیے انہوں نے بے حد مضبوط لہجے میں کہا' پھر کوٹ کی جیب سے موبائل نکال کر عائلہ کو کال ملائی۔

دوسری طرف ان کی کال کو کوئی رسپانس نہیں دیا گیا تھا' تب ہی انہوں نے سدید کو کال ملائی۔

''السلام علیکم انکل کیسے ہیں آپ؟'' دوسری ہی بیل پر ان کی کال ریسیو کرلی گئی تھی۔

''وعلیکم السلام' میں ٹھیک ہوں' تم سناؤ۔''

''میں بھی ٹھیک ہوں آپ سنائیں کیسے یاد کیا؟''

''یاد تو ہر وقت کرتا ہوں بیٹے' اس وقت عائلہ بیٹی سے بات کرنا چاہ رہا تھا' مگر وہ کال پک نہیں کررہی۔'' بنا زاویار کی طرف دیکھے وہ بات کررہے تھے۔ جس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ پڑ رہا تھا۔

''جی انکل' وہ اصل میں کچھ ڈسٹرب ہے' شاید اس کی آنکھوں میں کچھ انفکشن ہوگیا ہے تو کمرا بند کرکے سورہی ہے' میں آپ کا پیغام دے دوں گا اسے' وہ اٹھتے ہی آپ سے بات کرلے گی۔''

''ہوں ٹھیک ہے' کرنل صاحب کی خدمت میں میرا اسلام عرض کیجیے گا۔''

''جی ٹھیک ہے انکل۔''

''خدا حافظ۔'' کال بند کرتے ہی انہوں نے پھر زادیار کی طرف دیکھا۔

''یاد رکھنا زاویار' عائلہ اس کمپنی میں کوئی معمولی ورکر نہیں ہے' اس کمپنی کی بنیاد جن پیسوں سے رکھی گئی وہ پیسے تمہارے باپ کو عائلہ کے دادا' یعنی کرنل شیر علی نے مہیا کیے تھے۔ وہ اس کمپنی میں اصولاً اور قانوناً بیس پرسنٹ کے شیئر کے مالک ہیں' تم اور میں دونوں چاہیں تب بھی انہیں باہر نہیں کرسکتے' سنا تم نے' میں بالکل پسند نہیں کروں گا کہ تم بلاوجہ اس لڑکی کا دل دکھاؤ۔'' اپنی سیٹ سے اٹھتے ایک بار پھر سے انہوں نے اسے تنبیہہ کی تھی۔

زادیار کا بس نہ چل رہا تھا کہ اپنا سر دیوار پہ دے مارے..... کیا تھی وہ لڑکی؟

ایک مڈل کلاس گھرانے کی' نارمل سی شکل و صورت والی لڑکی' جس کی شخصیت سے اگر ذہانت اور خود اعتمادی کو نکال دیا جاتا تو باقی صفر بھی نہیں بچتا تھا' مگر اسی لڑکی کے لیے اس کا پورا گھر یوں پاگل تھا جیسے وہ آسمان سے اتری کوئی حور ہو۔

صمید صاحب کمرے سے اٹھ کر جاچکے تھے۔ پیچھے وہ کھولتے خون کے ساتھ' میز پر زوردار مکا رسید کرکے رہ گیا۔

❁......❁......❁

سورج ڈوب چکا تھا۔

عائلہ کی آنکھ کھلی تو کمرے میں اچھا خاصا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے ریشمی بال سمیٹتی' بیڈ سے اتری' وہ بہت دیر تک سوتی رہی تھی' تب ہی اسے ہلکی ہلکی بھوک کا احساس بھی ہورہا تھا۔

کمرے کی ساری لائٹس آن کرنے کے بعد' وہ باہر لاؤنج میں آئی تو سدید ٹی وی دیکھ رہا تھا جبکہ کرنل صاحب اب وہاں موجود نہیں تھے' وہ اسی کے پاس آبیٹھی۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام' اٹھ گئیں تم؟'' فوراً سے پیشتر ٹی وی کا والیم کم کرتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

عائلہ نے چپ چاپ اثبات میں سر ہلایا۔

''طبیعت ٹھیک ہے؟''

''ہوں۔''

''گڈ' کھانا کھاؤ گی۔''

''ہوں۔''

''لگتا ہے اب زبان پر انفکشن ہوگیا ہے۔'' ہلکی سی چپت اس کے سر پر رسید کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور عائلہ سست سی وہیں بیٹھی رہی۔

''یہ لو' مستقبل کے شہید کے ہاتھوں کا بنا کھانا کھا کر دیکھو' روح خوش ہوجائے گی کھا کر۔'' اگلے پانچ منٹ کے بعد ہی وہ کھانے کی ٹرے اٹھا کر لے آیا تو عائلہ اٹھ کر ہاتھ منہ دھو آئی۔

جب تک وہ کھانا کھاتی رہی سدید خاموشی سے اسے گاہے بگاہے دیکھتا رہا' پھر جیسے ہی اس نے کھانا ختم کرکے پانی کا گلاس اٹھایا سدید نے اسے روک دیا۔

''کتنی بار کہا ہے عائلہ' کھانا ختم کرنے کے فوری بعد پانی نہیں پیتے۔''

''ہوں اگر سالن میں مرچیں تیز نہ ہوں تو۔''

"تم کہنا چاہتی ہو کہ کھانا اچھا نہیں پکا۔"
"جی ہاں۔"
"بس...... ناشکری ہی رہنا ہمیشہ۔" وہ خفا ہوا تو عائلہ مسکرادی۔
"بابا کہاں ہیں؟"
"اپنے کمرے میں۔"
"کیوں؟"
"کیا مطلب کیوں؟ رات کے ساڑھے گیارہ ہورہے ہیں' اس وقت اپنے کمرے میں نہیں جائیں گے تو اور کہاں جائیں گے؟"
"اوہ...... مجھے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ اتنا ٹائم ہوگیا۔"
"ہو بھی کیسے سکتا تھا' سارے گدھے گھوڑے بیچ کر جو سوئی تھیں' خیر وہ صمید انکل کئی بار تمہارا پوچھ چکے ہیں' کیا تم ان سے ناراض ہوکر آئی تھیں؟"
"نہیں۔"
"جھوٹ؟" اب وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ عائلہ نے نظریں چرالیں۔
"میری واقعی ان سے کوئی ناراضگی نہیں ہے سدید۔"
"کوئی ناراضگی نہیں تو وہ اتنے پریشان کیوں ہیں اور تم اتنی روکر کیوں آئی ہو وہاں سے' مجھے بتاؤ پلیز کیا بات ہے؟"
اب وہ سختی سے پیش آرہا تھا' عائلہ جانتی تھی وہ اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ تبھی یوں بے چین ہورہا تھا' وہ خود بھی تو اس سے کوئی بات نہیں چھپا سکتی تھی۔ تبھی آہستہ سے سر جھکا گئی تھی۔
"میں صمید انکل سے ناراض نہیں ہوں' نہ ہی آج تک کبھی مجھے ان سے کوئی شکایت ہوئی ہے مگر...... ان کا بیٹا ان جیسا نہیں ہے سدید' پتہ نہیں کیوں وہ مجھ سے اتنی نفرت کرتا ہے کہ بات بات پر مجھے بے عزت کرنا اس نے جیسے اپنا وطیرہ بنالیا ہے' میں اب تک صمید انکل کی وجہ سے بہت کچھ برداشت کرتی رہی ہوں مگر اب نہیں' روز روز اس شخص کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہوسکتی میں......" اسے بتاتے ہوئے ایک مرتبہ پھر وہ رو پڑی تھی۔
سدید کی جان پر بن آئی۔
"کیا کہا ہے اس نے تم سے؟"
"کچھ نہیں' بس وہ چاہتا ہے کہ میں صمید انکل اور ان کی فیملی سے دور رہوں۔"
"ہوں...... تو تم نے کیا سوچا ہے پھر؟"
"میں ایسا نہیں کرسکتی سدید' صمید انکل کے مجھ پر بہت احسان ہیں' ان کی فیملی نے مجھے بہت پیار دیا ہے' میں اس بددماغ' ذہنی مریض شخص کے لیے اتنے پیارے لوگوں کو نہیں چھوڑ سکتی۔"
"ٹھیک ہے مگر یاد رکھنا دوبارہ اگر کسی بھی وجہ سے میں نے تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھے تو سچ کہتا ہوں عائلہ' میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔" وہ ایسا ہی تھا ٹوٹ کر چاہنے والا۔
عائلہ بھیگی پلکوں کے ساتھ مسکرادی۔
"اچھا...... اور جو خود ہر وقت رلاتے رہتے ہو...... وہ؟" اسے مسکراتے دیکھ کر وہ قدرے ریلیکس ہوا۔
"میری خیر ہے۔"

"چیٹر (بے ایمان......)" کھل کر مسکراتے ہوئے اس نے سدید کے بازو پر زوردار مکا رسید کیا جواب میں وہ اس کی ناک دباتے ہوئے خود بھی مسکرادیا۔

❁......❁......❁

محبت ہے
جبھی تو کچھ بھی کہتے ہو
تمہاری سرد مہری کے سمندر میں
پڑے چپ چاپ سہتے ہیں
محبت ہے جبھی تو ہم
پرندوں کی طرح سے لوٹ آتے ہیں
تمہاری ذات کے گنجان برگد میں
جہاں پر کوئی بھی ٹہنی
ہماری خواہشوں کو گھونسلہ رکھنے نہیں دیتی
محبت ہے جبھی تو ہم نے تیری یاد کا جگنو
حسیں روپہلے چہروں کی ضیاء میں آج تک کھویا نہیں
جبھی تو ہم دیے کی طرح جلتے ہیں' سلگتے ہیں
تمہاری ہجر کی تاریک راہوں میں سنو جاناں
ہماری خاک کو گر تم ہواؤں میں اڑاؤ گے
تو واپس لوٹ آئیں گے
کہ...... ہمیں تو خاک ہوکر بھی تیرے قدموں میں رہنا ہے!

رات وہ خاصی دیر سے گھر واپس آیا تھا۔
پریہان اپنی ساری مصروفیات ترک کیے اس کے انتظار میں لاؤنج میں بیٹھی وہ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ سرسری سا ایک نظر اس پر ڈالتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
صمید صاحب بھی ابھی تک جاگ رہے تھے مگر اس وقت وہ کسی طور زاویار سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھے تبھی ان کی ایماء پر پریہان اٹھ کر اس کے کمرے میں آئی تھی' جو کمرے سے ملحقہ واش روم میں گھسا منہ پر پانی کے چھپاکے مار رہا تھا۔
"زاویار بھائی' کھانا لاؤں؟"
"نہیں...... بھوک نہیں ہے۔" چونک کر سر اٹھاتے ہوئے اس نے چہرہ خشک تولیے سے رگڑا۔ بلیک شرٹ کی آستین بھی کہنیوں تک فولڈ کی ہوئی تھی' وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔
"ٹھیک ہے مگر ایک کپ کافی تو پی سکتے ہیں ناں میرے ساتھ؟"
"ہوں...... ضرور۔" چہرہ خشک کرنے کے بعد تولیہ اس نے سائیڈ میں صوفے پر پھینک دیا تھا۔ پریہان مطمئن سی دوبارہ نیچے چلی آئی' تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں اپنا اپنا کافی کا مگ ہاتھ میں لیے باہر لان سے ملحقہ سیڑھیوں پر آبیٹھے تھے۔

"تم کہنا چاہتی ہو کہ کھانا اچھا نہیں پکا۔"
"جی ہاں۔"
"بس...... ناشکری ہی رہنا ہمیشہ۔" وہ خفا ہوا عائلہ مسکرادی۔
"بابا کہاں ہیں؟"
"اپنے کمرے میں۔"
"کیوں؟"
"کیا مطلب کیوں؟ رات کے ساڑھے گیارہ ہورہے ہیں' اس وقت اپنے کمرے میں نہیں جائیں گے تو اور کہاں جائیں گے؟"
"اوہ...... مجھے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ اتنا ٹائم ہوگیا۔"
"ہو بھی کیسے سکتا تھا' سارے گدھے گھوڑے بیچ کر جو سوئی تھیں' خیر وہ صمید انکل کئی بار تمہارا پوچھ چکے ہیں' کیا تم ان سے ناراض ہوکر آئی تھیں؟"
"نہیں۔"
"جھوٹ؟" اب وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ عائلہ نے نظریں چرالیں۔
"میری واقعی ان سے کوئی ناراضگی نہیں ہے سدید۔"
"کوئی ناراضگی نہیں تو وہ اتنے پریشان کیوں ہیں اور تم اتنی رو کر کیوں آئی ہو وہاں سے؟ مجھے بتاؤ پلیز کیا بات ہے؟"
اب وہ سختی سے پیش آرہا تھا' عائلہ جانتی تھی وہ اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کبھی یوں بے چین ہورہا تھا' وہ خود بھی تو اس سے کوئی بات نہیں چھپا سکتی تھی۔ تبھی آہستہ آہستہ سر جھکا گئی تھی۔
"میں صمید انکل سے ناراض نہیں ہوں' نہ ہی آج تک کبھی مجھے ان سے کوئی شکایت ہوئی ہے مگر...... ان کا بیٹا ان جیسا نہیں ہے سدید' پتہ نہیں کیوں وہ مجھ سے اتنی نفرت کرتا ہے کہ بات بات پر مجھے بے عزت کرنا اس نے جیسے اپنا وطیرہ بنالیا ہے' میں اب تک صمید انکل کی وجہ سے بہت کچھ برداشت کرتی رہی ہوں مگر اب نہیں' روز روز اس شخص کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہوسکتی میں......" اسے بتاتے ہوئے ایک مرتبہ پھر وہ رو پڑی تھی۔
سدید کی جان پر بن آئی۔
"کیا کہا ہے اس نے تم سے؟"
"کچھ نہیں' بس وہ چاہتا ہے کہ میں صمید انکل اور ان کی فیملی سے دور رہوں۔"
"ہوں...... تو تم نے کیا سوچا ہے پھر؟"
"میں ایسا نہیں کرسکتی سدید' صمید انکل کے مجھ پر بہت احسان ہیں' ان کی فیملی نے مجھے بہت پیار دیا ہے' میں اس بددماغ' ذہنی مریض شخص کے لیے اتنے پیارے لوگوں کو نہیں چھوڑ سکتی۔"
"ٹھیک ہے مگر یاد رکھنا' دوبارہ اگر کسی بھی وجہ سے میں نے تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھے تو سچ کہتا ہوں عائلہ' میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔" وہ ایسا ہی تھا ٹوٹ کر چاہنے والا۔
عائلہ بھیگی پلکوں کے ساتھ مسکرادی۔
"اچھا...... اور جو خود ہر وقت رلاتے رہتے ہو...... وہ؟" اسے مسکراتے دیکھ کر وہ قدرے ریلکس ہوا۔
"میری خیر ہے۔"

"چیٹر (بے ایمان......)" کھل کر مسکراتے ہوئے اس نے سدید کے بازو پر زوردار مکا رسید کیا جواب میں وہ اس کی ناک دباتے ہوئے خود بھی مسکرادیا۔

❀......❀......❀

محبت ہے
جبھی تو کچھ بھی کہتے ہو
تمہاری سرد مہری کے سمندر میں
پڑے چپ چاپ بہتے ہیں
محبت ہے جبھی تو ہم
پرندوں کی طرح سے لوٹ آتے ہیں
تمہاری ذات کے گنجان برگد میں
جہاں پر کوئی بھی ٹہنی
ہماری خواہشوں کو گھونسلہ رکھنے نہیں دیتی
محبت ہے جبھی تو ہم نے تیری یاد کا جگنو
حسیں روپہلے چہروں کی ضیاء میں آج تک کھویا نہیں
جبھی تو ہم دیے کی طرح جلتے ہیں' سلگتے ہیں
تمہارے ہجر کی تاریک راہوں میں سنو جاناں
ہماری خاک کو گر تم ہواؤں میں اڑاؤ گے
تو واپس لوٹ آئیں گے
کہ...... ہمیں تو خاک ہوکر بھی تیرے قدموں میں رہنا ہے!

رات وہ خاصی دیر سے گھر واپس آیا تھا۔
پریہان اپنی ساری مصروفیات ترک کیے اس کے انتظار میں لاؤنج میں بیٹھی وہ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ سرسری سی ایک نظر اس پر ڈالتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
صمید صاحب بھی ابھی تک جاگ رہے تھے مگر اس وقت وہ کسی طور زاویار سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھے تبھی ان کی ایماء پر پریہان اٹھ کر اس کے کمرے میں آئی تھی' جو کمرے سے ملحقہ واش روم میں گھسا منہ پر پانی کے چھپاکے مار رہا تھا۔
"زاویار بھائی' کھانا لاؤں؟"
"نہیں...... بھوک نہیں ہے۔" چونک کر سر اٹھاتے ہوئے اس نے چہرہ خشک تولیے سے رگڑا۔ بلیک شرٹ کی آستین بھی کہنیوں تک فولڈ کی ہوئی تھی' وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔
"ٹھیک ہے مگر ایک کپ کافی تو پی سکتے ہیں ناں میرے ساتھ؟"
"ہوں...... ضرور۔" چہرہ خشک کرنے کے بعد تولیہ اس نے سائیڈ میں صوفے پر پھینک دیا تھا۔ پریہان مطمئن سی دوبارہ نیچے چلی آئی' تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں اپنا اپنا کافی کا مگ ہاتھ میں لیے باہر لان سے ملحقہ سیڑھیوں پر آبیٹھے تھے۔

"میں جانتی ہوں اس وقت آپ بہت ڈس ہارٹ ہیں یقیناً پاپا سے ناراض بھی ہے ناں؟" کچھ دیر خاموشی کے بعد پریہان نے ہی گفتگو کا آغاز کیا۔
زاویار نے جواب میں ایک بڑا سا گھونٹ اپنے اندر اتارا۔
"نہیں۔"
"جھوٹ مت بولیں۔"
"جھوٹ نہیں بول رہا میں اور میرے خیال سے نہ ہی اس کی کوئی ضرورت ہے۔"
"او کے تو کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے کہ اتنی رات کو بنا کسی وجہ کے آپ گھر سے باہر کہاں مصروف تھے؟"
"ہوں...... اپنے ایک دوست کی طرف گیا تھا امریکہ کا ٹکٹ کنفرم کروانے۔"
"وہاٹ...... مگر کیوں؟" جتنے سکون سے اس نے اطلاع دی تھی وہ اتنی ہی بے چین ہوگئی تھی۔
زاویار نے ایک اور بڑا سا گھونٹ اپنے اندر اتارا۔
"کیونکہ میری یہاں ضرورت نہیں ہے۔"
"آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟" فوراً رخ اس کی طرف پھیرتے ہوئے اس نے پوچھا مگر زاویار نے جواب نہیں دیا۔
"ایک بات پوچھوں بھائی؟" کچھ پل خاموشی کے بعد پھر اس نے پوچھا۔ وہ محض سر ہلا سکا۔
"ہوں۔"
"آپ عائلہ علوی سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں؟" سوال خاصا غیر متوقع تھا۔ اس کی پیشانی کے بلوں میں مزید اضافہ ہوگیا۔
"بہتر ہوگا پریہان اگر ہم اس لڑکی کے ٹاپک پر کوئی بات نہ کریں پلیز۔"
"او کے مگر میں آپ کے یوں اچانک امریکہ واپس جانے کی وجہ ضرور جاننا چاہوں گی۔"
"کوئی وجہ نہیں ہے۔" اس نے جیسے کچھ بھی نہ بتانے کی قسم کھا رکھی تھی۔
"چلو اب سو جاؤ رات بہت ہوگئی ہے۔" اچانک وہ اس کے پہلو سے کھڑے ہوتے ہوئے بولا تو وہ خاموشی سے اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔
زاویار نے کمرے میں واپس آنے کے بعد دروازہ لاک کیا تھوڑی دیر کے بعد جولی رابرٹ اس کے ساتھ اسکائپ پر آن لائن تھی۔
"کیسے ہو زی؟"
"فائن تم سناؤ ایک کہاں ہے؟"
"کل تک تو یہیں تھا آج صبح شکاگو گیا ہے کچھ کام تھا تم تھوڑے پریشان لگ رہے ہو کیا بات ہے؟"
"کچھ نہیں بس میں امریکہ واپس آ رہا ہوں۔"
"خیریت......؟"
"ہوں...... خیریت ہی ہے۔"
"مگر تم تو کہہ رہے تھے تمہارے بابا کو تمہاری ضرورت ہے۔"
"غلط فہمی تھی میری ایسا کچھ نہیں ہے۔"
"تم کہنا چاہتے ہو کہ وہاں تمہاری غیر موجودگی میں تمہاری بہن ان کی مدد کر رہی ہے؟"

"نہیں۔"

"تو پھر تم یہاں کیوں آ رہے ہو؟"

"تمہیں کوئی مسئلہ ہے میرے واپس آنے سے؟" ایک دم سے وہ بھڑک اٹھا تو جولی کھل کر ہنس دی۔

"نہیں..... مگر میں چاہتی ہوں کہ تم اپنی فرسٹریشن ضرور شیئر کرو۔"

"کوئی فرسٹریشن نہیں ہے۔"

"کم آن زاویار..... میں بہت سالوں سے تمہیں جانتی ہوں اور بہت اچھی طرح سے مجھے اس بات کا پتہ ہے کہ تم کوئی بھی فیصلہ یوں اچانک نہیں کرتے۔" وہ ابھی بھی مسکرا رہی تھی زاویار نے جیسے تھک کر سر کرسی کی پشت گاہ سے ٹکا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد نا چاہتے ہوئے بھی وہ اپنی ساری الجھن اس کے ساتھ شیئر کر چکا تھا۔

"ہوں..... اگر ایسی بات ہے تو پھر تمہیں ہر صورت وہیں رہنا چاہیے۔ کیا تم ایک اجنبی لڑکی کو اپنے پاپا کے بزنس پر آسانی سے ہاتھ صاف کرنے دو گے؟"

"میرا پاپا کے بزنس پر کوئی حق نہیں ہے جولی وہ لڑکی انہیں مجھ سے زیادہ عزیز ہے۔"

"ایسے مت کہو زاویار..... تم ان مڈل کلاس لڑکیوں کی حقیقت نہیں جانتے' بہت چالاک ہوتی ہیں یہ اپنے مفاد کے لیے کسی کو بھی ہاتھ میں کر لینا کچھ مشکل نہیں ہوتا ان کے لیے۔"

"تو.....؟"

"تو یہ کہ تم اپنے بابا کا بزنس خود اپنے ہاتھ میں لو ان کا اعتبار جیتو اور آہستہ آہستہ اس لڑکی کا پتہ صاف کر کے سارا بزنس یہاں امریکہ میں منتقل کر لو آفٹر آل یہ تمہاری خواہش بھی ہے۔"

"ہوں..... میرا خیال ہے یہ ایک بہترین مشورہ ہے۔"

"یقیناً ویسے بھی میدان جنگ سے بھاگنا بزدلوں کا کام ہے اور تم بزدل نہیں ہو۔"

"تھینکس جولی' ایک مرتبہ پھر تم نے میری مشکل آسان کر دی۔" وہ اب مسکرا رہا تھا' جولی بھی مسکرا دی۔

"یو آر ویری ویلکم سر۔" تھوڑی دیر مزید ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اس نے سسٹم آف کر دیا یقیناً جولی نے اسے صحیح بات سمجھائی تھی' واقعی وہ لڑکی اپنے حالات بدلنے کے لیے اس کے گھر والوں کی محبت کیش کر رہی تھی' مگر وہ اب اسے ایسا کوئی موقع نہیں دینے والا تھا۔

❁.....❁.....❁
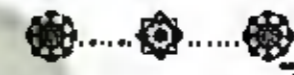
زاویار صمید حسن کے کمرے کی لائیٹ جل رہی تھی۔

صمید صاحب نے پریہان سے اس کا امریکہ واپسی کا ارادہ جان کر چپ سادھ لی وہ صرف شکل و صورت میں اپنی ماں پر نہیں گیا تھا بلکہ اس نے عادتیں اور مزاج بھی اسی کا چرا لیا تھا۔

پریہان اپنے کمرے میں جا چکی تھی' وہ تھکے تھکے سے باہر لان میں چلے آئے جہاں ایک کونے میں مدھم سا جلتا دودھیا بلب بے حد اداس دکھائی دے رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جہاں زاویار اور پریہان بیٹھے تھے وہ بھی وہیں بیٹھ گئے۔

رات کی سرد خاموش ہوا ایک دم سے انہیں بے کل کر گئی تھی۔

خیر اور شر کی کرنیں بکھیرتا چاند اب بادلوں سے آنکھ مچولی کر رہا تھا' وہ نڈھال سے پلر سے ٹیک لگا کر پلکیں موند گئے' گزرے ہوئے وقت کی یادوں کا ریلا پھر انہیں بہانے کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ کتنے سال ہو گئے تھے مگر..... آج بھی بیتی

ہوئی یادوں کے زخم تازہ تھے۔

یادوں کا چڑھتا دریا کسی طور خشک ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔

کیا نہیں تھا آج ان کے پاس؟

عزت..... دولت..... شہرت.....

مگر پھر بھی تشنگی تھی کہ کسی طور ختم ہوتی دکھائی نہ دے رہی تھی' کسی ضدی بچے کی طرح آج بھی ان کا دل اسی آنگن میں پناہ ڈھونڈنا چاہتا تھا' جہاں کبھی مریرا رحمٰن سے ان کی محبت پروان چڑھی تھی۔

وہ محبت..... جس نے ہجر کا روپ دھار کر پھر ان کا ماس تک کھا لیا تھا..... ٹک..... ٹک..... ٹک..... گھڑی کی سوئیاں آگے ہی آگے سفر کرتی جا رہی تھیں' مگر وہ اور ان کا دل پیچھے جا رہے تھے' گزرے ہوئے ان سالوں کی طرف جو صدیوں پر محیط ہو کر انہیں اندر سے ختم کرتے جا رہے تھے۔

مریرا رحمٰن ان دنوں بہت خوش تھی۔

روز صبح کالج جاتے ہوئے وہ اس کے خوب کان کھاتی تھی' اب وہ اس کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا بھی بے حد خیال رکھنے لگی تھی۔ شیر علی صاحب اور بریرا بھی اس سے بہت خوش تھے کہ اس نے ان کی بات کا مان رکھ لیا تھا۔

انہی دنوں بریرہ کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی جو بھی چیز کھاتی فوراً واپس الٹ دیتی۔ اس روز سنڈے تھا اور مریرا شیر علی صاحب کے جسم پر زبردستی اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئی تھی۔ واپسی کے سفر میں دونوں کے قدم زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔

وہ امید سے تھی اور اس کے حمل کو تیسرا مہینہ لگ چکا تھا۔

شیر علی صاحب کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ فوراً سمندر پار بیٹھے سکندر علوی کو بھی اطلاع دی گئی' بہت دنوں کے بعد صمید نے اس گھر میں خوشیوں کے چھوٹے چھوٹے جگنو ٹمٹماتے دیکھے تھے۔

مریرا کی مصروفیات بڑھ چکی تھیں۔

اس نے بریرہ کو مکمل ریسٹ دینے کے لیے خود کو کولہو کا بیل بنا لیا تھا۔ رات میں سب کاموں سے فارغ ہو کر پڑھنے بیٹھتی تو نینداس کے اعصاب پر تسلط جما لیتی' اور وہ کبھی کمرے میں' کبھی صحن میں اور کبھی لاؤنج میں ہی بیٹھی بیٹھی سو جاتی۔

صمید کو اس پر بے حد ترس آتا تھا۔ بے پناہ کشش کی حامل وہ پیاری سی لڑکی رشتوں پر قربان ہونا بہت اچھی طرح سے جانتی تھی۔ اس رات بھی جب وہ ٹیوشن سے فارغ ہو کر گھر واپس آیا تو وہ باہر صحن میں پڑھتے پڑھتے' کتابوں پر سر رکھ کر سو گئی تھی۔ صمید اپنے کمرے کی طرف بڑھتے بڑھتے اچانک رک گیا تھا۔ باہر صحن میں سرد ہوا کے تھپیڑے اسے نقصان پہنچا سکتے تھے' جبکہ اس نے کوئی شال لے رکھی تھی نہ ہی سویٹر پہن رکھا تھا' بریرہ اور شیر علی صاحب شاید سو چکے تھے اسے تھوڑا کام تھا لہٰذا وہ تھوڑا لیٹ ہو گیا تھا اور اب گیٹ کی ایکسٹرا چابی سے لاک کھول کر بنا کسی کو ڈسٹرب کیے اندر چلا آیا تھا' تاہم صحن میں موجود مریرا نے اسے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے سے روک دیا۔ کچھ دیر پرسوچ نگاہوں سے اسے دیکھتے رہنے کے بعد بالآخر اس نے اسے پکارا تھا۔

"مریرا۔" اور وہ جو سدا سے نیند کی کچی تھی' اس کی پکار پر فوراً جاگ گئی۔

"ہوں۔"

"اندر چلو یہاں بہت ٹھنڈ ہو رہی ہے۔"

"نہیں..... مجھے ابھی پڑھنا ہے میرا ٹیسٹ ہے کل۔"

”ایسے پڑھتے ہیں سوکر؟“ بناء اس کی آنکھوں کی سرخی نوٹ کیے اس نے خفیف سا طنز کیا‘ وہ سر جھکا گئی۔

”سوری ...... مجھے پتہ ہی نہیں چلا کب آنکھ لگ گئی۔“

”اسی لیے کہہ رہا ہوں‘ ابھی سو جاؤ‘ صبح اٹھ کر پڑھ لینا۔“

”نہیں...... صبح نہیں پڑھ سکتی‘ صبح مجھے بہت سے کام کرنے ہوتے ہیں۔“

”آپ کی مرضی...... میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“ وہ پلٹا تھا جب اس نے بتایا۔

”آج کلاس میں میری بہت انسلٹ ہوئی۔“

”ہونی ہی تھی...... سارا دن کولہو کے بیل کی طرح گھر کے کاموں میں جتی رہوگی تو پڑھائی تو متاثر ہوگی‘ اوپر سے زبردستی جاگ جاگ کر صحت کا بیڑا غرق بھی کر رہی ہو۔“

”آپ میری صحت کی ٹینشن نہ لیں‘ میں ابھی بس تھوڑی دیر میں سو جاؤں گی۔“ بناء اس کی نصیحت پر کان دھرے اس نے قطعیت سے کہا تو وہ کندھے اچکا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اگلے روز صبح ناشتے کی میز پر کرنل شیر علی اس سے کہہ رہے تھے۔

”صمید بیٹا‘ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم رات میں ٹیوشن سے ذرا جلدی گھر واپس آ جایا کرو۔“

”ہوسکتا ہے انکل‘ ٹیوشن سے تو میں عموماً جلدی فارغ ہو جاتا ہوں‘ پھر کوئی نہ کوئی دوست ساتھ گھسیٹ لیتا ہے آپ حکم کریں۔“

”حکم کیا کرنا ہے‘ درخواست ہے‘ جلدی گھر واپس آ جایا کرو تو تھوڑی دیر مریرا کو ٹیوشن دے دیا کرو‘ بریرہ کے خیال میں اس کی پڑھائی کا بہت حرج ہو رہا ہے۔“

”ٹھیک ہے انکل...... آپ کا ہر حکم میرے لیے عبادت کا درجہ رکھتا ہے‘ میں پڑھا دیا کروں گا۔“

”شاباش...... مجھے تم سے ایسی ہی سعادت مندی کی امید تھی۔“ وہ خوش ہوئے تھے‘ جواب میں صمید حسن نے ان کے دونوں ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگا لیے۔

......☆☆☆......

اس روز مریرا کا ٹیوشن کے لیے پہلا دن تھا۔

کالج سے واپسی کے بعد اس نے روزمرہ کے تمام امور تندہی سے انجام دیئے اور کتابیں لے کر سر شام ہی صحن میں آ بیٹھی‘ صمید گھر واپس آیا تو اسی نے اسے گرم کھانا اور چائے مہیا کی‘ کرنل صاحب کی بیماری اور بریرہ کی پریگننسی کے بعد ان دونوں کا کھانا علیحدہ پکتا تھا‘ جسے وہ وقت پر پہلے ہی کھا لیتے تھے۔ مریرا بھی اکثر بریرا کے ساتھ ہی کھا لیتی اور صمید کی گھر واپسی پر اس کا کھانا گرم کر دیتی۔

اس روز وہ بہت تھکا ہوا تھا‘ اسی لیے زیادہ دیر نہ پڑھا سکا‘ تاہم مریرا اس کے لیے بے حد محنتی اور ذہین طالبہ ثابت ہوئی تھی۔ ذہین بریرہ بھی بہت تھی مگر شادی کے بعد اس نے تعلیم کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ صمید مریرا کو ایک بار سرسری سے انداز میں بھی جو چیز سمجھا دیتا تھا وہ اسے کبھی نہیں بھولتی تھی۔ چند ہفتے اسی مصروفیت کی نذر ہوگئے تھے‘ تب ہی اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ بہت چپ چپ سی رہنے لگی تھی۔

کام کاج سے فارغ ہو کر یا تو کرنل صاحب کے کمرے میں گھسی رہتی‘ یا پھر بریرہ کے پاس ٹیوشن کے ٹائم بھی اس کا سر زیادہ دیر جھکا ہی رہتا تھا۔ بہت کم وہ صمید کی طرف دیکھ کر بات کرتی تھی۔ اس روز بھی گھر واپسی کے بعد فریش ہو کر وہ باہر صحن میں بیٹھا تھا‘ جب وہ گرم شال میں لپٹی‘ کتابیں سینے سے لگائے اس کے مقابل آ بیٹھی۔

عاصمہ نور

پیارے آنچل کے پیارے قارئین اور اسٹاف کو میرا محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ مجھے عاصمہ نذر کہتے ہیں لیکن شوقیہ عاصمہ نور ہے‘ میرا تعلق مخدوم پور کے چھوٹے سے گاؤں اسٹیشن جان محمد والا سے ہے۔ میری پیدائش 18 جولائی 1999ء کو ہوئی‘ نہم کلاس کی طالبہ ہوں اور بچپن سے آنچل کا مطالعہ کرتی ہوں۔ جی تو قارئین اب بات ہو جائے پسند ناپسند کی تو وصی شاہ فراز اور نازیہ کنول کی غزلیں بے حد پسند ہیں آنچل بے حد پسند ہے‘ ہر کوئی ڈانٹتا ہے اتنی چھوٹی سی عمر میں ڈائجسٹ نہ پڑھا کرو لیکن میں آنچل کو نہیں چھوڑ سکتی۔ ”مجھے ہے حکم اذاں“ کہانی بہت پسند تھی‘ جواب ختم ہوگئی۔ خامی یہ ہے کہ غصہ بہت کرتی ہوں‘ میری دوست ایمان فاطمہ کے مطابق خامی یہ ہے کہ بولتی بہت کم ہوں اور خوبی میری آپی ثمینہ کے کہنے کے مطابق محنت کرتی ہوں۔ پھول بے حد پسند ہیں‘ پسندیدہ ٹیچر شاہ پارہ اور راحیلہ ہیں‘ ٹیچر راحیلہ سے ڈر بہت لگتا ہے لیکن ان کو بہت لائک کرتی ہوں اور ٹیچر شاہ پارہ کی پرسنالٹی کو بہت لائک کرتی ہوں۔ پسندیدہ دوست ایمان‘ جس سے دل کی ہر بات شیئر کر لیتی ہوں۔ ڈاکٹر بننا اور ڈیجیٹل کیمرہ لینا میری زندگی کی سب سے بڑی وشز ہیں‘ دعا کریں کہ پوری ہو جائیں۔ پسندیدہ کلر پنک اور وائٹ ہیں‘ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے پیارے بابا جان ہیں جن سے بے حد پیار کرتی ہوں‘ اللہ ان کا سایہ ہمیشہ ہم پر قائم رکھے آمین۔ میں چاہتی ہوں میں کوئی اتنا اچھا کام کروں کہ میرے ماں باپ اور ٹیچرز کا سر فخر سے بلند ہو جائے۔ میری زندگی کا دارومدار تھوڑے سے لوگوں پر گھومتا ہے۔ میرے ماں باپ‘ بہن بھائی میری فرینڈز اور دو ٹیچرز اور میرا پیارا سا بھانجا احسن بلال ان سب سے حد سے زیادہ محبت کرتی ہوں۔ اللہ ان سب کو ہمیشہ خوش رکھے‘ اللہ آنچل کو اور آنچل کے اسٹاف اور قارئین کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے آمین‘ پڑھ کر ضرور بتایئے گا میرا تعارف کیسا لگا‘ فی امان اللہ۔

”کیسا رہا کل کا ٹیسٹ؟“ کتاب اس سے لیتے ہوئے اس نے پوچھا۔ جب وہ بولی۔

”بہت اچھا۔“

”گڈ...... مجھے یقین تھا تم اپنے استاد کا سر کبھی نیچا نہیں ہونے دوگی۔“

”ہوں...... آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے پڑھائی میں مجھے مدد دینے کی درخواست قبول کر لی‘ ورنہ شاید میں گھر اور کالج میں بیلنس نہ رکھ پاتی‘ بہرحال میں وعدہ کرتی ہوں پڑھائی کے سلسلے میں آپ کو کبھی مجھ سے شکایت کا موقع نہیں ملے گا‘ بالکل بھی تنگ نہیں کروں گی میں آپ کو۔“ جھکے سر کے ساتھ ہی وہ وعدہ کر رہی تھی‘ صمید کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آگئی۔

”اچھی بات ہے‘ چلو اب کتاب کھولو۔“ مریرا نے فوراً اس کے حکم کی تعمیل میں کتاب کھول لی۔ اب وہ کتاب پر نظریں جمائے بول رہا تھا‘ بے حد محنت سے اسے پیچیدہ کلیے سمجھا رہا تھا مگر مریرا کی نظریں کتاب پر نہیں تھیں‘ جانے ایک دم سے کیا ہوا تھا کہ وہ کتاب سے نظریں ہٹا کر اس کے چہرے کو دیکھنے لگی تھی‘ وہ پڑھا رہا تھا اور وہ عجیب پاگلوں کی طرح سر اٹھائے یک ٹک اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی‘ یہاں تک کہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ یونہی اس کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ ٹوٹ کر کتاب پر گرا تو صمید چونک گیا‘ فوراً سے پیشتر کتاب سے نظریں ہٹا کر اس نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر جیسے ٹھٹک گیا‘ شفاف کانچ سی آنکھوں میں صحراؤں سی وحشت لیے وہ پاگلوں کی طرح اسے دیکھتے ہوئے رو رہی تھی۔ صمید کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

”ایسے پڑھنا کہتے ہیں؟“ فوراً کھنکھار کر اسے ہوش دلاتے ہوئے اس نے ڈپٹا تو وہ شرمندہ ہوگئی۔

"سوری۔"

"سوری کی بچی...... میں پاگلوں کی طرح ایک گھنٹے سے نان اسٹاپ بولے جارہا ہوں اور تم نے کچھ سنا ہی نہیں۔" وہ برہم ہوا تھا تکلفات کی دیوار بھی اچانک سے گری تھی' مریرا نے جلدی سے آنکھیں صاف کرلیں۔

"معاف کردیں پلیز' دوبارہ ایسا بھی نہیں ہوگا۔" جھکے سر کے ساتھ کہتی وہ بے حد شرمندہ دکھائی دے رہی تھی صمید نے سر جھٹک کر دوبارہ پڑھانا شروع کردیا۔

☆☆☆......

اس روز بھی بہت ٹھنڈ تھی۔

صمید ٹیوشن سے فارغ ہوکر آیا تو مریرا کو کچن میں مصروف پایا' جبکہ بریرہ گرم شال اوڑھے صحن میں بیٹھی تھی' شاید مریرا کی طرح اسے بھی رات میں ٹھنڈ کے باوجود صحن میں بیٹھنا اچھا لگتا تھا۔ صمید نے محسوس کیا تھا' جیسے جیسے اس کی ڈلیوری کے دن قریب آرہے تھے' وہ بہت پریشان رہنا شروع ہوگئی تھی' زیادہ تر اپنے کمرے میں ہی محصور رہتی' لمبے لمبے وظائف اور نوافل کو اس نے اپنا معمول بنالیا تھا' خاموش طبع تو وہ پہلے ہی بہت تھی اب اور بھی خاموش ہوکر رہ گئی تھی۔ اوپر سے سکندر علوی کی کوئی خیر خبر نہیں تھی' کرنل صاحب بھی اس کے لیے بے حد فکر مند تھے' کئی کئی دن صمید کا اس سے سامنا نہیں ہوتا تھا۔

اس وقت بھی گھر واپسی کے بعد اپنے کمرے میں جانے کی بجائے وہ صحن میں اس کے پاس تک گیا تھا۔

"السلام علیکم...... کیسی ہیں آپ؟" بریرہ نے اس کے سلام پر چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر جلدی سے آنسو صاف کرلیے۔

"وعلیکم السلام' میں ٹھیک ہوں آپ کی پڑھائی اور ٹیوشن کیسی چل رہی ہے؟"

"اے ون...... سکندر صاحب سے کوئی رابطہ ہوا؟"

"نہیں...... بہت دنوں سے ان کی کال نہیں آئی' میں نے خود دو تین بار ٹرائی کیا تھا مگر ہر بار ان کا نمبر بند مل رہا تھا۔"

"ہوں...... اللہ خیر کرے گا' آپ پریشان نہ ہوں' میرے ایک دوست کا بھائی امریکا میں رہتا ہے اسے میں نے سکندر بھائی کا کانٹیکٹ نمبر اور ایڈریس دے دیا ہے جلد ہی وہ ان سے مل کر ہمیں انفارم کردے گا۔"

"بہت شکریہ صمید بھائی۔"

"نہیں کوئی بات نہیں۔" وہ مشکور ہوئی تھی صمید نے مسکرا کر بات سمیٹ دی۔

"مریرا کی پڑھائی کیسی جارہی ہے؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا تھا جواب میں اسے مریرا کی آنسوؤں سے لبریز نگاہیں یاد آگئیں' کیسی عجیب دیوانگی اور وحشت تھی ان آنکھوں میں کہ وہ اگلے کئی دن تک سکون سے نہیں سو سکا تھا۔

"اچھی جارہی ہے۔" نظریں چراتے ہوئے اسے کہنا پڑا تھا۔ وہ مطمئن ہوگئی' عین اسی پل کچن میں کچھ گرنے کی آواز آئی تھی صمید نے ایک نظر بریرہ کی طرف دیکھا پھر کچن کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا ہوا؟" کچن کے فرش پر فرائی پین اور گرم تیل بکھرا پڑا تھا' جبکہ مریرا سہمی ہوئی چڑیا کی طرح سائیڈ پر کھڑی اپنے جلے ہوئے ہاتھ اور پاؤں کی تکلیف برداشت کررہی تھی۔

"کچھ نہیں۔" بنا نظریں اٹھائے اس نے جواب دیا تھا۔ تبھی بریرہ بھی وہیں چلی آئی۔

"او میرے خدا' یہ کیا کیا تم نے؟" ایک نظر پیچھے سلیب پر پڑے کچے کبابوں کی پلیٹ پر ڈالنے کے بعد وہ تیزی سے

غزل

میرا نام لے کر گرفت میں وہ دور ہوگیا
جیسے کوئی جانتا نہ تھا' مشہور ہوگیا
آنکھیں بھیگتی رہی نصیب کی بارش میں
ایسے ہی صحرا ستم بھی عبور ہوگیا
ارے کوئی ابن مریم کو آواز تو دے
قلب ناتواں زخموں سے چُور ہوگیا
جیسے تاریکی میں شمع خورشید ہوتی ہے
ایسے مجھ بے حسیں کے سامنے وہ نُور ہوگیا
یہ قوت عشق تھی کہ کہسار شاہ
دو عاشق ملے تو کوہ طور ہوگیا

ثناء کلثوم...... مونہ سیدال

اس کی طرف لپکی تھی۔ پھر جلدی سے پیسٹ نکال کر اس نے اس کے ہاتھ اور جلے ہوئے پاؤں کی انگلیوں پر لگادیا۔

"کئی بار کہا ہے جو کام نہ کرنا آئے مت کیا کرو' مگر تم پر کبھی اثر نہیں ہوتا۔"

پیسٹ لگاتے ہوئے وہ اسے ڈانٹ رہی تھی اور مریرہ سر جھکائے ہونٹ کاٹتے اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ صمید نے ایک نظر پیچھے سلیب پر دھری کچے کبابوں کی پلیٹ پر ڈالی پھر مریرا کے جلے ہوئے ہاتھ اور پاؤں کی طرف دیکھا' عجیب سے احساسات کے ساتھ واپس پلٹ گیا۔

اس رات ایک مرتبہ پھر وہ نہیں سو سکا تھا' ہاتھ مریرا کا جلا تھا مگر اس کی تکلیف وہ اپنے دل میں محسوس کررہا تھا۔

❀......❀......❀

بہت سے دن عجیب سی بے کلی کی نذر ہوگئے تھے۔

بریرہ کی طبیعت آج کل خاصی خراب رہنے لگی تھی۔ چلتے چلتے ہانپ جاتی' خون کی کمی بڑھتی جارہی تھی مگر وہ تھی کہ اسے اپنا کوئی خیال ہی نہیں تھا' ڈاکٹرز کے مطابق اس کا کیس بھی خاصا پیچیدہ تھا اور ادھر سکندر علوی نے لاتعلقی کی قسم کھا رکھی تھی۔

کرنل صاحب بہت پریشان رہنے لگے تھے' خود صمید بھی امتحانات میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ ایسے میں صرف ایک مریرا تھی جو سب کا خیال رکھ رہی تھی۔ صمید کی ذرا سی محنت ہی رنگ لائی اور اس نے فرسٹ ایئر کا امتحان بے حد شاندار نمبروں سے کلیئر کرلیا تھا' جس روز اس کا رزلٹ آؤٹ ہوا تھا وہ بے حد خوش تھی۔ صمید تھکن سے چور گھر واپس آیا تو وہ اسی کا انتظار کررہی تھی۔

"میرا انعام؟" جیسے ہی وہ صحن میں چارپائی پر آ کر بیٹھا' اس نے بے حد استحقاق سے اپنی شفاف ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی اور صمید جانتا تھا کہ وہ اپنا انعام ضرور مانگے گی' تبھی اس کی فرمائش پر مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے ادھ کھلے گلاب کی کلی اس کی شفاف ہتھیلی پر رکھ دی۔ مریرا کی آنکھوں میں جیسے ہزاروں جگنوؤں نے بسیرا کرلیا تھا' جگر جگر کرتی روشن نگاہیں اٹھا کر اس نے ایک نظر سامنے بیٹھے صمید حسن کی طرف دیکھا پھر آہستہ سے اپنے لب گلاب کی

ادھ کھلی کلی پر رکھ دیے۔

”تھینک یو۔“ بے حد محبت سے اس نے کہا اور فوراً کچن میں گھس گئی۔

پچھلے دنوں جلے ہوئے ہاتھ اور پاؤں کے باوجود وہ اس کے سارے کام معمول کی مانند سرانجام دیتی رہی تھی جبکہ صمید نے منع بھی کیا تھا عجیب لڑکی تھی مگر اس کی خاموش محبت اس سے بھی عجیب تھی۔

اگلے روز اس کے دوست کے بھائی نے اسے سکندر علوی سے متعلق ساری معلومات فراہم کردی تھیں اس کے بقول سکندر کئی سال سے ایک کلاس فیلو کے عشق میں مبتلا تھا اور بالآخر کچھ روز قبل اس نے وہیں امریکہ میں بنا کسی کا خیال کیے اسی کلاس فیلو کے ساتھ شادی رچالی تھی۔ یہی وہ واحد وجہ تھی جس نے اسے پاکستان اور اپنے رشتے بھلا رکھے تھے۔

اسے بے حد دکھ ہوا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسے کرنل صاحب اور پل پل انتظار کی سولی پر لٹکتے اس نیم مردہ وجود کو اس حقیقت سے آگاہ کرے جو اس کی راہ دیکھتی پتھر ہو رہی تھی۔ بہت دن کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد اس روز گھر واپسی پر کرنل صاحب کی تفتیش کے جواب میں اس نے انہیں حقیقت سے آگاہ کردیا تھا۔ تاہم وہ نہیں جانتا تھا کہ بریرہ یہ حقیقت چھپ کر جان لے گی شاید پتہ ہوتا تو کبھی لب نہ کھولتا مگر...... جو لکھ دیا گیا تھا وہ ہو کر ہی رہنا تھا۔

بریرہ علوی کی طبیعت اسی رات بگڑ گئی تھی وہ اور کرنل صاحب اسے ہسپتال لائے تھے جہاں ایک مردہ بیٹے کو جنم دینے کے بعد اس نے بھی ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کرلیں قیامت سی قیامت تھی کسی کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یوں پل کی پل میں تقدیر ایسا قہر ڈھا سکتی ہے مریرا تو جیسے پاگل ہوگئی تھی بہت مشکل سے اس نے اسے سنبھالا تھا سمندر پار سکندر علوی کو بھی اطلاع دی جاچکی تھی...... مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس موقع پر بھی اس نے بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوری پاکستان آنے سے معذرت کرلی۔

صمید کے اندر جیسے کوئی نیزہ گڑھ گیا تھا۔ بریرہ کی ناگہانی موت کا درد ہی کم نہیں تھا کہ سکندر نے ایک اور گھاؤ لگا دیا کرنل صاحب کو آخری وقت تک اس کے آنے کی امید رہی تھی مگر جیسے ہی بریرہ کے وجود نے مٹی اوڑھی ان کی امید ٹوٹ گئی۔

ہنستا بستا گھر ایک دم سے اجڑ کر رہ گیا تھا۔ کرنل صاحب کمرا نشین ہو کر رہ گئے تھے۔ جبکہ مریرا کونے کھدروں میں چھپ چھپ کر روتی رہتی اور بریرہ کے ننھے منے شہزادے کے کپڑوں کو چومتی رہتی جو اس نے سی کر رکھے تھے۔ اس روز کرنل صاحب نے اسے اپنے کمرے میں بلایا تھا موسم سرما کا اینڈ تھا اور وہ اپنے کمرے میں مطالعے میں مصروف تھا جب مریرا نے اسے کرنل صاحب کا پیغام دیا۔ فوری کتاب بند کرکے وہ ان کے حضور حاضر ہوا جو اپنے کسی شاگرد کیپٹن سے فون پر مصروف تھے۔ اسے دیکھ کر انہوں نے بات سمیٹی اور فون بند کردیا۔

”السلام علیکم۔“

”وعلیکم السلام آؤ صمید میں تمہارا ہی انتظار کررہا تھا۔“

”خیریت؟“

”ہوں خیریت ہی ہے۔“ ان کے چہرے پر ہلکی سی بشاشت تھی صمید قریب ہی بیٹھ گیا۔

”کیپٹن اسد کا فون تھا کارگل کے محاذ پر خاصی اہم پیش رفت کی ہے اس نے۔“

”گڈ۔“ وہ بھی خوش ہوا تبھی وہ بولے۔

”سناؤ آگے کی زندگی کے لیے کیا سوچا ہے تم نے؟“

”کیا سوچنا ہے انکل فی الحال تو بس پڑھائی چل رہی ہے اس کے بعد میرا اپنا بزنس کرنے کا ارادہ ہے۔“

مسکان وصی

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز۔ میرا نام مسکان وصی ہے۔ میں بائیس اگست کو سیالکوٹ میں جلوہ افروز ہوئی میری پسندیدہ رائٹرز عمیرہ احمد نمرہ احمد اور جو اچھا لکھتی ہیں سب ہی ہیں۔ ظاہر ہے سبھی کا دل چاہتا ہے کچھ اچھا پڑھنے کو ملے میرا بھی...... خیر پسند و ناپسند کچھ خاص نہیں ہے ریڈ پنک وائٹ بلیو کلر فیورٹ ہے۔ جیولری اور میک اپ کا سارا سامان ہر طرح کی برانڈ اپنے پاس رکھنے کا شوق ہے جبکہ پہننا کچھ خاص نہیں۔ مہندی کا شوق ہے لگا بھی لیتی ہوں اچھی سی۔ کھانے میں جو کچھ مل جائے کھا لیتی ہوں۔ سوئٹ ڈیشنز کچھ خاص پسند نہیں تھوڑی رومینٹک ہوں۔ میوزک بھی ایسا ہی پسند ہے مگر میں کم ہی سنتی ہوں۔ کتابیں پڑھنا خریدنا جمع کرنا شوق ہے اجازت دیں اس بات کے ساتھ کہ زندگی جو دے وہ لے لو۔ کیسا لگا میرا تعارف ضرور بتایئے گا اور شاہ جی آپ بھی او کے اللہ آپ کو لمبی عمر اور خوشیاں نصیب کرے آمین۔ فی امان اللہ

”گڈ...... شادی کے لیے کیا سوچا ہے؟“ فوراً ہی وہ اصل بات کی طرف آ گئے تھے۔ صمید کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

”ابھی تو دور دور تک کوئی پلان نہیں ہے کیوں؟“

”میں مریرا کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہ رہا تھا بریرہ کے بعد بہت بکھر کر رہ گئی ہے وہ شادی ہوگی تو ذرا بہل جائے گی۔“

”ہوں مگر ابھی تو وہ بہت چھوٹی ہے۔“

”چھوٹی تو ہے مگر بالغ ہے اور لڑکیوں کی یہی عمر ہوتی ہے شادی کی میری زندگی کا کیا پتہ ادھر سکندر کا حال تم نے دیکھ ہی لیا کیا بنے گا اس کا اگر کسی بھی وقت مجھے کچھ ہوجاتا ہے تو؟“ وہ صحیح پریشان تھے صمید الجھ کر رہ گیا۔

”ایک دو قابل لڑکے ہیں میری نظر میں مگر...... میں پہلے تمہاری مرضی جاننا چاہ رہا تھا۔ تم کیا کہتے ہو؟“ فوراً ہی گیند اس کی کورٹ میں آ گری تھی وہ اچھا خاصا بوکھلا گیا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں انکل اگر آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں تو میرے لیے یہ سعادت کی بات ہوگی کہ میں آپ کی خواہش کا مان رکھ سکوں۔“

”شاباش میرے بیٹے مجھے تم سے ایسی ہی فرمانبرداری کی امید تھی۔“ فوراً اٹھ کر اسے گلے لگاتے ہوئے وہ بے حد خوش ہوئے تھے جبکہ دوسری طرف دروازے کے اس پار کھڑی مریرا حسن بھاگ کر اپنے کمرے میں جا چھپی تھی۔

❁......❁......❁

چٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق اسی ہفتے ان کی شادی طے پا گئی تھی۔

کرنل صاحب کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ خود صمید کے پاؤں مارے خوشی کے زمین پر نہیں لگ رہے تھے ایک مریرا بھی جو خوش تو تھی مگر بریرہ کو یاد کرکے اس کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

وہ کمرے میں آیا تو وہ توقع کے عین مطابق گھٹنوں میں منہ چھپائے رو رہی تھی صمید دروازہ لاک کرنے کے بعد اس کے مقابل آ بیٹھا۔

”السلام علیکم۔“ مریرا نے اس کے سلام پر جلدی سے آنسو پونچھ لیے۔

”وعلیکم السلام۔“

"بریرہ کے لیے اتنا رو رہی ہو یا پھر اس بات پر کہ انکل نے کس نکمے لڑکے کے ساتھ نصیب پھوڑ دیا۔" اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے وہ مسکرایا، وہ نظریں جھکا گئی۔

"میں جانتا ہوں تم اسے کبھی بھول نہیں سکتیں، وہ اس قابل تھی بھی نہیں کہ اسے بھلایا جاسکے، مگر کچھ معاملات انسان کے اختیار میں نہیں ہوتے مریرا! خواہ انسان کتنا ہی دیواروں سے سر کیوں نہ مارے اسے صبر کرنا پڑتا ہے، اسی لیے تو اسلام میں صبر کو اتنی اہمیت دی گئی ہے۔"

"صبر ہی تو کرلیا ہے میں نے ہر رشتے کے لیے۔" وہ بولی تو اس کا لہجہ بھرایا ہوا تھا۔ تبھی صمید نے اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو پونچھ ڈالے۔

"میرے بس میں ہو تو میں کبھی تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ آنے دوں مگر...... دکھ اسی بات کا ہے کہ میرے بھی اختیار میں کچھ نہیں ہے، ورنہ جس روز میری وجہ سے تم نے اپنا ہاتھ اور پاؤں جلایا تھا میرا بس نہ چلتا تھا کہ تمہیں ساری عمر کے لیے پھولوں کے بستر پر بٹھادوں۔"

"بس...... زیادہ جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ایک دم سے سر اٹھاتے ہوئے اس نے اسے گھورا، وہ حیرانی سے مسکرا دیا۔

"کیسا جھوٹ؟"

"یہ جھوٹ ہی ہے کہ آپ کو میری ذات سے کوئی دل چسپی ہے۔"

"اچھا؟"

"اور نہیں تو کیا، میں نے خود سنا تھا جب بڑے ابو نے آپ سے شادی کی بات کی تھی تو آپ نے کیسے بے نیازی سے کہہ دیا تھا کہ "میں کیا کہہ سکتا ہوں انکل، اگر آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں تو میرے لیے یہ سعادت کی بات ہوگی کہ میں آپ کی خواہش کا مان رکھ سکوں۔" گویا یہ صرف بڑے ابو کی خواہش کا مان رکھا ہے آپ نے، آپ کے دل کی رضا شامل نہیں تھی اس میں۔" وہ شکوہ کررہی تھی، صمید کھل کر ہنس دیا۔

"او گاڈ! اتنی سی بات دل میں رکھی ہوئی ہے تم نے؟"

"تو اور کیا۔"

"پاگل لڑکی ہو تم اور کچھ نہیں۔" مسلسل ہنس کر کہتے ہوئے اس نے جھک کر اس کی پیشانی چوم لی۔

"بہت رومینٹک بندہ ہوں میں...... ٹوٹ کر پیار کرنے والا...... میرے ساتھ زندگی گزاروگی تو میری محبتوں کی شدت کا اندازہ بھی ہوجائے گا، مگر یہ شدتیں میں کسی اور پر بھی ظاہر نہیں کرسکتا تھا، انکل پر تو بالکل بھی نہیں، کیونکہ جو اعتماد ان جیسے عظیم انسان نے مجھ جیسے لاوارث انسان پر کیا، میں کبھی چاہ کر بھی اپنی کسی معمولی سی کمزوری سے ان کے اعتماد کا خون ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا، بہر حال جذبے اگر سچے ہوں تو ملاپ بھی ہو ہی جاتا ہے، اسی لیے میں نے ان کے حکم کا مان رکھا، کتنا اچھا ہے ناں کہ وہ اس احساس کے ساتھ جئیں کہ میں نے ان کی خواہش کو زیادہ اہمیت دی۔"

"ہوں۔"

"اب تو نہیں روؤ گی ناں؟" اگلے ہی پل اس کی طرف ذرا سا جھکتے ہوئے اس نے سرگوشی میں پوچھا۔

مریرا کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

"نہیں۔"

"تھینک یو۔" جذب سے کہتے ہوئے صمید نے اس کے ہاتھ چوم لیے تھے۔ شادی کی پہلی ہی رات وہ بے حد

رومینٹک بندہ ثابت ہوا تھا۔ اس کے پیار میں واقعی بے حد شدت اور گہرائی تھی۔

❁......❁......❁

صمید حسن کی تعلیم مکمل ہوچکی تھی۔

یونیورسٹی کو خیر باد کہنے کے بعد آج کل وہ اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک چھوٹی سی فیکٹری میں شیئر حاصل کرنے کی کوشش کررہا تھا اسی لیے مریرا اور گھر پر اس کی توجہ قدرے کم ہوگئی تھی جس پر وہ اس سے بے حد خفا تھی۔

اس روز صبح اس کی آنکھ کھلی تو وہ کمرے میں نہیں تھی۔

صمید گرم کمبل میں لپٹا کچھ دیر سکون سے سویا رہا پھر اٹھ کر واش روم میں گھس گیا تھوڑی دیر نیم گرم پانی سے شاور لینے کے بعد وہ فریش ہوکر کمرے سے باہر آیا تو وہ کچن میں آٹا گوندھ رہی تھی جبکہ کرنل صاحب ابھی ابھی واک سے لوٹے تھے۔

صمید نے دیکھا وہ بے حد خفا تھی اور ضرورتاً بھی نظر اٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی وہ دل ہی دل میں مسکرادیا۔

اس وقت اسے آفس سے دیر ہورہی تھی تبھی اسے منانے کا ارادہ آفس سے واپسی پر موقوف کردیا تھا۔ تاہم جس وقت وہ کرنل صاحب کو چائے دے کر اسے اس کا کپ پکڑا رہی تھی اس نے شیر علی صاحب سے نظر بچا کر اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی تھی جسے مریرا نے فوراً ہاتھ پیچھے کھینچ کرنا کام بنادیا۔ تاہم اس چکر میں ذرا سی چائے چھلک کر مریرا کا ہاتھ جلا گئی تھی۔

''سی'' کی ہلکی سی آواز کے ساتھ بمشکل اس نے اپنے آنسو روکے تھے۔

''سوری۔'' صمید نے فوراً شرمندہ ہوکر اس کا ہاتھ تھام لیا پھر خود ہی اٹھ کر کچن سے برنال نکال لایا۔

''آپ اپنا کام کریں' میں خود ہی لگالوں گی۔'' وہ اس سے خفا تھی لہٰذا اس کے ہاتھ سے برنال لے کر کچن سے آ گئی' پیچھے وہ پریشان سا اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

رات میں آفس سے واپسی کے بعد وہ اس کے لیے بے حد خوب صورت گجرے لایا تھا کیونکہ مریرا کو گجرے بہت پسند تھے' مگر اس وقت اس نے انہیں ایک نظر بھی دیکھنا گوارا نہیں کیا تھا۔

رات کے تقریباً گیارہ بجے کا ٹائم تھا اور اسے شدید بھوک لگی تھی۔ کرنل صاحب فون پر کسی افسر کے ساتھ بات چیت میں مصروف تھے' تبھی وہ کمرے سے نکل کر باہر صحن میں آیا تو مریرا نے کھانا لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

''بیٹھو۔'' جیسے ہی کھانا رکھ کر وہ پلٹی' اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔''

''تو ٹھیک ہے پھر مجھے بھی بھوک نہیں ہے' لے جاؤ اٹھا کر۔''

''نوکر نہیں لگی ہوئی میں' خود رکھ آؤ جا کر۔'' ابھی تک اس کا غصہ کم نہیں ہوا تھا' وہ مسکرادیا۔

''ابھی تک ناراض ہو؟''

''مجھے کیا ضرورت ہے کسی سے ناراض ہونے کی۔''

''میں صرف اپنی بات کررہا ہوں ڈیئر مریرا۔'' اب وہ اس کی چوڑیوں سے کھیل رہا تھا۔ مریرا نے خفگی سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکال لیا۔

''تو؟''

''تو یہ کہ پلیز معاف کردو آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔''

غزل

شب چوہدویں کی چاند کی
تھی بجھی بجھی سی چاندنی
بڑی مختصر سی وہ رات تھی
میری عادتوں میں شمار تھی
میرا خواب تھا وہ خیال تھا
میری زندگی کا سوال تھا
میری خوشی اس سے منسوب تھی
میں اس کے قدموں کی دھول تھی
بڑی مختصر سی وہ رات تھی
جس میں اذیتیں کمال تھی

راؤ کرن بدر...... بالا نیو

''کتنے دنوں سے یہی بات کہہ رہے ہیں آپ؟'' اب کے اس کی آنکھوں کے گوشوں میں ہلکی سی نمی چمکی تھی۔

صمید نے دانتوں تلے لب دبا لیے۔

''پرامس...... اب جلدی گھر آیا کروں گا اور سارا ٹائم تمہیں دوں گا' خوش؟''

''بہت زیادہ جھوٹے ہیں آپ۔'' وہ جانتی تھی کہ وہ جھوٹا وعدہ کررہا ہے مگر پھر بھی ذرا سا مسکراتے ہوئے اس نے صلح کا پرچم لہرادیا تھا۔ صمید اس کی معصومیت پر کھل کر ہنس دیا۔

اگلی صبح کرنل صاحب واک پر نہیں گئے تھے۔

صمید فریش ہوکر کمرے سے باہر آیا تو جیسے وہ اسی کا انتظار کررہے تھے۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام! صبح بخیر آؤ میں تمہارا ہی انتظار کررہا تھا۔''

''خیریت؟''

''ہوں' خیریت ہی ہے' تم سناؤ تمہاری فیکٹری کا کیا بنا؟''

''دس پرسنٹ شیئرز کے لیے کوشش کی تھی' الحمدللہ بات بن گئی' اب پے منٹ کرنی ہے۔ کچھ پیسے میرے پاس ہیں' کچھ مزید پیسوں کے لیے ایک دوست سے رابطہ کررہا ہوں' امید ہے یہاں بھی بات بن جائے گی۔''

''ان شاء اللہ...... کتنے پیسوں کی ضرورت ہے؟''

''پانچ لاکھ روپے میرے پاس ہیں' مزید پانچ لاکھ کے لیے کوشش کررہا ہوں۔''

''ہوں' میں نے بریرہ اور مریرا کی شادی کے لیے کچھ پیسے بچا کر رکھے تھے' وہ ابھی تک انہیں استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی اچھا ہے وہ پیسے اب تمہارے کام آجائیں گے۔''

''نہیں انکل' اس کی ضرورت نہیں ہے' میں خود کررہا ہوں ناں۔''

''میں نے تم سے اجازت نہیں مانگی' صرف اطلاع دی ہے' ویسے بھی مریرا کی شادی کہیں اور طے ہوجاتی تو اس سے

زیادہ پیسوں کا جہیز بن جاتا‘ تم سمجھ لو میں تمہیں جہیز کی رقم ہی دے رہا ہوں۔“

”نہیں‘ میں نہیں لے سکتا‘ یہ ٹھیک نہیں ہے۔“

”اب تم میری نافرمانی کر رہے ہو صمید اور مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔“

”انکل پلیز‘ میرا ضمیر مجھے اس چیز کی اجازت نہیں دیتا کہ میں آپ پر مزید کوئی بوجھ ڈالوں‘ آپ کے پہلے ہی مجھ پر بہت احسانات ہیں۔“

”ٹھیک ہے اب میں مزید تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔“ وہ خفا ہوگئے تھے صمید پریشان ہوکر رہ گیا۔

”انکل پلیز‘ مجھے اتنی بڑی آزمائش میں مت ڈالیں‘ پلیز۔“

”اب جاؤ‘ مجھے لگا تھا شاید تم میرے سگے بیٹے ہو۔“ قدرے خفا خفا سے وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے جب صمید نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

”اوکے...... جیسا آپ کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا‘ مگر پلیز مجھ سے ناراض مت ہوں پلیز۔“ وہ ان کا فرمانبردار بیٹا تھا اور کرنل صاحب جانتے تھے وہ انہیں کبھی ناراض نہیں کرسکتا‘ تبھی وہ مسکرائے اور پھر فخریہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے آہستہ سے اس کا کندھا تھپتھپایا تھا۔

❁......❁......❁
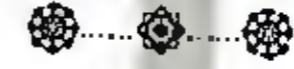
اسے کہنا محبت ایک صحرا ہے
اور صحرا میں کبھی بارش نہیں ہوتی......
اگر بالفرض ہو بھی تو فقط اک پل کو ہوتی ہے!
اور اس کے بعد صدیاں خشک سالی میں گزرتی ہیں
اسے کہنا محبت ایک صحرا ہے
اور صحرا کے سرابوں میں بھٹک جانے کا خدشہ
سب کو رہتا ہے
کبھی پیاسے مسافر جب سرابوں میں بھٹک جائیں
انہیں رستہ نہیں ملتا
اسے کہنا محبت ایک صحرا ہے
وفاؤں کے سرابوں سے اٹا صحرا!
محبت کے مسافر گر وفا کے ان سرابوں میں
بھٹک جائیں تو پھر وہ زندگی بھر
ان سرابوں میں ہی رہتے ہیں
کبھی واپس نہیں آتے

درمکنون آج کل ایک نیا پراجیکٹ شروع کر رہی تھی۔

اسی سلسلے میں اس روز اس نے وقارالحسن کی گیٹ ٹو گیدر پارٹی میں شرکت کا فیصلہ کیا تھا۔

آفس ٹائمنگ کے بعد تقریباً شام سات بجے صیام گھر سے تیار ہوکر درمکنون کے گھر پہنچا تو آگے مریا بیگم جیسے اسی کی منتظر بیٹھی تھیں۔

سونیا

السلام علیکم! امید ہے سب خیریت سے ہوں گی۔ میرے شہر کا نام بورے والہ ہے‘ میرا نام سونیا ہے لیکن سب پیار سے سونی کہہ کر پکارتے ہیں۔ 10 اپریل 1996ء کو بہار کے ساتھ اس دنیا میں آنکھ کھولی‘ ہم دو بہن بھائی ہیں‘ پہلے نمبر پر سونی میڈم‘ دوسرے پر عاطف۔ اب آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف‘ خوبی یہ ہے کہ کسی سے لڑائی جھگڑا بالکل بھی نہیں کرتی اور کافی حد تک خوش مزاج ہوں اور خامی یہ ہے کہ باتونی بہت ہوں‘ میری دوستوں کی تعداد صرف چار ہے اور میرا دل ان کے بغیر ایک پل بھی نہیں لگتا۔ لباس میں شلوار قمیص‘ چوڑی دار پاجامہ‘ لہنگا‘ فراک لمبا دوپٹہ۔ فیورٹ کلر وائٹ ‘ سی گرین‘ بلو‘ فیروزی‘ جیولری میں رنگ برسلیٹ نازک چین پسند ہے۔ فارغ وقت میں ڈائجسٹ پڑھنا‘ کھانے میں چاول‘ سموسہ‘ برگر‘ سویٹ ڈش میں کھیر اور گاجر کا حلوہ پسند ہے۔ موسم میں بہار کا موسم پسند ہے اور بارش کی تو دیوانی ہوں۔ رائٹر میں سمیرا شریف طور‘ نازیہ کنول نازی‘ اقراء صغیر‘ سیدہ غزل زیدی‘ آپی آپ نے کیسے ”جھیل کنارہ کنکر“ لکھا‘ سچ میرا تو دل ہی لے لیا آپ نے۔ پسندیدہ پھول گلاب ہے‘ اگر کوئی مجھ سے دوستی کرنا چاہے تو ویلکم‘ اللہ حافظ۔

”السلام علیکم۔“

”وعلیکم السلام! کیسے ہو صیام؟“ اپنے نازک سے دلکش سراپے کی مانند ان کا لہجہ بھی ہمیشہ بہت مشفق ہوتا تھا‘ وہ مودب سا ان کے قریب ہی ٹک گیا۔

”جی میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں؟“

”بہت کرم ہے میرے مالک کا‘ تم سناؤ گھر میں سب کیسے ہیں؟“

”سب ٹھیک ہیں الحمدللہ آپ اب آفس نہیں آتیں۔“

”ہوں بس آج کل طبیعت ساتھ نہیں دے رہی‘ پھر میں زیادہ یہاں پاکستان میں رہتی بھی نہیں ہوں‘ خیر مجھے تم سے درمکنون کے بارے میں کچھ بات کرنی تھی۔“

”خیریت؟“ وہ چونکا جبکہ اس کا دل پھر سے دھڑک اٹھا۔

مریا بیگم نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

”ہوں خیریت ہی ہے‘ اصل میں‘ میں درمکنون کی طرف سے بہت پریشان ہوں‘ پچھلے کچھ دنوں سے بہت چپ ہوکر رہ گئی ہے‘ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا ہے‘ سارا سارا دن کمرا بند کیے پڑی رہتی ہے‘ فون بھی آف رہتا ہے‘ دو بار ڈرائیو کرتے ہوئے اپنا ایکسیڈنٹ بھی کروا چکی ہے‘ خدا کا شکر ہے کہ کوئی بڑی چوٹ نہیں آئی ورنہ پتہ نہیں کیا ہوجاتا‘ میں نے اسے اتنا آزردہ کبھی نہیں دیکھا‘ اسی لیے میں تم سے جاننا چاہتی ہوں کیا آفس میں ایسی کوئی بات ہوئی ہے‘ جس کی اس نے اتنی ٹینشن لے رکھی ہے۔“

”نہیں۔“

”تو پھر کیا وجہ ہے‘ وہ اتنی کم حوصلہ تو کبھی نہیں رہی۔“ وہ ماں تھیں اور بالکل صحیح پریشان تھیں۔

صیام نے ذرا سا رخ پھیر لیا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں‘ وہ اپنے ذاتی معاملات کسی سے شیئر نہیں کرتیں۔“ ابھی اس نے اپنی بات مکمل کی تھی کہ درمکنون اپنے کمرے سے نکل کر تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی‘ نیچے ہال میں چلی آئی۔

"چلیں صیام صاحب۔" بے حد خوب صورت لباس کے ساتھ اس نے فل میک اپ کیا ہوا تھا۔
صیام کی آنکھیں جیسے پلکیں جھپکنا بھول گئیں۔
"اتنا ہیوی میک اپ کرنے کی کیا ضرورت تھی درّی؟" مریا بیگم کو اس کی تیاری ایک آنکھ نہیں بھائی' مگر اسے پروا نہیں تھی۔
"اچھا لگ رہا تھا مما' آپ کھانا کھا کر سو جایئے گا' میں شاید لیٹ ہو جاؤں۔"
"نہیں' مجھے اکیلے کھانا کھانے کی عادت نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے آپ کی مرضی۔" بنا کوئی بحث کیے وہ وہاں سے باہر نکل گئی تھی۔
مریا بیگم سرد آہ بھر کر رہ گئیں۔
"اس کا خیال رکھنا صیام' تم میرے لیے صرف ایک ورکر نہیں' میرے بیٹے کی طرح ہو' میں امید کرتی ہوں کہ تم ہمیشہ میری عزت کا پاس رکھو گے۔"
"کہنے کی ضرورت نہیں ہے میڈم' اللہ نے چاہا تو آپ ہمیشہ ہر معاملے میں' مجھے ایمان دار ہی پائیں گی۔"
"شکریہ۔" صیام ان کی پریشانی سمجھ سکتا تھا' تبھی ان کے شکریہ پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ان کی طرف اچھالتے ہوئے وہ خود بھی درمکنون کے پیچھے گھر سے باہر نکل آیا۔
اس کا دل ابھی تک معمول پر نہیں آیا تھا۔
درمکنون کے ملبوس سے اٹھتی خوشبو جیسے اس کے حواس سلب کر رہی تھی۔
بڑی مشکل سے اس کے ہوش ربا سراپے کو نظر انداز کر کے اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔ وہ بے نیازی پلکیں موندے سر سیٹ کی پشت گاہ سے ٹکائے' کھڑکی سے آتی سرد ہواؤں کو اپنے چہرے پر محسوس کرتی رہی۔
کچھ دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد اس نے ایک دم سے آنکھیں کھولی تھیں۔
"ایک سوال پوچھوں آپ سے؟"
"ہوں۔" وہ چونکا تھا۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔
"کیا آپ نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟"
"پتہ نہیں۔" اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایسا کوئی سوال بھی پوچھ سکتی ہے' تبھی جواب گول کر گیا۔
درمکنون نے دوبارہ کوئی بات نہیں کی۔
تقریباً آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ لوگ "وقار ہاؤس" پہنچ چکے تھے۔ گاڑی سے اترنے کے بعد جس وقت وہ گاڑی پارک کر کے آگے بڑھا' درمکنون نے چپکے سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
صیام کو لگا جیسے اس کے وجود میں کرنٹ دوڑ گیا ہو...... مگر درمکنون نے اس کی حیرانی کی پروا نہیں کی' وہ تو شاید اس وقت کسی کی پروا بھی نہیں کر رہی تھی۔

❁......❁......❁
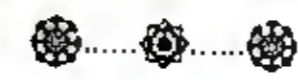
شام ڈھل رہی تھی۔
تھکا تھکا سا آفس سے وہ گھر آیا تو سامنے لاؤنج میں صمید صاحب' سارا بیگم اور پریہان کے ساتھ عائلہ علوی بھی موجود تھی۔
زاویار کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"اسلام علیکم۔" ایک کڑی نگاہ عائلہ علوی کے جھکے ہوئے سر پر ڈالنے کے بعد وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس نے وہاں رک کر اپنے سلام کا جواب سننے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ فریش ہو کر کمرے سے نکلا تو صمید صاحب عائلہ سے کہہ رہے تھے۔
"عائلہ بیٹے! اگر زاویار نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے تو اس کی طرف سے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔"
"اٹس انف پاپا۔" سیڑھیوں پر اس کے قدم جیسے تھم گئے تھے۔ جبکہ پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔ ڈھیلے قدموں سے باقی ماندہ سیڑھیاں کراس کرتا وہ ان کے مقابل آ بیٹھا تھا۔
"سوری...... مگر میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا' مس عائلہ ہماری ملازم ہیں۔ آپ ان کے ملازم نہیں ہیں جو اس طرح سے معافی مانگ رہے ہیں۔" صمید حسن صاحب کے الفاظ پر زاویار حسن کے اندر جیسے آگ لگ گئی تھی۔
تبھی سارا بیگم نے اسے ڈانٹا تھا۔
"تم چپ رہو زاویار...... یہ تمہارا معاملہ نہیں ہے۔"
"کیوں میرا معاملہ نہیں ہے موم...... پاپا میرے باپ ہیں' میں ان کے حوالے اور پہچان کے ساتھ سر اٹھا کر فخر سے چلتا ہوں...... مس عائلہ کیا ہیں؟" وہ بھڑکا۔ تبھی صمید صاحب آنکھوں سے چشما تارتے ہوئے سرد لہجے میں بولے۔
"عائلہ میری بیٹی ہے' بالکل ویسے ہی جیسے پریہان میری بیٹی ہے۔"
"عائلہ اور پریہان کی کوئی مماثلت نہیں ہے پاپا' آپ اس لڑکی کو اس کی اوقات اور ضرورت سے بڑھ کر اہمیت دے رہے ہیں۔"
"اس کی اوقات...... کیا ہے اس کی اوقات؟" زاویار کے جذباتی ہونے پر صمید صاحب نے بے حد دکھ سے اس کی طرف دیکھا۔
"میری کیا اوقات ہے' ہوں؟ تمہاری...... سارا کی پریہان کی' کیا اوقات ہے سب کی؟ کیا ہے ایسا ہمارے پاس جو عائلہ کے پاس نہیں ہے' صرف دولت؟ وہ دولت جس نے آج تک کبھی کسی کو سکون نہیں دیا' وہ دولت...... جس کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کب ہاتھ سے ریت کی مانند پھسل جائے...... مت بھولو زاویار کہ تمہارا باپ بھی سدا امیر نہیں تھا۔"
"آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے پاپا' ایک پرائی لڑکی کے لیے آپ ہر بار اپنے بیٹے کو ڈس ہارٹ نہیں کر سکتے۔"
"ڈس ہارٹ نہیں کر رہا' مگر محتاط ضرور کر رہا ہوں' آئندہ تم عائلہ کے لیے کوئی غیر مناسب الفاظ استعمال نہیں کرو گے۔" صمید صاحب کو غصہ بہت کم آتا تھا مگر جب آتا تو پھر بوڑھے شیر کی مانند دھاڑتے تھے۔ اس وقت بھی وہ یہی کر رہے تھے' زاویار کے چہرے پر سرخی بکھر گئی۔
"عائلہ مائی فٹ۔" شدید غصے میں نفرت بھری ایک نگاہ عائلہ علوی پر ڈالنے کے بعد وہ تن فن کرتا گھر سے نکل گیا تھا' پیچھے عائلہ کے آنسو مزید روانی سے بہنے لگے۔
"انکل پلیز...... آپ میری وجہ سے اپنے بیٹے کو ناراض مت کریں۔"
"نہیں عائلہ' پاپا نے کچھ غلط نہیں کیا' انسانی درجہ بندی کی بنیاد اس کے اچھے اعمال اور کردار پر ہوتی ہے اور تمہارا کردار اور اعمال سب کے سامنے ہیں۔" پری فوراً اس کی سائیڈ لیتے ہوئے بولی' سارا بیگم نے بھی اس کی تائید کی۔
"پری ٹھیک کہہ رہی ہے عائلہ...... تم زاویار کی باتوں کو دل پر مت لینا' وہ دل کا برا نہیں ہے۔"
"ہوں...... اور جب تک میں زندہ ہوں' کبھی جاب چھوڑنے کا سوچنا بھی مت۔" صمید صاحب کے لہجے میں بھی اس کے لیے بے پناہ محبت تھی۔

عائلہ نے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے اپنے آنسو صاف کیے۔

''میں نے زندگی میں کبھی دولت کو اہم نہیں جانا انکل' میرے پاپا روزرات میں مجھے اپنی اور آپ کی زندگی کی کہانی سنایا کرتے تھے' اکثر دولت کے اتار چڑھاؤ کی کہانیاں بھی سناتے تھے۔ مگر میں نے کبھی انہیں پچھتاتے یا اپنے حالات کا واویلا کرتے نہیں دیکھا بری ہی سہی مگر وہ اپنی زندگی سے مطمئن تھے ہاں مگر کبھی کبھی وہ مجھے اپنے گلے سے لگا کر رو پڑتے تھے' انہیں لگتا تھا جیسے انہوں نے میری زندگی کے ساتھ بہت ظلم کیا ہے' مگر میں نے ہمیشہ ان کی ہمت بندھائی انہیں یہ احساس دلایا کہ میرے لیے رشتے دولت سے زیادہ قیمتی ہیں اور آج بھی میری یہی سوچ ہے' میں نے کبھی خود کو کسی سے کمتر نہیں سمجھا' کیونکہ الحمدللہ میرے مالک نے مجھ میں کوئی کمی نہیں رکھی' پورے جسمانی اعضاء کے ساتھ اس نے مجھے شعور کی دولت دی' ہر اچھی اور بری چیز میں فرق سمجھایا' کبھی اپنے سوا کسی کا محتاج نہیں کیا' میں دنیا کو اپنی نظر سے دیکھتی ہوں دنیا کی نظر سے نہیں...... شاید اسی لیے مجھے زاویار صاحب کی نفرت سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا' ہاں مگر بنا کسی غلطی کے بار بار سب کے سامنے ان کا عزت نفس مجروح کرنا میں چاہتے ہوئے بھی برداشت نہیں کر سکتی' کیونکہ شاید میرے اندر کی خوددار لڑکی کو بہت تکلیف پہنچتی ہے۔'' اس کا سر جھکا ہوا جبکہ لہجہ بے حد دھیما تھا۔

صمید صاحب پھر سے شرمندہ دکھائی دینے لگے۔

''میں سمجھ سکتا ہوں بیٹے' مگر ان شاء اللہ آج کے بعد وہ ایسا نہیں کرے گا' میں سمجھا دوں گا اسے۔''

''کوئی بات نہیں انکل' جہاں اتنے محبت کرنے والے لوگ موجود ہوں' وہاں کسی ایک فرد کی نفرت سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

اس بار وہ ذرا سا مسکرائی تھی۔

''خیر اب میں چلوں گی' بابا پریشان ہو رہے ہوں گے' سدید بھی گھر پر نہیں ہے' کسی دوست کی طرف گیا ہوا ہے۔''

''نہیں ہرگز نہیں' کرنل صاحب کو میں فون کر دیتا ہوں' تم آرام سے کھانا کھا کر جانا۔''

''ہوں...... تمہارے انکل ٹھیک کہہ رہے ہیں' میں ابھی کھانا لگواتی ہوں۔'' سارا بیگم روانی سے کہتے ہوئے فوراً کھڑی ہو گئی تھیں۔

''نہیں انکل' بہت دیر ہو جائے گی' پلیز ابھی جانے دیں' میں پھر آ جاؤں گی۔''

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' قطعی لہجے میں کہتے وہ فوراً کرنل صاحب کو کال ملانے لگے تھے۔

عائلہ بے بس سی انہیں دیکھتی رہ گئی۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

ضبط کی کون سی منزل تھی کس مقام پر آ کر ہارے ہیں
اتنا تو مجھے معلوم ہی تھا تمہارے نام پر آ کر ہارے ہیں
کب جیت کا دعویٰ ہم نے کیا یہ ازل ابد کا قصہ ہے
ہم بے خبری کے عالم میں انجام پر آ کر ہارے ہیں س

''ہیلو مسز حماد کیا حال ہے؟'' مسز خالد نے کال ریسیو ہوتے ہی اپنی نرم سی آواز میں پوچھا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ کیسی ہیں؟'' مسز حماد نے موبائل اپنے دائیں کندھے اور کان کے درمیان دبایا اور اپنے ناخنوں پر سرخ نیل کلر پھیلانے لگیں۔

''میں نے یہ پوچھنے کے لیے فون کیا کہ آج آپ سعید زمان کی طرف سے دی جانے والی پارٹی پر جا رہی ہیں تو مجھے بھی پک کر لیجیے گا۔ خالد آفس سے آئیں گے اور میری گاڑی مکینک کے پاس ہے۔'' مسز خالد نے التجا کی۔

''او کے...... مسز خالد میں آپ کو پک کرلوں گی۔'' مسز حماد نے موبائل اپنے ہاتھ میں پکڑ کر بات مکمل کی اور اللہ حافظ کہہ کر کال ڈسکنیکٹ کر دی۔

شہر کے پوش علاقے میں رہائش پذیر افراد کے ہاں آج کل پارٹیوں کا موسم چل رہا تھا۔ روزہ چاہے رکھیں یا نہ رکھیں مگر افطاری میں شریک ضرور ہوں گے اور اپنے جیسے پیٹ بھروں کی افطاری پر کھلے دل سے خرچ بھی کریں گے۔ کل خان حیدر کے ہاں پارٹی اور ایسی شاندار افطاری تھی کہ شرکا اش اش کر اٹھے تھے۔ افطاری کے لیے بیس پچیس ڈشز تھیں اور مختلف پھلوں کے ڈھیر الگ، افطاری کے بعد مغرب کی باجماعت نماز کا اہتمام بھی تھا۔ اس پارٹی میں سو کے قریب لوگ شریک تھے مگر جماعت میں صرف پچیس سے تیس افراد شامل تھے۔ باقی ادھر اُدھر کرسیوں پر بیٹھ کر ایک دوسرے کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ خواتین یوں تیار ہو کر آئی تھیں جیسے شادی کی کسی تقریب میں شریک ہوں۔ اتراتے ہوئے ایک دوسرے پر بازی لینے کی تگ و دو میں مصروف، سر سے پاؤں تک مختلف برانڈز کے چلتے پھرتے اشتہار بنی ہوئی تھیں۔

یہاں کا یہی چلن تھا کہ دسویں روزے کے بعد افطار پارٹیوں کا سلسلہ شروع ہوتا اور پھر انتیسویں روزے پر جا کر کہیں رُکتا تھا۔ ہر کوئی ان پارٹیوں میں ایک دوسرے پر بازی لے جانا چاہتا تھا مقصد ثواب کے ساتھ ساتھ بہت سے دنیاوی فوائد کا حصول بھی ہوتا تھا۔ افطار پارٹی

کرانا کارِثواب ہے مگر تب جب یہ کام غربا، مساکین اور ضرورت مندوں کے لیے کیا جائے نا کہ خودنمائی کے جذبے یا دنیاوی فوائد کی غرض سے پیٹ بھروں کے آگے کھانے کے ڈھیرے لگا دینے سے۔ آج سعید زمان کے گھر پر پارٹی تھی مسز حماد اور مسز خالد وہیں جانے کی تیاری کررہی تھیں۔

......☆☆☆......

مسز حماد ہارن دے رہی تھیں۔

''سوری مسز حماد بس تیار ہونے میں تھوڑا زیادہ وقت لگ گیا۔'' مسز خالد جلدی سے گاڑی کا اگلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئیں۔ فل میک اپ تک سک سے تیار دمک رہی تھیں۔ مسز حماد بھی کچھ کم نہیں لگ رہی تھیں۔

''ایک تو رمضان میں خرچ بہت ہوجاتا ہے۔ ہر پارٹی کے لیے ایک نیا جوڑا بنانا پڑتا ہے۔ اب کسی پارٹی پر ایک جوڑا دوبارہ پہنو تو بے عزتی والی بات ہے نا۔'' مسز خالد نے اپنے کھلے بالوں کو انگلیوں سے سنوارتے ہوئے کہا۔

''ویسے میں نے سنا ہے کہ رمضان میں جو چیز پہلی دفعہ استعمال کرو اس کا حساب نہیں ہوتا۔ اس لیے خرچے کی فکر مت کرو جتنے جوڑے چاہو بناؤ اور پہنو۔'' مسز حماد نے نئی بات کہی۔ وہ یہ بات بھول گئیں کہ انسان کے ہر سانس کا حساب ہوگا جوڑے تو پھر جوڑے ہیں۔ دونوں میں سے کسی کا بھی روزہ نہیں تھا مگر افطاری میں شریک ہونے یوں جاری تھیں جیسے ان کے بغیر افطاری شروع ہی نہیں ہوگی۔

''ہیلو مسز زین العابدین۔'' دونوں سعید زمان کے ہاں پہنچیں تو ان کا پہلا سامنا مسز زین العابدین سے ہوا۔ وہ ان کے سرکل کی ان چند خواتین میں شامل تھیں جو ان کی نظر میں اور بہت سے ''عجیب عجیب'' کام کرنے کے علاوہ پورے روزے بھی رکھتی تھیں۔

''وعلیکم السلام! آپ دونوں کا کیا حال ہے؟'' مسز حماد اور مسز خالد نے اپنی ہیلو کے جواب میں وعلیکم السلام سن کر ایک دوسرے کو کچھ جتاتی نظروں سے دیکھا۔ انہیں جلد از جلد نمٹا کر وہ دونوں اپنے ساتھ کی دیگر خواتین میں جا بیٹھیں۔

''ہم نے افطار جیسے مقدس کام کو بھی افطار ''پارٹی'' بنادیا ہے جس کا مقصد ہلا گلا اور انجوائے منٹ کے سوا کچھ نہیں۔ افطار کرنا اور کروانا بھی ایک عبادت ہے مگر ہم نے اسے نجانے کیا بنادیا۔ اتنی بڑی بڑی شان دار افطار پارٹیوں میں مستحق روزے داروں کا ذرا سا حق بھی نہیں اور ایسے افراد کی افطار کے لیے اتنا اہتمام جن میں سے اکثریت بغیر روزے کے ہوتی ہے۔'' مسز زین العابدین تتلیوں کی طرح اِدھر اُدھر اُڑتی ہوئی خواتین اور لڑکیوں کو دیکھ کر کڑھ رہی تھیں۔

......☆☆☆......

افطار اور نماز کی ادائیگی کے بعد مسز زین العابدین ایک حلقے میں بیٹھی بات چیت کررہی تھیں۔

''رمضان المبارک ہمیں قربانی کا درس دیتا ہے۔ بھوک کا احساس دلاتا ہے مگر ہم نے اسے صرف کھانے پینے کا مہینہ بنا کر رکھ دیا۔ افطاری سے سحری تک کھانے میں مصروف رہتے ہیں۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ کیا ہمارا یہ رویہ درست ہے ہم روزہ کے تقاضے پورے کررہے ہیں یا صرف بھوک پیاس ہی کاٹ رہے ہیں۔'' مسز زین العابدین اپنے مخصوص دھیمے مگر پراثر انداز میں بول رہی تھیں۔ ان کا طرزِ زندگی اس سوسائٹی میں رہنے والوں سے بہت مختلف تھا۔ ان کا زیادہ تر وقت خدمت خلق میں گزرتا تھا اور نمود ونمائش والی جگہوں پر جانا پسند نہیں تھا۔ مگر ان کے شوہر کا تعلق ایک بہت اثر ورسوخ والے خاندان سے تھا اس لیے وہ ایسی ہر تقریب میں مدعو ہوتے تھے اور انہیں چار وناچار ان کے ساتھ جانا پڑتا۔

''لو جی ان کا لیکچر شروع ہوگیا۔'' مسز حماد مسز خالد کے کان میں گھس کر بولیں۔

''لیکن مسز زین العابدین ہمیں رمضان میں اپنا دستر خوان وسیع کرنے کی تعلیم بھی تو دی جاتی ہے تو پھر یہ کھانا

پینا اور افطار پارٹیاں کرنا ثواب کا کام ہوا؟'' مسز خالد نے کبھی کسی درس میں سنا ہوا جملہ سمجھے بغیر کہہ دیا۔ مسز حماد نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ان کو اس بات پر داد دی۔ ان دونوں کے انداز پر مسز زین العابدین ہلکے سے مسکرادیں۔

''دستر خوان وسیع کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ اپنے دستر خوان پر بیس ڈشز کا اضافہ کرلو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنا دستر خوان غربا' مساکین اور ضرورت مندوں تک وسیع کردو۔ ان کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرلو۔'' انہوں نے مسز خالد کے جملے کی وضاحت کی تو وہ دونوں منہ بنا کر رہ گئیں۔

......☆☆☆......

''میرا بس چلے تو میں مسز زین العابدین کو اپنے گھر افطار میں بلاؤں ہی نا۔'' واپسی پر مسز حماد کے سامنے جلے کے پھپھولے پھوڑے۔ مسز زین العابدین کی وضاحت پر انہیں سخت بے عزتی کا احساس ہوا تھا جو ابھی تک ان کو چبھ رہا تھا۔

''ہر وقت نصیحت بی بی بنی رہتی ہیں۔ خود تو یتیم خانے میں دو دیگیں بھجوا کر اور فقیروں جیسی افطاری کا اہتمام کرکے فارغ ہوجاتی ہیں۔ خرچہ بھی کرتی ہیں اور لوگوں کی واہ واہ بھی سمیٹ لیتی ہیں کہ یتیموں اور مسکینوں کا خیال رکھتی ہیں۔ دوسرے کے گھروں میں انواع واقسام کے کھانے کھانے پہنچ جاتی ہیں۔'' مسز حماد نے کہا۔

مسز زین العابدین افطار پارٹیوں میں شریک ضرور ہوتی تھیں مگر انہوں نے کبھی کھانے کا لالچ نہیں کیا تھا۔ وہ کھجور سے روزہ افطار کرتیں' تھوڑا سا کچھ کھا کر پانی پیتیں اور پھر مغرب کی نماز پڑھ کر جلد ہی وہاں سے چلی جاتیں۔

''تو اور کیا اب ان افطاریوں میں اتنے اہم لوگ بلائے جاتے ہیں۔ ان کو اگر پروٹوکول نہ دیا جائے تو اس سوسائٹی میں ہمارا جینا کتنا مشکل ہوجائے گا۔ ایسی افطار پارٹیوں کے ذریعے ایک تیر سے دوشکار (ثواب اور مادی

سوچ ذرا سوچ

سوچ ذرا سوچ
جب تو طفل شیر خوار تھا
بچہ بیمار تھا
ساری رات جاگ جاگ کر
جھولا جھلایا تجھے
تھپک تھپک
سلایا تجھے
خود بھوکی رہ کے
اپنے منہ کا نوالہ کھلایا تجھے
پھر تو کچھ بڑا ہوگیا
اتنا بڑا کہ
ماں......
کے سامنے کھڑا ہوگیا
جس زباں نے تجھے
قوت گویائی سے آشنائی دلائی
اس ماں......
کی زباں کے
الفاظ برے لگنے لگے تجھے
جن ہاتھوں سے کھانا کھایا تھا تو نے
بڑھ کے آرام سے جھٹکنے لگا
بات بے بات جھڑکنے لگا
ماں کی شان میں
مغلظات بکنے لگا
اپنی جنت کو دوزخ میں بدلنے لگا
سوچ لے
ابھی وقت ہے بڑا
اپنی جنت کو پالے
ورنہ روز محشر
سزاواروں میں ہوگا کھڑا

کے ایم نور الشال...... کھڈیاں خاص

فوائد بھی) ہوجاتے ہیں تو کیا بُرا ہے۔" مسز خالد بڑبڑائیں۔

ہمارا المیہ یہی ہے کہ ہم نے دین اور نیکیوں کو بھی خود نمائی بنالیا ہے۔ دین ہمارے لیے کشت اغراض ہے جسے ہم اپنی غرض اور فائدے کے تحت ہوتے اور سینچتے ہیں۔ بعض لوگ اسے جنت حاصل کرنے کے لیے پروان چڑھاتے ہیں' بعض نار جہنم سے بچنے کے تحت اور بعض مادی فوائد کے حصول کے لیے۔ ہم نے دین کو بھی تجارت سمجھ لیا ہے' یہ کریں گے تو فائدہ' یہ کریں گے تو نقصان۔ ہم کوئی بھی نیک کام صرف اللہ کی رضا کے لیے نہیں کرتے۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ اصل چیز تو اللہ کی رضا ہے کہ وہ راضی تو سب ہمارا وہ ناراض تو ہم کچھ بھی نہیں۔

......☆☆☆......

سعید زمان کے گھر ہونے والی افطار پارٹی میں کھانے کا زیاں دیکھ کر مسز زین العابدین ابھی تک کڑھ رہی تھیں۔ وہ خود نمائی کے جذبے کے تحت ایسی افطاریوں پر لاکھوں روپے خرچ کرنے کی قائل نہیں تھیں جن میں درجنوں ڈشز کو چھوا تک نہیں جاتا تھا۔ وہ ہر سال رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے چند روز پہلے غریب گھروں میں پورے مہینے کا اچھے درجے کا راشن ڈلوا دیتی تھیں جو غربت کے باوجود پورے روزے رکھتے تھے مگر ان کے پاس کھانے کے لیے سوکھی روٹی کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا تاکہ یہ لوگ آرام اور سکون سے روزے رکھ سکیں۔ انہیں یہ فکر نہ ہو کہ سحری میں کیا کھائیں گے اور افطاری کس چیز سے کریں گے۔ اس کے علاوہ ہر ہفتے اپنے قریبی یتیم خانے میں کھانا بھیج دیتی تھیں۔

ایسا نہیں تھا کہ مسز زین العابدین اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو افطاری نہیں کراتی تھیں بالکل کراتی تھیں مگر بے جا اسراف نہیں کرتی تھیں۔ دو سے تین ڈشز اور موسمی پھل افطاری کے وقت اور ڈنر میں کوئی ایک ڈش۔ لوگ ان کی اس "روکھی سوکھی" افطار پارٹی میں بادل ناخواستہ شریک ہوتے تھے مگر وہ پروا نہیں کرتی تھیں۔

"زین مجھے آج سعید زمان کے گھر میں کھانوں کے ڈھیر ضائع ہوتے دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ ایسا کرتے ہوئے ہمیں ایک پل کے لیے اپنے گرد و نواح کے غریب روزہ داروں کا خیال کیوں نہیں آتا جن کو افطاری کے لیے ایک کھجور اور ایک گلاس شربت بھی میسر نہیں ہوتا مگر وہ خود داری کے ہاتھوں مجبور ہو کر چپ رہتے ہیں۔ وہ لوگ جن پر اللہ نے اپنی نعمتوں کی بارش کر رکھی ہے' ان کا فرض ہے کہ ایسے ضرورت مند لوگوں کو ڈھونڈیں اور ان کی مدد کریں جو کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے' مگر ان کے حالات ان کے چہرے پر لکھے ہوتے ہیں۔ بس پڑھنے والی نظر چاہیے۔ ہمیں ان لوگوں پر جن کے گھر میں ہر نعمت میسر ہے' روپیہ خرچ کرنے کی بجائے ان لوگوں کی مدد کرنی چاہیے' جن کے پاس یہ نعمتیں نہیں اور ایسے طریقے سے ان کی مدد کرنی چاہیے کہ ان کی عزت نفس کو ٹھیس نہ لگے۔" مسز زین العابدین نے بات کرتے ہوئے ایک نظر اپنے شوہر کی طرف دیکھا جو عدم دلچسپی سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔

"یار! بس بھی کرو۔ جو تمہارا دل چاہتا ہے وہ تم کرتی ہو تو جو دوسروں کا دل چاہتا ہے وہ انہیں کرنے دو۔ ہم دوسروں کو ٹوک کر ان کی نظروں میں بُرے کیوں بنیں۔" زین العابدین نے کتاب اُٹھالی جو اس بات کا اشارہ تھا کہ اب مزید کوئی بات نہیں۔

"میں لوگوں کی نظروں میں بُرا بننے سے نہیں ڈروں گی اور ہر ایسی افطار پارٹی میں جہاں بے جا اسراف ہوگا لوگوں کے سامنے اپنا نقطہ نظر بیان کرتی رہوں گی۔ کون جانے کس کے دل میں کب میری بات اُتر جائے اور کسی کا بھلا ہوجائے۔ ایسا میں صرف اللہ کی رضا کے لیے کروں گی کہ وہ راضی تو سب ہمارا' وہ ناراض تو ہم کچھ نہیں۔" مسز العابدین نے دل ہی دل میں پختہ عہد کیا اور سونے لیٹ گئیں۔

❁

محبت دل کا سجدہ ہے

سباس گل

خطا کسی کی ہو لیکن سزا کسی کو ملے
یہ بات جبر نے چھوڑی ہے ہر صدی کے لیے
وہ مجھ کو چھوڑ گیا تو مجھے یقین آیا
کوئی بھی شخص ضروری نہیں کسی کے لیے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

امینہ اور عثمان عزیز (علی کے والدین) کی اچانک آمد سب کے لیے حیرت کا باعث ہوتی ہے۔ امینہ، علی اور رانیل کے نکاح پر اس قدر اشتعال میں ہوتے ہیں کہ وہ کسی کی بات سنے بغیر رانیل کو اپنے عتاب کا نشانہ بناتی اسے بہت کچھ سنا کر ساتھ تھپڑ بھی رسید کر دیتی ہیں۔ امینہ کو بھڑکانے میں نوشین بیگم کا ہاتھ ہوتا ہے اس وقت نوشین بیگم بھی انہیں سمجھانے اور سچائی بتانے کی کوشش کرتی ہیں مگر وہ کسی کی بات سننے کو تیار ہی نہیں ہوتیں۔ رانیل ان الزامات پر بے ہوش ہو جاتی ہے اسے فوراً اسپتال لیجایا جاتے ہیں جہاں ڈاکٹر رانیل کے کومے میں جانے کی اطلاع دے کر سب کو پریشان کر دیتے ہیں رانیل کو آئی سی یو میں شفٹ کر دیا جاتا ہے۔ نوفل علی کو فون پر ساری صورت حال سے آگاہ کرتا ہے۔ علی پریشان ہو کر اسپتال پہنچتا ہے اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب وہ رانیل کا سامنا کیسے کرے۔ افشین اور تیمور بغیر اطلاع کے پاکستان پہنچ جاتے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ وہ سب کو سرپرائز دیں گے لیکن رانیل کا سن کر وہ خود ششدر رہ جاتے ہیں۔ ذوالنون اپنے دوستوں کے ساتھ ہوتا ہے جب اچانک نوفل کی کال آتی ہے جس پر ذوالنون پریشان ہو کر گھر کے ہر فرد کی خیریت دریافت کرتا ہے جس پر نوفل اسے رانیل کی طبیعت کا بتا کر پریشان کر دیتا ہے۔ کرن بھی ذوالنون کے منہ سے بار بار رانیل کا ذکر سن کر کچھ شک میں مبتلا ہو جاتی ہے وہ اپنی باتوں سے ذوالنون پر شک ظاہر کرتی ہے جس پر ذوالنون غصہ میں آ کر کرن کو اپنے اور رانیل کے درمیان موجود رشتے کا بتا کر شرمندہ کر دیتا ہے۔ رانیل کو ہوش آ جاتا ہے علی رانیل سے بات کرنے کی غرض سے اس کے پاس جاتا ہے مگر وہ سونے کا کہہ کر آنکھیں بند کر لیتی ہے۔ علی مایوس ہو کر واپس چلا جاتا ہے۔ نوشین بھی امینہ کو سچائی بتا کر حیران کر دیتی ہے نوشین خود بھی رانیل کا سامنا کرنے سے کتراتی ہیں اور وہ خود کو اس تمام واقعے کا قصور وار مانتے ہوئے گھر کے ہر فرد سے معافی مانگتی ہے۔ رانیل اسپتال سے افشین اور تیمور کے ساتھ ماجد ہاؤس آ جاتی ہے علی رانیل سے بات کرنا چاہتا تھا تاکہ تمام معاملات کی معافی مانگ سکے علی نوفل کے ذریعے رانیل کو ہوٹل میں بلاتا ہے اور اپنے لہجے سے رانیل کو ہرٹ کر دیتا ہے۔ رانیل دل میں علی سے دوبارہ نہ ملنے کا عہد کرتی نوفل کے ساتھ گھر آ جاتی ہے۔ ذوالنون پر بھی یہ سچائی واضح ہو گئی ہے کہ وہ افشین اور تیمور حسن کا بیٹا ہے اسے دکھ ہوتا ہے کہ یہ بات اس سے اب تک کیوں چھپائی گئی مگر نوفل اور تمکین جیسی بہن و بھائی کا سوچ کر وہ مطمئن و خوش بھی ہے ساتھ ہی کرن کی محبت بھی دل میں سجدہ ریز ہو رہی ہے جس سے اب بھی وہ نظر نہیں ملا رہا تھا۔

(اب آگے پڑھیے)

❁ ❁ …… ❁ …… ❁ ❁

رانیل، افشین، تیمور حسن، وہاب لاج میں ان سب سے الوداعی ملاقات کرنے آئے تھے۔ یہ ان کا ظرف اور بڑا پن تھا کہ وہ اس گھر میں ہونے والی رانیل کے زیادتیوں کے باوجود اسے وہاں لے آئے تھے۔ تمکین نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ رانیل کا سامان پیک کیا جو یہاں رہ گیا تھا۔ نوشین تو بے بسی سے جلے پیر کی بلی کی طرح ڈرائنگ روم میں گھوم رہی تھیں۔ رانیل اسے اپنی ماں تسلیم کیے بغیر واپس جا رہی تھی اور وہ تب سے رانیل کا سامنا بھی نہیں کر سکی تھی اور اپنے رویے، سلوک اور زیادتیوں کی معافی بھی نہیں مانگ سکی تھیں۔ وہ ایسے کیسے جا سکتی تھی اسے احساس جرم، احساس گناہ کے کٹہرے میں کھڑا کر کے، ضمیر کی عدالت میں کچوکے لگتے رہنے کے لیے اسے چھوڑ کے کیسے جا سکتی تھی وہ؟

"نوشین اب یہ بے چینی کس لیے ہے تم یہی چاہتی تھیں ناں کہ رانیل یہاں سے چلی جائے تو خوش ہو جاؤ اب وہ یہاں سے جا رہی ہے۔ تم نے اس کے راستے میں نفرتوں اور سازشوں کے اتنے کانٹے بچھا دیے کہ وہ ان پر چلتے چلتے لہولہان ہو گئی مگر پھر بھی اس نے اف تک نہیں کی، ہمیں کچھ نہیں بتایا، ہم سے گلہ تک نہیں کیا، شاید وہ ہمیں شرمندہ نہیں دیکھ سکتی اور تم سے بھی پیار کرتی ہے کیونکہ تم میری بہن ہو بدقسمتی سے اور میری بیٹی کو دل بڑا کر کے رشتے نبھانا آتا ہے۔" افشین نے نوشین کو تاسف زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم میری بیٹی کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتیں۔" نوشین نے افشین کو ہذیانی انداز میں کہا تو وہ آرام سے بولی۔

"ہم تمہاری بیٹی کو نہیں اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔"

"میری بہت خواہش تھی کہ رانیل اب ہمارے ساتھ اس گھر میں رہے لیکن اس گھر میں اسے صرف دکھ ہی ملے ہیں اور میں اپنی پھول سی بچی کو مزید دکھی نہیں کرنا چاہتا اس لیے اسے یہاں رکنے کے لیے بھی نہیں کہوں گا۔ ویسے بھی وہ آپ دونوں کی بیٹی ہے آپ نے ہم سے بڑھ کر پیار دیا ہے رانیل کو اور وہ بھی آپ سے بہت محبت کرتی ہے۔ میری دعائیں ہمیشہ میری بیٹی کے ساتھ رہیں گی۔" وہاب احمد نے پرنم لہجے میں کہا وہ تیمور حسن اور افشین سے نظریں نہیں ملا پا رہے تھے۔

"وہاب، بیٹیوں کو دعاؤں ہی کی ضرورت ہوتی ہے، خدا تمہیں اپنی بیٹیوں کا سکھ دیکھنا نصیب کرے..... آمین" تیمور حسن نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر دل سے دعا دی۔

"آمین۔" افشین اور وہاب احمد نے ایک ساتھ کہا۔ بوا جی چائے اور کھانے کے لوازمات ٹرالی میں سجا کر لے آئیں۔ ذوالنون بھی وہاں آ گیا اور سلام کر کے وہیں بیٹھ گیا۔

"تم لوگ ذوالنون کو اپنے ساتھ لے جاؤ گے، یہ تو میرا بیٹا ہے..... میں نے پالا ہے اسے۔ تم میری ساری اولاد کو مجھ سے چھین کر لے جانا چاہتے ہو، افشین اور تیمور حسن تم مجھے اکیلا کرنا چاہتے ہو، میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی..... میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔" نوشین نے بہت جارحانہ اور ہذیانی انداز میں کہا تو وہ سب اسے رحم بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگے، ذوالنون نے اٹھ کر نوشین کو شانوں سے تھاما۔

"موم میں کہیں نہیں جا رہا، میں ادھر ہی ہوں آپ کے پاس، پلیز ریلیکس موم۔"

"تم نہیں جاؤ گے نا؟" وہ اس کے چہرے کو چھوتے ہوئے بولی۔

"نہیں موم میں نہیں جاؤں گا۔"

"تو تم یہاں کیوں آئے..... تم اسلام آباد جاؤ، پڑھو جا کے یہاں سے چلے جاؤ ورنہ یہ لوگ رانیل کے ساتھ تمہیں بھی لے جائیں گے۔" نوشین نے اس کے چہرے کو خوف زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بے چینی سے کہا تو اس نے انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔

"موم پلیز..... سنبھالیں خود کو میں آپ کا بیٹا ہوں، آپ کے پاس رہوں گا۔" ذوالنون نے نرمی سے کہا۔

"سنا تم نے افشین، تیمور حسن، ذوالنون میرا بیٹا ہے، یہ میرے پاس رہے گا، مجھے چھوڑ کر نہیں جائے گا۔" نوشین نے ان دونوں کو فاتحانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو

افشین کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

ذوالنون' نوشین کی حالت کی وجہ سے اسے کچھ ایسا کہہ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس سے اس کی ذہنی وقلبی حالت مزید بگڑ جائے' اسی لیے بہت ضبط وتحمل کا مظاہرہ کررہا تھا۔

افشین اور تیمور حسن' وہاب احمد' نگین بوا بھی سب ہی کو اس کی معاملہ فہمی اور حوصلے پر فخر محسوس ہورہا تھا۔ اس نے انہیں شرمندہ نہیں ہونے دیا تھا ایک دوسرے کے سامنے۔

''نوشین بیگم! آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کا بیٹا آپ کے پاس ہے آپ کی اولاد آپ کو معاف کرچکی ہے اور یہ سب محبت کی وجہ سے ہے اللہ پہ یقین کی وجہ سے ہے اور اچھی تربیت کی وجہ سے ہے وہ تربیت جو افشین اور تیمور نے انہیں دی۔ رانیل نے اس گھر کے بگڑوں کو سدھار دیا' صبر' حوصلے اور سچائی نے' محبت سے آپ کسی کو نیچا دکھا کر' دکھ پہنچا کر کبھی کامیاب اور خوش نہیں رہ سکتیں۔ اللہ نے دکھا دیا اور سمجھا بھی دیا ہے کہ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے' اس نے آپ کو آپ ہی کی اولاد کے ذریعے آئینہ دکھا دیا۔''

وہاب احمد نے نوشین کو دیکھتے ہوئے کہا' وہ شرمندہ تھیں' ان کی ذہنی حالت نہایت ابتر تھی اس وقت اور افشین کو اس پر رحم آرہا تھا۔

''نگی آپی! یہ تمام گفٹس علی نے مجھے دیئے' یہ انہیں لوٹا دیجیے گا اور یہ چین بھی۔'' رانیل نے علی کے دیئے ہوئے تمام تحائف اس کے وہیٹ گولڈ کے لاکٹ سمیت نگین کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

''ذوالنون آپ کا بیٹا ہے لیکن یہ میرا بہت ہی اچھا بیٹا ہے۔ اب جبکہ یہ حقیقت سب پہ آشکار ہوہی گئی ہے تو آپ دونوں چاہیں تو اسے اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔'' وہاب احمد نے بمشکل اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

''مگر بدلے میں رانیل کو مت مانگنا ہم سے وہ تو ہماری جان ہے ہمارے گھر کی بلبل ہے۔'' تیمور حسن نے مسکراتے ہوئے کہا تو افشین کہنے لگیں۔

''اور ذوالنون ہم سے زیادہ آپ کا بیٹا ہے' اس پہ آپ کا حق ہے' ہم اسے کہیں نہیں لے جائیں گے ہاں اسے ہائر ایجوکیشن کے لیے اسپلائزیشن کے لیے ضرور لندن آنا چاہیے وہاں' تب یہ ہمارے ساتھ رہے گا۔''

''ان شاء اللہ۔'' وہاب احمد نے مسکرا کر کہا۔

''اور ڈیڈی جی آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں آپ کو چھوڑ کے چلا جاؤں گا' اتنے سویٹ ڈیڈی کو بھلا کون چھوڑ کر جاسکتا ہے' میں تو بہت لکی ہوں کہ میرے دو بھائی' دو بہنیں' دو مائیں اور پاپا بھی ڈیڈی بھی......ہاؤ لکی آئی ایم۔''

ذوالنون نے وہاب احمد کے گلے میں بانہیں ڈال کر مسکراتے ہوئے کہا تو سب اس کے حوصلے اور زندہ دلی وسعت قلبی پر خوشی سے ہنس پڑے۔ وہاب احمد نے اس کا ماتھا چوم لیا۔

''جیتے رہو' بہت کامیابی پاؤ' خوش رہو......آمین۔'' وہاب احمد نے اس کے چہرے پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''بیٹا علی سے نہیں ملوگی؟'' وہاب احمد نے رانیل کو رخصت کرتے ہوئے پوچھا۔

''کبھی نہیں' میں علی سے اب نہیں ملوں گی۔'' رانیل نے بھیگتے لہجے میں جواب دیا' انہوں نے اسے اپنے سینے سے لگا کر پیار کیا' وہ اشک بار ودکھی تھے' اس کے یوں زخم زخم ہوکر جانے سے۔

''مجھے معاف کردینا بیٹی' میں آپ کو کوئی خوشی نہیں دے سکا۔ نوشین بہت نادم ہے اپنے رویے پر' اس کے پاس کچھ نہیں بچا سوائے پچھتاؤں کے۔''

''ڈیڈی' آپ انہیں اس کیفیت سے نکال سکتے ہیں' آپ بہت اچھے ہیں ڈیڈی آپ انہیں پھر سے زندگی کی صحیح راہ دکھا سکتے ہیں' انہیں اکیلا مت چھوڑیے گا' ان کو معاف کردیں اور ان کا بہت خیال رکھیے گا۔ اللہ حافظ!'' رانیل نے پرنم آواز میں کہا' پھر نوشین کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

نوشین کمبل اوڑھے بیڈ پر نیم دراز تھیں۔ میک اپ سے بے نیاز چہرہ' روکھی پھیکی روئی روئی آنکھیں' بکھرے الجھے بال' شکن آلود لباس' رانیل کو وہ کوئی اور ہی نوشین دکھائی دے رہی تھی' اسے ان کی حالت پر بہت دکھ ہورہا تھا۔ یہ عورت وہ

تھی جس نے اسے جنم دیتے ہی خود سے الگ کردیا تھا۔ ایک نظر دیکھا تک نہیں تھا' اس پر تہمت دھری' الزام لگائے کیا کیا نہ ستم کیے تھے اس کی نازک جان پر' رانیل کے زخم پھر سے ہرے ہوگئے۔ نوشین اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر حیران تھیں۔ انہیں توقع تھی کہ وہ اسے لعن طعن کرے گی' شرمسار کرے گی' مگر وہ تو کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔

''میں آپ کو خدا حافظ کہنے آئی ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے لیے تکلیف کا باعث بنی رہی' آپ نہیں چاہتی تھیں نا کہ میں یہاں رہوں تو اب مطمئن ہوجایئے میں' اپنے مما پاپا کے ساتھ واپس لندن جارہی ہوں' میں نے آپ کو معاف کردیا ہے' آپ بھی مجھے معاف کردیجیے گا۔ اوکے آنٹی اپنا خیال رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔'' رانیل اپنی بات مکمل کرکے کمرے سے جاچکی تھی' اور وہ چپ سادھے' خاموش' گنگ سی بیٹھی اس کے آخری جملے کی بازگشت سن رہی تھیں۔

''اوکے آنٹی' اپنا خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔'' نوشین کے دل میں ہوک سی اٹھی' وہ چلی گئی تھی' رانیل اس کی اپنی بیٹی چلی گئی تھی' اسے ''آنٹی'' ہی سمجھتی تھی وہ اب بھی' وہ رانیل جسے اس نے جنم دیا تھا وہی اسے ''ماں'' کہے بغیر چلی گئی تھی۔ یہ جاننے کے بعد بھی کہ وہ اس کی حقیقی ماں ہے' وہ اسے ماں تسلیم کیے بغیر یہاں سے چلی گئی تھی۔

''کیوں......؟ کیوں نہیں کہا اس نے مجھے ماں؟'' نوشین نے پاگلوں کی طرح چیختے ہوئے خودکلامی کی' کمبل اتار کر دور پھینک دیا۔

''کیسے کہتی وہ تمہیں ماں؟ اس کے ضمیر نے ملامت کی۔ تم نے کب ماں بن کر اس پر ممتا اور محبت نچھاور کی؟ تم نے تو اس کو اپنی گود کی گرمی تک نہ پہنچائی' اپنے دودھ کا ایک قطرہ تک نہیں پلایا' پھر کس برتے پر ماں ہونے کا حق جتا رہی ہو؟ تم نے تو اسے چند روپوں کے عوض بیچ دیا تھا' کسی بھی اجنبی کی جھولی میں ڈال دینے کی پلاننگ کرلی تھی' غیر کے ہاتھوں میں اپنی کوکھ کی اولاد سونپ کر مطمئن تھیں' کبھی خیال بھی نہ آیا' اس کا کہ وہ کس حال میں ہے؟ تم نے اس کے ساتھ سوتیلوں کا سا سلوک کیا' دشمنوں کا سا برتاؤ کیا پھر وہ کیوں کہے تمہیں ماں؟ اس کے دکھ کا اندازہ ہے تمہیں' جب اسے یہ پتہ چلا کہ تم ہی اس کو جنم دینے والی ماں ہو تو کیا گزری ہوگی اس معصوم کے دل پر' وہ تمہاری وجہ سے موت کے منہ تک پہنچ گئی تھی۔ تمہارے دیئے ہوئے دکھوں نے اس نازک سی کم سن لڑکی کے اعصاب شل کردیئے' برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور وہ معصوم لڑکی صبر' ضبط اور برداشت کرتی رہی' اندر ہی اندر کڑھتی مرتی رہی' زبان سے ایک لفظ تک نہیں کہا اور آخر ڈھے گئی۔ نروس بریک ڈاؤن ہوگیا اس کا' تمہاری وجہ سے اپنا آپا اور پھر علی نے بھی اسے ہرٹ کیا' علی سے ختم ہوجائے گا اس کا رشتہ' کس مقام پر لا کھڑا کیا ہے تم نے رانیل کو' کتنے کانٹے بچھائے اس کی راہ میں اور وہ ان کانٹوں پر چلتے چلتے لہولہان ہوگئی' اس کے پاؤں زخمی ہوگئے لیکن اس نے اپنے لہو سے ان کانٹوں کو پھولوں میں بدل دیا۔ تمہاری بگڑی اولاد کو سدھار دیا' تمہیں آئینہ دکھا دیا' تم جو اپنے آپ کو ہی ہمیشہ درست سمجھتی تھیں' حقیقت یہ ہے کہ تم ہی ہمیشہ غلط تھیں اور اب ثابت بھی ہوگیا' ہمیشہ تم نے آئینہ کی گرد صاف کی' آئینہ صاف کیا اور اپنے چہروں کو مصنوعی رنگ وروغن سے مزین کرکے اپنے چہرے کی بدصورتی چھپاتی رہیں۔ میک اپ کے رنگوں میں تمہیں اپنے من کی سیاہی اپنی روح پر جمی کائی اور اپنے افکار وعمل سے چھلکتی کالک کبھی دکھائی ہی نہیں دی' اب دیکھو کیسا سب کچھ سامنے آیا ہے' اب تو تم اس عام آئینے کے مقابل کھڑے ہونے کے قابل بھی نہیں رہیں۔ ضمیر کے آئینے میں تو اپنا بھیانک چہرہ دیکھ رہی ہونا اب مصنوعی آرائشی آئینے میں اپنا چہرہ بھی دیکھ لو۔ دیکھو کتنا بدنما' اور بدشکل لگ رہا ہے تمہارا چہرہ۔ تمہارے چہرے کے خدوخال ایک دوسرے سے نگاہ چرا رہے ہیں' تمہاری آنکھیں اپنائیت' محبت اور حمیت کے پانی سے خالی ہیں۔ تمہاری یہ ناک جو بہت عزیز تھی تمہیں......تم نے اپنی ہی حرکتوں کی وجہ سے کٹوائی ہے......تمہارے یہ عنابی ہونٹ جو جب ہلتے تھے تو زہر

اگلتے تھے آج ان پر پڑی جمی ہے جیپ کے بڑے بڑے تالے پڑے ہیں۔ تمہارا دماغ جو جوبہت سازشیں بنتا تھا آج اس کو زنگ لگ گیا ہے۔ شکست وریخت نے اس میں جالے بن دیئے ہیں۔ یہ ہو تم نوشین بیگم! کیا تم ماں کہلائے جانے کے لائق ہو؟ نوشین بیگم! تم اب اپنے شوہر اور بچوں سے نگاہیں نہیں ملا پارہیں۔ تم اپنے خالق حقیقی سے کیسے نظریں ملاؤ گی...... کیا منہ دکھاؤ گی اپنے رب کو؟ کیسے سامنا کرو گی اللہ پاک کا؟ کیا جواب دو گی اپنی غلط کاریوں کا؟ کوئی راہ نجات نہیں ملے گی تمہیں یوم حشر' بجز معافی اور توبہ کے...... سب سے معافی مانگ لو باری باری دل سے بوجھ بھی اتر جائے گا اور اللہ کے روبرو معافی مانگنے میں بھی آسانی ہوگی کیونکہ اگر بندوں نے معاف نہ کیا تو اللہ بھی معاف نہیں کرے گا۔ کوئی راہ فرار نہیں ہے تمہارے پاس۔ سوال دونوں جہان میں ہوں گے۔ سامنا تو ہر صورت کرنا ہوگا' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی...... دنیا میں مخلوق کا اور آخرت میں خالق کا۔ دل سے معافی مانگ لو گی تو پل پل مرنے سے بچ جاؤ گی۔"

نوشین کا ضمیر اسے سوال جواب کرکے جھنجوڑ رہا تھا۔ راہ دکھا رہا تھا مگر وہ کسی کے سامنے جانا ہی نہیں چاہتی تھی' یہاں سب سے معافی کا پیغام مجازی خدا کے ہاتھ بھیج دیا تھا اور وہاں خدا سے براہ راست معافی مانگ لی تھی مگر بے کلی' بے سکونی' بدستور برقرار تھی۔

"میں اب جینا نہیں چاہتی' کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا چاہتی مجھے میرے اعمال کی سیاہی کچھ دیکھنے نہیں دے گی' میرے کرموں کا پھل مجھے ملنا ہی چاہیے۔ میں نے سب کی زندگی کو اجیرن بنا دیا' خوشی سے محروم کردیا' مجھے بھی اب مرحوم ہوجانا چاہیے' ان کی زندگی سے دور چلے جانا چاہیے۔ دور بہت دور جہاں سے واپسی کی کوئی امید نہ ہو' ہاں مجھے مر ہی جانا چاہیے۔ مجھ جیسی بے حس' خود پسند' خود غرض اور مغرور عورت کو مرہی جانا چاہیے' میری ذات سے آج تک کسی کو کوئی خوشی نہیں مل سکی۔ میں نے اپنی زندگی فضول کاموں میں گزار دی۔ ضائع کردیا ایسی زندگی کو تو اب بس ختم ہی ہوجانا چاہیے' جس سے ہر کسی کو صرف دکھ ہی ملا ہو۔ ہاں ختم کردوں گی میں آج اس زندگی کو۔" نوشین نے بے چینی سے کمرے میں ٹہلتے ہوئے خود کلامی کی اور تیزی سے دوڑ کر بیڈ کے قریب آئی اور سائیڈ ٹیبل کی دراز کھول کر کچھ ڈھونڈنے لگی' ایک کے بعد دوسری اور پھر تیسری دراز میں سے اسے خواب آور گولیوں کی شیشی مل گئی۔ نوشین نے ڈھکن کھول کر ساری گولیاں اپنی ہتھیلی پر انڈیل دیں' ہاتھ کی اوک گولیوں سے بھر گئی تھی۔ نوشین اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔ اس نے پانی سے بھرا گلاس سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا اور بیڈ کے کنارے بیٹھ کر دو دو کرکے ساری گولیاں اپنے حلق سے نیچے اتار لیں اور خالی شیشی کو اٹھا کر دیکھتے ہوئے بولی۔

"بس اب میں ہمیشہ کے لیے سو جاؤں گی۔"

"نوشین! یہ کیا کررہی ہو؟" اسی وقت وہاب احمد کمرے میں داخل ہوئے' اس کی بات ان کے کانوں میں پڑی اور اس کے ہاتھ میں خالی شیشی دیکھ کر وہ تیزی سے اس کی طرف آتے ہوئے چیخے۔

"سو رہی ہوں...... ابدی نیند...... دیکھو وہاب احمد! میں نے ساری گولیاں کھالیں' اب میں بہت گہری نیند سو جاؤں گی۔"

"واٹ؟ او مائی گاڈ! یہ کیا کیا تم نے؟" وہاب احمد اس کی بات سن کر شاکڈ رہ گئے' بدن میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ نوشین کی اجڑی اجڑی حالت نے انہیں ڈرا دیا تھا۔ انہوں نے نمکین' نوفل اور ذوالنون کو اونچی آواز میں پکارا وہ تینوں پریشان سے دوڑے چلے آئے۔

"کیا ہوا ڈیڈی؟" تینوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

"تمہاری ماں نے سلیپنگ پلز کی پوری شیشی نگل لی ہے۔"

"ذوالنون بیٹا' گاڑی نکالو' ہمیں انہیں ہاسپٹل لے جانا ہے۔" وہاب احمد نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور نوشین کو پکڑ کر اٹھانا چاہا تو اس نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"مجھے...... نہیں...... نہیں جانا...... ہاسپٹل تو...... بالکل نہیں جانا۔" وہ ٹوٹے ٹوٹے لہجے میں بولیں۔

"موم ہمیشہ غلط کرتی ہیں آپ' کبھی کچھ صحیح بھی کرلیا کریں' ہمارا تو سوچ لیا ہوتا ایسا کرنے سے پہلے۔" نوفل نے بھیگی آواز میں کہا۔

نمکین پریشانی اور خوف کے مارے رونے لگی ساتھ ہی اللہ سے موم کی سلامتی کی دعائیں مانگنے لگی۔

بروقت ہاسپٹل پہنچنے اور سب کی دعاؤں سے نوشین کو ہوش آ گیا تھا۔ ان کا معدہ صاف کردیا گیا تھا۔ اب وہ گم صم چپ چپ سی اپنے شوہر اور بچوں کو دیکھ رہی تھیں۔ شرمندگی کے آنسو آپ ہی آپ آنکھوں سے بہہ نکلے اور بالوں میں جذب ہوگئے۔

"دیکھا نوشین بیگم! جو آپ نے چاہا وہ نہیں ہوا' ہوا وہی جو رب کی مرضی تھی۔ اللہ سے بڑا تو کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' آپ کو اس نے اپنی غلطیوں کا احساس دلایا' یہ اس کی مہربانی تھی مگر آپ نے سمجھا ہی نہیں اور اس کی عطا کو ٹھکرانے چل دیں۔ اس کی نعمت جو زندگی کی صورت میں اس نے آپ کو عنایت کی تھی آپ اس نعمت کی ناشکری اور ناقدری کرنے چلی تھیں۔ وہ تو آپ کو سنبھلنے کا موقع دے رہا تھا اور آپ......"

"آپ سب بہت اچھے ہیں...... اور میں خود کو آپ کے ساتھ رہنے کے قابل نہیں سمجھتی۔"

"لیکن ہم نے تو آپ کو معاف کردیا۔" وہاب احمد نے نوشین کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا' اس شخص کے لیے نوشین کے دل میں پہلی بار محبت پھوٹی تھی جو اس کی تمام تر زیادتیوں کے باوجود اسے محبت اور اپنائیت کا احساس دے رہا تھا۔

❁ ✿ ...... ❁ ...... ❁ ✿

نمکین شکرانے کے نفل ادا کرکے لاؤنج میں آئی تو بوا جی کسی سے فون پر بات کررہی تھیں۔ وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کس کا فون تھا بوا جی؟" بوا جی نے جیسے ہی ریسیور کریڈل پر رکھا نمکین نے پوچھا۔

"زاہد میاں کا فون تھا' نوشین اور وہاب میاں سے بات کرنا چاہ رہے تھے۔" بوا جی نے اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے بتایا تو اس نے استفہامیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"تو آپ نے کیا جواب دیا؟"

"بیٹا' میں نے کہہ دیا کہ نوشین کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی' وہاب میاں انہیں چیک کرانے لے گئے ہیں ابھی آئیں گے تو انہیں بتا دوں گی۔"

"ہوں' بوا جی انہیں پتا نہیں چلنا چاہیے کہ موم نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔ پہلے ہی سب ان سے خفا ہیں' رانیل کے ساتھ کیے گئے سلوک کی وجہ سے۔" نمکین نے سنجیدگی سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر بولیں۔

"ہاں بیٹی' میں سمجھتی ہوں' بس اللہ کرے اب سب ٹھیک ہوجائے' میرا خیال ہے زاہد میاں اپنے گھر والوں کے ہمراہ یہاں آنا چاہتے ہیں تمہارے اور خرم کے رشتے کے سلسلے میں۔"

"جی بوا جی' خرم نے سرسری سا ذکر کیا تھا مجھ سے۔"

زاہد ماموں نے ڈاکٹر مجاہد کے آفس فون کیا وہ اس وقت ہاسپٹل میں ہوتے تھے اور شام کو اپنے کلینک پر' وہ ان سب کے فیملی ڈاکٹر بھی تھے' جبھی زاہد ماموں کو ان کا خیال آیا اور انہوں نے نوشین کی طبیعت کا احوال معلوم کرنے کے لیے انہیں فون کرلیا۔ وہ اپنے کمرے میں نہیں تھے نرس نے فون ریسیو کیا تھا۔

"سر ڈاکٹر صاحب تو راؤنڈ پر نکلے ہیں۔"

"اچھا! یہاں ایک مریضہ آئی ہوں گی مسز نوشین وہاب احمان کی کیسی طبیعت ہے؟"

"جی ہم ایسے ہر کسی کو اپنے پیشنٹ کے بارے میں کچھ نہیں بتاتے۔" نرس نے پیشہ ورانہ سنجیدگی سے جواب دیا تو زاہد ماموں کہنے لگے۔

"جی بہت اچھی بات ہے لیکن میں نوشین کا بڑا بھائی ہوں اور ڈاکٹر مجاہد ہمارے فرینڈ اور فیملی ڈاکٹر ہیں' اسی لیے میں نے انہیں کال کی تھی مگر وہ بقول آپ کے راؤنڈ پر ہیں تو مجبوراً آپ سے اپنی بہن کی کنڈیشن کا پوچھ لیا۔"

"اوہ سوری سر' مسز نوشین ان شاء اللہ کل ڈسچارج

ہوجائیں گی' وہاب صاحب انہیں بروقت ہاسپٹل لے آئے تھے اس لیے ان کی جان بچ گئی' فوراً ان کا معدہ واش کروایا گیا۔'' نرس نے پوری تفصیل سے بتایا تو زاہد ماموں کے تو رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ ان کی بہن نے خودکشی کی کوشش کی تھی یہ سن کر انہیں شاک لگا تھا۔

''اوکے تھینک یو سسٹر اللہ حافظ۔'' زاہد ماموں نے یہ کہہ کر ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

''کیا بات ہے آپ پریشان لگ رہے ہیں؟'' ثمینہ زاہد نے چائے کا کپ ان کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے ان کے چہرے پر پھیلی پریشانی کے آثار دیکھ کر کہا۔

''نوشین نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔''

''اف میرے خدایا! ساری زندگی پریشان ہی کیا ہے نوشین نے سب کو۔ اب اگر اپنی غلطیوں کا احساس ہو ہی گیا تھا تو اللہ سے توبہ کرتی سب سے پیار محبت سے ملتی رہتی...... مگر وہ تو ایک اور غلطی ایک اور حماقت کر بیٹھی' بچوں تک کا نہیں سوچا کہ ان کا کیا بنے گا؟ ان پر کیا اثر پڑے گا؟ اور خود اگر مر جاتی تو سیدھی جہنم رسید ہوتی۔''

''افوہ...... ثمینہ تم بھی جب بولتی ہو تو بس بولتی ہی چلی جاتی ہو۔ تمہارا تو کوئی نقصان نہیں کیا میری بہن نے جو اس طرح بول رہی ہو۔'' زاہد ماموں نے جھلا کر کہا۔

''کل تیار رہنا نوشین کی خیریت معلوم کرنے جائیں گے۔''

''ٹھیک ہے لیکن میں اب نگین کا رشتہ نہیں مانگوں گی خرم کے لیے۔'' ثمینہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''کیوں اب ایسا کیا ہوگیا؟ تم تو بہت بے تاب ہورہی تھیں نگین کو اپنی بہو بنانے کے لیے۔'' زاہد ماموں نے انہیں حیرانگی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں مگر تب نوشین کی اس تازہ حماقت کا علم نہیں تھا' اگر ماں ایسی ہے تو بیٹی بھی ماں کے نقش قدم پر ہی چل رہی ہوگی۔'' ثمینہ نے بے دردی سے کہا۔

''بہت افسوس ہورہا ہے مجھے تمہاری سوچ پر تم ماں کے کیے کی سزا بیٹی کو دینا چاہتی ہو یہ جانتے ہوئے بھی کہ خرم نگین کو پسند کرتا ہے' تم اس کو بھی ناخوش کروگی اور عابد اپنے بیٹے وسیم کے لیے نگی کا رشتہ مانگ لے گا پھر وہی ہوگا جو نوشین اور رابیل کے ساتھ وہاب احمد کے ساتھ ہوا ہے کتنی زندگیاں ایک غلط فیصلے نے خراب ہوئیں' تم بھی اور میں...... اپنی بھانجی کو دکھ دینے کا باعث نہیں بن سکتا۔ اگر تم سمجھتی ہو کہ تم نگی کے لیے اچھی ساس ثابت نہیں ہوسکتیں اسے دل سے چاہ سے قبول نہیں کرسکتیں تو اس بات کو گھر سے باہر نکالنے کی ضرورت نہیں ہے' وہاب احمد سے سرسری بہانہ ذکر کیا تھا میں نے خرم اور نگی کے رشتے کے لیے' میں مزید بات نہیں کروں گا' مجھے اپنی بہن بہنوئی کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا۔ لہٰذا تم ماں بیٹا آپس میں صلح مشورہ کرلو پھر مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کردینا۔'' زاہد ماموں نے نہایت سنجیدہ اور تاسف زدہ لہجے میں کہا اور بنا چائے پیے وہاں سے اٹھ گئے۔

''ارے چائے تو پی لیتے۔'' ثمینہ نے بے چینی سے کہا وہ جاچکے تھے۔ ثمینہ نے چائے کا کپ اٹھایا اور گھونٹ گھونٹ کرکے چائے ختم کی۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

نوشین اگلے دن گھر آ گئی تھی' ایک مثبت سوچ اور احساس کے ساتھ' جینے کی نئی امنگ لیے' وہاب احمد نے اسے سمجھایا تھا کہ اس کے بچے اس کی زندگی کی خوب صورتی ہیں' زندہ رہنے کا مقصد اور جواز ہیں اور اب تو وہ سمجھ چکی تھیں کہ انہوں نے اپنی نادانیوں سے اپنا ہی نقصان کیا تھا۔ وہاب احمد جیسا نفیس انسان ان کا ہم سفر بنا' مگر اس نے انہوں نے قدر نہ کی۔ اب انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ ہر طرح سے اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں گی اگرچہ ایک طویل عمر گزر چکی تھی' خاصا وقت بیت گیا تھا' وہاب احمد کی زندگی کے سنہری دن ان کی بے نیازی' بے حسی اور بے اعتنائی کی نظر ہوگئے تھے' مگر اب جو وقت بچا وہ اس وقت کو گولڈن پیریڈ آف لائف بنانا چاہتی تھی۔

زاہد ماموں' خرم' ثمینہ اور ماہین ''وہاب لاج'' میں موجود تھے' وہاب احمد اور ذوالنون انہیں کمپنی دے رہے تھے۔ نوشین کو بوا جی نے جگا تو وہ تیار ہورہی تھیں۔ نگین کچن میں چائے کا انتظام دیکھنے گئی تھی۔ رابیل' تیمور حسن اور افشین اسلام آباد جاچکے تھے۔ وہاں کچھ دن قیام کا ارادہ تھا ان کا' تیمور حسن اور افشین نے رابیل کو مری' بھوربن کی سیر کرانے کا سوچا تھا کہ برسوں بعد آئے تھے تو ذرا سی آؤٹنگ تو ہونی چاہیے تھی' وہ رابیل کا دل بہلانے' دھیان بٹانے کی غرض سے اسے یہاں لائے تھے۔

''آپ کو پتا ہے بیٹا شادی کے بعد میں اور آپ کی مما یہاں آئے تھے ہنی مون منانے کے لیے' ہم نے یہاں بہت انجوائے کیا تھا۔'' تیمور حسن پرانی یادیں تازہ کررہے تھے جبکہ افشین کے چہرے پر حیا کی سرخی پھیل رہی تھی۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

''آپ چائے پئیں میں نوشی کو لے کر آتا ہوں۔'' وہاب احمد نے زاہد ماموں اور ثمینہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ضرور۔'' زاہد ماموں مسکرائے۔

ذوالنون پہلے ہی موبائل پر آنے والی کال اٹینڈ کرنے چلا گیا تھا۔ خرم بھی اس کے پیچھے ہی نکل آیا تھا اور نگین کو ادھر ادھر متلاشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''دیکھا کیسے اچھے شوہر ہیں وہاب میاں' بیوی کی ہر خطا بھلائے کتنا خیال رکھ رہے ہیں اس کا قدر کرنے والی ہوتی نوشین تو پاؤں دھو دھو کے پیتی وہاب احمد کے۔'' ثمینہ نے زاہد ماموں کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بولے۔

''اچھا اب نوشین کے سامنے ایسی ویسی کوئی بات مت کرنا۔''

''آپ بھی نگین کے رشتے کی بات نہیں چھیڑیں گے یہاں۔ نگین پر بھی تو ماں کا اثر ہوگا' جیسی ماں ویسی بیٹی' میں خرم کی شادی نگی سے نہیں کروں گی۔'' ثمینہ نے سنجیدگی سے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ نگین جو اندر آنے لگی تھی ان کی بات سن کر وہیں سے پلٹ گئی اور لان کی طرف آ گئی۔ اس کے دل پر چوٹ سی پڑی تھی' ممانی کی بات سن کر انہیں کیا حق پہنچتا تھا ان کے گھر میں بیٹھ کر اس قسم کی باتیں کرنے کا؟ اور وہ کون سا ان کے بیٹے سے شادی کے لیے مری جارہی تھی۔

''ہائے نگی۔'' خرم نے اسے لان میں دیکھا تو وہیں چلا آیا۔ نگین نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔

''ہیلو۔''

''کیسی ہو؟'' خرم نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

''ٹھیک ہوں۔'' نگین نے روکھے پن سے جواب دیا۔

''تمہارا موڈ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا' وجہ جان سکتا ہوں؟''

''کیا کریں گے آپ وجہ جان کر؟''

''تمہارا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کروں گا۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ میں تمہیں خوش گوار موڈ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''یہ ضروری تو نہیں ہے کہ انسان کی ہر چاہ پوری ہو۔''

''نگی' یہ تم کیسی باتیں کررہی ہو' میں تو بہت خوش تھا اور تمہیں یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ شاید آج امی ابو' پھپھو اور پھوپا جی سے میرے لیے تمہارے رشتے کی بات کریں۔'' خرم نے اس کے سپاٹ اور اجنبی لہجے اور سنجیدہ تاثرات سے پر چہرے کو دیکھتے ہوئے بے چینی سے کہا۔

''وہ یہ بات نہیں کریں گے۔'' نگین نے کہا۔

''کیوں؟''

''کیونکہ وہ یہاں مام کی عیادت کے لیے آئے ہیں۔''

''ہاں لیکن یہ بات بھی ہوسکتی ہے آج نہ سہی' اگلی بار جب امی ابو یہاں آئیں گے تو پھوپو سے ہماری شادی کی بات ہی کریں گے۔'' خرم نے سنجیدگی سے کہا۔

''انہیں اس سلسلے میں مام اور ڈیڈی سے کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''لیکن کیوں نگی؟'' خرم نے بے چینی سے سوال کیا۔

''کیونکہ مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی۔'' نگین نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا اور تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

”نگی! سنو تو آخر کیا ہوا ہے؟ کیا کمی ہے مجھ میں جو تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں؟“ خرم بے قراری سے تڑپ کر اس کے پیچھے آتے ہوئے پوچھا۔

”کمی آپ میں نہیں ہے مسٹر خرم! کمی تو مجھ میں ہے اور کیا کمی ہے یہ آپ اپنی امی حضور سے پوچھیے گا۔“ نگین نے تلخی سے کہا وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اس کا راستہ روک لیا۔

”نہیں تم بتاؤ کیا وجہ ہے تمہارے انکار کی؟ امی نے کچھ کہا ہے تم سے؟“ وہ اس کے سامنے دیوار بنا کھڑا تھا۔ اس سے انکار کی وجہ پوچھ رہا تھا تو وہ غصے سے پھٹ پڑی۔

”نہیں انہوں نے کچھ نہیں کہا مجھ سے اتفاق سے میں نے ان کی باتیں سن لی ہیں اور اچھا ہوا کہ سن لیں برے اور کڑے وقت میں ہی اپنے پرائے کی پہچان ہوتی ہے نا تو مجھے بھی ہوگئی...... خرم صاحب! میں کسی گھر میں ان چاہی بہو بن کر نہیں جانا چاہتی اور کسی کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ میرے گھر میں بیٹھ کر میری ماں کے بارے میں الٹا سیدھا کہے ہاں میں اپنی ماں جیسی ہوں ٹھیک کہا ممانی نے کہ جیسی ماں ہے ویسی ہی بیٹی بھی ہوگی تو ہوں میں اپنی ماں جیسی...... میری ماں نے آپ لوگوں کے ساتھ تو کبھی کچھ برا نہیں کیا نا...... پھر ممانی کو یہ حق کس نے دیا کہ وہ ان کے کردار کے بارے میں رائے دیں...... غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں اور بہتر ہوتے ہیں وہ لوگ جو اپنی غلطیوں کو تسلیم کرتے ہیں اعتراف جرم کرکے معافی مانگ لیتے ہیں...... اور وہ لوگ ان سے بھی بہتر ہوتے ہیں جو بار بار ان کو ان کی غلطیاں یاد دلا کر شرمندہ نہیں کرتے بلکہ انہیں موقع دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی غلطیوں کا ازالہ کرسکیں آئندہ زندگی اچھی گزار سکیں لیکن ہر انسان کا ظرف کشادہ نہیں ہوتا۔ اللہ تو انسان کی ہر غلطی معاف کردیتا ہے لیکن انسان انسان کی غلطی اس کی بھول اس کی خطا کبھی معاف نہیں کرتا۔“

”نگی آئی ایم سوری میں امی کی طرف سے تم سے معافی چاہتا ہوں پتا نہیں انہوں نے ایسا کیوں کہا ورنہ وہ تو خود تمہیں بہت پسند کرتی ہیں۔“ خرم نے شرمندگی سے کہا تو وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

”نہیں وہ اب مجھے پسند نہیں کرتیں اور مجھ میں ایسی کوئی بات ہے بھی نہیں کہ وہ مجھے پسند کریں اور آپ بھی سن لیں مسٹر خرم کہ میں ایسی ہی ہوں جیسی میری موم ہیں رشتوں کا پاس لحاظ رکھنا مجھے نہیں آتا میں بہت بگڑی ہوئی آزاد خیال اور ماڈرن لڑکی ہوں میں لڑکوں کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہوں ان کے ساتھ ہنستی بولتی ہوں دوستیاں کرتی ہوں فون پر گپ شپ لگاتی ہوں ہوٹلنگ کرتی ہوں وغیرہ وغیرہ...... آپ کسی غلط فہمی میں مجھ سے شادی مت کیجیے گا میں ایسی ہی ہوں بے پروا سی اور اسی میں خوش ہوں خدا حافظ۔“ نگین نے اس پر الوداعی نگاہ ڈالی اور تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گئی اور خرم اپنی جگہ پر شاکڈ رہ گیا۔

❁ ✿...... ❁ ...... ❁ ✿

ذوالنون واپس اسلام آباد چلا گیا تھا۔ تیمور حسن افشین بھی آج رات کی فلائیٹ سے دبئی جارہے تھے تیمور حسن نے جانے سے پہلے وہاب احمد کو فون کرکے رانیل اور علی کے اس ناگہانی نکاح کے حوالے سے بات کی۔

”وہاب! جتنی خاموشی اور راز داری سے رات کے اندھیرے میں یہ نکاح کیا گیا تھا اسے اتنی ہی خاموشی اور رازداری سے ختم کردیا جائے تو بہتر ہے۔“ تیمور حسن نے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں کہا۔

”لیکن......!“ وہاب احمد نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر تیمور حسن نے ان کی بات نرمی سے کاٹتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔

”میری بیٹی اس شخص کو اب کبھی دیکھنا نہیں چاہتی وہ ان فضاؤں سے بھی دور نکل جانا چاہتی ہے جن میں وہ سانس لیتا ہے جن میں اس کی خوش بو بسی ہے اور میں اپنی بچی کو دکھ کے ساتھ ساری زندگی گزارنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتا۔“

”میں آپ کی کیفیت کو سمجھ رہا ہوں تیمور بھائی میں بھی

اسی کرب سے گزر رہا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ کچھ معاملات کو حالات پر قسمت پر چھوڑ دینا چاہیے ہوسکتا ہے کہ وقت نے کہیں کچھ بہتر لکھا ہو ہوسکتا ہے کہ یہ رشتہ قدرت کو منظور ہو۔“ وہاب احمد نے نہایت سنجیدگی سے کہا تو وہ کہنے لگے۔

”وہاب وقت اور حالات کے انتظار میں میری بیٹی اس رشتے سے جڑی رہے گی اور اس اذیت کو پل پل سہتی رہے گی وہ کبھی بھی نہیں بھول پائے گی وہ سب جو یہاں اس کے ساتھ ہوا یہ رشتہ ختم ہوجائے گا تو آہستہ آہستہ وہ خود پہ یہاں ہونے والے ستم بھی بھول جائے گی لیکن یہ رشتہ اس کے زخم ہمیشہ ہرے ہی رکھے گا میں کیسے اپنی بیٹی کو ہر پل تڑپتے دیکھ سکتا ہوں جو کچھ اس کے ساتھ ہوا وہ ہمیں اتنی تکلیف اور اذیت دے رہا ہے تو رانیل کا دل یہ سب کیسے سہہ رہا ہوگا۔ کچھ اندازہ ہے تمہیں؟“

”بھائی صاحب! اس کا دل تو بہت بڑا ہے جب ہی تو سب ستم سہہ لیے سب کو معاف کردیا علی کو بھی......“ وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا۔

”لیکن اس کے باوجود وہ اس کے ساتھ کو قبول نہیں کرنا چاہتی یہ رشتہ باقی نہیں رکھنا چاہتی جو مجبوراً اور زبردستی جوڑا گیا تھا۔ کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو وہاب کے ایک انیس برس کی لڑکی کے لیے کتنا تکلیف دہ ہوگا یہ سب کے جس نے اسے کھاؤ دیا ہو بے اعتبار و بے یقین کیا ہو اس کے خلوص اور پیار پر شک کیا ہو اسے پھر اسی کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور کردیا جائے۔“ تیمور حسن نے کربناک لہجے میں کہا تو وہاب احمد سنجیدگی سے بولے۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ تیمور بھائی لیکن علی نے وہ سب دل سے نہیں کہا وہ تو رانیل کے لندن جانے کا سن کر بدحواس ہوگیا تھا وہ اسی بدحواسی غصے بے کلی بے بسی اور جھنجلاہٹ میں جو سب کہہ گیا ورنہ وہ تو رانیل سے بہت پیار کرتا ہے...... پھر بھی میں بات کروں گا علی سے۔ میں بھی تو باپ ہوں رانیل کا مجھے بھی اپنی بیٹی کی تکلیف کا احساس ہے اور میں بھی اس کے بہتر مستقبل کا خواہاں ہوں تیمور بھائی ان شاء اللہ ہماری بیٹی کے حق میں بہت بہتر ہوگا۔“

”ان شاء اللہ لیکن یہ بات علی کو سمجھا دیجیے گا کہ رشتہ دونوں فریقین کی مرضی سے آگے بڑھتا ہے ایک چاہے اور دوسرا نہ چاہے تو رشتہ نہیں نبھتا نبھ بھی جائے تو بھی اس میں محبت نہیں ہوتی محض سمجھوتہ ہوتا ہے ایک مجبوری کا بندھن بے بسی کا سودا اور میں اپنی بیٹی کے لیے ایسا رشتہ کبھی نہیں چاہوں گا علی اسے بسانا چاہتا ہے یا نکاح ختم کرنا چاہتا ہے یہ میرے لیے اہم نہیں ہے میرے لیے یہ بات اہم ہے کہ میری بیٹی علی کے ساتھ یہ رشتہ باقی نہیں رکھنا چاہتی میرے لیے میری بیٹی کی بات زیادہ اہم ہے...... مگر ہوگا وہی جو میرے اللہ کی مرضی ہو۔“ تیمور حسن نے سنجیدگی سے کہا۔

”بے شک اور اللہ وہی کرتا ہے جس میں ہماری بہتری ہوتی ہے۔“ وہاب احمد نے سنجیدگی اور پریقین لہجے میں کہا۔

”بالکل۔“ تیمور حسن نے دل سے کہا اور الوداعی کلمات کے بعد فون بند کردیا۔

......☆☆☆......

نگین اور نوفل گلشن علی میں موجود تھے نگین وہ تمام تحائف اسے واپس کرنے آئی تھی جو علی نے رانیل کو دیے تھے اور رانیل جاتے وقت نگین کے حوالے کرگئی تھی کہ وہ علی کو لوٹا دے۔

”علی بھائی! ہم یہ آپ کی امانت لوٹانے آئے تھے۔ رانیل نے کہا تھا آپ تک پہنچا دوں۔“ نگین نے شاپنگ بیگز میز پر رکھتے ہوئے کہا اور وائٹ گولڈ کی چین علی کی طرف بڑھا دی۔

”یہ کیوں واپس کردی؟“ علی وہ چین دیکھ کر تڑپ کر بولا۔

”اتنا بے وقعت تو نہ محسوس کررہا ہوتا میں۔“

”وہ اب آپ کو کبھی دیکھنا نہیں چاہتی۔“ نگین نے دکھ سے بتایا۔

”وہ مجھے کبھی نہیں دیکھنا چاہتی یعنی وہ چاہتی ہے کہ

میں کسی کو بھی زندہ نہ دکھائی دوں...... ہاں ٹھیک ہی تو ہے' اب زندہ رہ کر میں کروں گا بھی کیا؟'' علی نے بے جان اور ٹوٹے ہوئے لہجے میں مدھم آواز میں کہا نوفل اور تمکین نے پہلے رحم بھری ترس کھاتی نظروں سے علی کو دیکھا اور پھر بے بسی سے ایک دوسرے کو۔

''سوری علی بھائی' مگر وہ کہہ گئی ہے کہ آپ زبردستی اور مجبوری کے اس رشتے کو ختم کردیں۔'' تمکین نے سنجیدہ لہجے میں کہا دل دہائی دے رہا تھا' اسے علی اور رابیل کی جوڑی پرفیکٹ جوڑی لگتی تھی مگر یہ سب قسمت کے کھیل تھے کہ حالات اس نہج پہ آگئے تھے جس رشتے میں محبت پنپ رہی تھی اب وہ رشتہ کمزور ٹہنی کی طرح شجر جاں پر جھول رہا تھا۔

''کوئی انسان اپنے ہاتھوں سے خود کو کیسے ختم کرسکتا ہے تکی؟'' وہ کرب سے بولا سوال ذومعنی تھا۔

''اسے بھی مجھ سے محبت ہوگئی تھی تو پھر وہ محبت ختم کیسے ہوگئی؟ محبت تو ہمیشہ دل میں سجدہ ریز رہتی ہے' وقت' حالات و واقعات کبھی محبت پر اثر انداز نہیں ہوتے' اس طرح سے تو کبھی نہیں ہوتا کہ محبت ختم ہی ہوجائے۔''

''علی بھائی' وہ نفرت نہیں کرتی آپ سے' بلکہ وہ تو کسی سے بھی نفرت نہیں کرسکتی لیکن رابیل ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہے جو خود کو تکلیف پہنچانے اور زخم دینے والوں سے سچائی کی امید رکھتے ہیں' چارہ گری کی بھیک مانگتے ہیں' بہت مشکل ہوتا ہے زخم دینے والے کے ساتھ زندگی گزارنا اس طرح تو زخم کبھی نہیں بھرتے تاعمر رستے رہتے ہیں۔'' تمکین نے بہت سنجیدہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں کہا۔

''میں نے اسے زخم دیا ہے نا تو مرہم بھی میں ہی لگاؤں گا وہ اس طرح مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔'' علی نے بے قراری سے کہا اب اسے کوئی پروا نہیں تھی کہ وہ لوگ اس کے بارے میں کیا سوچتے ہیں' کیا کہتے ہیں؟ وہ جو سنجیدہ اور ریزرو انسان مشہور تھا محبت نے اسے اس طرح سے سب کے سامنے بے نقاب کردیا تھا کہ اپنے اس پاگل پن پہ نہ صرف وہ خود حیران تھا بلکہ وہ سب بھی حیرت زدہ تھے جو اس کو بہت قریب سے جانتے تھے اس کے گھر والے اور ''وہاب لاج'' کے مکین سب ہی اس میں شامل تھے۔

''وہ رات کی فلائٹ سے واپس جاچکی ہے علی بھائی۔'' نوفل نے رنجیدگی سے بتایا تو علی نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''وہ کہیں نہیں گئی یہیں ہے اسی دنیا میں ہے نا' اس کرہ ارض سے باہر تو نہیں ہے نا وہ...... میں اسے واپس لاؤں گا یہاں' محبت اپنے مدار سے باہر نکل ہی نہیں سکتی' جیسے زمین اپنے مدار کے گرد گھومتی ہے اس سے ذرا باہر ہٹی تو تباہی اور بربادی اس کا مقدر ہے۔ اسی طرح محبت بھی ہمیشہ اپنے مدار کے گرد گھومتی ہے' اپنے مدار سے نکلنے کا سوچ ہی نہیں سکتی' کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اس مدار سے باہر اس کی موت ہے۔''

❁ ✿ ...... ❁ ...... ❁ ✿

''امی آپ کو کیا ضرورت تھی تگی کے گھر بیٹھ کر اپنے نیک خیالات کا اظہار کرنے کی؟'' خرم نے ثمینہ کو ناراض نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے تو ایسا کیا کہہ دیا میں نے' یہی تو کہا تھا کہ تگی کی شادی تم سے نہیں کروں گی۔'' ثمینہ نے تیزی سے کہا۔

''تو وہاں کیسے پتا تھا کہ آپ کے گھر میں میرے اور تگی کے رشتے کی کوئی بات چل رہی ہے یا آپ پھپھو سے تگی کے رشتے کی بات کرنا چاہتی تھیں' اور پھر آپ کا ارادہ بدل گیا۔'' وہ غصے سے بولا۔

''اوہو' اس ساری بحث کا مقصد کیا ہے آخر؟'' زاہد ماموں نے ٹی وی سے توجہ ہٹاتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھا تو ثمینہ نے بھی خرم کو دیکھتے ہوئے تیزی سے کہا۔

''ہاں ذرا بتاؤ' تو تم اس بحث کا مطلب؟''

''مبارک ہو امی جان آپ کا مطلب پورا ہوگیا ہے آپ نے جو کچھ وہاں پھپھو کے گھر ارشاد فرمایا تھا نا وہ سب تگی نے اپنے کانوں سے سن لیا تھا۔'' خرم کے اس انکشاف پر وہ دونوں حیرت سے منہ پر ہاتھ رکھے ایک

دوسرے کو دیکھنے لگے۔

''اسی لیے کہتا ہوں ثمینہ بیگم کہ کم بولا کرو اور جب میں نے تمہیں کہا تھا کہ ہم نوشین کی عیادت کے لیے جارہے ہیں تو کیا ضرورت تھی بلاوجہ تگی کے رشتے کے حوالے سے فضول باتیں کرنے کی اور گھر پہ تم اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کرچکی تھیں' پھر وہاں جاکے تمہاری زبان پہ کھجلی کیوں ہوئی؟ دیکھ لیا نتیجہ اپنی بے وقوفی اور لاپروائی کا' تگی پہلے کیا کم پریشان اور دکھی تھی اپنی ماں اور بہن کے لیے جو تم نے اس کے زخموں پر نمک پاشی کردی' وہ بھی اس کے گھر جاکر بڑے افسوس کی بات ہے' اب میں کس منہ سے تگی کے سامنے جاؤں گا؟ کیا سوچ رہی ہوگی وہ؟'' زاہد ماموں نے پریشانی سے اٹھ کر ٹہلتے ہوئے کہا۔

''میں خود بات کرلوں گی تگی سے۔''

''کرلی تم نے بات۔'' زاہد ماموں نے تاسف سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

''بات کرنے سے پہلے ہی بگاڑ کر رکھ دی ہے' کیا کہو گی' تگی سے کہ کیوں کی تم نے وہ فضول بات؟ وہ کون سا تمہاری بہو بننے کو بے تاب ہورہی تھی اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا خرم کے بارے میں۔''

''لیکن ابو! میں نے ہمیشہ تگی سے پیار کیا ہے اسی کے بارے میں سوچا ہے' اسی کو اپنی شریک حیات بنانے کے خواب دیکھے ہیں اور اگر تگی میری دلہن نہ بن سکی تو میں کبھی شادی نہیں کروں گا؟'' خرم نے فیصلہ کن اور اٹل لہجے میں کہا۔

''سنا آپ نے ثمینہ بیگم!'' زاہد ماموں نے بیوی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''اب جو کچھ آپ تگی کے حوالے سے کہہ چکی ہیں وہ تگی کبھی نہیں بھول پائے گی اور ہوسکتا ہے اگر ہم اب اس کا رشتہ مانگنے جائیں تو وہ خود ہی اس رشتے سے انکار کردے۔''

''وہ آل ریڈی انکار کرچکی ہے ابو' اس نے صاف کہا ہے کہ آپ لوگ اس کا رشتہ مانگنے نہ آئیں کیونکہ وہ کسی بھی گھر میں ان چاہی بہو بن کر نہیں جائے گی۔'' خرم نے صورت حال کی سنگینی سے انہیں آگاہ کیا تو وہ شرمندہ سی ہونٹ کاٹنے لگیں۔

''میری خوشی تو پہلے بھی تگی ہی تھی امی' مگر آپ بھول گئیں شاید اور اب مت بھولیے گا کہ وہ مجبوری اور زبردستی کے کسی بندھن میں نہیں بندھنے والی' آپ خلوص دل سے' نیک نیتی اور ایمان داری سے اسے اپنی بہو بنانے کے لیے تیار ہوں' تو ہی اس سے بات کیجیے گا۔ صرف میری خوشی کے خیال سے وہاں رشتہ مانگنے کے لیے آپ نہیں جائیں گی' کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کل اگر تگی اس گھر کی بہو بن کر آجائے تو آپ اسے دل سے قبول نہ کریں اور اس کی ماں کے حوالے سے اسے باتیں سنائیں یا طعنے دیں...... میں ساس' بہو کی روایتی چپقلش نہیں چاہتا گھر میں سو پلیز جو بھی کریں سوچ سمجھ کر کریں۔'' خرم نے نہایت سنجیدگی سے انہیں اپنی بات سمجھائی اور اب ثمینہ کو اپنی کم عقلی اور نادانی پر افسوس ہورہا تھا۔ بات بگاڑ دی تھی اب اسے سدھارنا بھی تو انہی کو تھا کیسے؟ یہ وہ سوچنے میں جت گئی تھیں۔

❁ ✿ ...... ❁ ...... ❁ ✿

کرن نے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگایا تو ٹھنڈی چائے اسے اس کی گمشدگی کا احساس دلا رہی تھی۔ ذوالنون ابھی تک نہیں لوٹا تھا وہ اس سے ناراض بھی تھی مگر بھلانے پہ قادر نہیں تھی' کچی عمر کی پکی محبت تھی جو دل میں بہت مضبوط جڑ پکڑ چکی تھی اور جڑ سے اگر کسی پیڑ کو اکھاڑا جائے تو صرف پیڑ ہی متاثر نہیں ہوتا وہ زمین بھی بنجر ہوجاتی ہے جس سے پیڑ جدا ہوتا ہے۔ زمین دل سے محبت کا شجر اکھڑ جائے تو باقی کچھ نہیں رہتا اور کرن کو یہ احساس پل پل ہوتا اور وہ سہم سی جاتی تھی اس خیال سے کہ اگر ذوالنون اس کی زندگی کا ساتھی نہ بن سکا تو وہ کیسے جی پائے گی؟ کرن نے بہت دنوں سے اسے کوئی میسج نہیں کیا تھا لیکن اب دل کی تڑپ اور بے قراری عروج پر تھی اس نے موبائل اٹھایا اور میسج ٹائپ کرنے لگی۔

"ایک بات کہوں برا تو نہیں مانو گے؟ یاد کرنے کے بارے میں بہت خود غرض ہو تم۔"

"اچھا!" ذوالنون کا فوری جواب آیا۔

"کب آؤ گے؟" کرن نے بے کلی سے پوچھ ہی لیا۔

"میں راستے میں ہوں صبح تک ان شاء اللہ پہنچ جاؤں گا۔" ذوالنون نے اسے بتا کر اس کی بے قراری کم کرنا چاہی۔

"اچھا تم ناراض تو نہیں ہونا میں اس روز کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا۔"

"بس یہی عادت اس کی مجھے اچھی لگتی ہے
اداس کر کے کہتا ہے ناراض تو نہیں ہونا!"

کرن نے شعر میں جواب سینڈ کیا جسے پڑھ کر ذوالنون کا دل دکھ سے بھر گیا اور پھر اس نے کرن کو کوئی جواب نہیں دیا۔

❁ ✿ ..... ❁ ..... ❁ ✿ ❁

تیمور حسن' افشین اور رابیل ہیتھرو ائر پورٹ لندن سے باہر آئے تو نبیل انہیں خوش آمدید کہنے کے لیے سراپا انتظار تھا۔

"بھائی....." رابیل کی نظر نبیل پر پڑی تو وہ خوشی سے دوڑتی ہوئی اس کی طرف بڑھی' نبیل بھی بانہیں پھیلائے اس کی طرف لپکا اور گرم جوشی سے اسے گلے لگا لیا۔

"کیسی ہے میری ایشین ڈول؟" نبیل نے اس کے سر پر بوسہ دے کر محبت سے پوچھا' اس کے لہجے میں برادرانہ محبت و شفقت چھلک رہی تھی۔ رابیل کو رونا آ گیا' وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ نبیل اس کا بھائی نہیں ہے یا دودھ شریک بھائی ہے وہ تو بس اس کے لیے بھائی تھا سگا' سچا اور اپنا بھائی' اور دوست بھی جسے پاکستان جا کر اس نے بہت مس کیا تھا۔

"بہت اداس ہو گئی تھی میں آپ کے بغیر' بہت مس کیا میں نے آپ کو۔" اس نے روتے ہوئے بتایا۔

"میں نے بھی اپنی بہن کو بہت مس کیا' مگر یار روؤ تو نہیں ناں۔" نبیل نے محبت سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا پھر وہ تیمور حسن اور افشین سے گلے ملا' انہیں حج کی مبارک باد دی اور پھر وہ سب گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

رابیل بہت جذباتی ہو رہی تھی آنسو آپ ہی آپ بہہ رہے تھے۔ اس خیال سے کہ وہ کتنے بڑے امتحان سے گزر کر آ رہی ہے' کتنی اذیتیں جھیل کر آئی ہے اور اپنا گھر تو اپنا ہی ہوتا ہے' جنت سے بڑھ کر حسین اور راحت بخش۔

"تم پھر رونے لگیں۔" نبیل نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا اور صوفے پر دونوں ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ تیمور حسن اور افشین رابیل کی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے اور دکھی ہو رہے تھے۔ سمجھ سکتے تھے کہ وہ یہاں آ کر کتنی پرسکون اور محفوظ محسوس کر رہی ہے خود کو۔ اس کے لیے تو وہی اس کے ماں باپ اور بھائی تھے۔

"پاپا میں نے کہا تھا نا آپ سے کہ رابیل کو میرے پاس ہی چھوڑ جائیں' اسے میرے بغیر رہنے کی عادت نہیں ہے وہاں اتنے دن نجانے کیسے رہی ہے گی؟ اب دیکھیں تو اس کی رنگت کتنی زرد پڑ گئی ہے' خوشی کی کوئی رمق اس کے خوب صورت چہرے پر نہیں ہے آنکھوں کی شوخی' شرارت کی جگہ اداسی اور آنسو بھرے ہیں۔ کہاں بھیج دیا تھا آپ نے میری بہن کو؟" نبیل نے تیمور حسن کو دیکھتے ہوئے دوستانہ انداز میں شکوہ کیا تو رابیل پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور تیمور حسن افسردگی سے بولے۔

"سوری بیٹا' غلطی ہو گئی' ہمیں رابیل کو وہاں نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔"

❁ ✿ ..... ❁ ..... ❁ ✿ ❁

رابیل تو لندن پہنچ چکی تھی لیکن علی کا دل بھی اس کے تعاقب میں نکل گیا تھا۔ وہ اپنی ڈائری کھولے بیٹھا تھا' رابیل کا دیا ہوا سفید گلاب جو سوکھ چکا تھا' کتنا تر و تازہ احساس دلا رہا تھا ابھی تک' خوش بو دے رہا تھا۔ علی کو بند آنکھوں اور کھلی آنکھوں میں بس رابیل کا چہرہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس سے کہہ رہی ہو۔

"کیسا لگ رہا ہے مجھے گنوا کر مجھے رلا کر؟"

"رابیل نہیں جی پاؤں گا میں تمہارے بغیر۔"

"علی بیٹا' میں کل واپس اسلام آباد جا رہی ہوں' وہاں بھی گھر اکیلا ہے ضرورت ہے میری وہاں۔" امینہ نے اس کے کمرے میں آ کر اسے بتایا۔

"ٹھیک ہے امی' ڈرائیور آپ کو چھوڑ آئے گا۔" علی نے دھیان کا رخ رابیل سے امینہ کی طرف موڑتے ہوئے کہا تو وہ اس کے پاس بیٹھ گئیں اور اس کے اداس چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"علی بیٹا' ہونے والی بات تھی ہو گئی اب خود کو کوستے رہنے' یوں افسردگی کا لبادہ اوڑھنے یا دنیا تیاگ دینے سے کیا حاصل؟ خود کو سنبھالو' حقیقت کو قبول کر لو اور اپنے بزنس کی طرف توجہ دو' جو تم نے اتنی محنت سے دن رات کی جدوجہد کے بعد اسٹیبلش کیا ہے۔"

"جی امی۔" علی نے ان کی جانب بنا دیکھے اتنا ہی کہا۔

"مجھ سے ناراض ہو ابھی تک۔" امینہ نے بے چینی سے پوچھا۔

"مجھے کسی سے بھی ناراض ہونے کا کوئی حق نہیں ہے امی' اپنے آپ سے بھی نہیں۔" وہ افسردگی سے بولا۔

"علی! مانا کہ رابیل کے ساتھ ہم نے بہت زیادتی کی ہے لیکن وہ ہمیں معاف کر چکی ہے پھر یہ بے چینی کیسی؟ تمہیں پرسکون ہو جانا چاہیے اب۔"

"سکون اس کی معافی سے نہیں محبت سے ملے گا۔ اس کی معافی نے مجھے دوہرے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے کاش! وہ مجھے معاف نہ کرتی' ٹھیک کہا تھا کہنے والوں نے معافی سے بہترین انتقام کوئی نہیں ہے اور بنا مانگے مل جانے والی معافی ایسی ہی ہوتی ہے جیسے بنا مانگے محبت مل جائے اور انسان اس کی قدر و قیمت سے ناآشنا رہے اور بے خبری میں اسے گنوا دے وہ تو اسے اپنا حق سمجھ کر قبول کرے گا نا۔ قدر تھوڑی کرے گا اس کی' قدر تو اس کی ہوتی ہے جو چیز آپ محنت سے حاصل کر پائیں۔ جو چیز بنا محنت کے بغیر حاصل ہو جائے اس کی قدر کیسے ہو سکتی ہے ہمیں؟ مجھے بھی تو رابیل اور اس کی محبت بنا مانگے مل گئی تھی' جب ہی میں نے قدر نہیں کی' یہ سوچا ہی نہیں کہ وہ مجھ سے دور بھی جا سکتی ہے' چھن بھی سکتی ہے۔" علی کے ہر لفظ سے بے بسی' افسردگی' احساس محرومی اور احساس ندامت عیاں تھا' اس کا روم روم اذیت میں مبتلا تھا' اس کی رگ رگ میں سسکیاں گونج رہی تھیں' اس کے وجود کے گوشے گوشے میں محبت بین کر رہی تھی' روح جسم کی دیواروں سے لپٹی رو رہی تھی' تڑپ رہی تھی' دل لہو رنگ ہوا ہر ہر دھڑکن پر رابیل رابیل پکار رہا تھا۔ اس کی یہ حالت امینہ کو بہت دکھ دے رہی تھی۔

"علی میرے بچے سنبھالو خود کو یا پھر منا لو اس کو۔" امینہ نے اسے اپنے سینے سے لگا کر پرنم لہجے میں کہا۔

"منانا تو پڑے گا ہاں اگر جینا ہے تو اسے منانا تو پڑے گا۔" علی نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا' آنکھیں بھیگ رہی تھیں اور امینہ نے تڑپ کر اس کی اور رابیل کی سلامتی اور محبت بھرے ساتھ کی دعا مانگی تھی۔

❁ ✿ ..... ❁ ..... ❁ ✿ ❁

"کہاں رہے تم اتنے دن تک؟" ذوالنون صبح کالج پہنچا تو کرن اسے دیکھتے ہی خوشی سے دوڑتی ہوئی اس کے پاس چلی آئی۔

"بتایا تو تھا' گھر گیا تھا۔" ذوالنون نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا اس کو دیکھ کر کرن کے چہرے پر جو خوشی اور رونق آئی تھی وہ صاف نظر آ رہی تھی' ذوالنون کو اس پیاری لڑکی پر اس وقت آپ ہی آپ پیار آیا تھا جو اس کی سخت باتوں کے باوجود سب کچھ بھلا کر حق دوستی نبھانے اپنی محبت کا احساس دلانے چلی آئی تھی۔

"رابیل کیسی ہے اب؟"

"ٹھیک ہے لندن میں ہے اس وقت' تم سناؤ کیسی جا رہی ہے اسٹڈی۔"

"ٹھیک جا رہی ہے' تمہارا تو خاصا حرج ہو گیا اتنے دن کی چھٹیوں کی وجہ سے۔" کرن نے اسے دیکھتے

ہوئے کہا۔

"خیر ہے میں کور کرلوں گا۔" ذوالنون نے بے نیازی سے کہا۔

"ہاں بھئی آئن اسٹائن کا دماغ ہے تمہارا تم تو کور کرہی لوگے فکر تو ہم جیسوں کو رہتی ہے جو روز رٹا لگاتے ہیں اور روز بھول جاتے ہیں۔" فیصل نے مسکین سی صورت بنا کر کہا تو وہ ہنس پڑے۔

"وہ تمہاری مہوش کہاں ہے نظر نہیں آرہی؟" ذوالنون نے فیصل کو دیکھتے ہوئے شوخ و شریر لہجے میں پوچھا تو وہ دل پہ ہاتھ رکھ کر اداکاری کرتے ہوئے بولا۔

"تمہاری مہوش یعنی میری مہوش کہہ کر تم نے دل باغ باغ کردیا۔"

"اچھا! تو لاؤ اس باغ میں سے ایک آدھ پھول مجھے بھی توڑ دو۔" ذوالنون نے پُرمزاح انداز میں کہا۔

"یار من! تمہارے پاس تو پورا گلدستہ موجود ہے ذرا غور سے دیکھو تمہیں ایک آدھ پھول کی کیا ضرورت؟ اور ویسے بھی باغ اپنا اپنا پھول بھی اپنا اپنا ہاں۔" فیصل نے ہنس کر کرن کو دیکھ کر معنی خیز جواب دیا تو وہ سب ہنس پڑے مگر کرن خاموشی سے اپنی کلاس کی طرف چل دی۔

"اسے کیا ہوا؟" ذوالنون نے ان دونوں کو دیکھا۔

"دکھ ہوا ہوگا اور کیا؟" شبیر نے کہا۔

"دکھ کیوں بھئی؟"

"اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا۔" شبیر نے اس کی کم علمی اور نا سمجھی پر ماتم کرتے ہوئے کہا۔

"کون کیا؟ کرن ہی بے چاری مرجائے گی اس کی بے نیازی اور کج ادائی پر۔" فیصل نے تیزی سے کہا تو ذوالنون بھڑک کر بولا۔

"کیا بکواس کررہے ہو تم دونوں؟"

"ہاں بھائی جب محبت ہوگی اور دور وہ چلی جائے گی تب تجھے ہماری بکواس سمجھ میں آئے گی۔ کرن کے حوالے سے ہم تجھ سے مذاق کرتے رہتے ہیں اور تو جس پر وہ دل وجان سے مرمٹی ہے تجھے اس کا کوئی خیال ہی نہیں ہے۔ یہاں ایک ہفتے تک تو نہیں تھا تو وہ کتنی بجھی بجھی سی تھی۔" فیصل نے سنجیدگی سے کہا تو وہ جھلا کر بولا۔

"شٹ اپ یار! ہم یہاں پڑھنے کے لیے آتے ہیں پیار محبت کرنے نہیں آتے' یہ سب چیزیں کیریئر بنانے کے بعد ہی اچھی لگتی ہیں' اپنا قیمتی وقت آئی لو یو کہنے اور سننے میں ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اپنی پوری توجہ اپنی تعلیم پر مرکوز رکھیں۔ اور کرن کہیں بھاگی نہیں جارہی اور نہ ہی مجھ پر مرمٹی ہے زندہ سلامت ہے اور سب سمجھتی ہے وہ۔"

"وہ تو سب سمجھتی ہے تم ہی کچھ سمجھتے ہو کہ نہیں۔ اس عمر میں اگر دل پر چوٹ لگ جائے نہ تو انسان ساری زندگی اس کا درد محسوس کرتا ہے۔ بس اسے کوئی چوٹ نہ پہنچانا' میرے دوست وہ بہت پیار کرتی ہے تم سے۔" شبیر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"یہ سب احوال اگر ہمارے والدین کے علم میں آجائے' نہ تو وہ ہمیں فوراً سے پہلے یہاں سے واپس بلوالیں گے اور ہماری جو کلاس لیں گے وہ علیحدہ' پڑھنے آئے تھے کچھ اور پڑھ رہے ہیں محبت واہ....." ذوالنون نے مسکراتے ہوئے انہیں حقیقت کا رنگ دکھاتے ہوئے کہا تو فیصل بولا۔

"کہہ تو یہ بھی ٹھیک ہی رہا ہے بھئی۔"

"اچھا تو پھر چلو اس سے پہلے کہ ہمارے گھر والے ہماری کلاس لیں ہم اپنے اساتذہ کرام کے پاس جاکر اپنی کلاس لے لیتے ہیں۔" شبیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی یہی بہتر ہے۔" ذوالنون نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تو وہ دونوں ہنس کر اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔

❀ ✿......❀......❀ ✿

"پاپا! رابیل کو کیا ہوا ہے؟ اتنی ویک لگ رہی ہے لگتا ہے پاکستان کی آب وہوا اس کو نہیں آئی میری بہن کو اور وہ میڈیسن کیوں لے رہی ہے؟" نبیل نے رابیل کو باہر لان میں جھولے پر بیٹھے کتاب میں گم خود ہی سوال جواب کرتے ہوئے تیمور حسن کے پاس بیٹھ کر پوچھا تو انہوں

نے افشین کی جانب دیکھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا گویا انہیں عندیہ دیا تھا کہ وہ نبیل کو ساری بات بتادیں۔

"وہاں اس کی طبیعت کچھ خراب ہوگئی تھی۔" تیمور حسن نے اس کی طرف دیکھ کر بتایا۔

"کیا ہوا تھا؟"

"نروس بریک ڈاؤن۔"

"واٹ.....؟" نبیل کے اوسان خطا ہوگئے نروس بریک ڈاؤن کا سن کر۔ تیمور حسن اور افشین نے نہ صرف اس کے ہر سوال کا جواب دیا بلکہ جو کچھ بھی ذہاب لاج میں رابیل پر بیتی اس کے گوش گزار کردی۔

"اوہ نو' مائی گاڈ! آئی ڈونٹ بیلیو دس' میری بہن کے ساتھ اتنا سب ہوگیا اور اس نے اپنا دکھ مجھے بھی نہیں بتایا۔ اچھا کیا آپ اسے واپس لے آئے وہ لوگ میری بہن کے قابل ہی نہیں تھے وہ کیا جانیں ہیرے کی قدر؟"

"نبیل!" افشین نے اس کی جذباتی گفتگو سن کر سختی سے کہا۔

"بری بات بندہ وہ بڑے ہیں آپ سے۔"

"بڑے ہونہہ..... کیسے بڑے ہیں وہ جنہوں نے اتنی چھوٹی حرکت کی ہے' ان کا دل کیسے مان گیا میری معصوم بہن کے ساتھ یہ ظلم کرنے کے لیے؟ رابیل کو دیکھ کر تو ہر کسی کو اس پر پیار آنے لگتا ہے اور......" نبیل غصے اور دکھ سے چیخ کر بولا۔

"بیٹا غصہ مت کرو اب سب ٹھیک ہوگیا ہے۔" تیمور حسن نے اس کو نرمی سے سمجھانا چاہا۔

"ٹھیک ہوگیا' کیا ٹھیک ہوگیا ہے پاپا؟" نبیل نے کانپتی آواز میں کہا اس کی نظریں کمرے سے باہر بیٹھی رابیل پر تھیں جو گم صم سی بیٹھی تھی۔

"حالت دیکھ رہے ہیں آپ رابیل کی وہ لاکھ مسکرا مسکرا کے دکھائے ہمیں' مگر وہ خوش نہیں ہے اس کی ہنسی روٹھ گئی ہے' آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی ہے۔"

"بیٹا' ان شاء اللہ ہماری رابیل پہلے جیسی ہوجائے گی وہ بہادر ہے۔" افشین نے نرمی سے کہا۔

"مما بہادر انسان کو کیا دکھ نہیں ہوتا' آپ جانتی ہیں میں تو شاکڈ رہ گیا تھا ائرپورٹ پر اسے دیکھ کر۔ میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میری شوخیوں اور شرارتوں سے بھرپور زندہ دل ہنسنے ہنسانے والی رابیل کے ساتھ اتنا برا ہوچکا ہے۔" نبیل نے دکھ سے روتے ہوئے کہا تو تیمور حسن نے اٹھ کر اسے گلے سے لگایا' ان کی آنکھیں بھی بھیگ رہی تھیں۔

"بیٹے اب آپ نے اپنی بہن کو سنبھالنا ہے' اسے پہلے کی طرح ہنسانا ہے' اس کی ول پاور بہت اسٹرونگ ہے' جب ہی وہ خود کو سنبھال پائی ہے لیکن دکھ نے اس کے اندر گھر بنالیا ہے اور یہ اندر کا دکھ انسان کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے پل پل مارتا ہے' ہمیں اس دکھ کو ختم کرنا ہے اب۔" تیمور حسن نے دھیمے مگر پُرنم لہجے میں کہا۔

❀ ✿......❀......❀ ✿

نگین' نوفل' ذوالنون اپنی توجہ پڑھائی پر مرکوز رکھے ہوئے تھے ذہاب احمد اور علی اپنے بزنس میں مشغول ہوگئے تھے۔ بظاہر سب مصروف تھے لیکن اندر باہر ایک چپ سی طاری تھی' ایک دکھ' رابیل' کو کھودینے کا دکھ سب کے اندر کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ خاص کر علی اور نوشی کا دل احساس جرم واحساس ندامت سے ہر پل بلکتا رہتا تھا۔ علی نے لاکھ خود کو مصروف کرلیا تھا مگر ذہن میں رابیل کا خیال ہر وقت رہتا تھا' گھر میں چوکیدار اور خانساماں کے علاوہ کوئی نہیں ہوتا تھا۔ رات کی تنہائی میں وہ رابیل کی صورت دیکھتا رہتا اور بے چین وبے کل سا کروٹیں بدلتا رہتا۔

"رابیل! پلیز آجاؤ میں اتنی اذیت میں کبھی نہیں رہا' یہ عشق کا ہجر محبت کی دوری اور پیار کی جدائی کا احساس بہت جان لیوا ہے۔ کیسے بتاؤں میں تمہیں کہ تم سے بچھڑنے کا احساس کیسا ہے؟" علی نے رابیل کی تصویر پر نرمی سے محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے دھیرے سے کہا اور آنکھیں موندلیں' بند آنکھوں کے کناروں سے دو آنسو خاموشی سے نکل کر رابیل کی تصویر بھگو گئے۔

❀ ✿......❀......❀ ✿

اگزامز ختم ہوتے ہی کرن نے سب دوستوں کو اپنے گھر دعوت پر مدعو کیا۔ ذوالنون اس کے لیے ایک خوب صورت بکے لے کر گیا۔ کرنل ابرار اور مسز ابرار نے بہت محبت سے کرن کے دوستوں کو خوش آمدید کہا' پہلے ان سب کو سوپ سرو کیا گیا' وہ سب آپس میں گپ شپ کررہے تھے کہ فیصل نے کرن سے پوچھا۔

"کرن' کب جارہی ہو لندن؟"

"ان شاء اللہ بہت جلد۔" کرن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو ذوالنون نے چونکتے ہوئے کرن کی طرف دیکھا۔

"تم لندن کیوں جارہی ہو؟" ذوالنون کے سوال پر وہ سب ہنسنے لگے۔

"کیجیے جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے
باغ تو سارا جانے ہے.........!"

فیصل نے ہنس کر ذوالنون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو تم سب کو معلوم تھا کہ کرن لندن جارہی ہے۔"

"ہاں ہم تینوں کو تو معلوم تھا اور یہ الوداعی پارٹی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔" مہوش نے مسکراتے ہوئے بتایا' ذوالنون نے کرن کی طرف دیکھا جو کاسنی اور سفید رنگ کے فینسی فراک پاجامے میں سجی سنوری بہت دلکش دکھائی دے رہی تھی۔

"او کے گڈ۔" ذوالنون نے مسکرا کر کہا۔

"تم لندن جارہی ہو بتایا کیوں نہیں؟" ذوالنون نے موقع ملتے ہی کرن سے شکوہ کیا۔

"بتایا تو ہے۔" وہ مسکرائی۔

"اب بتایا ہے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"پہلے بتا دیتی تو سرپرائز کیسے دیتی؟"

"اٹس اے شاکنگ سرپرائز۔" ذوالنون نے دل سے کہا۔

"فاریو۔" کرن نے پرامید نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تو فار ایوری ون۔" یہ کہہ کر ذوالنون نے اس کی خوش امیدی پر پانی پھیر دیا۔

"واہ واہ خیال تو اچھا ہے دوست ایسا ہی ہونا چاہیے۔"

ہو جو تعلق تو روح سے ہو
دل تو اکثر بھر جاتے ہیں۔"

ذوالنون نے اسے والہانہ پن سے تکتے ہوئے جواب دیا۔

"واہ واہ لگتا ہے نارل گئے ہیں۔" سب کی واہ واہ میں فیصل نے جملہ کسا۔ کرن بلش ہوگئی۔

"سرسری ذکر کیا تھا عشق میں مر جانے کا
اب اسے ضد ہے کہ مر کے دکھاؤ ہم کو۔"

ذوالنون نے اپنے دلکش لہجے میں شعر سنایا۔

ابن آدم ہوں خطاؤں سے مبرا تو نہیں ہوں
ہنگامہ سا کیوں برپا ہے؟ محبت ہی تو کی ہے"

کرن نے جواباً یہ شعر پڑھا۔

ذوالنون بھی دل ہی دل میں اسے پسند کرتا تھا' چاہتا تھا مگر اس چاہت کو وہ دل میں چھپائے رکھتا تھا۔ اسے یہ وقت مناسب نہیں لگ رہا تھا دل کا احوال سنانے کو اور اب جب وہ لندن جارہی تھی یوں اچانک سے تو وہ اندر ہی اندر بجھ سا گیا تھا۔ کچھ دیر سب کے ساتھ گپ شپ کے بعد وہ خاموشی سے اٹھ آیا تھا۔

ذوالنون اٹھ کر جانے لگا تو مسز ابرار کی نظر اس پر پڑی' انہوں نے کرن کو آواز دی۔

"کرن بیٹا' دیکھو تمہارے گیسٹ جارہے ہیں کھانا کھائے بغیر روکو انہیں۔"

"جی ماما۔" کرن نے انہیں جواب دیا اور تیزی سے ذوالنون کی طرف چلی آئی۔

"ذوالنون کھانا لگ گیا ہے اور تم جارہے ہو۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے تم لوگ انجوائے کرو۔" ذوالنون نے مسکرا کر کہا تو وہ اتراتے ہوئے بولی۔

"میرے لندن جانے کا سن کر تمہاری بھوک مرگئی نا۔"

"او ہیلو میں ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ

لاہور اپنے گھر روانہ ہوجاؤں گا اس لیے جارہا ہوں تاکہ وقت پر بس پکڑ سکوں' بھوک لگے گی تو کھانا کھالوں گا سوپ کا شکریہ۔" ذوالنون نے فوراً بات بنائی ورنہ درحقیقت وہ سچ مچ اس کے جانے کا سن کر افسردہ ہوگیا تھا۔ کسی چیز میں اس کا دل نہیں لگ رہا تھا ایک دم سے ہی جی اچاٹ ہوگیا تھا اس کا' وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا اس وقت اور کرن نے اسے آ پکڑا تھا۔

"تمہیں تو دل بھی رکھنا نہیں آتا ذوالنون' جاؤ معاف کیا تم بھی کیا یاد کرو گے کس لونگ گرل سے دوستی کی تھی صرف دوستی ہے نا۔" کرن نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بیسٹ آف لک مائی فرینڈ' ٹیک کیئر اینڈ گڈ بائے۔" ذوالنون نے بہت حوصلے سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے پوچھو گے نہیں کہ میں کیوں جارہی ہوں لندن؟" کرن نے اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" یہ کہہ کر وہ دروازے سے باہر نکل آیا جہاں ایک طویل روش تھی اور دائیں بائیں لان تھے۔ کرن بھی اس کے پیچھے چلی آئی۔

"کیوں؟" کرن نے اس کے سامنے آ کر اس کا راستہ روکتے ہوئے بے چینی سے پوچھا۔

"کس ناطے سے پوچھوں؟ میرا تم سے رشتہ ہی کیا ہے جو میں تم سے کچھ پوچھنے کی جسارت کرسکوں؟"

"ذوالنون' دوست ہو تم میرے۔"

"اچھا! سچ۔" ذوالنون نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"کیسا دوست ہوں میں جسے تم نے اتنی بڑی بات بتانا ضروری نہیں سمجھا؟ یہ تمہاری دوستی ہے محبت ہے' دوست سمجھتیں تو مجھے یوں بریکنگ نیوز نہ دیتیں۔ مجھ سے صلح مشورہ کرتیں مجھے بتاتیں کہ کب جارہی ہو لندن؟ کیوں جارہی ہو؟ لیکن نہیں تم نے شاید لندن جانے کا پروگرام اس لیے بنایا ہوگا کہ ذوالنون کو دھچکا لگے گا تم اس سے اس کی بے رخی' وبے نیازی کا بدلہ لوگی' دور جا کر۔ اسے یہ احساس دلاؤ گی اگر اسے تمہاری پروا نہیں ہے تو تم بھی اس کی پروا نہیں کرتیں۔ یہی بات تھی نا تمہارے دل ودماغ میں' ایک بات یاد رکھنا کرن' محبت زبردستی حاصل نہیں کی جاسکتی' اگر تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جواب میں' میں بھی تم سے محبت کرنے لگوں۔ محبت شرائط نہیں لگاتی' محبت کو ہونے کے لیے' دوسرے کی محبت کی چاہ رکھنا ضروری نہیں ہوتا' یہ محبت نہیں ہے کہ اگر محبوب نے نگاہ اٹھا کر آپ کی طرف نہیں دیکھا تو آپ بددل ہو کر خود بھی اس سے نگاہیں پھیر لیں...... محبت میں "لو اور دو" کا اصول نہیں چلتا اس میں تو انسان صرف دینا جانتا ہے اور تم کرن' تم ہمیشہ یہ چاہتی ہو کہ جو تم چاہتی ہو وہی دوسرے بھی چاہیں' ہمیشہ سب کچھ اپنی مرضی سے نہیں ہوتا میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا تھا۔"

"ذوالنون! تم نے بہت غلط اندازہ لگایا ہے میرے متعلق میں کیوں تم سے بدلہ لینے کے لیے یہ سب کروں گی؟ جبکہ میں جانتی ہوں کہ تمہیں مجھ سے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے اور نہ ہی تم نے کبھی میری حوصلہ افزائی کی ہے اور نہ ہی تمہیں میرے جانے سے کوئی فرق پڑے گا۔ پھر میں کیوں کروں گی یہ سب...... مجھے تم سے محبت ہے اور تم مجھ سے محبت نہیں کرتے یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں اور میں نے اب اس حقیقت کو تسلیم بھی کرلیا ہے' مجھے بھیک میں تمہاری محبت نہیں چاہیے' اور نہ ہی میں ہر وقت اپنی محبت کی تضحیک ہوتے' مذاق بنتے دیکھ سکتی ہوں۔ اس لیے یہاں سے جارہی ہوں اور میں وہیں ایڈمشن لے لوں گی میرے ماموں جان ہیں وہاں' میں وہیں رہوں گی۔ تم اطمینان رکھو اب میں تمہیں کبھی تنگ نہیں کروں گی کیونکہ مجھے سمجھ آگئی ہے تم ٹھیک کہتے ہو یہ وقت ہمارے لیے بہت قیمتی ہے' ہمیں محبت جیسی فضولیات میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور ویسے بھی محبت تو ہمیں کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی سے مل ہی جاتی ہے۔ مجھے بھی مل جائے گی بہت جلد میں تمہاری محبت کے بھوت سے چھٹکارا پالوں گی' تم میری فکر

مت کرنا اپنا خیال رکھنا۔ زندگی رہی تو پانچ سال بعد ملیں گے...... تب دیکھیں گے کہ کون کتنا کامیاب ہے' کرن ابرار یا ذوالنون احمد۔" کرن نے اس کی نہایت سنجیدہ اور تلخ لہجے میں کہی گئی باتوں کو بڑے صبر سے برداشت کیا اور مسکرا کر نرمی اور سنجیدگی سے اسے جواب دے کر حیران کردیا۔ آخر اسے اپنی لاج بھی تو رکھنی تھی۔ اپنا بھرم بھی تو قائم رکھنا تھا' پھر بھلا وہ کیسے نہ کہتی یہ سب' حالانکہ سچ تو یہی تھا کہ وہ اس کی مسلسل بے اعتنائی سے دل برداشتہ ہوکر اسٹڈیز کے لیے لندن جانے پر راضی ہوگئی تھی' اسے اپنی جدائی سے اپنی محبت کا احساس دلانا چاہتی تھی اور وہ ستم گر اسے کتنا سمجھتا تھا کہ سب کچھ جان گیا تھا اور اسے جتا بھی دیا تھا...... لیکن اس نے حوصلے اور اعتماد سے اس کی باتوں کی نفی کردی تھی یہ خود ذوالنون کے لیے بھی بہت حیرت کا باعث بنی تھی۔ وہ اس کے مسکراتے ہوئے چہرے کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا' شاید اس کی آنکھوں سے چہرے سے اس کے الفاظ کی سچائی جاننا چاہتا تھا' مگر کرن کمال کی اداکارہ تھی۔ اسے ذرا بھی شک نہیں ہونے دیا کہ اس کا دل اس کی باتوں کی سنگینی سے کیسا پارہ پارہ ہوا ہے یا اس کی چوری پکڑی گئی ہے۔

"اوکے بیسٹ آف لک۔" ذوالنون نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس سے کہا تو وہ خوش ہوکر بولی۔

"تھینکس' یونو...... میں بہت ایکسائیٹڈ ہوں لندن جانے کے لیے' وہاں پڑھنا' اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا میرا اسکول کے زمانے سے ہی خواب تھا' اور اب میرا خواب سچ ہونے جارہا ہے۔"

"تم لندن جاکر مجھ سے رابطہ رکھوگی؟"

"تم چاہتے ہو کہ میں لندن جاکر تم سے کانٹیکٹ رکھوں؟" کرن نے الٹا اسی سے سوال پوچھ لیا۔

"مرضی ہے تمہاری۔" ذوالنون نے کندھے اچکائے۔

"اگر تمہاری مرضی نہیں ہے تو میں تم سے رابطہ نہیں رکھوں گی اور ویسے بھی میں نہیں چاہتی کہ تم میرے یہاں سے جانے کے بعد بھی مجھے لیکچر دیتے رہو' کوستے رہو۔" کرن نے تیزی سے کہا تو وہ سنجیدہ اور تاسف زدہ لہجے میں بولا۔

"بہت افسوس ہورہا ہے تمہاری سوچ پر' میں نے تمہیں کبھی نہیں کوسا اور نہ آئندہ ایسا کوئی ارادہ ہے' اور اچھا ہے کہ تم میرے لیکچرز سے محفوظ رہوگی اور رابطہ تو دوستوں سے رکھا جاتا ہے' مجھے تم نے غیروں کی طرح بتایا کہ لندن جارہی ہو' مجھے دکھ ہوتا تمہارے جانے کا اگر تم اچھے دوستوں کی طرح مجھے سب کچھ بتاتیں' لیکن اب مجھے دکھ نہیں ہوگا۔ افسوس ضرور رہے گا کہ دوست نے دوستی کا مان نہیں رکھا۔"

"ذوالنون......" کرن نے کچھ کہنا چاہا مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر اشارے سے اسے روک دیا۔

"تم اندر جاؤ سب فرینڈز تمہارا ویٹ کررہے ہیں انجوائے دی پارٹی...... میں بھی چلتا ہوں کہیں بس مس نہ ہوجائے۔" ذوالنون اس پر الوداعی اور محبت بھری نگاہ ڈال کر تیزی سے گیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ کرن شاکڈ سی اسے جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی۔

"ہمیشہ اپنی بات اوپر رکھتا ہے' کبھی میری نہیں مانتا' کبھی مجھے نہیں مناتا' الٹا خود ہی روٹھ کے چلا جاتا ہے' کتنا کٹھور اور بے مہر ہے ذوالنون' کبھی دل کی آواز پر کان نہیں دھرتا ہمیشہ دماغ کی سنتا ہے۔ ذہین ہے' حسین ہے اسی لیے تو اتنا سنگین ہے۔ کوئی بات نہیں ذوالنون' ایک دن آئے گا جب تم صرف میری سنوگے' میری مانوگے' مجھے چاہوگے اور مجھے ہی اپناؤ گے اتنا یقین تو ہے مجھے اپنی محبت پر اسی لیے تو تمہیں آزاد چھوڑ کر جارہی ہوں' اگر تم میرے ہوئے تو تمہیں کوئی دوسری اپنا اسیر نہیں کرپائے گی۔ تم مجھے ضرور ملوگے محبت سمیت ملوگے۔" کرن نے دل میں اسے مخاطب کرتے ہوئے پُریقین انداز میں کہا اور اپنی آنکھوں میں آئے آنسو چھپاتے ہوئے سب دوستوں کے ساتھ ڈنر میں شامل ہوگئی۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

جب بھی اک شام یاد آتی ہے
جیسے دنیا ٹھہر سی جاتی ہے
حادثے ایک پل نہیں رکتے
زندگی ہے کہ چلتی جاتی ہے

زمانے بھر کی داستان لکھی ہے اپنے ہاتھوں سے
دکھ ہے کہ اپنی کہانی لکھ نہیں سکتا

آج میں نے خود کو اس دکھ سے آزاد کرنے کا سوچ لیا ہے کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی دوسرا مجھے لفظوں میں سمو کر دنیا کے سامنے لے کر آئے۔ میں کسی اور کے قلم کا کردار نہیں بننا چاہتی۔ بہت سالوں بعد آج پھر میں نے طبل بجا کے لفظوں کو اکٹھا کیا ہے حالانکہ یہی لفظ کبھی میرے قلم کی نوک پر باادب باجماعت باتنظیم سر جھکائے اپنی باری کے منتظر رہتے' لفظ میرے قلم سے نکل کر تفاخر سے مسکراتے اور پھر موتیوں کی طرح ساتھ ساتھ کھڑے ہوجاتے لیکن اب میں لفظوں کے اس کھیل سے تھک گئی ہوں میں لفظوں کی اس مشین (قلم) کو توڑ دینا چاہتی ہوں اپنی اکڑی انگلیوں کو اب سکون دینا چاہتی ہوں میں "احبہ احمد" جس نے اپنی ذات سے علیحدہ ہوکر ایک دنیا کو تسخیر کیا افسانوں کی جھوٹی دنیا سے سچ تراشتے میری انگلیاں پتھر کی ہوگئیں اب میں پتھر کی ان انگلیوں کو حقیقت کی تیز گرم آنچ سے پگھلانا چاہتی ہوں۔

وقت کے بہتے تیز ناؤ میں جب عمر رواں کی کشتی ڈولنے لگی ہے جھکی کمر کے ساتھ اس کشتی کو چلانا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی لگنے لگا ہے۔ تو دل چاہتا ہے کہ پیار، محبت، وفا، چاہت، بارش، خوش بو، چاندنی، پھول، شاعری، کتابوں سے نظریں چرا کر وہ لکھوں جو مٹی کے اس بت نے تنہا ذات کے اندر خود پر بیتا ہے۔ وہ سچ جو چاہنے کے باوجود بھی میرا قلم لکھ نہ پایا۔ لوگ بھلے مجھے عزت، احترام، محبت اور رشک سے دیکھتے ہیں لیکن میں آج بھی اندر سے وہی بزدل، ڈرپوک، سہمی ہوئی احبہ احمد ہوں جیسے پچاس سال پہلے تھی۔ میں مروں گی تو یہ عورت میرے ساتھ دفن ہوگی لیکن میری کاوشیں میرے بعد بھی لوگوں کے دلوں پر راج کریں گی میں بھلے دنیا کے دل پر راج کروں لیکن وہ دو آنکھیں جنہیں میں نے محبت سے چوما تھا جنہیں میں نے محبت سے چھوا تھا ان کی نظر میں، میں ہمیشہ دو ٹکے کی عورت ہی رہوں گی۔

کہتے ہیں قاری بھی آدھا لکھاری ہوتا ہے۔ بہت سوں کو میری بات سے اختلاف ہوسکتا ہے لیکن میں سمجھتی

ہوں کہ قاری بہتر لکھاری ہوتا ہے جہاں کہیں ہم اٹکنے لگتے ہیں وہ اپنے نت کھٹ تبصروں سے ہمارے گونگے ہوتے لفظوں کو زبان دیتے ہیں مشکل کرداروں کو نبھانے میں ہماری مدد کرتے ہیں ضروری نہیں ہر کسی کو مجھ سے اتفاق ہو بہر حال میرا تجزیہ یہی کہتا ہے۔

بے مایا، بے مول لفظوں کو کندن بنانے کا ہنر مجھے وراثت میں نہیں ملا تھا بلکہ اپنی تخلیق کے اس لمحے میں ساتھ لے کر آئی تھی جب میں نے پہلی بار سانس لی تھی یہ ہنر میری گھٹی میں، میرے خون میں، میری ہڈیوں میں ساتھ آیا تھا کہتے ہیں پوت کے پاؤں پالنے میں ہی نظر آجاتے ہیں بالکل ایسے ہی میری قابلیت مجھ سے پہلے جوہری کو نظر آئی۔ مجھے آج بھی یاد ہے اس وقت میں ساتویں کلاس میں تھی ہونہار نہ سہی لیکن محنتی طالبہ تھی۔ اوسط درجے کی بے حد بو، کم گو، گہرے سانولے رنگ کی جس کے ہونے نہ ہونے سے کسی کو فرق نہیں پڑتا تھا وہی گھر کی بات! ساتویں نمبر پر آنے والی ان چاہی بیٹی، جو آپ سوچ رہے ہیں وہی حیثیت تھی میری، خیر اوقات تو اس بیٹی کی بھی نہیں تھی جوان کے شجر کا پہلا پھل تھی میں تو ان چاہی تھی بس ناچاہتے ہوئے بھی آ گئی کیونکہ مجھے اس شجر کے لیے چن دیا گیا تھا جس کی جڑیں خود غرضی کے پانی سے پروان چڑھی تھیں۔ میں آ تو گئی تھی لیکن خود کو بھی منوا نہ سکی۔ میری تخلیق کا مقصد کیا ہے یہ ایک بے حیثیت بات تھی قابل بات تھی تو صرف اتنی کہ ”میں ہوں“ ہمارے گھر کا ہر فرد اس جانور کی مانند تھا جسے پیٹ کے ایندھن کے لیے روٹی کی ضرورت ہو باقی یہ سب چیزیں بہت نچلے درجے میں آتی تھیں۔ ابا...... میں کبھی سمجھ نہیں پائی کہ ان کے دل میں بیٹیوں کا مقام کیا ہے، نہ محبت، نہ انسیت، نا پیار، نا احساس بس ایک رشتہ جسے وہ باپ بن کر نبھا رہے تھے۔ اماں...... اسے تو بس ایک ہی لگن بلکہ چھبن یا بیزاریت کی حد کہ بیٹیوں کے اس جھمگٹے سے کس طرح جان چھڑائی جائے چار بیٹیوں کو انہوں نے چودھواں سال نہ لگنے دیا تھا اور بیاہ دیا‘ میرے اندر کی حساس روح تھی یا باہر کا گھٹن زدہ ماحول، میں کبھی اس ماحول کا حصہ نہ بن پائی۔

لکھنا میرا شوق نہیں، مجبوری نہیں، دلچسپی نہیں بلکہ جنون تھا۔ میری روح میں سانس لینا میرا عشق...... میری ہڈیوں میں بہتا گودا...... میری نس نس میں سرایت کرتا میرا جنون...... میں کبھی خود پر آشکار نہ ہو پائی...... قلم بے تاب، لفظ بے چین، کردار مضطرب...... کردار بنائی اور ہوا میں تحلیل کر دیتی اپنی زندگی کے ابھرتے بارہ سال میں نے ان کرداروں سے لڑتے گزارے میرے گھر میں علم کی اہمیت کتنی تھی بس اتنی کہ میری بہنیں پابندی نہ ہونے کے باوجود صرف پانچ جماعتیں پڑھی مجھ سے بڑی نے تو یہ بھی پڑھنے کی زحمت نہ کی...... وہیں میں اس ماحول کے لیے بنی ہی کب تھی اس لیے دس کلاسیں ابا کی مہربانی اور اماں کے کوسنوں کے باوجود پڑھ لیں۔ خوش قسمتی نے میرے دروازے پر دستک اس وقت دی جب میں ساتویں کلاس میں تھی میرے ہونے کے احساس نے پوری جان سے انگڑائی لی تھی۔

”میں کون ہوں؟“ آشکار کا وہ لمحہ میرے لیے ہفت اقلیم سے کہیں زیادہ اہم تھا آج بھی مجھے یاد ہے وہ دن جب میں امید افزا (وہ واقعی میرے لیے ٹھنڈی ہوا جیسی امید کی کرن ثابت ہوئی تھیں) نے ہمیں ”پھول“ کی آپ بیتی لکھنے کو کہا۔

ایک لمحے کو لگا تھا مجھے اجیہ احمد سے ”پھول“ بننے میں اور پھر اتنے سالوں کی گھٹن میں صفحہ قرطاس پر بکھیرتی چلی گئی۔

کامیابی، حوصلے اور رشک نے بڑی زور سے میرے دروازے پر دستک دی تھی شدت اتنی تیز تھی کہ میں انہیں خوش آمدید کہنے سے روک نہ پائی۔ جس وقت مس امید نے پوری کلاس کے سامنے میرا مضمون پڑھا پوری کلاس تالیوں سے گونج اٹھی اور خود میں اس گونج کے ساتھ بہکتی چلی گئی۔ کتنا قیمتی تھا وہ لمحہ جب مجھ بے مول لڑکی کو انہوں نے اپنے مہکتے وجود کے ساتھ لگا کر

انمول کیا تھا مجھے بنا بولی لگائے خرید لیا تھا۔ حالانکہ میں خریدے جانے کے قابل تو نہ تھی انہوں نے میرے ہونے کے احساس کو اجاگر کیا تھا جوں جوں وہ مجھے سہراتی بچھوے کی طرح میری گردن اندر کو دھنستی جاتی۔ میرے سانولے رنگ پر قوس قزح کے رنگ گہرے ہوتے جاتے‘ وہ لمحہ میرا کامیابی کی طرف پہلا لمحہ تھا مس امید نے میری قابلیت کو پالش کرنے کا بیڑا اٹھایا‘ ہوتے ہیں کچھ لوگ اس دنیا میں جو دوسروں کی بے لوث، بے دام قدم بڑھانے میں مدد کرتے ہیں۔ اور مس امید افزا ان چند لوگوں میں سے تھیں‘ بے غرض، بے ریا، محبتوں اور خلوص سے گندھی، جنہیں صرف شمع بن کر اجالا کرنا آتا ہے ان کے کہنے پر میں اسکول میگزین میں لکھنے لگی میں نویں کلاس میں آئی تھی جب مس امید نے مجھے اسکول میگزین کا انچارج بنا دیا...... میری ہچکچاہٹ پر انہوں نے موتیوں جیسے نرم لفظوں سے مجھے قائل کیا۔ اسکول میگ میں لکھتے لکھتے کب میں بچوں کے رسالوں میں لکھنے لگی مجھے خود بھی اس کامیابی کا احساس نہ ہوا اس کا سہرا بھی مس امید کو جاتا ہے وقت نے چلتے چلتے کب ٹریک بدلا کہ سنبھلتے سنبھلتے بھی مجھے وقت لگا ایک ساتھ بہت سے جھٹکے اکٹھے ملے مس امید افزا جاب چھوڑ کے چلی گئی۔ دادی کی اچانک موت، آپا کی بے وقت بیوگی، سب کچھ درہم برہم ہو گیا مجھ جیسی حساس اور نازک جذبوں والی لڑکی کے لیے یہ صدمے بڑے بھاری تھے۔ میں بچوں کی دنیا سے نکلی تو ایک بے ہنگم مضطرب، بے حس دنیا میری منتظر تھی۔ میری پڑھائی چھوٹ گئی میرے پیروں میں تتلیوں سی بے چینی اتر آئی میں ہمت ہارنے لگی تھی۔ جب مس امید کا خط میرے لیے آب حیات بن کر آیا۔ میری ٹوٹی، بکھیرتی ہمت کو حوصلہ مل گیا اب کے میں نے قلم اٹھایا تو میرے لفظوں میں الگ ہی جان تھی۔ بہت سارے دنوں کا حبس لفظوں کی صورت نکلنے لگا لفظ یوں بے تابی سے نکلتے جیسے میرے تھامنے کے منتظر ہوں‘ میں نے دو راتوں میں افسانہ لکھا اور اسے نامور ڈائجسٹ میں پوسٹ کر دیا۔ میں نے چاند پر دستک دے تو دی تھی اب میں دروازہ کھلنے کی منتظر تھی۔ میری خوش قسمتی کی انتہا تھی کہ میری پہلی ہی تحریر بنا کسی انتظار کے لگ گئی۔ کامیابی نے میری انگلی تھام لی۔ پھر تو یہ سلسلہ چل نکلا میں تین سے پانچ رسالوں میں بیک وقت لکھنے لگی اپنی تحریروں کو پوسٹ کرنا ایک مشکل ترین مرحلہ تھا اگر اماں کو بھنک بھی پڑ جاتی تو میری ہڈیوں کا سرمہ بنا دیتی۔ مجھ سے محبت کرنے والوں مجھے چاہنے والوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا ان کے مشورے مجھے راہ دکھاتے تو دوسری جانب ان کی محبتیں مجھے مقروض کر دیتی‘ میں آنکھیں بند کیے خوابوں کی اس نگری میں محبتیں کشید کرتی گئی مس امید کا تعاون (خط) میرے لیے آکسیجن کا کام دیتے انہی کے کہنے پر میں نے پرائیویٹ میٹرک کی تیاری شروع کر دی ہمارے گھر کا ماحول ذرا بے حس قسم کا تھا اس لیے میری سرگرمیوں کی کسی کو خبر نہ تھی خیر تو تب ہوئی جب میٹرک کے پیپرز کی وجہ سے میں اپنے سلسلے وار ناول کی قسط نہ لکھ پائی میری بے چینی اور اتاولا پن اماں کی چبھتی نگاہوں سے زیادہ دن چھپ نہ پایا میری خوش قسمتی جو ہمیشہ باہیں پھیلائے مجھے اپنے دامن میں سمیٹنے کو منتظر رہتی آج ناراض محبوب کی طرح سینے پر ہاتھ باندھے، منہ لٹکائے دور کھڑی تھی۔ اماں نے وہ بکھیڑا کیا کہ خدا کی پناہ...... سب کے کوسنے، جھڑکیں...... ذلت...... تذلیل...... لعن طعن...... گالیاں...... آج بھی میری روح لہولہان ہے۔ نیلوں نیل بے زخم زخم وجود، ڈوبتی سانسیں اماں نے اپنے ہاتھوں سے میرا قلم توڑا تھا۔ یوں لگا جیسے میرا دل نکال لیا ہو وہ ٹوٹا قلم آج بھی میرا حوصلہ بنا میرے پاس موجود ہے۔

میرے مسودوں کو انہوں نے آگ لگائی تھی...... مجھے لگا جیسے کسی نے مجھے زندہ جلا دیا ہو‘ بے حیا کا طعنہ کسی تازیانے کی طرح میرے بدن پر لگتا اور کھال تک ادھیڑ دیتا۔

ابا جو صرف نام کے سربراہ تھے آگے بڑھ کر مجھے بچانے کی ہمت ان میں بھی نہ تھی۔ مرد بزدل ہو تو گزارہ ہو جاتا ہے باپ بزدل ہو تو اولاد خصوصاً بیٹیاں رل جاتی ہیں ابا کی وہ شکوہ کناں آنکھیں میں آج تک نہیں بھولی۔

"اعتبار تو کرتی......!" میرے وجود کو اژدھے کی طرح لپیٹتا وہ شکوہ اس وقت بے مایا ہوا تھا جب ان آنکھوں میں فخر کے رنگ ابھرے میری روح کے زخموں کو مرہم مل گیا۔ میرے وجود کے سسکتے، رستے زخموں کو سکون مل گیا لیکن یہ فخر صرف آنکھوں تک رہا کبھی لفظوں تک نہ آیا...... شاید بیٹیوں کا بوجھ فخر سے کہیں زیادہ تھا۔ میں سمجھ نہ سکی سب کی مخالفت اور ناراضگی کی وجہ، شر انگیزی میرے اپنوں نے شروع کی، جرم تو کوئی نہ تھا لیکن بے جرم کی سزا میری نسلوں نے بھگتی۔ لکھنے میں کون سی بے حیائی تھی۔ لفظوں میں ایسا کیا ننگا پن تھا۔ جس نے میرے اپنوں کو برادری میں شرمسار کردیا۔ میرے لفظ تو برہنہ وجود کو لباس دیتے تھے پھر میں کیسے بے راہ روی پھیلا گئی۔ کیسے میں معاشرے کا ناسور کہلائی گئی۔

میں تھک گئی...... میں ہار گئی...... میں نے لکھنا چھوڑ دیا میرے چاہنے والوں نے میری چوکھٹ پکڑ لی۔ سیکڑوں کی تعداد میں ملنے والے وہ محبت نامے مجھے مقروض کرتے لیکن قلم اٹھانے پر میں خود کو مجبور نہ کرپائی ایک بار پھر مس امید افزا میرے لیے ٹھنڈی امید کی کرن بن کر آئیں۔ انہوں نے میرے قلم میں اپنے پن کی، چاہت کی ایسی طاقت بھر دی کہ میں غلام لفظوں کو آزاد کرنے پر مجبور ہوگئی۔ پہلے میں چھپ کے لکھتی اب میں ظاہر لکھنے لگی۔ آٹھ مہینوں کے قید جس کو میں نے آٹھ دنوں میں اپنے اندر سے نکالا تھا میرا تعلق جس طبقے سے تھا وہاں لکھنا بے حیائی اور بے ہودگی سمجھا جاتا جس نے لفظوں کا نوکیلا پن برداشت کیا...... اپنوں کی بے اعتنائی کو سہہ کر اپنے چاہنے والوں کے لیے محبت کو تخلیق کیا۔ پھولوں، چاہتوں محبتوں سے بھری بستیوں کو آباد کیا۔ ایک ایسا نگر بنایا جس میں ہر لڑکی سانس لینا چاہتی ہے۔ اپنے اندر کے ادھورے پن کو میں نے لفظوں سے مکمل کیا۔ رشتوں کے اپنے پن کو کرداروں میں ڈھونڈا۔ میں عام سی شکل وصورت کی عام سے حلیے، عام سے گھرانے کی لڑکی جن کے پاس صرف قلم تھا۔ بھلا وہ کسی مرد کے دل میں کیسے سما سکتی ہے۔ میں نے اپنے اندر کی عورت کے اس ادھورے پن کو...... محبت کے الوہی جذبے کو اپنے کرداروں میں یوں سمویا کہ وہ قاریوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے امر ہوگئے کردار امر ہوتے گئے میرے جذبے مرتے گئے۔

اندرون شہر کی ایک تنگ وتاریک گلی، جہاں سے گزرنے والے سانس تک روک لیتے ہیں۔ جہاں شام کے بعد گزرنا محال ہوتا۔ اس گلی کے ایک خستہ حال گھر میں ملک کی نامور مصنفہ "احبہ احمد" آباد تھی۔ وہ احبہ احمد جس کے لفظ ٹوٹتی امیدوں کو جواں کرتے پست ہوتے حوصلوں کو بلند کرتے جو محبت کے پاکیزہ جذبوں کو پوری دیانتداری سے نبھاتی خود گھٹن میں رہ کر اپنے قاریوں کے لیے آکسیجن تیاری کرتی۔ تنگ وتاریخ خستہ حال گھر میں رہ کر وہ خوب صورت کشادہ گھر بنا کر نازک رستے ترتیب دیتی۔ لکھتے لکھتے اس کی انگلیاں گھس جاتیں تو ان پر مرہم قاری کی محبت بھری باتیں لگادیتیں۔

اوائل اکتوبر کی خوب صورت شام وہ احبہ احمد سے احبہ سلیمان ہوگئی پتھر کی احبہ میں یک دم موم کا نرم و نازک جذبوں سے لبریز دل دھک دھک کرنے لگا وہ جہاں جو ہمیشہ اس کا قلم تخلیق کرتا تھا حقیقت کی انگلی تھامے اس کا منتظر تھا کسی نازک اندام شہزادی کی طرح اس نے اس میں قدم رکھا تھا۔ منتظر شہزادے نے بڑی ادا سے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اسے خواہشوں، تمناؤں، خوابوں کے اس جہاں میں لے گیا جہاں تک صرف اس کا قلم جاتا تھا تب احبہ یقین آیا۔ "افسانوں کی دنیا میں سب جھوٹ نہیں ہوتا" احبہ کے سانولے روپ پر دلہناپے کا روپ جگر جگر کرتا تھا سلیمان کی اماں کی دانست میں ایک پڑھا لکھا (میٹرک پاس) مرد تھا ایک فیکٹری میں معمولی سا ملازم

عام سی شکل وصورت کا وہ شخص پہلی نظر میں ہی احبہ کے دل میں کھب کر رہ گیا وہ سیدھا سادہ شخص افسانوں کی دنیا سے کبھی بھٹک کے بھی نہ گزرا تھا۔ احبہ کے لیے دن رات جنت سے کم نہیں گزر رہے تھے اپنا گھر عورت کی اولین ترجیحات میں ہوتا ہے اور احبہ کو دو کمروں کا یہ معمول سا گھر دنیا میں جنت سے کم نہیں لگتا تھا۔ سلیمان اسے اس مہربان سائے کی طرح لگتا جو جون کی تپتی دوپہر میں اچانک باران رحمت بن کے آتا ہے۔ امید بھول گئی تھی کہ باران رحمت جب شدتوں سے برستے تو زحمت بن جایا کرتی ہے۔

شادی کے دو ماہ بعد احبہ نے پھر سے قلم اٹھایا۔ احبہ نے اپنے سلسلے وار ناول کی آخری قسط دو ماہ کے گیپ کے بعد ہر حال میں دینا تھی رات سلیمان کے سونے کے بعد ابھی احبہ لکھنے بیٹھی ہی تھی کہ سلیمان کی آنکھ کھل گئی۔

وہ عام سا مرد ہوتا تو احبہ کے لیے اسے برداشت کرنا مشکل نہ ہوتا لیکن بدقسمتی سے وہ شکی مزاج واقع ہوا تھا اور شکی مزاج مرد عورت کے لیے کسی سزا سے کم نہیں ہوتے۔ حالات نے بڑی زور سے احبہ کو خوابوں کی دنیا سے حقیقت کی دنیا میں لا پٹخا تھا وہ جس طبقے سے تعلق رکھتی تھی وہاں قلم سے بے حیثیت شے تھی کجا اس قلم سے افسانے لکھنا، سلیمان نے احبہ کا جینا دوبھر کردیا۔

"کہاں سے سیکھی ہیں یہ عشق محبت کی باتیں، بتا کس کے ساتھ تھا تیرا یارانہ۔" ایسے نازیبا الزامات احبہ کی روح تک گھائل ہو جاتی۔ جرم کا پتا نہیں تھا سزا تو اسے جھیلنا تھی۔

"کون تھا وہ؟" وہ احبہ کو مارتا اور پوچھتا جس شخص کا وجود ہی نہ تھا سلیمان اس سے خوف زدہ تھا۔ سوالوں کا سلسلہ طویل اور جواب خاموش۔ احبہ کی زبان ہی نہیں لفظ بھی گونگے ہوگئے وہ کند چھری سے اس کی نس نس کاٹنے لگا۔ اتنے گہرے زخم کہ تیروں سے بھر کے گہرے زخم آتے۔ گھر میں مسلسل اذیت کا راج قائم ہوگیا۔ احبہ بات کرتی تو کاٹ کھانے کو دوڑتا، خاموش رہتی تو شک کا ناگ اس پر چھوڑ دیتا۔ احبہ دوہرے عذاب میں مبتلا ہوگئی۔ پھر یوں ہوا کہ ملک کی نامور مصنفہ احبہ احمد نے بنا کوئی وضاحت دیتے لکھنا چھوڑ دیا۔ اس بار اس نے چوکھٹ پر جانے سے گریز کیا کہیں اس کے چاہنے والے پھر سے اسے کمزور نہ کردیں لکھنا چھوڑنا مسئلے کا حل نہیں تھا۔ وہ احبہ کی تحریریں ڈھونڈ کے لاتا اور بوجہ تفریح لکھے جانے والے بے ضرر جملوں کو اپنی پسند کے معانی دے کر اس کی کردار کشی کرتا، احبہ نے آنکھیں موند لیں، زبان کو تالہ لگا لفظوں کو گہری نیند سلا دیا۔ وقت نے پر کھول لیے اور اڑنے لگا۔ بے بسی اور سمجھوتہ آخری حدوں کو چھونے لگا۔ اذیت کے دو سال اسے پوری طرح گمنام کرگئے ان کے درمیان رشتہ سمجھوتے کا تھا نفس پرستی یا کمزور لمحوں کا...... لیکن کسی ایسے ہی سمے اسے "ماں" کا درجہ دیا تھا۔ وہ تندہی سے سب کچھ بھلا کر نئی زندگی شروع کرنے لگی۔ وہ کومل جذبات رکھنے والی لڑکی، لفظوں میں سانس لینے والی، لکھنے کی دلدادہ کتابوں کی دیوانی ہر شے سے بیگانہ

محبت شاخ ہے میری

میں اک گلاب کے پھول جیسی ہوں
اگر مجھ کو میری شاخ سے الگ کردو گے تو
میرا سارا لہو نچڑ جائے گا
میں مرجھا جاؤں گا
میری خوشبو مر جائے گی
میری پتیاں سوکھ کر بے رنگ ہو جائیں گی
اور ٹوٹ کر بکھر جائیں گی
تو سن اے ظالم سماج دنیا
مجھے میری شاخ سے الگ مت کرنا
محبت شاخ ہے میری
اگر جدا کردیا مجھ کو محبت سے تو
میری ذات ریزہ ریزہ ہو کر
مٹی میں مل جائے گی

پری ساپارس...... فیصل آباد

اپنے اندر ادھم مچاتے لفظوں کو تسلی دینے میں ناکام ہوگئی تو پھر سے قلم تھام لیا۔

"کس عشق کی داستان لکھ رہی ہو۔" گھٹیا پن کی انتہا کی گئی احبہ ہونٹوں پر قفل لگائے اس شخص کو دیکھتی رہ جاتی جس کے نزدیک کتابیں سستی تفریح، لکھنے والا بے حیا اور پڑھنے والا بے شرم اسے بوجہ تفریح لکھے جانے والے چند خوب صورت لفظ بے حیائی لگتے۔ میں ایک کامیابی مصنفہ میرے پاس لفظ نہ تھے کہ میں اسے قائل کرسکتی۔

میری قابلیت، میری گرہستی کو بکھیرنے لگی۔ سلیمان کو میرے ہر انداز پر اعتراض ہونے لگا میں اعتراض کے کنکر چن کے تھکنے لگی۔ میں اپنے ہر لفظ کو پھانسی دے بھی دیتی تب بھی وہ شخص میرا ہو کے نہ رہتا۔ اس نے میرے ہر مسودے کو جلا دیا۔ میں خاموش دیکھتی رہ گئی۔ میں نہیں چاہتی تھی میری گرہستی ٹوٹے میں کوشش کی آخری حدوں تک جانا چاہتی تھی۔ میں نے لفظوں سے نظریں ملانا چھوڑ دیں...... انہی گرم سرد حالات میں، میں نے بیٹی کو جنم دے کر ایک اور جرم کر دیا۔ اس کی سزا مجھے "طلاق" کی صورت میں ملی۔ میں جو اپنی تحریروں سے گھروں کو جوڑتی تھی خود کے گھر کو آگ لگنے سے بچا نہ پائی۔ میں جو محبت کشید کرتی تھی اپنی زندگی کے تین سال بھی اس امرت سے سکون نہ لے پائی۔ میں ہار گئی۔ دو ٹکے کی عورت ہار گئی۔ محبت، چاندنی، پیار، وفا، جگنو، ستارے، سب ہار گئے۔ کامیاب مصنفہ...... ناکام گرہستی۔

ہزاروں لاکھوں دلوں پر راج کرنے والی احبہ احمد ایک شخص کے دل پر اپنا تسلط قائم نہ کر پائی۔ اللہ کسی کا میکہ بھی غریب نہ ہو، میں بیٹی تھی...... بوجھ سر سے اتارا تو پلٹ کے نہ دیکھا کہیں پھر سے نہ اٹھانا پڑ جائے۔ عمر رواں کے بے حد قیمتی سال میں نے اپنے اندر تنہا گزارے۔ اپنی بیٹی کو بیاہا۔ اللہ اس جیسی بیٹی سب کو دے۔ اب تو جنوں میں بھی دکھ بھر گیا ہے۔ اجڑ جانے کا دکھ...... اپنی بے وقعتی کا دکھ...... نیلوں نیل جسم...... زخمی سسکتی روح، گھٹتی سانسیں، بے حال جاں...... اس کے باوجود احبہ احمد نے کبھی خدا سے شکوہ نہیں کیا۔ اپنے قلم سے کبھی باہر کی فضا کو اور مکدر نہیں کیا۔ اس کے قلم نے ہمیشہ وہ لکھا جس میں ہر لڑکی سانس لینا چاہتی ہے۔ وہ دکھ کبھی نہ لکھے جو اسے دیمک کی طرح چاٹ رہے تھے۔ اب جب عمر رواں کی کشتی ڈوب رہی ہے تو صفحہ قرطاس کے ہر صفحہ کو دکھ سے بھر دیا تھا۔ اسے یقین ہے اس کی یہ تحریر بھی ہمیشہ کی طرح ریکارڈ بنائے گی کیونکہ یہ احبہ احمد کی کہانی ہے جس کے اندر دکھ بولتے تھے۔ غم اودھم مچاتے تھے اور لفظ مسکراتے ہوئے خوشیاں بکھیرتے تھے۔ قلم تھم گیا، لفظ ٹوٹ گئے، دکھ پھٹ گیا، غم سو گئے زندگی کا آخری باب بھی بند ہوا کتاب کو دیمک لگ گئی۔ اس کی یہ تحریر واقعی سالوں تک پڑھنے والوں کے دل میں احبہ کا دکھ پالے گی۔ کیونکہ عام سی احبہ احمد دلوں میں خاص تھی۔

جسم پر زخم گہرے تھے
میں نے بھر بھر مرہم لگایا
دل میں ایک سوراخ تھا
مرہم لگائے بھی نہ بھرتا تھا
مشکل سانس بھی میں نے لی
ہاتھ جوڑ کے بھی منایا اسے
لیکن وہ ہرجائی بڑا ظالم تھا
دل پہ ہاتھ نہ رکھتا تھا
آس بیچاری مر گئی
اسے ترس نہ آیا
ایک ہی بات کہتا تھا
مجھے تم سے پیار نہیں

تمہیں جب کبھی ملیں فرصتیں میرے دل سے بوجھ اتار دو
میں بہت دنوں سے اداس ہوں مجھے کوئی شام ادھار دو
مجھے اپنے روپ کی دھوپ دو کہ چمک اٹھیں میرے خال و خد
مجھے اپنے رنگ میں رنگ لو، میرے سارے رنگ اتار دو

رات کا تاثر دھیرے دھیرے دھندلانے لگا، جیسے کسی نے سرمئی رنگ کی مہین سی چادر منظر سے کھینچ کر ہٹادی ہو، صبح کی شفاف سفیدی افق سے نمایاں ہونے لگی، دن کا اجالا زمین کی طرف لپکا۔ اس نے کھڑکی پر پڑا بھاری پردہ ہٹایا اور گہری سانس لینے لگی، تازگی کی لہر پورے وجود میں سرایت کرتی چلی گئی۔ وہ پلٹی تو نگاہ دیوار پر موجود اپنے پاپا کی تصویر کے اسکیچ سے جا ٹکرائی۔ سورج کی کرنیں، شیشے کے فریم سے منعکس ہو کر تصویر کے گرد سنہری ہالہ بنا رہی تھیں۔ اس کے کانوں میں اپنے پاپا کی دل کش ہنسی گونجی، وہ اپنے زمانے کے ہیرو سمجھے جاتے تھے مگر انتقال سے قبل خزاں رسیدہ پتے کی طرح ہو گئے تھے۔ کبھی کبھی پرانی باتیں ذہن میں تسلسل سے گردش کرنے لگتی ہیں۔

"پاپا دنیا کی ایک انگلی بھی آپ پر نہ اٹھ سکی میں نے اپنا وعدہ نبھا دیا۔" رمان بیگ باپ کی تصویر سے زیر لب مخاطب ہوئی اسے محسوس ہوا جیسے پاپا مسکرائے ہوں۔

رمان کی ساری سستی، تکان اور کسلمندی لمحوں میں دور ہوگئی۔ وہ کچن کی طرف بڑھی، پہلے نل کھولا ساس پین میں ایک کپ چائے کا پانی بھرا اور ہلکی آنچ پر بوائل ہونے کے لیے رکھ دیا پھر استری اسٹینڈ سے رات کو پریس کیے ہوئے کپڑے اٹھائے اور واش روم میں چلی گئی۔

موسم گرما ہو چاہے سرد، رمان کا معمول تھا کہ وہ بینک جانے سے قبل شاور ضرور لیتی۔ اس کے بعد سادہ مگر متوازن ناشتہ کرتی۔ اب بھی اس نے اپنے معمول کے حساب سے ٹرے میں چائے کا بھاپ اڑاتا کپ رکھا پھر ایک پیالے میں دودھ نکال کر اس میں چھوٹا چمچہ شہد کا ملایا۔ وہ اپنے آپ کو فٹ رکھنے کے لیے ہفتے میں دو بار صرف پورج کھاتی تاکہ ڈائٹ پر کنٹرول رکھ سکے۔ پورج کا ڈبہ ٹرے میں رکھ کر ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے ناشتہ کے دوران اخبار کی شہ سرخیوں پر بھی تیزی سے نگاہ دوڑائی۔

''رمان بیٹی! کیا آج دیر سے دفتر جاؤ گی؟'' ماں کی آواز پر اس نے چہرے کے سامنے سے اخبار ہٹایا، عطیہ دونوں ہاتھوں سے سفید بالوں کا جوڑا بناتیں، اس کے پاس آ کر کھڑی ہوئیں۔

ممی نے پاپا کے بعد خیال رکھنا بالکل چھوڑ دیا تھا' کتنی جلدی اپنی ہم عمر خواتین سے بڑی لگنے لگی تھیں' رمان نے ماں کا بغور جائزہ لیا مگر منہ سے ایک لفظ نہ نکالا۔

''جاؤں گی' ممی! ابھی دس منٹ بعد نکلوں گی۔ ویسے آج آپ اتنی جلدی کیوں اٹھ گئیں؟'' رمان نے چائے کے سپ لیتے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بس' نیند ہی نہیں آرہی تھی۔ عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی۔ پتا نہیں اس اختلاج کے مرض سے کب جان چھوٹے گی؟'' انہوں نے افسردگی سے کہا۔ عطیہ نیند کی گولی لیتی تھیں، عموماً بیٹی کے آفس جانے کے بعد اٹھتیں' مگر آج ان کی آنکھ جلدی کھل گئی دراصل انہیں رمان سے بہت ضروری بات کرنی تھی۔

''آپ کے لیے چائے بنا دوں؟'' رمان بیگ نے نرمی سے پوچھا تو انہوں نے انکار میں سر ہلایا اور کرسی سے کمر ٹکا کر آنکھوں پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔ اس نے ناشتہ ختم کر کے نیپکن سے منہ صاف کیا۔

''بیٹا! شام کو جلدی فارغ ہو جانا، شیری تم کو عید کی شاپنگ کے لیے لے جانا چاہتا ہے۔'' عطیہ نے اسے دیکھ کر جھجکتے ہوئے کہا۔

''ممی! پلیز یہ کیا فضولیات ہیں۔ منگنی ہونے کا مطلب یہ تو نہیں کہ میری کوئی ذاتی زندگی ہی نہیں رہی۔ جب دل چاہے وہ پروگرام بنا بیٹھیں اور میں ہاتھ باندھ کر پیچھے چل پڑوں۔'' رمان بھنا اٹھی۔ آج ویسے بھی ایسے کئی اہم امور نمٹانے تھے، رمضان شروع ہونے سے قبل وہ اپنے بہ دنوں سے ملتوی سب کام نمٹانا چاہتی تھی۔

''چندا! یہ فضولیات نہیں دستور زمانہ ہے۔'' عطیہ بیگم نے بیٹی کے پیچھے جاتے ہوئے سمجھایا۔

''ممی! ابھی رمضان شروع نہیں ہوئے' ان لوگوں کو عیدی کی کیا جلدی پڑی ہے؟'' اس نے بھنا کر شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر برش ہاتھ میں لیا۔

''بس چندا! سب کے اپنے اپنے رواج ہوتے ہیں۔ میں ثریا کو شروع سے جانتی ہوں وہ رمضان سے پہلے ہی عید کی ساری شاپنگ ختم کر لیتی ہے تاکہ اس بابرکت مہینے میں بازاروں چکر لگانے کی بجائے یکسوئی سے عبادت کی طرف راغب رہا جا سکے۔ اب یہ ہی اس کی تینوں بہوؤں کا معمول ہے۔ اسی نسبت سے اس نے تمہاری عیدی کی تیاری بھی قبل از وقت کرانے کی اجازت مانگی۔'' عطیہ نے رسانیت سے سمجھایا۔

''اچھا ابھی تو مجھے بینک پہنچنا ہے۔ واپسی پر بات کرتے ہیں۔'' رمان نے ماں کو ٹالا۔

''شیری شام کو تمہیں آفس سے پک کر لے گا۔ اس کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہیں کرنا۔'' عطیہ نے بیٹی کے پیچھے کھڑے ہو کر فیصلہ سنانے کے ساتھ تنبیہ بھی کی۔

''اومی! آج مجھے پہلے ہی بہت کام ہیں۔ اب یہ ایک نئی مصیبت۔'' وہ اپنے بھورے بالوں میں جلدی جلدی برش چلاتے ہوئے جھنجلائی ہوئی بولی۔

''اے مالک! میری بچی کا کیا بنے گا؟ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اتنا مان سمان ملنے پر زمین پر پاؤں نہیں دھرتی۔'' عطیہ نے شکوہ کیا۔

''اچار کا تو پتا نہیں ہاں پر میری چٹنی بہت مزہ دار بنے گی۔'' اس کی ہنسی پھوٹ پڑی۔

''آج کل کی لڑکیوں والی ایک بھی بات نہیں۔ زمانہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ کیا فیشن میں ان ہے کیا آؤٹ؟ تمہیں کچھ خبر بھی ہے۔ گھر سے دفتر' دفتر سے گھر...... اب طور طریقے بدلو ورنہ شادی کے بعد بہت مشکل ہو جائے گی۔'' عطیہ کے چہرے پر تشویش پھیل گئی۔

''ممی! میں جو ہوں' جیسی ہوں ویسی ہی ٹھیک ہوں۔'' وہ بے پروائی سے جوڑا بناتی بولی۔

''بیٹا! شہریار اچھا لڑکا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تم اپنی بے وقوفیوں کی وجہ سے اسے کھو بیٹھو۔'' عطیہ نے انگلیوں سے بیٹی کے بال سنوارتے ہوئے سمجھایا۔

''ممی! آپ ان لوگوں سے کچھ زیادہ ہی مرعوب نہیں؟'' رمان نے مڑ کر ماں کو کاندھے سے تھام کر پیار سے دیکھا۔

''مرعوب ہونے کی کوئی بات نہیں جو بات سچ ہے وہ ہے۔ پتا بھی ہے ثریا کو تمہاری شاپنگ کا کتنا ارمان تھا تم آخری بہو بننے جا رہی ہو۔ پر شہریار نے صرف تمہارے خیال سے منع کر دیا کہ تم اپنی پسند سے ساری چیزیں خرید سکو۔'' عطیہ نے ہونے والے داماد کی تعریف کی۔

''اوہ! پھر تو انہیں بڑی مایوسی ہوئی۔ آپ کو تو میرا پتا ہے نا۔'' وہ ایک دم ہنستے ہوئے ماں سے چمٹ گئی۔ دنیا کے لیے چاہے وہ پتھر بن گئی ہو پر ماں کے لیے اس کے اندر گداز ہی گداز تھا۔

''شہریار لینے آئے گا۔ ٹائم پر نیچے اتر آنا۔'' عطیہ نے ماں ہونے کا حق استعمال کیا۔

''ممی! آپ میری ہیں یا شہریار کی؟'' رمان نے جوڑے میں پن لگاتے ہوئے ماں سے سوال کیا تو عطیہ نے بیٹی کو پیار سے دیکھا اور وہ ہینڈ بیگ اٹھا کر باہر نکل گئی۔

❀......❀......❀

رمان، عطیہ اور انیق بیگ کی اکلوتی اولاد تھی۔ اپنے خول میں سمٹی ہوئی، زمانے سے جدا ایک مختلف سی لڑکی' سرو قد، دلکش ناک نقشہ، شربتی آنکھیں، اس کی سفید دودھیا سی رنگت پر بہت سوٹ کرتیں، سنہری مائل بھورے بال جنہیں وہ ہمیشہ باندھ کر رکھتی۔ دیکھنے والی نگاہیں اس کے رعب حسن سے متاثر ہو جاتیں، مگر وہ عام لڑکیوں کی طرح اپنی خوب صورتی پر فخر کرنے کی جگہ خود سے بے پروائی برتتی یا شاید اسے ان باتوں کا ادراک ہی نہیں تھا۔ ہر قسم کا ناز نخرہ یا ادائیں اس کی نشست و برخاست سے خارج تھیں۔ وہ بس تعلیم اور ذہانت کو اپنا اثاثہ تصور کرتی آئی تھی۔ اس نے فنانس میں ایم بی اے کی ڈگری امتیازی نمبروں سے حاصل کی تھی۔

وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کم عمری کے باوجود مقامی بینک میں فنانس کے شعبے میں ایک بڑے عہدے تک جا پہنچی تھی۔ رمان کے باس ناصر علوی اس کے کام کو ہر میٹنگ میں سراہتے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتی۔ اسے مزید ترقی کی خواہش تھی اسی لیے وہ بینکنگ کے حوالے سے سرٹیفکیٹ کورسز کرتی رہتی۔ ان حالات میں رمان کے پاس شادی کے بارے میں سوچنے کا ٹائم ہی نہیں بچا، تاہم عطیہ ماں ہونے کی وجہ سے بڑی پریشان رہتی' شوہر کے بعد رشتے داروں سے بھی ملنا ملانا رسمی سا رہ گیا تھا۔ ایک دن اپنی سہیلی ثریا سے دل کی بات کہہ ڈالی۔ ان کے پرانے تعلقات میں ابھی بھی وضعداری قائم تھی، عطیہ دوست کی مشکل سمجھ گئیں، اسی لیے اپنے چھوٹے بیٹے شہریار کے لیے رمان کا ہاتھ بڑی محبت سے مانگ لیا۔ عطیہ کی آنکھیں بھیگ گئیں، وہ شروع ہی سے بہت چھوٹے دل کی تھیں، خوشی ہو یا غم

دونوں سنبھالے نہیں جاتے تھے۔

شہریار ایک کمپیوٹر انجینئر تھا اور بڑے اعلیٰ سافٹ ویئر ہاؤس میں "ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ" کے طور پر کام کررہا تھا، لمبے چوڑے، خوبرو سے شہریار کی آنکھوں میں شرارت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ عطیہ جو بیٹی کے معمولات زندگی سے خفا رہتی تھیں، رسما بھی چھان بین کے لیے وقت نہیں مانگا اور سہیلی کو ہاں کردی۔ رمان نے بھی بیوہ ماں کا مان رکھا اور بغیر کوئی گرم جوشی دکھائے شہریار کے نام کی انگوٹھی اپنی انگلی میں پہن لی۔

❁......❁......❁
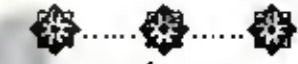
رمان فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر ڈھیلے ڈھالے انداز میں گاڑی میں آبیٹھی۔ شہریار نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔ اس کو رسی مسکراہٹ سے نوازا، محترمہ پورے پندرہ منٹ انتظار کروانے کے بعد عمارت سے برآمد ہوئیں مگر مجال ہے جو سوری کا ایک لفظ بھی منہ سے نکلا ہو۔

"مما! آپ نے مجھے یہ کس مشکل میں ڈال دیا ہے، اپنی دوستی نبھانے میں بیٹے کی پسند ناپسند کا تھوڑا سا تو خیال رکھا ہوتا۔" شہریار نے برابر والی سیٹ پر بیٹھی رمان کو دیکھ کر سوچا۔ دھلا ہوا صاف ستھرا چہرہ، خاکستری رنگ کی شرٹ، بلو ٹراؤزر، گلے میں اسکارف، بالوں کو کھینچ کر پیچھے لے جاکر جوڑے کی شکل دی ہوئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا وہ دونوں کسی آفیشل میٹنگ میں جانے والے ہیں۔

"ایسے میں کیا بات کروں؟ اتنا سنجیدہ منہ بنا کر بیٹھی ہے ایسا لگ رہا ہے کہ میں اپنی منگیتر کے ساتھ نہیں کسی استانی کے ساتھ شاپنگ پر جارہا ہوں۔" شہریار اپنی سوچ میں گم تھا۔

"ایک بار مسکرا دو ایک بار مسکرا دو......" اس نے خاموشی توڑنے کے لیے ریڈیو آن کیا۔ حسب حال گانا سن کر ہنسی چھوٹنے لگی۔

"تمہیں میوزک سے کوئی لگاؤ ہے؟ یہ پرانا گانا اچھا ہے نا؟" شہریار نے بے تکلف ہونے کی کوشش کی لیکن وہ سپاٹ چہرہ لیے بیٹھی رہی۔

"کاش میری کسی بات سے ایک دلکش مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آجائے۔ ہم راستے میں دو چار پیار بھری باتیں کرلیں، یہ شرما کر نظریں جھکائے، چہرہ سرخ، گال گلاب ہوجائیں۔" شہریار کے دل میں خواہش ابھری۔ وہ بھی منی بیگم کے ساتھ ساتھ گنگنانے لگا۔

"آپ مجھے صرف یہ گانا سنوانے کے لیے اتنی دور لائے ہیں یا شاپنگ کا بھی کوئی ارادہ ہے؟" رمان نے طنز کیا تو وہ جل کر خاک ہوگیا۔

"ارادہ ہے نا......" شہریار نے مصنوعی خوش اخلاقی برتتے ہوئے خون کے گھونٹ پیئے۔

"تو پھر چلیں دیر ہورہی ہے۔" رمان نے چڑ کر ہاتھ میں بندھی گھڑی کی جانب اشارہ کیا۔ شہریار نے سر ہلا کر گاڑی کی رفتار تیز کردی۔

"اس ہٹلر کے ساتھ زندگی کیسے گزرے گی؟ ویسے اس کی بدذوقی اپنی جگہ مگر ہے بہت حسین۔" وہ دونوں شاپنگ پلازہ کے داخلی دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے تو شہریار نے اسے دیکھ کر سوچا جو اپنے چہرے کو ٹشو سے پونچھ رہی تھی۔

کئی گھنٹے شاپنگ مال میں گھومنے کے باوجود وہ عید پر پہننے کے لیے ڈھنگ کا ایک سوٹ سلیکٹ نہ کرسکے۔ شہریار شیفون کے کھلتے رنگوں کے کامدار لباس کی طرف لپکتا مگر رمان کاٹن کے ایسے سوٹ نکلواتی جنہیں پہن کر بندہ دفتر تو جاسکتا ہے مگر عید نہیں منا سکتا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اس جوان لڑکی میں کون سی بوڑھی روح سمائی ہوئی ہے۔" شہریار چڑا۔ دونوں میں خوب نوک جھونک ہوئی مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات ثابت ہوا۔

"آج آخری دفعہ ہے۔ دوبارہ ان محترم کے ساتھ کبھی شاپنگ پر نہیں آؤں گی۔" رمان پیر پٹخ کر گاڑی میں آبیٹھی۔

"کیا میرے ساتھ کچھ غلط ہوگیا ہے؟" شہریار واپسی میں پورے راستے یہ ہی بات سوچ سوچ کر پاگل ہوتا رہا۔

❁......❁......❁

شہریار نے جب بھی ذہن میں شریک زندگی کا خاکہ بنایا وہ، سولہ کیا اٹھارہ سنگھار سے مزین، بات بات پر گھبرانے والی، شرم سے چھوئی موئی بنی خالصتاً مشرقی قسم کی لڑکی کا عکس ہوتا۔ دراصل اس کے گھر کا ماحول بھی کچھ ایسا ہی تھا، تینوں بھابیاں، سجی سنوری، پیارے پیارے رنگوں کے لباس زیب تن کیے شوہروں کی منظور نظر بنی رہتیں خاص طور پر فرحین بھابی جن سے اس کی خوب بنتی تھی، ہرفن مولا تھیں۔ اپنے اردگرد رنگین آنچل لہراتے دیکھ کر اس پر بھی کچھ ایسا ہی خمار چھایا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ مما بھی بڑھاپے میں بالوں اور دسوں انگلیوں کو مہندی سے رنگے پان کی لالی ہونٹوں پر رچائے، ہلکے گلابی، آسمانی یا سبز رنگ کے کپڑوں میں بہت پیاری لگتیں۔ شہریار کے ابا، موج میں آکر بیگم کو چھیڑتے تو لجا جاتی، ایسے لڑکے کے لیے رمان جیسی خشک مزاج منگیتر سے نبھانا کچھ مشکل ہورہا تھا۔ منگنی سے قبل جب بھابیوں نے لڑکی کے حسن کے قصیدے پڑھے تو وہ خود کو دنیا کا خوش نصیب انسان سمجھتے ہوئے ہوا کے سنگ اڑنے لگا۔ رمان رسم والے دن گرے پر پل بھاری کامدار انگرکھے سوٹ میں حسن کو چار چاند لگانے والے تمام لوازمات سے آراستہ، بغیر کسی رکاوٹ کے دل کے چاروں خانوں میں براجمان ہوگئی، وہ مسلسل اسے تکے جارہا تھا، جبکہ رمان سنجیدگی سے چہرہ جھکائے، اپنے پاپا کی کمی کو شدت سے محسوس کررہی تھی۔ شہریار کی محویت پر بھابیوں نے خوب ریکارڈ لگایا، بھائیوں نے ٹہوکے مارے مگر وہ اسے دھڑلے سے دیکھتا رہا۔

❁......❁......❁
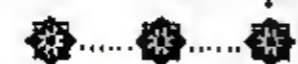
"ماشاءاللہ دلہن تو بہت پیاری ہے۔" چھوٹی خالہ نے اسٹیج پر رمان کی بلائیں لینے کے بعد شہریار کا کاندھا تھپکا تو وہ ہنس دیا۔

"ثریا! بھئی کہاں سے ڈھونڈی اتنی گوری چٹی لڑکی؟" بڑی پھپو کی خوب صورتی کا معیار یہ ہی تھا، بھتیجے کے برابر میں بیٹھ کر تصویر کھنچواتے ہوئے بھاوج سے سوال کیا۔

"واہ! میک اپ بہت اچھا ہے، کہاں سے کروایا ہے۔" شہریار کی بڑی بھابی نے تعریفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا تو دلہن بنی رمان منہ دیکھتی رہ گئی۔

سب کی تعریفوں کا کریڈٹ بٹورنے والی رمان کیا بولتی کہ اسے تو اپنی تیاری کا ہوش ہی نہیں تھا، وہ منگنی سے ایک دن پہلے بھی معمول کی طرح آفس جانے کے لیے تیار ہورہی تھی کہ عطیہ نے ہنگامہ مچادیا۔ اپنی بھتیجی روفینہ کو کال کرکے بلوایا جسے جدید فیشن اور رائج ٹرینڈز کی اچھی خاصی سدبدھ تھی۔ وہ اسے پکڑ کر پارلر لے گئی، مہندی لگوانے کے بعد اسکن ٹریٹمنٹ کروایا اور دوسرے دن بھی لے جاکر زبردست قسم کا میک اپ کروادیا، یوں درحقیقت اس کا پیارا لگنا ماموں زاد بہن کے مرہون منت تھا۔

شہریار کا سینہ خاندان والوں کی طرف سے رمان کو ملنے والی تعریفی سند پر پھول کر کپا ہوگیا مگر یکلخت ساری ہوا نکل گئی جب دو ایک بار وہ رمان سے ملنے پہنچ گیا۔ اس کے انداز پر بھونچکا رہ گیا۔ وہ کسی خاص تیاری سے بے نیاز، عام سے براؤن سوٹ میں، دھلے دھلائے چہرے کے ساتھ اس کے سامنے آکر بیٹھ گئی، عطیہ ہی ہونے والے داماد کے آگے پیچھے ہوتی رہی۔ اس کے بعد ایسے جھٹکے لگتے رہے، ان کا جب بھی سامنا ہوتا، وہ شہریار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑے اعتماد سے باتیں کرتی جیسے منگیتر سے ملنا کوئی معمول کی بات ہو۔ شہریار کی کوششوں کے باوجود ان کے بیچ میں رومانس کا ہلکا پھلکا چھینٹا بھی نہیں پڑا، نہ روٹھنا نہ منانا، نہ ہی شرمانا لجانا...... نہ اس کی آنکھوں میں کاجل نہ ہونٹوں پر لالی نہ ہی چوڑیوں کی کھنک۔ اس کے ارمان بین کرنے لگے۔

❁......❁......❁
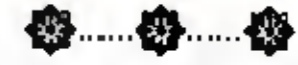
"کیا کروں؟ کس طرح اس کا خشک مزاج بدلوں؟"

شہریار نے اپنی بھابی کم دوست کے سامنے دہائی دی۔ فرحین اسے ناشتے کے لیے بلانے آئی تھی۔

"شیری! ہوا کیا ہے؟" فرحین نے مسکرا کر دیور کے برابر بیٹھتے ہوئے پوچھا، جواداس شکل بنائے نرم تکیہ کو توڑ مروڑ رہا تھا۔

"رمان میں لڑکیوں والی کوئی بات ہی نہیں۔ اس سے تو مذاق کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے، اتنی سنجیدہ شکل بنا کر رکھتی ہے۔" شہریار نے اپنی الجھن بتائی۔

"دیور جی! ابھی صرف منگنی ہوئی ہے، کچھ اور سوچا جاسکتا ہے۔" فرحین نے اس کو آزمایا۔

"ہہں بھابی! ہم خاندانی لوگ ہیں، زبان دے کر پھرنے والوں میں سے نہیں۔" شہریار نے بڑی متانت سے کہا۔

"اگر بات صرف زبان کی ہے تو میں اس معاملے کو ہینڈل کرلوں گی، تم بے فکر ہو جاؤ۔" فرحین نے اس کے تاثرات کا جائزہ لیا۔

"ایک اور مشکل ہے۔ وہ روم روم میں بس چکی ہے۔ میں نے جب رمان کو منگنی والے دن اپنے برابر میں بیٹھا دیکھا تو یوں لگا جیسے سارے جہان کی خوشیاں میری مٹھی میں سما گئی ہوں، اس کا ساتھ کیا ملا میں زمین سے آسمان کی طرف پرواز کرنے لگا، بادلوں میں تیرنے لگا، مگر اب ایسا لگتا ہے کہ بس ایک دھکے کی کسر ہے اور میں منہ کے بل گرنے والا ہوں۔" شیری کی سرخ آنکھوں سے پتا چل رہا تھا کہ رات سے اب تک وہ لمحہ بھر بھی نہیں سویا ہو۔

"مجھے نہیں پتا تھا' اتنے فلمی ہو توبہ...... توبہ۔" بھابی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھابی! یہ فلمی نہیں میرے دل کی باتیں ہیں۔ میں رمان کو ناپسند نہیں کرتا۔ آپ جانتی ہیں ناکہ مجھے شروع سے رنگ و خوش بو سے عشق ہے۔" شہریار نے اسے کچھ سمجھانا چاہا۔

"ہاں' یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ تم اپنے بھائیوں سے بھی زیادہ ارمان بھرے ہو۔" فرحین نے دیور کو چھیڑا۔

"بس آپ یوں سمجھیں کہ رمان میری ایک ایسی فیورٹ تصویر ہے، جو بے رنگ ہے۔" شیری نے کچھ سوچتے ہوئے اپنے انداز میں تشریح کی۔

"آ...... ہا...... تو پھر کیا چاہتے ہو؟" فرحین کا ذہن تیزی سے دیور کے خیالات پڑھنے لگا تھا۔

"میں اسے اپنے پسندیدہ رنگوں سے مزین دیکھنا چاہتا ہوں۔" شہریار نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

"ہاں' اتنی چھوٹی سی بات پر اتنا پریشان ہو رہے ہو۔" فرحین نے چھوٹے دیور کے منتشر بالوں کو پیار سے سنوارا۔

"بھابی' یہ بات آپ کی نظر میں معمولی ہوگی مگر میری پوری زندگی کا معاملہ ہے۔" وہ منہ بگاڑ کر بولا۔

"زندگی ایک پر ختم تو نہیں ہوتی۔" فرحین نے اس کے جذبوں کو آخری ضرب لگائی۔

"شاید ہوتی بھی ہو پیار میں کوئی ایک ہی تو "سب کچھ" بن جاتا ہے۔" وہ سر ہلاتے ہوئے جذب کے عالم میں بولا۔

"اوکے سب ٹھیک ہو جائے گا۔" فرحین نے اس کے کاندھے تھپک کر تسلی دی۔ شہریار کو تھوڑا سکون حاصل ہوا، دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوتا محسوس ہوا۔

"چلو اٹھو' کیا آفس نہیں جانا؟" اس نے ایک انگڑائی لے کر لیٹنا چاہا تو فرحین نے تکیہ اٹھا کر اس کے منہ پر دے مارا۔

"بھابی! ایک درخواست ہے' میں نے جو کچھ بھی شیئر کیا، اس کی خبر کسی اور کو نہ ہو' میں نہیں چاہتا رمان اس گھر میں قدم رکھنے سے قبل ہی ایک متنازع شخصیت بن جائے۔" شہریار نے اتنے خلوص سے بھابی سے درخواست کی انہوں نے سر ہلا کر حامی بھرلی۔

اب آئے گا مزہ۔ فرحین نے دیور کے پیچھے جاتے ہوئے سوچا، اس کے چہرے پر کھویا کھویا سا تاثر ابھرا۔

......☆☆☆......

"آنٹی! اندر آجاؤں؟" عطیہ نے دروازہ کھولا تو فرحین کا ہنستا مسکراتا چہرہ دکھائی دیا۔

"ارے آؤ نا بیٹا' تمہیں اجازت کی کیا ضرورت؟ یہ تمہارا اپنا ہی گھر ہے۔" عطیہ نے بیٹی کی ہونے والی جیٹھانی کا ہاتھ تھام کر خوش دلی سے کہا۔

"بیٹا! حلیہ ٹھیک کر کے ڈرائنگ روم میں آجاؤ۔ فرحین تم سے ملنے آئی ہے۔" رمان آفس سے آکر آرام کر رہی تھی، اسے اطلاع دے کر وہ ڈرائنگ روم میں لوٹ آئیں۔

"آپ تو جانتی ہیں ہم لوگ رمضان سے قبل عید کی شاپنگ کرنا چاہتے تھے' مگر یہ کام ہو نہیں سکا۔ خیر ممی نے مجھے بھیجا ہے کہ رمان کی ناپ کی چیزیں لے آؤں تاکہ جلد از جلد عید کی شاپنگ مکمل ہو جائے۔" فرحین نے مدعا بیان کیا تو عطیہ شرمندہ سی ہو کر سامنے بیٹھی بیٹی کو گھورنے لگیں، جس نے اس دن واپسی پر ماں کو خود ہی اپنی اور شیری کی ان بن کا احوال سنا دیا تھا۔ بیٹی کی حرکتوں پر انہوں نے ماتھا پیٹ لیا، وہ ڈرتی رہیں کہ ثریا کا فون آگیا۔

"عطیہ! میں کیا کہوں' اس لڑکے کو کچھ پسند نہیں آیا، بلاوجہ بچی کا وقت برباد کیا۔ اب کہہ رہا ہے بھابی اور آپ ہی رمان کی شاپنگ کرلیں۔" ثریا نے معذرت کی تو عطیہ نے سکون کا سانس لیا۔ رمان نے تو ان کی ناک کٹوا کر رکھ دی تھی شکر ہے شیری نے ساری بات اپنے اوپر لے لی، ورنہ نیا نیا معاملہ تھا، کتنی شرمندگی اٹھانی پڑتی۔

"آپ ناپ دے رہی ہیں نا؟" فرحین نے ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ خیالوں کی دنیا سے لوٹ آئیں۔

اچھا میں ابھی لاتی ہوں۔ جب تک تم یہ کیک کھاؤ، میں نے خود بیک کیا ہے۔" عطیہ نے حامی بھرنے کے ساتھ مہمان نوازی نبھائی اور اٹھ آئیں۔

"چلو اچھا ہوا' آنٹی' ہمیں تنہائی کا موقع دے کر چلی گئیں۔ مجھے ایک ضروری بات کرنی تھی۔" فرحین نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور بغور فان رنگ کے ڈھیلے سے کرتا شلوار میں ملبوس رمان کو دیکھا۔

"جی' میں بھی نہیں؟" رمان اس کے انداز پر چونکی، وہ فرحین کے مسلسل دیکھنے پر پزل ہونے لگی۔

"اچھی خاصی شخصیت کا بیڑا غرق کیا ہوا ہے۔" فرحین کا دیوار سے سر مارنے کو دل چاہا۔ اس نے بات شروع نہیں کی۔

"بھابی! یہ چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" رمان نے اس کے پراسرار انداز سے پریشان ہو کر آداب میزبانی نبھائی۔

"چلو بی بی آپ سے ہو جائیں زرا دو' دو ہاتھ۔" فرحین نے مسکرا کر سوچا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے برابر میں آبیٹھی۔ جبکہ رمان حیران رہ گئی۔

......☆☆☆......

"مگر بھابی۔" فرحین کے انکشافات پر رمان کا اوپر کا سانس اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا۔

"دیکھو تم بھی جانتی ہو میرا سسرال ہے۔ یہ بات نکلنی نہیں چاہیے، ورنہ میرے ساتھ اچھا نہیں ہوگا۔" فرحین نے التجائیہ انداز میں کہا۔

"مجھے آپ یہ سب کیوں بتا رہی ہیں؟" وہ نروٹھے

ماں

یہ کامیابیاں' عزت یہ نام تم سے ہے
خدا نے جو بھی دیا ہے مقام تم سے ہے
تمہارے دم سے ہیں میرے لہو میں کھلتے گلاب
میرے وجود کا سارا نظام تم سے ہے
کہاں بساط جہاں اور میں کم سن و ناداں
یہ میری جیت کا سب اہتمام تم سے ہے
جہاں جہاں میری دشمنی سب میں ہوں
جہاں جہاں ہے میرا احترام تم سے ہے

شزا بلوچ...... جھنگ صدر

پن سے بولی۔
''تمہیں صرف اس لیے بتایا ہے کہ سپنا اور شہریار کی زندگی خراب ہونے سے بچ جائے۔'' فرحین نے کیک کا پیس منہ میں رکھا۔
''اپنے دیور کو کہیں' میں اس سلسلے میں کیا کرسکتی ہوں؟'' رمان کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس سچویشن کو کیسے ہینڈل کرے۔
''وہ بے چارہ ممی کی وجہ سے مجبور ہے' خیر وعدہ کرو تم کسی سے یہ بات نہیں کہو گی۔'' فرحین نے ٹھنڈی آہ بھر کر اس کا ہاتھ لجاحت سے تھاما۔
وہ کوئی جواب بھی نہ دے سکی ٹکر ٹکر ہونے والی جٹھانی کا چہرہ دیکھتی رہی۔ پورے جسم میں آگ سی پھیل گئی، اگر شہریار سامنے ہوتا تو، شاید اپنی شخصیت کے رکھ رکھاؤ کو پرے رکھ کر غصے میں اس کا سر پھاڑنے سے بھی اجتناب نہ برتی۔
''محبت فرحین بھابی کی چچا کی لڑکی سے اور شادی مجھ سے۔'' رمان کا غم و غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔ فرحین کب ناپ کے کپڑے سینڈل اٹھا کر چلی گئی اسے خبر بھی نہ ہوئی' بس اپنی جگہ بیٹھی دانت کچکچاتی رہی۔

......☆☆☆......

وہ شروع سے ماں کے مقابلے میں اپنے پاپا سے اٹیچڈ تھی۔ بھائی بہن کوئی تھا نہیں۔ بس اپنے پاپا کی لاڈلی بنی رہتی۔ اسکول کے قصے، دوستوں کی باتیں، پڑھائی کی الجھنیں۔ اس کی دنیا اپنے پاپا سے شروع ہو کر ان پر ہی ختم ہوتیں۔
رمان نے باپ کے جانے کا بہت زیادہ اثر لیا تھا، ان کے بعد خود پر سنجیدگی کا ایک آہنی خول چڑھا لیا تھا۔ حلقہ احباب محدود کرتی چلی گئی، کچھ لڑکوں نے دوران تعلیم اس کی خوب صورتی، سادگی اور ذہانت سے متاثر ہو کر پرپوز بھی کیا مگر وہ ٹال گئی۔ کسی سے فالتو بات نہ بلاوجہ کا ہنسی مذاق۔ اپنے گرد ایک ایسا دائرہ کھینچ لیا تھا جس میں کسی کا داخل ہونا آسان نہ تھا۔
وہ باپ کے بعد اپنی ماں کے سہارے ارمان پورے کرنے کی خواہاں تھی، خود کو مشین سمجھ لیا اور باپ سے کیا ہوا عہد نبھانے میں وہ اپنے آپ کو بے رنگ کرتی چلی گئی۔
''مجھے کیا' کرتا رہے کسی سپنا سے پیار۔'' اس نے کاندھے اچکا کر بات کو ایزی لینا چاہا، مگر سب کچھ اتنا آسان نہیں رہا۔
منگنی کے بعد اسے شہریار کے نام کے ساتھ اپنا نام سننے کی عادت سی ہوگئی تھی، اب جو دل پر چوٹ لگی تو وہ بکھر بکھر گئی۔
''جس طرح کی بیوی شہریار کو چاہیے' تم اس سے مختلف ہو۔'' اس دن کی باتیں دل کو کچوکے لگا رہی تھیں۔ فرحین کے منہ سے سپنا کا نام سنتے ہی اس کے پورے وجود میں جیسے شرارے سے دوڑنے لگے تھے۔
''یہ احساس کتنا اذیت ناک ہے۔ آپ جس کے سب کچھ بننے والے ہوں۔ وہ آپ کو کچھ نہیں سمجھتا ہو۔'' رمان نے منگنی کے بعد پہلی بار شہریار کے لیے اس انداز سے سوچا۔ جذبات میں آکر انگلی سے رنگ اتار دی تو ایک کمی کا احساس من میں جاگا۔
''مسٹر شہریار! الگ ہونے سے قبل خود کو آپ کی نظروں میں منوانا پڑے گا۔'' اس نے خالی انگلی کو دیکھتے ہوئے سوچا، پتھر میں جونک لگ ہی گئی۔ وہ بہت بے چین تھی، جب بھی آنکھیں بند کرتی، شہریار کا ہنستا مسکراتا چہرہ سامنے آجاتا۔ اس نے گھڑی پر نگاہ دوڑائی۔ آج اسے فیس ٹریٹمنٹ کے لیے جانا تھا، اپائنمنٹ کا ٹائم ہوچکا تھا۔ وہ تیزی سے گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گئی۔

......☆☆☆......

آسمان پر چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے روشن تھا، دودھیا ماحول چاندنی کو اپنے اندر سموئے نمایاں ہونے لگا۔ کیاری میں لگی رات کی رانی کی خوش بو نے دماغ کو معطر کیا۔ رمان شب خوابی کے سفید لباس میں ماحول کا حصہ بنی بیٹھی، پڑوسیوں کے گھر سے چھن چھن کر

آتی روشنی کی گڈمڈ لکیروں کو تک رہی تھی۔ ایسے پرسکون ماحول میں اسے ایک پل کو قرار نہیں تھا' دماغ ایک ہی رٹ لگائے ہوئے تھا۔
''آخر میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں جس سے پیار کروں وہ ہی مجھ سے دور چلا جاتا ہے پہلے پاپا اور اب شہریار۔'' فرحین کی باتوں نے اس کے اندر کی برسوں سے سوئی ہوئی حساس اور جذباتی لڑکی کو جگا دیا۔ شہریار سے الگ ہونا سوہان روح لگ رہا تھا، چہرے پر نمی کا احساس ہوا، اس نے اپنی انگلیاں گالوں پر پھیریں تو آنکھوں سے موتی ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ ضبط و برداشت کا یارا نہ رہا تو وہ ہچکیوں سے رونے لگی، آج کتنے سالوں بعد ان آنکھوں میں برسات کی جھڑی لگی تھی۔
آخری بار وہ باپ کے سامنے روئی تھی، اس کا دل کتنے سالوں بعد گداز ہوا تھا، جس میں سے شہریار کی محبت کے سوتے پھوٹ رہے تھے، رمان نے نم پلکیں اٹھا کر اوپر دیکھا، آسمان پر چمکتے تنہا چاند کو دیکھ کر دل کو کچھ ہوا۔ چاند کی نورانی لہریں اس کے ساتھ بہتی ہوئی ماضی کے سفر پر روانہ ہوگئیں۔

......☆☆☆......

انیق بیگ جنہیں اپنی بیٹی کو ترقی کرتا دیکھنے کی بڑی آرزو تھی بہت جلدی دنیا سے منہ موڑ گئے تھے۔ رمان جب او لیول میں آئی تو سگریٹ نوشی کی بری لت نے ان کے پھیپھڑوں کو ناکارہ کر دیا اور وہ کینسر جیسے جان لیوا مرض میں مبتلا ہوگئے۔ جب انہیں اپنی بیماری کی سنگینی کا احساس ہوا، اس وقت تک بہت دیر ہوچکی تھی۔ ڈاکٹروں کے مطابق انیق بیگ کے پاس وقت تھوڑا رہ گیا تھا۔ وہ یہ سن کر پہلے تو گھبرا اٹھے پھر بیوی اور معصوم بیٹی پر نگاہ پڑی تو برداشت سے کام لیا، سب سے پہلے ان دونوں کے مستقبل کو محفوظ کرنے کا سوچا۔ کاروبار سے سارا پیسہ نکلوایا' بڑا سا مکان خریدا، ایک خطیر رقم بینک میں بیٹی کی تعلیم اور بیوی کے خرچے کے لیے ڈپازٹ کروائی۔ گھر میں بگڑی کھانسی کا بتا کر اپنا علاج شروع کروایا مگر کچھ خاص بہتری ہوتی دکھائی نہیں دی۔
انیق بیگ نے بیوی سے تو موذی مرض کی بات چھپالی، جانتے تھے کہ عطیہ کتنے چھوٹے دل کی عورت ہے۔ یہ خبر سنتے ہی خود صاحب فراش ہوجائے گی، مگر بیٹی کو اشاروں کنایوں میں آنے والے برے وقت کے لیے تیار کرنا ضروری تھا۔

شگفتہ برکت علی

السلام علیکم! آل ریڈرز اینڈ رائٹرز' آنچل اسٹاف کو خلوص دل سے سلام' آپ سب ہمیشہ خوش رہو' ماہ بدولت کا نام شگفتہ ہے۔ 13 مارچ 1996ء کو اپنے گھر کو رونق بخشی' اپنے ابو کی اور ایک بھائی کی بہت لاڈلی ہوں۔ آنچل 2005ء میں میرے ہاتھ میں آیا اور ابھی تک اس کا اور میرا ساتھ نہیں چھوٹا اور ان شاء اللہ نہ کبھی چھوٹے گا۔ رائٹرز میں راحت وفا اور سمیرا شریف طور حد سے زیادہ پسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہر خوشی نصیب فرمائے اور انہیں اسی طرح آنچل کی رونق بنائے رکھے' آمین۔ میرا فیورٹ ہیرو کریکٹر احمد شہزاد ہے جو مجھے بہت زیادہ پسند ہے' کلر میں مجھے جنیفر لوپس اور ارمیندر گل بہت پسند ہیں۔ پسندیدہ کلر بلیک ہے کھانے میں الحمد للہ تمام چیزیں ہی شوق سے کھاتی ہوں لیکن سب سے زیادہ انڈے پسند ہیں۔ دوست میرا صرف آنچل ہی ہے جو میرے ہنسنے کی بھی وجہ ہے اور رونے کی بھی۔ اور بھی دوستیں ہیں لیکن آنچل سے زیادہ قریب کوئی نہیں' فائزہ حلیم خان' عائشہ رفیق' فاطمہ (مرحوم)' نصرت فاطمہ میری بہت ہی اچھی مجھ سے محبت کرنے والی دوست ہیں۔ زوہا' افن (ارفع)' پری (شہوار) میری کیوٹ کیوٹ سی بھتیجیاں ہیں اور زانو (زین) کوکو (توصیف) میرے بہت ہی گھلو گھلو سے بھتیجے ہیں' کسی بھی ڈائجسٹ میں میری پہلی انٹری ہے' آخر میں دعا گو ہوں آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

"میرے بچے! آپ کو اپنے پاپا کے بغیر رہنا پڑ جائے تو حالات کا مقابلہ کرنا۔ اپنی ماں کو سنبھالنا اس گھر کا مرد بننا۔" وہ انتقال سے چند روز قبل بیٹی کے روم میں چلے آئے اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

"کھو...... کھو......" ایک دم زور کی کھانسی اٹھی۔ رمان اٹھ کر بیٹھ گئی، باپ کی پیٹھ سہلائی۔ تھوڑی دیر بعد آرام آیا۔

"پاپا! کیا آپ کہیں جارہے ہیں؟" رمان نے ان کا زرد چہرہ بغور تکتے ہوئے پوچھا۔

"بیٹے! زندگی کا کچھ بھروسا نہیں۔ انسان کو ہر اچھے برے وقت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔" انیق بیگ نے منہ پھیرا۔ درد کی ایک لہر سی اٹھی، آنکھ میں بہت سارا پانی بھر آیا۔

"پاپا! سچ بتائیں میرا دل گھبرا رہا ہے' آپ ڈاکٹر کے پاس گئے تھے۔ رپورٹ خراب آئی ہے نا؟" اس نے باپ کا منہ اپنی جانب موڑا۔ ان کی آنکھوں میں ابھرنے والے موتیوں کو اپنی پوروں میں سمولیا۔

"ہاں بیٹا' رپورٹ کافی خراب آئی ہے۔" انیق بیگ نے نگاہ چرائی۔

"پاپا......!" رمان نے بمشکل اپنی چیخ کو روکا۔

"اپنی ماں کو کچھ نہ بتانا، ورنہ وہ پریشان ہوجائیں گی۔" انیق بیگ نے مزید سمجھایا۔ رمان متوحش نگاہوں سے باپ کو تکنے لگی۔

"ایک وعدہ کرو میرے بعد دنیا والوں کو یہ کہنے کا موقع نہیں دینا کہ انیق بیگ نے اپنی بیٹی کی تربیت اچھی نہیں کی۔ تم میرا مان ہو' عزت ہو۔" انیق بیگ نے بیٹی کا ماتھا چوم کر اپنا چوڑا مردانہ ہاتھ پھیلایا تو رمان نے باپ کا ہاتھ تھام کر عہد دھرایا۔

رمان باپ سے آنکھیں نہیں ملارہی تھی، مگر ان سے بیٹی کے آنسو چھپے نہ رہ سکے۔ آنکھوں میں موجود آنسوؤں کی زبانی سب معاہدے طے ہوگئے تھے بولنے کے لیے کچھ بچا ہی نہیں تھا۔ برداشت ختم ہونے لگی تو وہ اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھ کر تیزی سے کمرے سے چلے گئے۔ باپ کے کمرے سے جانے تک رمان نے ضبط کیا، اس کے بعد تکیہ میں منہ دے کر اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ کمرے کی ایک ایک شے اس کے ساتھ رو دی' وہ آخری بار روئی۔ اس کے بعد باپ کی میت دیکھ کر بھی صبر نہیں توڑا۔ ماں کو سنبھالنے میں لگی رہی جو بار بار غش کھا کر گر رہی تھیں۔

"پاپا! آپ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جایا کریں۔ آپ کے بغیر ٹائم پاس نہیں ہوتا۔" انیق بیگ دو دن کے لیے شہر سے باہر گئے تو ان کی واپسی پر رمان نے گلے لگ کر لاڈ سے کہا تھا۔ وہ باپ کے بغیر ایک دن بھی نہیں گزارتی تھی۔

ایک دن وہ اسے چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلے گئے۔ ایسے ہی جیسے ہاتھ سے ریت پھسلتی چلی جاتی ہے۔ وقت سب سے بڑا مرہم ہوتا ہے۔ مرنے والے کے ساتھ مرا نہیں جاتا۔ زندگی آگے کی جانب رواں دواں ہی رہتی ہے۔ بس تمام عمر کے لیے دل میں خلش چھوڑ جاتی ہے۔ اسے بھی محسوس ہوتا کہ ایسی بہت ساری باتیں دل میں گھٹن پیدا کررہی ہیں جو صرف پاپا سے شیئر کرنی تھیں۔

اپنی ماں کے لیے اس نے خود کو پتھر کا بنالیا کام اور صرف کام۔ باپ کے بعد وہ دن بہ دن تنہائی پسند ہوتی چلی گئی۔

☆☆☆

رمان دوپہر کو ہی دفتر سے اٹھ کر ساحل سمندر پر آگئی تھی۔ اب بے چینی کے عالم میں گیلی ریت پر ٹہل رہی تھی۔ کبھی مڑ کر دیکھتی، کبھی سیل فون سے کھیلتی اور کبھی اسکرین چیک کرتی، کہیں شہریار نے کوئی ٹیکسٹ نہ کیا ہو۔

قدرت نے رمان کو حسن کے ساتھ جو ذہانت عطا کی تھی اسی کو استعمال کرتے ہوئے وہ شہریار سے مل کر

"سپنا" والا معاملہ صاف کرنے کی خواہاں تھی تاکہ بڑھتی ہوئی الجھنوں کے جال سے نکلا جاسکے۔ وہ سوچوں میں مگن ساحل پر چہل قدمی کرنے لگی۔ گیلی ریت سے تلووں میں گدگدی سی ہوئی۔ وہ بچوں کی طرح کھلکھلا کر ہنسی۔ اسے شیری کی مسکراہٹ، شرارت، آنکھوں میں بسے جذبے، سب کچھ یاد آنے لگے۔

"شیری کے بغیر رہنا مشکل ہوگا۔" رمان نے اپنی ہار کا اعتراف کرلیا۔ ایک چمکیلی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیلتی چلی گئی۔ اپنے بالکل پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو خوف سے پلٹ کر دیکھا۔

"السلام علیکم!" شہریار اس کے نقش پا پر اپنے قدم جمائے کھڑا نہایت ترو تازہ نظر آرہا تھا۔

"وعلیکم سلام! شکر ہے محترم آپ آگئے۔ پورے پندرہ منٹ لیٹ ہیں۔" اس کے لبوں سے شکوہ نکلا مگر شہریار کی نگاہیں تو اس کے سراپا میں الجھی ہوئی تھیں۔ وہ تو بس حیرت زدہ سا ہی دیکھتا رہا۔

"ہیلو...... کیا ہوا؟" رمان نے خود پر شہریار کی جمی نگاہوں سے محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا۔ وہ بلیک جینز پر ایپل گرین اسکوپ نیک کی فلیئرڈ شرٹ پہنے، ہلکے پھلکے میک اپ میں، کانوں میں اسٹائلش ٹاپس، ہاتھوں میں کنگن اور کھلے بالوں پر براؤن سن گلاسز لگائے اس کے ہوش اڑائے دے رہی تھی۔

"کچھ نہیں' بس ہارٹ اٹیک کی کمی رہ گئی ہے۔" وہ شوخی سے سینے پر ہاتھ باندھ کر اس کی جانب جھکا تو رمان کے چہرے پر شرم وحیا کی قوس وقزح پھوٹ پڑی۔

"محترمہ! کیا یہاں بلانے کا مقصد جان سکتا ہوں؟" شہریار نے کمر پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سرشاری سے پوچھا۔

"دراصل شیری! مجھے آپ کو کچھ واپس کرنا تھا۔" رمان نے اسے پہلی بار بے تکلفی سے پکارا۔ وہ تو شاک پر شاک دیے جارہی تھی۔

"شروعات کے ساتھ ہی اختتام زندگی کا یہ کیسا تضاد ہے۔ کاش ایسا نہ ہوتا۔" خود پر اس کی پرشوق نگاہوں کی گرفت محسوس کرکے وہ اذیت کا شکار ہونے لگی، دل بے ایمانی پر آمادہ ہوا مگر دماغ دوبارہ "سپنا" پر جا اٹکا۔

تمہیں قیامت کی کیا خبر

تمہیں قیامت کی کیا خبر
ہم پر ٹوٹی ہے یہ قیامت
ہم پر گزری ہے یہ قیامت
ہم نے دیکھی ہے یہ قیامت
لمحوں کی یہ قیامت......
صدیوں پر محیط
تم نے دیکھا ہے کبھی
تم نے سوچا ہے کبھی
دھماکے سے مرتے لوگوں کو
چیختی ماؤں کو
روتی بلکتی بہنوں کو
بے شناخت لاشوں کو
فضا میں پھیلے چیتھڑوں کو
بے گناہ خون سے رنگی زمینوں کو
ہم پر ٹوٹی ہے یہ قیامت......
تم نے سوچا ہے کبھی
ننھے بچوں کا ہاتھ تھامے
نماز پڑھنے گئے تھے وہ
مگر خون میں نہا کے آئے
سفید کپڑے لہو رنگ لائے
تم پر ٹوٹی یہ قیامت......؟
تم پر گزری یہ قیامت......؟
تم نے دیکھی یہ قیامت......؟
نہ جانتے ہو تم ابھی
نہ جانو گے تم کبھی
یہاں تو ہے بس بے بسی
یہاں تو ہے بس بے حسی

ثوبیہ بلال شیخ...... ظاہر پیر

''واہ...... ہمارے ایسے نصیب کہاں؟ کون سا خزانہ واپس کرنا ہے۔'' وہ اب تک نہیں سمجھا تھا شوخی سے بولا۔ ہاف سلیوز ٹی شرٹ پر بلیو ڈینم پہنے آنکھوں پر سن گلاسز چڑھائے، بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔

''آریا پار۔'' رمان کے ذہن میں بس یہی تکرار تھی۔ شیری ہمہ تن گوش ہوا۔ اس نے اپنے لیدر کے قیمتی براؤن بیگ سے نازک سی ڈائمنڈ رنگ نکالی اور اس کی طرف بڑھائی۔

''یہ کون سا مذاق ہے۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' وہ غصے سے گیلی ریت پر پاؤں مار کر نشان بنا رہا تھا، جسے پانی کی تیز لہریں مٹاتی جارہی تھیں۔

''یہ مذاق نہیں' حقیقت ہے۔'' رمان نے سنجیدگی اختیار کی جبکہ اس کا دل پتے کی طرح لرز رہا تھا۔

''کیا میں اس انکار کی وجہ جان سکتا ہوں؟'' وہ رمان کی واپس کی گئی رنگ کو کس کر تھامے خود بھی سنجیدہ ہوگیا تھا۔

''ایک ہو تو بتاؤں۔'' رمان طنزیہ انداز میں گویا ہوئی۔

''اوہو...... چلو جتنی بھی ہیں سب بتادو۔'' شہریار نے اس کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی مگر رمان نے پیچھے کھینچ لیا۔

''میں اس شخص کی بیوی نہیں بن سکتی' جس کی میں آئیڈیل نہیں ہوں۔ ہم دونوں کے مزاجوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔'' رمان نے انگلیوں پر گنوانا شروع کیا اور لحظہ بھر رک کر اسے دیکھا۔

''ویسے ان دونوں باتوں کا ازالہ تو آج آپ کی تیاری نے کردیا۔ چلو بات ختم ہوگئی۔ اب انگلی میں انگوٹھی پہن لو۔ سمندر کے کنارے منگنی...... ہاؤ رومینٹک۔'' شہریار نے دلکشی سے دیکھا اور ہاتھ بڑھایا، مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

''اونہہ......'' رمان نے نفی میں سر ہلا کر اس کی محبت کو نظر انداز کیا۔ وہ پھیکا پڑ گیا۔

''چاہتی کیا ہو؟'' شہریار برابر میں کھڑی دشمن جاں کا ذہن پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

''ایک منٹ ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی۔'' رمان نے سرخ ہونٹوں کو کاٹتے ہوئے خلاؤں میں گھورا۔

''اب کیا رہ گیا ہے جان؟'' شہریار نے محبت سے کہا۔ وہ من پسند رنگوں سے مزین ہوکر کچھ زیادہ ہی دلربا ہوگئی تھی۔

''سب سے بڑی بات تو رہ گئی ہے جو میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔'' رمان اب اس کے چہرے کے تاثرات جانچ رہی تھی۔

''کیا قسطوں میں جان نکال رہی ہو ایک بار ہی بتادو اور مسکرادو' ایک بار مسکرادو۔'' وہ دوبارہ شوخ ہوا اور زور زور سے گانے لگا۔

''چپ ہوکر میری بات سنیں یہ بات بہت غلط ہوگی کہ آپ کی زندگی میں تو میں ہوں اور دل میں کوئی اور۔'' رمان نے سنجیدگی سے اسے خاموش کرایا۔ اس کے لبوں سے نکلنے والے الفاظ نے شہریار کے ارد گرد کئی دھماکے کر ڈالے۔ رمان کی بات سے وہ کچھ دیر کے لیے شاک میں چلا گیا۔

''اتنا بڑا الزام تم مجھے کیا منافق سمجھتی ہو۔ جس کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ اور ہو۔'' وہ پہلی بار شدید غصے میں دکھائی دیا۔

رمان کے تو حواس ساتھ چھوڑنے لگے وہ تو سوچ رہی تھی کہ شیری شرمندہ ہوکر صفائی دے گا۔

''نہیں میرا مطلب یہ تھا کہ......'' رمان اس کے بھڑنے پر ذرا گڑبڑا کر بولی، سب کچھ الٹا ہوگیا۔

''نہیں میڈم میں کوئی موم کا گڈا نہیں جو لوگوں کے کہنے پر مڑتا چلا جاؤں۔ میں اپنے ذہن سے کام کرتا ہوں اور میری اپنی بھی مرضی ہے۔'' شہریار بھنا کر بولا۔ اس پر غم و غصے کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔

''میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگا رہی...... بس جو حقیقت ہے وہ ہی بیان کررہی ہوں۔'' رمان نے ڈھیٹ بننے میں عافیت جانی۔

''محترمہ! میرے اندر اتنی غیرت اور اخلاقی جرأت باقی ہے کہ اگر کسی دوسری لڑکی سے پیار کرتا تو اسے ڈنکے کی چوٹ پر اپناتا۔ یوں چھپ چھپاتے آپ سے منگنی نہ کرلیتا۔'' وہ ایک دم چیخا پھر رمان کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں دکھائی دیں تو نرمی سے گویا ہوا۔

''کہیں مجھے کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی؟'' پل بھر کو تو رمان کو خود پر بھی شبہ ہوا، مگر فرحین نے اسے جس سچائی سے آگاہ کیا تھا، اس کو جھٹلانا مشکل تھا۔

''ہاں تم سی ایک بات ضرور کہوں' میری محبت کا مرکز بس ایک ہی لڑکی ہے، وہ ہی میرا سب کچھ ہے' سمجھیں۔'' شہریار نے اسے ہراساں دیکھا تو مسکرا کر یقین دلایا۔ وہ جینک کے معاملات چاہے کتنی بھی مہارت سے سنبھالتی تھی مگر زندگی کو برتنے میں ابھی کوری تھی۔

''اچھا تو پھر یہ سپنا کون ہے؟'' رمان کے منہ سے بے ساختہ نکلا تو اس نے اپنے بال نوچ ڈالے۔

''نہیں جان' میری زندگی میں کوئی اچھا یا برا سپنا نہیں۔ میری محبت صرف میری رمان ہے۔'' شہریار نے اس کی جانب جھنجھلا کر انگلی سے اشارا کیا۔ رمان کو شیری کی آنکھیں شفاف اور لہجہ سچائی کا غمازی لگا۔

''ویسے بائی دا وے تمہارے دماغ میں یہ 'سپنا' کا فتور کہاں سے آیا؟'' شہریار نے سمندر لہروں کو اٹھکیلاں کرتے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ رمان نے اس کی محبت دل سے محسوس کی۔

''کہیں ایسا تو نہیں کہ تم مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے جھوٹے الزامات کا سہارا لے رہی ہو؟'' شہریار بھی ایک مرد تھا فوراً ذہن میں شک سمایا۔

''کیا......! آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے؟ وہ تو فرحین بھابی نے بتایا کہ......'' شیری اس کی بات پر اچھل پڑا اور کھا جانے والی نگاہوں سے گھورتے ہوئے، فرحین کی ساری باتیں اس سے اگلوائیں اور جب رمان کو احساس ہوا کہ تو وہ ہک دک سی رہ گئی۔

''ہا...... ہا...... ہا...... آئی لو یو بھابی۔'' شہریار نے پہلے تو سنجیدگی سے ساری باتیں سنی پھر ایک دم ہنستا ہوا پیٹ کے بل جھک گیا۔

''کیا ہوا؟ میں نے ایسا کون سا لطیفہ سنایا ہے جو ہنسی پر قابو ہی نہیں ہو پارہا۔'' رمان نے پہلے حیران ہوکر اسے گھورا پھر ناراضگی دکھائی۔

''اچھا تو میں بھابی کی کزن سپنا کو چاہتا ہوں کیوں کہ وہ میری آئیڈیل ہے اور اسے شوخ رنگ میک اپ' چوڑی بالی اور شوخی و شرارت پسند ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم بورنگ ہو، میرے ٹکر کی نہیں ہو۔ یہ سب باتیں تم سے فرحین بھابی نے کی تھیں؟'' شہریار نے مسکراتے ہوئے اس کی باتیں دہرا کر سوال کیا تو رمان نے معصومیت سے سر ہلایا۔

''تمہیں پتا ہے فرحین' بھابی نے تمہاری شاپنگ میں مما کی سب سے زیادہ ہیلپ کی کہ رمان پر یہ اچھا لگے گا' یہ رنگ اٹھے گا، یہ چپل سوٹ کرے گی، یہ جیولری ٹھیک رہے گی۔'' شہریار نے دلکشی سے فرحین کی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کی۔ دل سے ایک بڑا بوجھ اتر گیا تھا، سمجھ گیا کہ بھابی نے رمان کا دماغ ٹھیک کرنے کے لیے یہ جھوٹا کھیل رچایا تھا۔

''اچھا مگر اس دن تو فرحین بھابی ایسا ظاہر کررہی تھی جیسے وہ سپنا کا مقدمہ لڑنے آئی ہوں۔ میں کسی بھی طرح یہ منگنی توڑ دوں۔'' رمان نے نہ سمجھ میں آنے والے انداز میں کہا۔

''چلو اگر ایسا ہے بھی تو کیا تمہاری نگاہ میں میری کوئی وقعت نہیں۔ ہمارے اس پیارے سے بندھن نے تمہارے اندر کوئی انوکھا جذبہ نہیں جگایا، جو تم قربانی کی دیوی بنی مجھے بڑے آرام سے کسی اور کے حوالے کرنے پر تل گئی؟'' شہریار کا گمبھیر شکایتی لہجہ، اس کے ہوش اڑانے لگا۔ ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا، ہونٹ کپکپائے، آنسو چھلکنے کو بے تاب ہوئے۔

''پلیز جان' اب رونا نہیں۔'' شہریار نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے، وہ آنکھوں کی نمی چھپانے کے

لیے ساحل کی طرف دیکھنے لگی۔

''کیا میں نے جو خود میں تبدیلیاں پیدا کی ہیں اس بات کا ثبوت نہیں کہ میں آپ کے رنگ میں رنگنا چاہتی ہوں۔ پتا ہے منگنی کے بعد پہلی بار ایک بیوٹی ایکسپرٹ سے اپائنٹمنٹ لیا، اپنا مکمل میک اوور کرایا صرف آپ کے لیے پر جب پتا چلا کہ آپ تو کسی اور کے ساتھ انوالو ہیں تو سب کچھ بیکار لگا۔'' رمان جوش میں سب کہہ گئی۔

''وہی ناز نخرہ، سرخ چہرہ، سجا سنورا روپ۔ اب تصویر مکمل ہوگئی۔'' ویسے آپ کی خود پر کی گئی محنت قابل تعریف ہے۔'' شہریار نے اسے سراہتی نگاہوں سے دیکھا۔

''میری ایک بات پر یقین رکھنا کہ میری پہلی اور آخری محبت صرف تم ہو۔ فرحین بھابی نے ہمیں اپنے نئے رشتے کو مضبوط بنانے کے لیے ایک اچھا موقع دیا ہے۔'' شہریار کی نگاہوں سے سچے جذبے چھلک اٹھے تو رمان کے سرخ لبوں پر نقرئی مسکراہٹ در آئی اور معدوم ہوگئی۔

''اوہ مگر وہ بھابی کی چچازاد بہن۔ سپنا کا کیا ہوگا؟'' رمان نے افسردگی سے سر جھکا کر کہا۔ فرحین کا نام سنتے ہی اسے سب یاد آگیا، جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا۔

''اف پھر سپنا چلو اسے صرف ایک برا سپنا سمجھ کر بھول جانا۔ اصل میں بھابی جانتی تھیں کہ تم کیسی ٹیڑھی لڑکی ہو اگر وہ سیدھے سادے انداز میں آ کر سمجھاتیں' تمہیں ان چیزوں کی جانب راغب کرتی جو مجھے پسند ہیں تو تم انا کا مسئلہ بنا لیتی۔ انہوں نے تمہارے دل میں میری محبت جگانے کے لیے ''جیلسی'' کا آزمودہ نسخہ آزمایا جو تیر بہدف ثابت ہوا۔'' شہریار نے اس کے سامنے تمام سچائی بیان کی۔

''اور وہ جو میری جان نکال کر رکھ دی اس کا ازالہ کون کرے گا؟'' رمان نے ریلکس ہوتے ہوئے پوچھا۔

''جان! میں ہوں نہ۔'' شہریار نے اتنے پیارے انداز میں کہا کہ وہ شرم سے سرخیا قوت بن گئی۔

''یعنی اس ڈرامے میں آپ بھی شامل تھے؟'' وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی۔

''قسم سے بھائی کی پلاننگ میں بالکل شامل نہیں تھا، ہاں انہیں اس بات کی خبر ضرور تھی کہ میں تمہیں کس روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔'' وہ ایک دم سر پر ہاتھ رکھ کر بولا تو رمان نے طمانیت سے سر ہلا دیا۔

''اب گھر کی طرف بھاگو۔ عطیہ آنٹی اکیلے لگی ہوں گی۔ افطار کے بعد گاڑی بھر کر مما اور ساری بھابیاں بڑی زور و شور سے تمہاری عیدی پہنچانے آ رہی ہیں۔'' شہریار کو کچھ یاد آیا تو ایک دم کھڑا ہوا اور گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے چہک کر ایک نئی اطلاع دی۔

''اچھا جب ہی ممی مسلسل فون کرکے جلدی آنے پر اصرار کر رہی ہیں۔'' رمان کی آنکھوں میں خوشیوں کے سارے رنگ ابھر آئے شہریار دلچسپی سے دیکھتا رہ گیا۔

''جان! ایک مزے کی بات بتاؤں؟'' شہریار نے بھورے بالوں پر سے سن گلاسز اتار کر اس کی آنکھوں پر لگاتے ہوئے سرگوشی کی۔

''جی......'' رمان نے اس کے استحقاق بھرے انداز کو انجوائے کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ دونوں نم ریت پر چلتے ہوئے ساحل عبور کرکے اپنی اپنی گاڑیوں کی جانب بڑھ رہے تھے۔

''فرحین بھابی کے کوئی سگے چچا ہیں ہی نہیں۔ ان کے ابو یعنی انکل طاہر اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے ہیں۔'' وہ چہکا تو رمان کو اپنی بے خبری پر ہنسی آگئی۔

مہربان من

نیلم شہزادی

میرے چہرے پر ستارے وہ چنا کرتا تھا
میری آنکھوں کو کنول پھول کہا کرتا تھا
مجھ کو شدت سے تیری یاد ستا جاتی تھی
چاند جب کاسنی بادل سے ملا کرتا تھا

''فار گاڈ سیک ممی......اب غصہ تھوک دیں۔ اگر میں نے بابا کی بات مانی ہے تو آپ خفا ہیں' آپ کی مانوں گی تو بابا کا دل دکھے گا۔ آپ ہی بتائیں آخر میں کروں تو کیا کروں؟'' ماہ نور نے بے بس و مجبور لہجے میں کہتے ناراض ماں کو منانے کی ناکام سعی کی۔

''ہاں' میں تو تمہاری کچھ لگتی ہی نہیں۔ تمہارا باپ ہی تمہارا سگا ہے اور اب وہ تمہاری پھپو......'' ماہ نور کی طرح دار ممی نے خفگی سے کہا۔

''تم وہاں نہیں رہ پاؤ گی میری جان! میں نے تمہیں پھولوں کی طرح رکھا ہے۔'' مسز زبیر صدیقی نے اپنی حساس طبیعت بیٹی کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے کہا۔ ''تم ایسی زندگی کی عادی نہیں ہو' تم اپنے ساتھ اچھا نہیں کر رہی ہو۔ وہ تمہاری پھپو اور ان کی فیملی اور اس چھوٹے سے گھر میں تمہیں کیا خوشی ملے گی؟ کہاں تم تعلیم یافتہ ماحول کی اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی اور کہاں آپا کا جاہل گنوار بیٹا......اونہہ!'' انہوں نے ایک بار پھر حقارت بھرا ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔ ماہ نور کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں مگر وہ کچھ بول نہ پائی۔

مسز زبیر نے اسے ہنوز خاموش بیٹھا دیکھ کر اپنے گھٹنوں پر دھرے بیٹی کے ہاتھ ہٹائے اور اپنی سلکی ساڑھی کا پلو نفاست سے سنبھالتی اٹھ کر چلی گئیں تو ماہ نور بھی تھکے تھکے قدموں سے چلتی اپنے کمرے میں آ کر بستر پر ڈھے گئی۔ سوچوں کی یلغار نے آج پھر اس کی نیند چرا لی تھی۔

❀......❀......❀

ماہ نور اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی......زبیر صدیقی مایہ ناز بزنس مین اور مسز زبیر براڈ مائنڈڈ سوشل ورک خاتون تھیں۔ سب اپنے اپنے کاموں میں مست تھے' گھر کا ماحول سبک خرام ندی کی طرح وقت کے بہاؤ میں بہتا کافی پرسکون تھا۔

طوفان بدتمیزی کا آغاز تو اس دن ہوا جب ایک دن بیٹھے بٹھائے زبیر صاحب کو دل کا دورہ پڑا تو انہوں نے اپنی بیوہ بہن کو بلا کر خود سے اپنی بیٹی کا رشتہ پیش کر دیا۔ ماہ نور کی پھپو نے بیوگی کے بعد بہت ہمت سے کام لیا

تھا' اپنے بچوں کو پالا' پڑھایا مگران کی خودداری نے کبھی بھائی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانے دیئے' ماہ نور نے اکثر اپنی ممی کو کہتے سنا تھا کہ زبیر صدیقی صاحب کو اپنی آپا کی مدد کرنی چاہیے لیکن یہ سب کہتے ہوئے ان کے لہجے میں وہ تاثر ہوتا تھا جو کسی بھکاری کو بھیک دیتے وقت ہوتا ہے۔

کافی سالوں سے دونوں گھرانوں کے مابین تعلقات واجبی سے تھے لیکن زبیر صاحب کی طبیعت کا اچانک خراب ہونا بہن سے برسوں کی سوئی محبت کا جاگنا اور پھر آپا کو بلا کر خود ہی اپنی بیٹی کا رشتہ طے کرنا یہ سب مسز زبیر کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ ان کی انا پر کاری ضرب پڑی تھی' انہوں نے گھر میں طوفان برپا کر دیا کہ کہاں ہم اور کہاں وہ چھوٹی سوچ والے چھوٹے لوگ اور بس اسی دن سے گھر کی فضا مکدر ہوگئی تھی۔ اس ساری صورت حال سے ماہ نور بُری طرح پریشان ہو رہی تھی' لیکن جب زبیر صاحب نے ماہ نور کو اپنے پاس بٹھا کر اس کی رائے مانگی تو ماہ نور اپنے باپ کی آنکھوں میں خوشی اور مان کے دیے جلتے دیکھ کر انکار نہ کر سکی۔ بیٹی کی رضامندی سے مسز زبیر اپنے شوہر کے ساتھ ساتھ بیٹی سے بھی سخت ناراض تھیں۔

جاتی سردیوں کی سرمئی غازہ اوڑھے ایک سہانی سی شام میں ماہ نور ماں کی خفگی کا بوجھ لیے بابل کا آنگن سونا کر کے پیا دیس گھر سدھار گئی۔

ماہ نور اپنے چھوٹے سے کمرے کی کھڑکی سے ٹیک لگائے باہر دیکھ رہی تھی جہاں فاطمہ (ماہ نور کی نند) بائیں دیوار کے ساتھ بنی کیاری میں پانی ڈال رہی تھی۔ کیاری میں ڈھیروں پھول کھلے ہوئے تھے جن میں بیشتر تعداد موتیے کی تھی' فاطمہ جب سرِ شام ان کیاریوں میں پانی ڈالتی تو گیلی مٹی کی سوندھی سوندھی مہک' موتیے کی خوش بو میں رچ بس جاتی جب یہ مہک ہوا کے دوش پر لہراتی تو جاں کو معطر کر دیتی۔ اب بھی ماہ نور نے اس روح پرور خوش بو سے بے خود ہوتے لمبے لمبے سانس کھینچ کر دل فریب مہک کو اپنے اندر اتارا لیکن اس کی ممی کی باتیں اس کے وجود میں بے چینی انڈیلنے لگیں۔ وہ ابھی تک خود کو اس ماحول کا حصہ نہیں بنا پائی تھی کیونکہ انسان جب تک زندگی کے حالات و واقعات کو دوسروں کی لگائی گئی عینک سے دیکھتا رہتا ہے۔ اس وقت تک ہر منظر دھندلا ہی نظر آتا ہے۔

❀......❀......❀
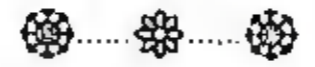
''یہ لیں امی جان! میں سارا سامان لے آیا ہوں۔'' احمد نے ڈھیروں شاپرز تخت پر رکھتے ہوئے کہا۔ برآمدے کے دائیں حصے میں کرسیاں رکھی گئی تھیں جن میں سے ایک کرسی پر ماہ نور براجمان تھی۔ احمد بھی ماہ نور کے عین سامنے رکھی گئی نشست پر بیٹھ گیا۔

عصر کا وقت تھا لیکن ہوا میں دھوپ کی تمازت ابھی بھی باقی تھی' پھوپو حسب معمول برآمدے کے دوسرے کونے میں جائے نماز بچھائے وظائف پڑھنے میں مشغول تھیں۔ خاموش بیٹھی ماہ نور نے سامنے بیٹھے احمد کو دیکھا جو آنکھیں موندے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے ڈھیلے ڈھالے انداز میں بیٹھا تھا اس کی گندمی رنگت تھکن کے باعث سانولی ہو رہی تھی۔ سرمئی رنگ کے کلف دار کپڑے پہنے' کف کہنیوں تک موڑے ہوئے تھے۔ جھلسا دینے والی گرمی کے ایک طویل دن کی مسافت کے بعد لباس قدرے میلا اور شکن آلود ہو رہا تھا۔ اس کے صبیح چہرے پر پسینے کے قطرے شبنم کی طرح اٹکے ہوئے تھے' کچھ بال کشادہ پیشانی سے چپکے ہوئے تھے جو اب پنکھے کی ہوا سے قدرے خشک ہو کر اٹھکیلیاں کرنے لگے تھے۔ محویت سے تکتی ماہ نور کو اس وقت وہ زندگی کی مکمل اور حسین تصویر لگا' اس لمحے ماہ نور کا دل ڈوب کے ابھرا۔

اپنے جاذب نظر ہم سفر کو تکتے سوچنے لگی کہ آخر اس کی ممی اتنے مہذب لوگوں کو اجڈ' گنوار کیوں کہتی ہیں؟ کیا سادہ طرزِ زندگی اپنانے سے انسان بدتہذیب ہو جاتا ہے؟ تبھی آنکھیں موندے بیٹھے احمد نے ماہ نور کی نگاہ کے ارتکاز کو شدت سے محسوس کیا اور اس کی بے ترتیب سوچوں کو مزید اڑان بھرنے سے روکتے ہوئے بند آنکھوں سے ہی شعر پڑھا۔

''نہیں بے حجاب وہ چاند سا کہ نظر کا کوئی اثر نہ ہو
اسے اتنی گرمی شوق سے بڑی دیر تک نہ تکا کرو''

شرارت اس کی بند آنکھوں سے پھوٹی پڑ رہی تھی' اس سے پہلے کہ ماہ نور اپنی نظروں کا زاویہ بدلتی' احمد نے یکلخت آنکھیں کھولیں اور سیدھے ہوتے ہوئے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کرتے لطیف سی شرارت کی۔

''یار! کچھ رحم کرو اس غریب پر' میری تو ابھی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ کیوں اپنی نگاہوں سے جلا کر بھسم کرنے کے درپے ہوگئی ہو۔'' وہ لہجے میں شرارت سموئے اس کی گھبراہٹ کا سبب بنا۔ ماہ نور نے گھبرا کر اس کے چہرے سے نظریں چرائیں' اپنی چوری پکڑے جانے کی خجالت سے اس کی پلکیں بار حیا سے جھک گئیں اور وہ اپنی گود میں دھرے اپنے نرم و نازک ہاتھوں کی انگلیاں مروڑنے لگی۔ اس سے پہلے کہ احمد اسے مزید چھیڑتا' فاطمہ شربت کا جگ لیے چلی آئی۔

''بھیا آپ سارا سامان لے آئے ہیں نا؟ پھر رمضان میں کچھ منگایا تو آپ کہیں گے کہ روزے کی حالت میں اتنی سخت گرمی میں بازار کے چکر نہیں کاٹ سکتا۔'' فاطمہ نے سوال کرنے کے ساتھ ساتھ بھائی کو تنبیہہ کرتے ہوئے پوچھا۔

یہ سامان رمضان المبارک کی آمد کی خوشی میں منگوایا گیا تھا۔ کچھ دنوں بعد رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ اپنی تمام رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ شروع ہونے والا تھا۔ ماہ نور کی نظریں فاطمہ سے ہوتی ہوئی ایک بار پھر لاشعوری طور پر احمد پر جم گئی تھیں' وہ احمد کے ہاتھوں کو گھورتی پراگندہ سوچوں کے بھنور میں پھر سے پھنسنے لگی۔

''میری پڑھی لکھی بیٹی وہاں کے ان پڑھ ماحول میں کیسے رہے گی؟ تم اس کی اعلیٰ تعلیم کو آگ کو میں جھونک رہے ہو مسٹر زبیر صاحب!'' اسے اپنی مما کی جھنجلائی ہوئی کیفیت یاد آنے لگی۔ جبکہ ماہ نور کو ایک بار پھر ان سوچوں سے احمد کی آواز نے متوجہ کیا۔

''مسز اگر آپ میرا ایکسرے کر چکی ہیں تو میں جاؤں؟ مجھے ضروری کام سے باہر جانا ہے۔'' احمد نے تھوڑا سا آگے جھکتے ہوئے کچھ اس طرح کہا کہ ماہ نور بُری طرح جھینپ گئی لیکن اس دوران جو رنگ اس کے چہرے پر پھیلے انہوں نے احمد کو متحیر کر دیا۔ وہ سب کام بھلائے اس کے چہرے پر بکھری قوس و قزح کو بڑے شوق سے تکنے گیا۔

ماہ نور کا دل اُتھل پُتھل ہونے لگا' وہ دل کے عیاں ہوتے بھیدوں سے گھبرا کر لمحے کی تاخیر کیے بنا اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔ اس کی بوکھلاہٹ سے محظوظ ہوتے ہوئے احمد نے جانے کب سے روکے ہوئے قہقہے کو آزاد کیا اور کمرے میں جاتی ماہ نور نے اس کی آنکھوں کی تپش کو بڑی شدت سے محسوس کیا۔

❀......❀......❀

ماہِ رمضان شروع ہو چکا تھا' جون کی جھلسا دینے والی گرمی اور تھکی ماندی' مضمحل دوپہروں میں نور سا بھر گیا تھا۔ گرمی کی شدت و سختی اپنی جگہ لیکن اس گھر کے مکین جس ذوق و شوق سے روزے کا اہتمام کرتے تھے جس خشوع و خضوع سے عبادتیں کی جا رہی تھیں یہ سب ماہ نور کے لیے بہت انوکھا اور حیران کن تھا۔ یہ سب دیکھتے ہوئے اسے اپنا گھر یاد آتا کہ کیسے وہاں افطار پارٹیاں ہوتی تھیں' سحر و افطار کا خوب انتظام ہوتا تھا مگر ان کے گھر میں روزے شاذ و نادر ہی رکھے جاتے تھے۔ کبھی ستائیسویں کا تو کبھی تیسواں روزہ رکھا جاتا تھا...... لیکن یہاں کے لوگوں کو دیکھ کر وہ انگشت بدنداں رہ جاتی کہ کیسے سخت ترین گرمی میں روزے رکھے جا رہے ہیں۔ اس پر کسی نے روزہ رکھنے کی سختی نہیں کی مگر وہ جب بھی روزہ قضا کرتی خود ہی گلٹی فیل کرتی۔ پھر سارا دن بھوکی

پیاسی بولائی بولائی رہتی۔ وہ دیکھتی کہ فاطمہ جو اس کی ہم عمر تھی روزہ رکھتی' رات کو قیام کرتی اور پھر جب ذوق و شوق سے سحر و افطار کا اہتمام کرتی تو ماہ نور کو اس کی پھرتیاں دیکھ کر ہی غش آنے لگتے۔

اسے یاد آتا کہ وہ جب ممی ڈیڈی کے گھر میں روزہ رکھتی تھی تو سارا سارا دن اے سی چلائے کمرے میں پڑی رہتی۔ نماز بھی ایک آدھ ادا کر پاتی پھر بھی شام تک نڈھال ہو جاتی تھی۔ ماہ نور نے محسوس کیا کہ یہاں رمضان کی آمد پر سب کے جسموں میں جیسے نئی توانائیاں بھر گئی ہوں' یہاں کسی کو اپنی صحت گرنے کا غم نہیں تھا بلکہ سب کے چہروں پر سکون تھا اور جب اس نے اپنی اس حیرانی کا اظہار فاطمہ سے کیا تو اس ہنس مکھ لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

''میری پیاری بھابی مجھے روزہ رکھنے سے بہت لذت ملتی ہے کیونکہ یہ اختیاری عبادت تھوڑی ہے یہ تو فرض عبادت ہے اور فرض عبادت میں تھوڑی سی بھی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔'' فاطمہ نے ماہ نور کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے مزید کہا۔

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ خالص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا اور اجر کیا ہوگا یہ پوشیدہ ہے باقی اعمال کرے اجر کے بارے میں بتا دیا گیا ہے سوائے روزہ کے۔'' فاطمہ نے پرسوچ نگاہ ماہ نور کے چہرے پر ڈالی اور اپنی بات کو آگے بڑھایا۔ ''روزے کا بدلہ حوریں نہیں ہے' جنت کے قصر و محل نہیں ہیں' کوئی ایسی نعمت نہیں ہے جسے ہماری ناقص عقل سمجھ سکے بلکہ اس کا اجر اس عظیم ہستی نے خود سے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ کون کس سے کہہ رہا ہے؟ یہ معبود عبد سے کہہ رہا ہے ہمیں ہر عمل کا اجر بتا دیا ہے مگر روزے کا اجر مخفی رکھا گیا ہے مطلب کوئی بہت عظیم اجر ہمارے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے۔'' ماہ نور اسے حیرانگی سے دیکھنے لگی کہ ایف اے پاس ایک محدود زندگی گزارنے والی لڑکی کی دینی سمجھ بوجھ' بہترین اداروں کی سند یافتہ ماہ نور سے کئی گناہ بڑھ کر تھی۔ فاطمہ اس کے ہاتھ سہلاتے ہوئے مزید کہہ رہی تھی۔

''یوں بھی میں اپنے جسم کی مضبوطی کے لیے گیارہ ماہ کھاتی ہوں تو کیا ایک ماہ روح کی مضبوطی کے لیے روزے کی حالت اختیار نہیں کر سکتی؟'' فاطمہ نے مسکرا کر ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ ''سائنس کے مطابق یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ روزہ نڈھال نہیں کرتا' روزہ طاقت دیتا ہے' روزہ بہترین ورزش ہے۔ یہ گیارہ ماہ کی غذائی کمی و بیشی کو متوازن کرنے کا دینی نظام ہے۔ سائنس حیران ہے کہ یہ مبارک مہینہ جسمانی و ذہنی بد نظمی کو صرف ایک ماہ کی قلیل مدت میں معمول پر لے آتا ہے۔'' فاطمہ نے اپنی بات ختم کی اور ماہ نور کے چہرے پر مثبت سوچ کی پرچھائیاں دیکھ کر غیر محسوس انداز میں اٹھ کر چلی گئی۔ ماہ نور کو اپنی کم علمی اور کم عقلی پر افسوس ہونے لگا کہ ہم زندگی کو کن پُر خار راستوں میں الجھا چکے ہیں کہ ہمیں اپنا مقصد زندگی بھی یاد نہیں۔ اس پر افکار کے نئے در وا ہونے لگے' دل پر چھائے اندھیروں کا پردہ چاک ہونے لگا لیکن ابھی اسے مزید رہنمائی کی ضرورت تھی۔

ماہ نور ناشتے کی غرض سے کچن میں چلی آئی' آج بھی وہ روزہ نہیں رکھ سکی تھی۔ کل کے روزے سے وہ بُری طرح نڈھال ہو گئی تھی اور رہی سہی کسر رات کو ممی کی آنے والی کال نے پوری کر دی۔

''ماہ نور بیٹا! بیمار پڑ جاؤ گی' دیکھو تمہاری آواز بھی کتنی مرجھائی ہوئی ہے۔ اتنے روزے مت رکھو اپنی جان تو دیکھو۔'' ماہ نور نے اپنے اچھے بھلے وجود پر ایک حیران سی نگاہ ڈالی۔ ''اس تنگ گھر میں گرمی بھی بلا کی ہوتی ہے' مجھے پتا ہے وہ لوگ تمہیں روزے کے لیے فورس کرتے ہوں گے۔'' اس نے اس بات کی نفی کرنا چاہی مگر ممی بلا توقف بولے جا رہی تھیں۔ ''لیکن میری جان یہ کم تعلیم یافتہ لوگ یہ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ضرورت سے زیادہ اپنی جان پر بوجھ نہ ڈالو۔'' اپنی مرضی و ضرورت کے مطابق اسلام کے مفہوم کو ممی نے بیان کیا تھا۔ ''اپنی صحت کا خیال رکھو۔ اچھا بیٹا! میں فون رکھتی ہوں' دراصل میں ایک افطار پارٹی میں مدعو ہوں تو اس لیے پارلر بھی جانا ہے' ٹیک کیئر!'' ممی نے ہمیشہ کی طرح اپنی سنا کر فون رکھ دیا اور ماہ نور چپ چاپ کتنی ہی دیر خلا میں نظریں جمائے گھورتی رہی۔ کچھ طبیعت ناساز تھی تو کچھ ممی کی باتوں کا اثر تھا کہ وہ آج پھر روزہ نہ رکھ پائی اور اب اکیلے بیٹھ کر ناشتا کرتے وہ کافی سوگواریت کا شکار ہونے لگی۔ دوسرے ہی لمحے اسے پھپو کا محبتیں لٹاتا وجود' فاطمہ کی حوصلہ افزا نرم مسکراہٹیں یاد آنے لگیں تو اس کی ساری بے زاریت دھوپ میں رکھی برف کی طرح پگھلنے لگی اور...... اور احمد کی دو سیاہ شرارت بھری مسکراتی' آنچل مچاتی ساحر آنکھیں چلمن سے دھیان کے پردے پر لہرائیں تو اس کی خوب صورت آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر اس کے دامن میں جذب ہونے لگے۔ اس کی ساری بے زاری ان آنسوؤں کے ساتھ ہی بہہ نکلی۔ آج پھر وہ ناشتا نہ کر سکی اسے یہ ماحول' یہ لوگ' یہ چھوٹا سا گھر چند مہینوں میں ہی بہت عزیز ہو چلا تھا۔

❁......❁......❁

پہلا عشرہ مکمل ہونے کو تھا ماہ نور آج سحری کر کے سوئی تو دن چڑھے ہی اٹھ سکی جب کمرے سے نکلی تو دیکھا کہ فاطمہ سیاہ عبایا پہنے اور پھپو بڑی سی سفید چادر اوڑھے کہیں جانے کو تیار تھیں۔

''وہاں مت جانا! یہ لوگ تمہیں بھی بیک ورڈ بنا دیں گے۔'' ممی کی آواز ذہن میں گونجی' ''وہاں بھیج رہے ہو میری بیٹی کو وہ دقیانوس لوگ جو شخصی آزادی کے بھی دشمن ہیں' جہاں عورتیں خود کو بڑے بڑے ٹینٹوں میں لپیٹے پھرتی ہیں' جاہل لوگ!'' ماہ نور نے جھرجھری لے کر خود کو سوچوں سے آزاد کیا جبھی فاطمہ نے اس کے پاس آ کر کہا۔

''ماہ نور بھابی! آپ بھی چلیں ہمارے ساتھ' پچھلی گلی میں باجی زینب رہتی ہیں' وہ بہت اچھی باتیں بتاتی ہیں۔ آپ کو بھی وہاں جا کر اچھا محسوس ہوگا۔'' ماہ نور نے فاطمہ کے متبسم چہرے کو دیکھا تو انکار نہ کر سکی اور بڑی سی چادر میں خود کو لپیٹے ان دونوں کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئی۔

ماہ نور کو پہلی بار اپنی چال میں تمکنت' وقار اور نسوانیت کا غرور محسوس ہوا اگر اس کی ماڈرن ممی اسے اتنی بڑی چادر میں دیکھتیں تو سخت کہتیں مگر وہ فی الحال یہ سب سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

❁......❁......❁

ہال میں چٹائیاں بچھائی ہوئی تھیں' پنکھے چل رہے تھے' روم کولر کا بھی انتظام تھا اس لیے ہال کے اندر گرمی کی شدت کافی کم تھی۔ ماہ نور فاطمہ کے ساتھ ایک طرف جا کر بیٹھ گئی جہاں اور بھی نوجوان لڑکیاں اکٹھی تھیں تب ہی باجی زینب کمرے میں داخل ہوئیں ان کے چہرے پر نرم سی مسکراہٹ تھی حاضرین کے ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو کے بعد سب کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہوئی میٹھے لہجے میں بولیں۔

''جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ رحمت والا عشرہ اپنی رحمتیں چہار سو بکھیرتا ہوا آج اپنے اختتام کو ہے اور مغفرت کا عشرت طلوع ہونے کو بے تاب ہے۔ اللہ عزوجل کی مغفرت ہمیں پکار رہی ہے' آؤ...... ایمان والو! مغفرت کے طلب گار و میری مغفرت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ لو۔'' ماہ نور کا ایسی کسی بھی محفل میں شامل ہونے کا پہلا تجربہ تھا اس لیے وہ بہت توجہ سے سن رہی تھی۔ باجی زینب نے رمضان شریف کی فضیلت و اہمیت بیان کرتے ہوئے اپنی گفتگو کا سلسلہ آگے بڑھایا۔

''مسلمان بہنو! روزہ صرف مسلمانوں پر نہیں بلکہ اسلام سے پہلے جتنے بھی مذاہب گزرے ان سب کے ماننے والوں پر روزہ فرض رہا ہے۔ حقیقی ربّ کے ساتھ ہماری بندگی کا تقاضا ہے کہ ہمیں اپنا مال' اپنی جان' اپنی اولاد' نیند و راحت' اور عیش و عشرت کو راہ خدا میں قربان کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ یہ جو ہم

کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں یہ کلمہ عشق کا کلمہ ہے۔ اس کا پڑھنے والا اقرار کرتا ہے کہ معبود ہے تو اللہ مسجود ہے تو اللہ تو جب اللہ کے محبوب و مطلوب ہونے کا اقرار کرلیا تو اس کی محبت میں ذرا سی بھوک و پیاس برداشت کرنا تو بہت سہل ہے۔'' ماہ نور بہت عقیدت سے باجی زینب کے ناصحانہ شہد آگیں انداز گفتگو کو سن رہی تھی۔ باجی زینب کی آواز نے اس کی توجہ کو پھر اپنی جانب مبذول کیا۔

''یہ مشقت کا مہینہ نہیں' یہ تو ایک مہربان مہمان ہے' رحمت و مغفرت کا وسیلہ ہے۔ روزے فرض کرنے کا مقصد' ہماری جان ہلکان کرنا نہیں ہے بلکہ روزے فرض کرنے کا اصل مقصد ہماری بہتری ہے۔ اللہ رب العزت چاہتا ہے کہ ہمارے اندر تقویٰ پیدا ہو اور جب ہمارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے گا۔ ہم اپنی خواہشات پر غلبہ حاصل کرلیں گے۔ یہ ایک مہینے کے روزے نفس کو مغلوب کرنے کی مشق ہے۔'' باجی زینب اپنے رب کی بات اس کے بندوں تک بہت مہارت سے پہنچا رہی تھی۔ ''جب یہ مہینہ اللہ کی یاد میں گزرے گا' یہ مبارک دن کسی کی محبت کے اشتیاق میں بھوکے پیاسے رہ کر بسر ہوں گے جب یہ برکت والی راتیں رحمت کے انتظار میں کٹیں گی جب اللہ کے ڈر سے آنکھیں' کان اور زبان گناہ سے باز رہیں گے تو یقیناً ہم حلال و حرام میں فرق ضرور جان جائیں گے۔'' ماہ نور کو اپنا جسم کپکپاتا محسوس ہوا۔

آج کا دن احتساب کا دن تھا' آج ماہ نور کو علم اور جہل کے معنی سمجھ میں آنے لگے تھے۔ باجی زینب نے ٹوٹا ہوا سلسلہ کلام جوڑا اور کہا۔

''ہم جسمانی بیماریوں سے شفا کی خاطر ڈاکٹرز کے کہنے پر چٹ پٹی' حلال چیزیں تک چھوڑ دیتے ہیں تو کیا روحانی بیماریوں سے شفا حاصل کرنے کی خاطر کائنات کے مالک کے حکم کو مان کر ایک ماہ کی بھوک و پیاس برداشت نہیں کرسکتے؟'' باجی زینب نے سوالیہ نگاہوں سے حاضرین کی طرف دیکھا تو بہت سی عورتوں کی نظریں زمین کی طرف جھک گئیں' ان خواتین میں ماہ نور سرفہرست تھی۔

آج کے اس لیکچر نے ماہ نور کے اندر اجالے بکھیر دیئے' ممی کی لگائی گئی دھندلی عینک کھینچ گئی تھی اور اسے دقیانوس اور اعلیٰ تعلیم کا مفہوم بخوبی سمجھ میں آنے لگا۔

''ہمارا خالق و مالک ہمیں بڑی محبت سے بتا رہا ہے کہ میری مانو گے تو فائدہ سراسر تمہارا ہی ہے۔ اے انسان! جب تم میرے حکم کے مطابق روزے رکھو گے' قیام اللیل اختیار کرو گے تو میں جہنم کی آگ تم پر حرام کردوں گا۔ روزے کے تمام ارکان پورے کرو گے تو اتنا پیار کروں گا کہ روزے دار بندے کی منہ کی بو کو مشک سے زیادہ پسند رکھوں گا۔'' محفل میں سبحان اللہ کا شور تھا' باجی زینب کی بات پر بہت سی آنکھوں سے آنسو ٹپکے تھے۔

''تو کیا ہم اتنی رحمتیں اور عنایتیں لٹانے والے حقیقی معبود کا کہا ماننا صرف اس لیے چھوڑ دیں گے کہ گرمی کے روزے مشقت طلب ہوتے ہیں۔'' آخر میں ان کا لہجہ سوگوار ہوگیا۔ اب ایک اور لڑکی بہت خوب صورت الفاظ میں رب جلیل سے دعا مانگ رہی تھی' عورتوں کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ ماہ نور کا ہچکولے کھاتا وجود بارگاہ الٰہی میں مغفرت کا طالب تھا۔ وہ زار و قطار روتی ایک عجیب سی محرومی کا شکار ہوئی لیکن ساتھ ہی جذبہ تشکر بھی تھا کیونکہ ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا تھا۔

وہ بیک وقت توبہ و تشکر میں گھری اپنی آئندہ کی زندگی میں رمضان کے روزوں کی پابندی کا عہد کررہی تھی اور رحمت کا عشرہ اپنی الوداعی ساعتوں میں رحمتیں بکھیرتا مسکرا رہا تھا۔

❁

مدت سے میرا دل ہے کہ آباد نہیں ہے
ہونٹوں پہ مگر آج بھی فریاد نہیں ہے
آتا ہے خیالوں میں مرے ایک ہی چہرہ
بس اس کے سوا کچھ بھی مجھے یاد نہیں ہے

صحن میں لگے کچنار اور چنار کے درختوں کے پتے گنتے گنتے تو میرا میٹر گھومنے لگتا ہے سمجھ نہیں آتی آسمان پہ تارے زیادہ ہیں یا درختوں پہ پتے۔ درختوں کی لمبائی چوڑائی ناپنا نسبتاً آسان کام ہے مگر میری سمجھ سے پھر بھی بالاتر ہے ہاں کبھی کبھی دل میں شدید ترین خواہش انگڑائی لیتی ہے کہ ان کے پتوں پر لکھائی کروں اور کسی کتاب میں رکھ لوں مگر یہ سوچ کر اس خواہش کو دبا لیتی ہوں کہ کہیں پاگل ہونے کا خطاب نہ مل جائے۔ شادی سے پہلے ایسے کئی فضول قسم کے شوق تھے جو میرا محبوب مشغلہ بھی تھے مگر شادی کے بعد سب کچھ پس پشت ڈالنا پڑا۔

کچھ ہی عرصہ ہوا ہے مجھے اس گھر میں آئے مگر آرام جیسی نعمت مجھے چھو کر نہیں گزری شوہر کی عادات تو اتنی اچھی ہیں کہ زمین و آسمان کے قلابے ملانے کو جی چاہتا ہے۔ ان کی ایک ایک خوبی بیان کروں تو دنیا والے کانوں کو لٹے ہاتھ لگائیں۔

کچھ لوگ دنیا والوں کے لیے اچھے، باکردار، سلجھے ہوئے، خوش خلق اور فیاض ہوتے ہیں اور کچھ گھر والوں کے لیے میرے شوہر کس کے لیے خوش خلق اور فیاض ہیں؟ اس بات کی کھوج میں شاید میری تمام عمر بیت جائے مگر کھوج نہ لگے۔

انہیں ہمیشہ مجھ سے یہی گلہ رہا ہے کہ میں نے کبھی ان کی تعریف نہیں کی کبھی محبت کے دو لفظ نہیں بولے۔ لو بھلا اب میری ان سے کوئی دشمنی تھوڑی ہی ہے جو تعریف کے دو بول بھی نہ بول سکوں۔ اب ان کی تعریف کہاں سے شروع کروں اور کہاں پر ختم کروں فیاض ایسے ہیں کہ اپنی اماں کی جیب ہزاروں سے بھر دیں گے اور میں کبھی دس روپے بھی مانگ لوں گی تو پچاس بار پوچھیں گے کہ چاہیے کس لیے؟ اب انہیں کون سمجھائے کہ میری بھی ہزار ضرورتیں ہیں انہیں اپنی اماں اور گھر والوں کی ہر ضرورت نظر آئے گی مگر میرے لیے تو انہوں نے آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی ہے خیر میرا کیا ہے دو وقت کی روٹی مل جاتی ہے' اتنا ہی کافی ہے خوش اخلاق اتنے ہیں کہ میرا جینا دوبھر کردیں

گے۔ مجھ پہ وہ پابندیاں لگائیں گے کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی انہیں بیوی نہیں اپنی ماں کے لیے نوکرانی چاہیے تھی مجھے تو کبھی کبھی یہ گمان بھی ہوتا ہے کہ کہیں میں پچھلے جنم میں جمعدارنی تو نہیں تھی انہیں پورا گھر شیشے کی طرح چمکتا ہوا چاہیے میں سارا سارا دن گھر کی صفائی میں ہلکان ہوجاتی ہوں اور جب کمر سیدھی کرنے کو کھڑی ہوتی ہوں تو سارا جوش ہوا ہوجاتا ہے کیونکہ میرے سسرال میں موجود پچاس، ساٹھ سال کے اور 23'24 سال کے بچے ایک بار پھر گند پھیلانے کا فریضہ سرانجام دے چکے ہوتے ہیں۔ شوہر صاحب تو اتنے سادہ لوح ہیں کہ جو ملے کھا لیتے ہیں بس نہیں کھاتے تو پکوڑوں میں ٹماٹر، پالک، بینگن اور پودینہ' انڈا انہیں فل فرائی چاہیے بلکہ پتھر بنا ہوا ہو کھانا پسند کرتے ہیں چاول ضرور کھاتے ہیں مگر ان میں مصالحہ انہیں ہرگز پسند نہیں سالن پکاؤں تو بھجیا ورنہ پانی والی ترکاری تو وہ دیکھتے بھی نہیں۔ چائے میں میٹھا اس قدر ڈلوائیں گے کہ اگر کوئی مہمان آجائے تو وہ چائے کو ٹھنڈا کرکے بطور مشروب پیئے۔

اب ان سب باتوں کے بعد میں ان کی تعریف نہ کروں تو کس قدر زیادتی ہوگی میرے شوہر تو اخبار کی طرح سادہ کریلے کی طرح میٹھے اور جلیبی کی طرح سیدھے سادے ہیں خیر ان کا تو گویا نیم کے پتے کوٹ کوٹ کر بنایا گیا ہو۔

بس بھولے سے کبھی بازار سے کچھ خرید لاؤں تو ہزار جھڑپیں ہوں گی اونچی دکان پر مت جایا کرو وہاں دام زیادہ بتاتے ہیں ایک روپے کی چیز کے دس روپے لے لیتے ہیں کس قدر مہنگی چیز خرید لائیں! ہے بھی کس قدر ناقص۔

خود جب کچھ لائیں گے بھلے خود سستی چیز لائیں' مجھے قیمت بڑھا چڑھا کر بتائیں گے۔ ایک ماہ پہلے کی بات ہے مجھے شدید علالت کا سامنا کرنا پڑا اسپتال میں ایڈمٹ رہی جب گھر پہنچی تو خبر ملی کہ سولہ سترہ ہزار خرچ ہوگئے ہیں جب میں کھاتہ کھول کر بیٹھی تو معلوم ہوا کہ چار پانچ ہزار سے اوپر خرچ کیا ہی نہیں۔ اب یہ جھوٹ انہوں نے کیوں بولا خدا ہی بہتر جانتا ہے یا پھر وہ جنہوں نے اسے گھڑا۔

روک ٹوک تو چوبیس گھنٹے ہوتی رہتی ہے یہ نہ کھاؤ، ایسے نہ چلو، یوں نہ بیٹھو، ایسے نہ سویا کرو، کیا مصیبت ہے اب بندہ اپنی مرضی سے سوئے بھی نہ، مجھے جھنجلاہٹ ہونے لگتی ہیں' گھر کے کسی کام میں دیر ہوجائے تو دس بار جتلایا جاتا ہے کہ ہمارے گھر میں ایسے کام نہیں ہوتا ہر کام وقت پر اور نفاست سے کیا جاتا ہے۔ ''ہمارا گھر'' پہ اس قدر زور دیا جاتا ہے کہ میں سوچنے پر مجبور ہوجاتی ہوں کہ میرا گھر کون سا ہے؟

ماں باپ نے تو چند کپڑے فرنیچر اور برتن دے کر گھر سے ایسے نکال دیا جیسے کوڑا دان میں پڑے کوڑے کو گندگی کے ڈھیر پہ ڈال دیا جاتا ہے اور گندگی کا ڈھیر بھی بے حس ہوکر کبھی آندھی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے اور کبھی میونسپل کمیٹی کے' بھلے آندھی لے کر جائے یا میونسپل کمیٹی والے حال پھر بھی ایک ہی ہونا ہے' اب میرا حال بھی کچھ زیادہ مختلف تو نہیں مگر کیا کروں جینا تو تھا۔

میکے جانے کا کہوں تو سسرالیوں کے تیور بلاوجہ ہی بگڑنا شروع ہوجاتے ہیں جب تک لوٹ کے نہ آجاؤ تیوری چڑھی ہی رہتی ہے۔ شوہر سے زیادہ حیرت تو مجھے اپنی ساس پر ہوتی ہے وہ میرے منہ پر اتنی میٹھی بنی رہتی ہیں (وہ بھی اس شرط پر کہ میں پورے گھر کو اور گھر کے برتنوں کو منجن سے مانجھوں) مگر بیٹے کے کانوں میں پلک جھپکتے ہی اس قدر نفرت انڈیل دیتی ہیں کہ میرا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے اور بے اختیار شکوہ بھی در آتا ہے کہ

''کوئی طریقہ ہے یہ بھلا اس طرح سے کرتے ہیں۔''

اور میرا شوہر بھی ایسا سادہ لوح ہے کہ میرے

دل میں کھید گی بڑھا بڑھا کر مجھ سے اچھائی کی توقع رکھتے ہیں۔

میرا مالک مجھے کانٹوں میں پروتا ہے
اور یہ سمجھتا ہے کہ میں پھول اگاؤں گی

ساس کے علاوہ میری ایک چھوٹی ساس بھی ہے جسے دنیا نند کے نام سے جانتی ہے۔ اس کی منظوری کے بغیر میرا ہر کام ہی ادھورا ہے میں نے دائیں چلنا ہے یا بائیں اچھائی کرنی ہے یا برائی کیا کھانا ہے کیا پہننا ہے کہاں جانا ہے کہاں نہیں جانا۔ ان سب باتوں کا فیصلہ میری نند کے ہاتھ میں ہے۔

رہے سسر صاحب ان سے تو کوئی گلہ ہی فضول ہے۔ اگر میری ساس اور نند میرے اچھے ہونے کی منظوری دیں گی تو سسر صاحب مجھے سر پر بٹھالیں گے اگر ساس نے ذرا سا بھی منہ بنایا اور نند نے زہر اگلا تو میرے سسر مجھے ایسے زور سے زمین پر پٹخ دیں گے کہ خدا کی پناہ۔ رہے دیور صاحب تو ان کے تو کیا ہی کہنے میرے ہاتھوں کا کھانا پسند نہیں کرتے وجہ یہ بتاتے ہیں کہ جب میری اماں رشتہ مانگنے جاتی تھیں تو آپ انہیں سلام نہیں کرتی تھیں اور ایک بار آپ نے انہیں سلوائیں بھی سنائیں تو گویا اماں حضور کینہ پرور واقع ہوئی ہیں شادی سے پہلے کی باتیں دل میں رکھ کر گن گن بدلے لے رہی ہیں۔

اب اس ہنستے بستے گھر میں (جسے نہ تو کبھی میں نے ہنستے دیکھا ہے نہ ہی بستے) اگر ایک شخص کی مخالفت ہوتی تو بھی گزارا چل ہی جاتا مگر یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ کبھی کبھی میں بھی ڈھیٹ بن کر سب کچھ سنتی رہتی ہوں کیا کروں سماعتوں کو عادت جو ہوگئی ہے لیکچر سننے کی۔ گھر کے تمام افراد میرے سر پر صلیب کی طرح لٹکتے رہتے ہیں کبھی بھولے سے بھی یہ صلیب میرے سر سے نہیں ہٹی کوئی نہ کوئی گھر میں ضرور موجود رہتا ہے۔ بھولے سے جو کبھی اماں کے ہاں جانے کا موقع ملتا ہے تو شوہر صاحب بھی مقناطیس کی طرح

نظم

کچھ یادیں ہیں ان لمحوں کی
جن لمحوں میں ہم ساتھ رہے
خوشیوں بھرے جذبات رہے
اک عمر گزاری ہے ہم نے
جہاں روٹھے ہوئے بھی ہنستے تھے
کچھ کہتے تھے کچھ سنتے تھے
ہم روز صبح جب ملتے تھے
تو سب کے چہرے کھلتے تھے
پُرلطف وہ منظر ہوتا تھا
سب مل کر باتیں کرتے تھے
ہم سوچ کے کتنا ہنستے تھے
اب اک پرانی یاد بنی سحر
جن لمحوں میں ہم ساتھ رہے

ثوبیہ سحر......ملتان

ساتھ چپکے رہتے ہیں۔ شکر کرتی ہوں ان کی واپسی ہوتی ہے اور میں جلے دل کے پھپھولے پھوڑتی ہوں۔ ویسے بھی ساری زندگی اب انہی پھپھولوں کے ساتھ گزارنی ہے۔ انہی فیاضیوں میں خوش رہنا ہے' انہیں خوش اخلاق لوگوں سے نبھا کرنا ہے۔ کیونکہ میں عورت ہوں اور عورت کو شاید چار دیواری کے اندر دو وقت کی روٹی چاہیے تبھی تو وہ سب کچھ سہتی رہتی ہے اور ویسے میں بھی تو دو وقت کی روٹی کے لیے ہی سب کچھ کررہی ہوں۔

روٹی کی خواہش رکھنے کے علاوہ بھلا میں ناچیز اور کر بھی کیا سکتی ہوں ہاں البتہ میں اپنے شوہر سے یہ ضرور پوچھنا چاہوں گی کہ آئندہ ان کی تعریف میں کچھ بولوں کہ نا بولوں؟

انہیں تعریف بھرے دو لفظ چاہیے یا نہیں......؟

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

سبین فضل ...... مظفر گڑھ

جواب:۔(۱)بعد نماز فجر سورۃ یسین پڑھا کریں۔

(۲)بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

(۳)آیات شفا روزانہ صبح وشام 7،7 مرتبہ پانی پردم کر کے پئیں۔

شگفتہ ...... وہاڑی

جواب:۔بعد نماز فجر سورۃ شمس 21 مرتبہ (اول وآخر 7،7 مرتبہ درود شریف)

بعد نماز مغرب سورۃ العصر 21 مرتبہ پانی پر دم کر کے پلائیں پڑھتے وقت نیت ذہن میں ہو۔

عائشہ مقدس ...... شور کوٹ، کینٹ

ج:۔ جو وظیفہ بتایا تھا وہی جاری رکھیں، صدقہ بھی دیں۔

ارشد بی بی ...... سرگودھا

جواب:۔ مکمل روحانی علاج کرائیں، جادو ہے۔

جویریہ ...... لاہور

جواب:۔ وہی وظیفہ آپ بھی کریں اور آپ کی دوست بھی۔

ثنا افضل ...... بھمبر

جواب:۔"یا لطیف یا ودود" روزانہ 101 مرتبہ اول وآخر 3،3 مرتبہ دوود شریف پڑھ کر تصور میں لا کر دم کریں، ورد ہمیشہ رکھیں۔

اقرأ ایوب ......

جواب:۔سورۃ قریش امتحان میں کامیابی کے لیے ہر نماز کے بعد 7 مرتبہ۔

"یا قوی" سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھا کریں فرض نماز کے بعد 11 مرتبہ۔

منیر احمد ...... حیدر آباد

جواب:۔"یا لطیف یا ودود" ہر وقت ورد کرتے رہیں۔

آمنہ افتخار ...... پاک پتن

جواب:۔رشتہ کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔(بہن خود پڑھے یا والدہ)

یا قوی سر پر ہاتھ رکھ کر ہر نماز کے بعد پڑھیں۔

سورۃ بقرہ ایک مرتبہ پانی پر دم کریں گھر میں بھی چھڑکیں (حمام کے علاوہ) اور گھر کے تمام افراد کو بھی پلائیں۔

حرا احمد ...... پنڈی

جواب:۔بعد نماز عشا سورۃ قریش 111 مرتبہ (اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف)

اپنے لیے اور بھائی کے لیے دعا کریں۔

شمشاد بی بی ......

جواب:۔بعد نماز فجر 3 مرتبہ سورۃ یسین پڑھ کر اللہ سے اپنے حق میں بہتری کی دعا کریں۔ (وظیفہ آپ دونوں بہنیں کریں)

صدقہ بھی دیں۔

ن، ب، س ...... ٹھٹھہ

جواب:۔رشتہ کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ (درود شریف اول وآخر 11،11 مرتبہ) وظیفہ گھر کا کوئی بھی فرد پڑھ سکتا ہے۔

عائشہ رحمان ...... شیخو پورہ

جواب:۔صبح وشام سورۃ فلق، سورۃ الناس 21،21 مرتبہ اول وآخر 7،7 مرتبہ درود شریف پڑھ کر

اپنے اوپر دم کیا کریں۔

استغفار کثرت سے کریں، کم از کم 313 مرتبہ روزانہ۔

مہوش ...... گلشن اقبال، کراچی

جواب:۔ استخارہ کرلیں اگر آگے بہتری کے امکانات ہوں پھر یہ وظیفہ کریں۔

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد "سورۃ والضحیٰ" 21 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف (نیت ہو کہ خود آ کرلے جائے خیر سے)(3 ماہ)۔

اصباح زاھد

جواب:سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم کیا کریں ہر نماز کے بعد 3-3 مرتبہ وظیفہ جاری رکھیں۔

زوبیہ زہرہ

جواب:عشاء کی نماز کے بعد سورۃ القریش 111 مرتبہ اول وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف' جاب کے لیے دعا کریں۔

نازیہ نوید

جواب:عشاء کی نماز کے بعد سورۃ القریش 111 مرتبہ اول وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف آسانی اور جلد رہائی کے لیے صدقہ لازمی دیں۔

صدف زہرہ

جواب:سورۃ شمس اور سورۃ العصر 11-11 مرتبہ (اول وآخر 3-3 مرتبہ درود شریف) صبح شام پڑھ کر شوہر پر دم کیا کریں ہو سکے تو پانی پر دم کر کے بھی پلایا کریں۔ نیت ہو کہ میری طرف اور بچی کی طرف توجہ دیں۔

زین کرامت

جواب: آپ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھا کریں فجر اور عشاء کی نماز کے بعد 21-21 مرتبہ اول وآخر 3-3 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

سورۃ یٰسین 1 مرتبہ فجر کی نماز کے بعد تمام معاملات ٹھیک ہونے کے لیے دعا کیا کریں' صدقہ بھی دیں۔

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کردیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے اگست ۲۰۱۵ء

نام ...... والدہ کا نام ...... گھر کا مکمل پتا ......

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں ......

بیاض دل

میمونہ رومان

تبسم شہزادی...... نیلیانوالہ

نام محمد ﷺ سے دلوں کو سرور ملتا ہے
نگاہ فکر کو تازہ شعور ملتا ہے
نصیب کیسا بھی ہو خدا سے جو بھی
نام محمد ﷺ لے کر مانگو ضرور ملتا ہے

امبر گل...... جھڈو سندھ

راہِ دشوار کی جو بھی دھول نہیں ہوسکتے
ان کے ہاتھوں میں کبھی پھول نہیں ہوسکتے
اتنا خوں ہے میرا گلشن میں کہ اب میرے خلاف
پیڑ ہوجائیں مگر پھول نہیں ہوسکتے

ارم کمال...... فیصل آباد

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
کوئی فتنہ تاقیامت نہ پھر آشکار ہوتا
تیرے دل پر کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

کٹی پھٹی سی یہ جھولی فراخ اتنی تھی
کہ ہار مان گیا درد بانٹنے والا

ناہید بشیر رانا...... رحمان گڑھ

جو اداس ہیں تیرے ہجر میں جنہیں بوجھ لگتی ہے زندگی
سر بزم انہیں دیکھ کر تیرا منہ چھپانے کا شکریہ
جو زمانے بھر کا اصول تھا وہ اصول تم نے نبھادیا
یہ رسم ٹھہرے گی معتبر مجھے بھول جانے کا شکریہ

جازبہ عباسی...... دیول مری

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن

ایسی ہوا چلی کبھی تیرے بکھر گئے
جان سے عزیز لوگ بھی کتنے بدل گئے
تیرے بغیر جینے کا کس کو گمان تھا
ہم خود ہی سوچتے ہیں کہ کیسے سنبھل گئے

نجم انجم...... کراچی

نماز کی فرصت نہ ملی تو کیا کرو گے؟
اتنی مہلت نہ ملی تو کیا کرو گے؟
روز کہتے ہو کل پڑھوں گا نماز
کل اگر سانس نہ رہی تو کیا کروگے؟

فائزہ بھٹی...... پتوکی

کوئی آہٹ کوئی جنبش کوئی دستک نہیں ملتی
ہمارے دشتِ ویراں میں بڑی فرصت کا موسم ہے

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی

نزاکت لے کے آنکھوں میں وہ ان کا دیکھنا توبہ
الٰہی ہم انہیں دیکھیں یا ان کا دیکھنا دیکھیں

کرن شہزادی...... مانسہرہ

کوئی موسم ہو دل میں ہے تمہاری یاد کا موسم
کہ بدلا ہی نہیں جاناں تمہارے بعد کا موسم
نہ کوئی غم خزاں کا ہے نہ خواہش ہے بہاروں کی
ہمارے ساتھ ہے امجد کسی کی یاد کا موسم

دلکش مریم...... چنیوٹ

عبادتوں کی طرح میں یہ کام کرتی ہوں
میرا اصول ہے پہلے سلام کرتی ہوں
مخالفت سے میری شخصیت سنورتی ہے
میں دشمنوں کا بڑا احترام کرتی ہوں

رائے سعدیہ نواز...... کھدے

نہ جانے کہتے تھے کیوں لوگ اس کو دیوانہ
جو بات کہتا تھا وہ دل پذیر کہتا تھا
نواز آخر کو اندھیرا نگل گیا اس کو
جسے اجالا بھی اپنا سفیر کہتا تھا

شگفتہ کنول...... کلورکوٹ

محبت اب نہیں ہوگی
یہ کچھ دن بعد میں ہوگی
گزر جائیں گے جب یہ دن
یہ ان کی یاد میں ہوگی

ندا سکان جٹ...... 133

وہ روئے تو بہت پر مجھ سے منہ موڑ کے روئے
کوئی ہوگی مجبوری جو دل توڑ کے روئے
میرے سامنے کردیئے میری تصویر کے ٹکڑے

سنا ہے میرے پیچھے وہ انہیں جوڑ کر روئے

ام نصیر...... ملتان

رو رو کے سرخ ہوگئی آنکھوں کی دہلیزیں
کیا روگ میرے دل کو لگا پوچھ رہے ہیں
انداز بیگانوں سا لیے روبرو ہیں وہ
حد ہے میرے رونے کی وجہ پوچھ رہے ہیں

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

پلٹ کر دیکھنا اس کو ضروری اس لیے بھی تھا
فریضہ تھا محبت کا ادا ہونا ضروری تھا

حرا رمضان...... اختر آباد

نگاہِ عیب گیری سے جو دیکھا اہل عالم کو
کوئی کافر کوئی فاسق کوئی زندیق اکبر تھا
احتساب نفس پر جب دل ہوا مائل
ہوا ثابت کہ ہر فرزند آدم ہم سے بہتر تھا

نیلم شہزادی...... کوٹ مومن

پتوں کی طرح خود سے بکھرتے ہوئے کچھ لوگ
آپس میں بھی ملتے ہیں تو ڈرتے ہوئے کچھ لوگ
ابھرے جو کوئی چاپ تو جی اٹھتے ہیں پھر سے
ہر سانس میں دم توڑتے ہوئے مرتے ہیں کچھ لوگ

مسز نگہت غفار...... کراچی

سمندروں کے مسافر تھے دربدر رہتے
تمہاری آنکھ نہ ہوتی تو کدھر رہتے
زہے نصیب کے تم سا ملا ہے دوست ہمیں
وگرنہ درد کی لذت سے بے خبر رہتے

اقصیٰ زرگر، سنبیاں زرگر...... جوڑہ

عجیب ہے کہ یہ خود بھی بجھانا چاہتی ہے
رضا ہوا کی بھی شامل دیا جلانے میں

مشی خان...... مانسہرہ

لہو دل کا جلاؤ تم محبت سانس لیتی ہے
غزل تازہ سناؤ تم محبت سانس لیتی ہے
ابھی کچھ وقت باقی ہے ابھی امید قائم ہے
کہیں سے لوٹ آؤ تم محبت سانس لیتی ہے

نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

وہ تھا تو کہیں وقت ٹھہرتا ہی نہیں تھا
اب وقت گزرنے میں بہت وقت لگتا ہے

وثیقہ زہرہ...... سمندری

جن اپنوں کی خاطر بھلادیا زمانے کو ہم نے
وقت گزرنے پر وہی دشمن اپنے نکلے
اب شکوہ کیا کرنا گزرے وقت پر
جب قصور ہی سارے اپنے نکلے

عقیلہ رضی...... فیصل آباد

جن کو طوفانوں سے الجھنے کی ہو عادت رضی
ان کی کشتی کو سمندر بھی دعا دیتے ہیں

طاہرہ غزل...... جتوئی

اک عرصے سے تم ملے ہی نہیں
اک مدت سے لاپتا ہوں میں

سمیرا اشتاق ملک...... اسلام آباد

آنکھیں بھی دیکھ دیکھ کے خواب آگئی ہیں تنگ
دل میں بھی اب وہ شوق وہ لپکا نہیں رہا
کیسے ملائیں آنکھ کسی آئینے سے ہم
امجد ہمارے پاس تو چہرہ نہیں رہا

اقرا و وسیم اختر...... اللہ والا ٹاؤن کراچی

میں محفل میں دیر سے آتا ہوں صرف اس کی خاطر اداس
مجھے اچھا لگتا ہے اس کا نگاہوں سے شکایت کرنا

لیلیٰ رب نواز ٹی...... ڈھیولی بھکر

کشتی خدا پر چھوڑ کر رنگ اڑ گیا ہے کیوں
گویا خدا خدا نہ ہوا ناخدا ہوا

مونا شاہ قریشی...... کبیر والہ

میری تڑپ پر وہ متبسم ہیں یارو
میری آنکھوں کی لالی بھی انہیں رلا نہ سکی

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... گھٹیالہ

گونجتے رہتے ہیں الفاظ میرے کانوں میں
تم تو آرام سے کہہ دیتے ہو خدا حافظ

ارم وڑائچ...... شادیوال گجرات

سنو صاحب! میری آنکھیں خریدو گے
مجھے اک خواب کا تاوان بھرنا ہے

عروسہ شہوار رفیع...... کالا گوجراں، جہلم

اب اس نے وقت نکالا ہے حال سننے کو
بیاں کرنے کو جب کوئی داستاں بھی نہیں
سفر میں چلتے نہیں عام زندگی کے اصول

وہ ہم قدم ہے مرا جو مزاج داں بھی نہیں

نادیہ عباس دیا قریشی.....موسیٰ خیل

فکر میں بچوں کی کچھ اس طرح گھل جاتی ہے ماں
نوجواں ہوتے ہوئے بوڑھی نظر آتی ہے ماں
پیار کہتے ہیں کسے اور ماںتا کیا چیز ہے
کوئی ان بچوں سے پوچھے جن کی مرجاتی ہے ماں

عروج مغل.....اللہ تاؤن

تم نے گرتے ہوئے پتوں کو تو دیکھا ہوگا
اپنی ہر سانس وہ ٹہنی پر گنوادیتے ہیں
کتنے بے رحم شجر ہیں' نئے پتوں کی خاطر
پرانے پتوں کی وفاؤں کو بھلا دیتے ہیں

ثوبیہ.....راولپنڈی

تمہیں پڑھتے رہے کچھ اس طرح سے دل لگا کر ہم
سنو ہم بھول بیٹھے ہیں کتابوں کا سبق کب سے

عائشہ پرویز.....کراچی

خیال یار کبھی' ذکر یار کرتے رہے
اسی متاع پہ ہم روز گار کرتے رہے
نہیں شکایت ہجراں کہ اس وسیلے سے
ہم ان سے رشتہ دل استوار کرتے رہے

فرحت اشرف محسن.....سیدوالا

ان لمحوں کی یادیں سنبھال کر رکھنا
ہم یاد تو آئیں گے لیکن لوٹ کر نہیں

ندا رشید.....ستیانہ

تجھ سے ملے تو خود کو بھول گئے ہم
تجھ سے بچھڑے تو جینا بھول گئے ہم
یہ بھول بھول ہے یا یاد ہماری
کہ تُو بھول گیا یہی بھول گئے ہم

ایس چلبلی.....نور پور تھل

جفا کی آگ تھم جائے تو ٹوٹے کبھی محسن
چلے آنا میرے ہوکر میں ماضی پھر بھلادوں گی

کوثر خالد.....جڑانوالہ

چمن والو خدا حافظ قفس میں لے چلی گردش
وطن میں گر اندھیرا ہو تو گھر میرا جلادینا

حمیرا قریشی.....حیدرآباد سندھ

گر یوں ہی چھوڑ کے جانا تھا مجھ کو
پھر ٹوٹ کے چاہنے کی ضرورت کیا تھی

ثوبیہ بلال صبح.....ظاہر پیر

شاید وہ اپنا عکس مجھ میں ڈھونڈتا تھا
بدلنے والا جو کہہ رہا تھا بدل گئے ہو تم بہت

فیاض اسحاق مہیانہ.....سلانوالہ

میں پتھر ہوں مگر سچ بولتا ہوں
وہ آئینہ ہے اور سچا نہیں ہے
صراط عشق پر مڑ کر نہ دیکھو
پلٹنے کا کوئی رستہ نہیں ہے

فاطمہ ملک.....وہاڑی

دل سوچتا ہے تو پھر سوچتا ہی رہ جاتا ہے
یہ جو اپنے ہوتے ہیں اپنے کیوں نہیں ہوتے؟

زویا خان بنگش.....پنڈی

بقول ان کے وہ ہمیں بے پناہ چاہتے ہیں
مگر یہ بے رخی دیکھ کر لگتا ہے کہ صرف پناہ چاہتے ہیں

حافظہ راشدہ.....وہاڑی ماچھیوال

وہ مجھ سے جواب طلب ہے کہیں بھول تو نہیں جاؤ گے؟
میں اسے جواب کیا دوں جب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

حبہ خان.....چکوال

لاکھ کرو گزارش' لاکھوں دو حوالے
بدل ہی جاتے ہیں آخر بدل جانے والے

دعائے سحر.....فیصل آباد

تُو گناہ گار اگر ہے تو خطا مان ابھی
میں گناہ گار اگر ہوں تو سزا دے مجھ کو
دل کہ پھر تیری جفا بھولنے پر مائل ہے انا
یار محسن آج ذرا پھر سے دعا دے مجھ کو

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

چھولے چاٹ

اجزاء:

چھولے (رات کو بھگودیں)	۲۵۰ گرام
سوڈا	آدھا چائے کا چمچ
ہرا دھنیا (چوپ کرلیں)	آدھا کپ
ہری مرچیں (چوپ کرلیں)	تین عدد
پیاز (کاٹ لیں)	ایک عدد
املی	ایک کپ بھگودیں اور بیج نکال کر پیسٹ الگ کرلیں
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
زیرہ (کٹا ہوا)	ایک کھانے کا چمچ
چاٹ مصالحہ	حسب پسند
چینی	ایک چائے کا چمچہ
ٹماٹر (چوکور ٹکڑے کاٹ لیں)	ایک کپ

ترکیب:

چھولوں میں سوڈا ڈال کر رات کو بھگودیں۔ اس کے بعد چھولوں میں سے سوڈے کا پانی نکال کر دوسرا پانی اور نمک ڈال کر چھولوں کو ابال لیں۔ گل جائیں تو اس کا بچا ہوا پانی نتھار کر چھولوں میں املی کا پیسٹ، نمک، کٹی ہوئی لال مرچیں، زیرہ، چینی اچھی طرح مکس کردیں۔ ٹماٹر، پیاز، ہرا دھنیا اور ہری مرچیں ڈال کر مکس کریں۔ ڈش میں چھولے نکال کر اوپر سے چاٹ مصالحہ چھڑک کر افطاری پر پیش کریں۔

نازیہ بتول.....کراچی

فروٹ چاٹ

اجزاء:

کیلے	چھ عدد
انگور	۲۵۰ گرام
سیب	تین عدد
چیکو	تین عدد
آم	تین عدد
پپیتا	ایک عدد چھوٹا
آڑو	دو عدد
چاٹ مصالحہ	حسب پسند
چینی	چار کھانے کے چمچ
پانی	ایک چوتھائی کپ
نمک	حسب ذائقہ
کٹی سیاہ مرچیں	آدھا چائے کا چمچ
لیموں (رس نکال لیں)	دو عدد

ترکیب:

کیلے، انگور، سیب، چیکو، آم، پپیتا، آڑو کو دھو کر خشک کر کے کاٹ لیں۔ چینی اور پانی کا شیرہ بنالیں پھلوں میں چینی کا شیرہ، لیموں کا رس، نمک، کٹی سیاہ مرچیں ڈال کر مکس کریں اور ٹھنڈا کر کے سرونگ ڈش میں نکال کر چاٹ مسالا چھڑکیں۔ مزے دار فروٹ چاٹ افطاری کے لیے تیار ہے، سرو کریں۔

سیدہ اُم ہانی.....ڈنگہ، گجرات

مرچوں کے پکوڑے

اجزاء:

بھرنے کے لیے:

ہری مرچیں (بڑی والی)	۲۵۰ گرام
تیل	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ
چاٹ مصالحہ	ایک کھانے کا چمچ
کھٹائی پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
بیسن	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:

مرچوں کو دھو کر چیرا لگا کر اس میں نمک، چاٹ مصالحہ

اور کھٹائی پاؤڈر مکس کر کے بھر دیں۔ بیسن میں نمک، لال مرچ پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، میٹھا سوڈا، زیرہ پاؤڈر ملا کر پانی سے پھینٹ لیں۔ ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں مرچوں کو بیسن کے آمیزے میں ڈپ کر کے تیل میں ڈال کر درمیانی آنچ میں فرائی کریں سنہری ہونے پر نکال لیں۔ میٹھی چٹنی اور ہری چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

تہمینہ فراز......لاہور

مونگ دال کے دہی بڑے

اجزاء:۔

دہی بڑا مکس	ایک پیکٹ
نمک	حسب ذائقہ
چاٹ مصالحہ	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

چاٹ مصالحہ اور دہی بڑا مکس ایک پیالے میں ڈالیں اس میں تھوڑا پانی ملا کر پھینٹ لیں اور گرم تیل میں پکوڑے فرائی کریں پانی میں تھوڑا نمک ملا کر رکھیں۔ پکوڑے ٹھنڈے کر کے نمک کے پانی میں ڈالیں تھوڑی دیر بعد پکوڑے نکال کر ہاتھ سے دبا دبا کر پانی نکال دیں ڈش میں رکھیں۔ دہی میں چینی ملا کر پھینٹ لیں اور پکوڑوں پر ڈالیں اوپر سے دہی بڑا چاٹ مصالحہ چھڑک دیں۔ مزے دار مونگ دال کے دہی بڑے تیار ہیں افطار کے وقت سرو کریں۔

عشرت جہاں......ملتان

پوٹلی سموسہ

اجزاء:۔

قیمہ	آدھا کلو
پیاز	دو عدد
ٹماٹر	دو عدد
لہسن ادرک پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	آدھا چائے کا چمچ
سیاہ مرچ (کٹی ہوئی)	آدھا چائے کا چمچ
تیل	دو کھانے کے چمچ
زیرہ (کٹا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
پودینہ ہری مرچیں	چار کھانے کے چمچ

سموسہ:۔

میدہ	دو کپ
نمک	حسب ذائقہ
گھی	دو کھانے کے چمچ
اجوائن	آدھا چائے کا چمچ

ترکیب:۔ ساس پین میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز ڈال کر ساتے فرائی کر لیں۔ قیمہ، لہسن ادرک پیسٹ، نمک، کٹی لال مرچیں اور سیاہ مرچیں ڈال کر بھون لیں اس کے بعد ڈھکن ڈھک کر پکائیں۔ آخر میں پودینہ، ہری مرچ، زیرہ ڈال کر مکس کر کے آمیزے کو ٹھنڈا کر لیں۔ میدے میں نمک، گھی، اجوائن ڈالیں اور مکس کر کے پانی سے سخت آٹا گوندھ لیں اور ڈھک کر رکھیں گندھے ہوئے آٹے کی بڑی سی روٹی بیل لیں اور کٹر سے گول چھوٹے سائز کی پوریاں کاٹ لیں۔ اس پر قیمہ رکھیں اور پوٹلی کی شکل دے کر گرم تیل میں ڈیپ فرائی کر کے افطاری پر چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

منیرہ حسن......جھڈو (سندھ)

آلو کی چاٹ

اجزاء:۔

آلو	آدھا کلو
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
زیرہ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
چاٹ مصالحہ	آدھا چائے کا چمچ
املی کا پیسٹ	آدھا کپ
پودینہ	آدھا کپ
ہری مرچیں (چوپ کر لیں)	تین چوپ
لیموں کا رس	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب:۔

آلو کو ابال کر چوکور کاٹ لیں، اس کے بعد آلو میں نمک، لال مرچ، زیرہ پاؤڈر، چاٹ مصالحہ، املی کا پیسٹ، پودینہ، ہری مرچیں اور لیموں کا رس مکس کر دیں مزے دار آلو کی چاٹ تیار ہے سرو کریں۔ افطار کی یہ چٹ پٹی ڈش آپ کو ضرور پسند آئے گی۔

تہمینہ سید......پاکپتن

چکن سموسے

اجزاء:۔

مرغی کا قیمہ	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
سیاہ مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
چائنیز نمک	چوتھائی چائے کا چمچ
کیپرز	ایک چائے کا چمچ
ہری مرچیں (چوپ کر لیں)	دو عدد
تیل	تین کھانے کے چمچ
لہسن، ادرک پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ہری پیاز (چوپ کر لیں)	چار عدد
بند گوبھی (چوپ کی ہوئی)	آدھا کپ
سویا ساس	چار کھانے کے چمچ
چلی ساس	دو کھانے کے چمچ
ہرا دھنیا	دو سے تین کھانے کے چمچ
ہری مرچیں	باریک چوپ کی ہوئی
سموسے کی پٹیاں	حسب ضرورت
انڈے	تین عدد

ترکیب:۔ دو عدد انڈوں کو سخت ابال کر چھیل لیں اور چوپ کر لیں ساس پین میں تیل گرم کر کے اس میں لہسن، ادرک کا پیسٹ ڈال کر ساتے فرائی کریں اس کے بعد اس میں قیمہ، نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر، چائنیز نمک، کیپرز اور دو کھانے کے چمچ سویا ساس ڈال کر درمیانی آنچ پر بھونیں اس کے بعد اس میں ہری پیاز، بند گوبھی، ہرا دھنیا، ہری مرچیں ڈال کر تین سے چار منٹ تک اسٹر فرائی کریں آخر میں چوپ کیے ہوئے انڈے اور بقیہ سویا ساس، چلی ساس ڈال کر مکس کریں اور آمیزے کو پلیٹ میں نکال کر رکھیں۔ آمیزہ ٹھنڈا ہو جائے تو اسے سموسے کی پٹیوں میں بھریں انڈے کو پھینٹ کر سموسے کی پٹیوں کا منہ چپکا دیں تا کہ تلنے کے دوران آمیزہ باہر نہ نکلے کڑاہی میں تیل گرم کر کے اس میں سموسے ڈال کر سنہری ہونے تک تلیں۔ اس کے بعد نکال کر سرونگ پلیٹ میں رکھیں۔ مزے دار چکن سموسے تیار ہیں۔

سیدہ برجیس فاطمہ......کراچی

انڈوں کے پکوڑے

اجزاء:۔

انڈے	چھ عدد
سوکھا بیسن	انڈوں پر لگانے کے لیے
بیسن	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
زیرہ (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
ہلدی پاؤڈر	چوتھائی چائے کا چمچ
گرم مصالحہ پاؤڈر	چوتھائی چائے کا چمچ
میٹھا سوڈا	ایک چٹکی
تیل	تلنے کے لیے

ترکیب:۔

انڈوں کو سخت ابال کر چھیل لیں۔ بیسن میں نمک، لال مرچ پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، زیرہ، میٹھا سوڈا، گرم مصالحہ پاؤڈر ڈال کر مکس کر کے پانی سے اچھی طرح پھینٹ لیں۔ ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں انڈوں پر سوکھا بیسن لگا کر اسے بیسن کے آمیزے پر ڈپ کر کے گرم تیل میں فرائی کریں چٹنی اور کیچپ کے ساتھ افطار پر پیش کریں۔

شہناز خان......میرپور خاص (سندھ)

ویجی ٹیبل رولز

اجزاء:۔

بند گوبھی (چوپ کی ہوئی)	ایک کپ

ہری پیاز (چوپ کی ہوئی)	ایک کپ
گاجر (کش کی ہوئی)	ایک کپ
شملہ مرچ (چوپ کی ہوئی)	ایک عدد
شلجم (کش کیے ہوئے)	ایک عدد
زوکنی (نہ ملے تو توری) کش کرلیں	ایک عدد
ہرا دھنیا (چوپ کرلیں)	آدھا کپ
ہری مرچیں (چوپ کرلیں)	چار عدد
بڑی پیاز (سلائس کرلیں)	ایک عدد
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
چائنیز نمک	آدھا چائے کا چمچ
سویا سوس	ایک کھانے کا چمچ
لہسن (چوپ کرلیں)	ایک کھانے کا چمچ
تیل	تین کھانے کے چمچ
رول کی پٹیاں	حسب ضرورت
انڈا (چپکانے کے لیے)	ایک عدد

ترکیب:۔

ایک بڑے فرائی پین میں تیل گرم کرکے اس میں لہسن اور پیاز سات فرائی کریں اس کے بعد اس میں بند گوبھی، ہری پیاز، گاجر، شملہ مرچ، شلجم، زوکنی، ہرا دھنیا، ہری مرچیں، نمک، کٹی ہوئی لال مرچیں، چائنیز نمک، سویا سوس ڈال کر تیز آنچ پر پکائیں چمچ چلاتے رہیں اس کے بعد ٹھنڈا کرکے رول کی پٹیوں میں بھر کر انڈے سے چپکا دیں اور گرم تیل میں ڈیپ فرائی کریں سنہرے ہو جائیں تو نکال کر کچن پیپر پر رکھیں مزے دار ویجی ٹیبل رولز تیار ہیں۔ کیچپ یا چٹنی کے ساتھ افطار کے وقت گرم گرم پیش کریں۔

نورین جاوید.....کراچی

منی پزا

اجزاء:۔

ڈبل روٹی کے سلائس (کنارے کاٹ دیں)	چار عدد
چکن	دو سے تین بوٹیاں
ٹماٹر (سلائس کاٹ لیں)	ایک عدد
شملہ مرچ (باریک کٹی ہوئی)	ایک عدد
موزریلا چیز	چار کھانے کے چمچ
نمک	آدھا چائے کا چمچ
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ
ٹماٹو کیچپ	چار چائے کے چمچ
کوکنگ آئل	تین کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

سب سے پہلے چکن کو ابال کر بوٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلیں۔ ایک دیگچی میں کوکنگ آئل گرم کرکے اس میں چکن کو بھون کر بادامی کریں اور اب اس میں نمک اور کالی مرچ شامل کردیں۔ ڈبل روٹی کے سلائس پر پہلے کیچپ کی تہہ لگائیں پھر چکن کا آمیزہ اور اس کے اوپر موزریلا چیز کے بعد ٹماٹر اور شملہ مرچ پھیلا دیں اب یہ سلائس مائیکرو ویو میں چند منٹ کے لیے بیک کرلیں گرما گرم مزے دار منی پزا تیار ہے۔

لائبہ شیخ.....راولپنڈی

آڑو کی چاٹ

اجزاء:۔

آڑو	آدھا کلو
لیموں	دو عدد
کٹی ہوئی لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
چینی	چار چائے کے چمچ
نمک	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ
رائی	ایک چٹکی
کڑی پتا	تھوڑا سا
کینو کا فریش جوس	حسب ضرورت
کوکنگ آئل	تھوڑا سا

ترکیب:۔

آڑو کے چھلکے اتار کر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں اور اس میں لیموں کا رس ڈال کر تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیں۔ اب ایک الگ برتن میں کینو کا رس ڈال کر اس میں چینی، نمک، کالی مرچ اور کٹی ہوئی لال مرچ ڈال کر سوس بنالیں۔ اس میں کٹے ہوئے آڑو ڈال دیں اور تیل گرم کرکے اس میں رائی، کڑی پتا کڑکڑا کر چاٹ کے اوپر ڈال دیں اور چمچ سے مکس کریں مزیدار چاٹ افطار کے لیے تیار ہے۔

مسکان چوہدری.....گجرات

اسپرنگ رول

اجزاء:۔

رول کے لیے پٹیاں	۱۲ عدد
بند گوبھی (درمیانے سائز کی باریک کٹی ہوئی)	ایک عدد
گاجر (کدوکش کی ہوئی)	دو عدد
شملہ مرچ	باریک کٹی ہوئی
ہری پیاز	۴ عدد باریک کٹی ہوئی
نمک	حسب ذائقہ
کٹی ہوئی مرچ	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ پسی ہوئی	ایک چائے کا چمچ
اجینو موتو	ایک چائے کا چمچ
سویا سوس	دو چائے کے چمچ
سرکہ	دو چائے کے چمچ
کوکنگ آئل	دو کپ

ترکیب:۔

تمام سبزیوں کو دو چمچ تیل ڈال کر فرائی کرلیں تقریباً پانچ منٹ تک اس کے بعد تمام مصالحے شامل کرلیں جب تمام سبزیاں ٹھنڈی ہو جائیں تو ایک ایک پٹی پر تیار سبزیوں کو رکھ کر رول بنائیں اور ڈیپ فرائی کرلیں۔ کیچپ کے ساتھ نوش فرمائیں۔

امبر ناز.....کراچی

آلو پوری

اجزاء:۔

آلو (ابال کر باریک ٹکڑے کرلیں)	ایک کلو
رائی	ایک چائے کا چمچ
کلونجی	ایک چائے کا چمچ
سونف	ایک چائے کا چمچ
میتھی دانہ	ایک چائے کا چمچ
ہری مرچ	دو عدد باریک کٹی ہوئی
نمک	حسب ذائقہ
کٹی ہوئی لال مرچ	دو چائے کے چمچ
کڑی پتا	تھوڑا سا
املی کا رس	آدھا کپ
کوکنگ آئل	چار کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

تیل گرم کرکے اس میں کڑی پتا ڈال دیں جب فرائی ہو جائے تو اس میں اوپر دی ہوئی تمام اشیا ڈال دیں اور دو منٹ تک پکائیں اب اس میں آلو ڈال کر پانچ منٹ تک پکائیں پھر ہری مرچ اور املی کا پانی ڈال کر دو منٹ دم پر رکھیں آلو کی ترکاری تیار ہے۔

سفید فائن آٹا تین کپ نمک ایک چائے کا چمچ، چینی ایک چائے کا چمچ لے کر گوندھ لیں اور تھوڑا سا تیل بھی ڈال دیں اب چھوٹے چھوٹے پیڑے بنالیں اور پیڑوں کو ایک گھنٹہ کے لیے آئل لگا کر چھوڑ دیں کڑھائی میں آئل گرم کرکے پوریاں بنالیں اور آلو کی ترکاری کے ساتھ نوش فرمائیں۔

منزہ حیات.....کراچی

روبینہ احمد

موسم گرما میں آئی میک اپ

سال کے جتنے بھی موسم ہیں ان سب کا اثر ہمارے جسم پر پڑتا ہے اس سے کوئی بحث نہیں کہ موسم اچھا ہے یا برا۔ ہوشیاری یہی ہے کہ آپ اچھے موسم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور برے موسم سے خود کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔ آنکھوں کے بارے میں سب کی متفقہ رائے ہے کہ یہ ہمارے جسم کا سب سے نازک اور پرکشش عضو ہیں۔ آیئے اس گرمی میں آنکھوں کو محفوظ رکھنے کے حوالے سے آپ کو کچھ کارآمد ٹپس بتاتے ہیں۔

موسم گرما میں سورج خوب آگ برساتا ہے ہوا بھی گرم چلتی ہے اور گرد وغبار کا بھی زور ہوتا ہے اور یہ سب آنکھوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ آپ کو کچھ حفاظتی اقدامات کرنے ہوں گے اگر آپ چاہتی ہیں کہ گرم موسم میں بھی آپ کی آنکھیں تازہ اور زبردست نظر آئیں تو آپ کو آنکھوں کے حوالے سے ذیل میں دیئے گئے اقدامات ضرور کرنے چاہئیں۔

❖ اپنی آنکھوں کے نیچے کے حصار کو چھپا کر رکھیں کیونکہ یہی حصہ بہت حساس ہوتا ہے مطلب آپ کو چشمہ لگانا چاہیے۔

❖ زیادہ فیکٹر والی سن اسکرین کا استعمال کریں اور اسے آنکھوں کے نیچے اور پپوٹوں پر لگائیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ گرمیوں میں آپ کی رنگت میں فرق نہ پڑے اس سے آپ کی آنکھوں کے نیچے شکنیں بھی نہیں پڑیں گی۔

❖ گرمیوں کے حوالے سے ایک بہت ہی آسان مگر موثر احتیاط یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ پانی پیا جائے کیونکہ گرمیوں میں جسم کے ہر عضو کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور آنکھوں کو تو لازمی پانی چاہیے کیونکہ یہ ہمیشہ نم رہتی ہیں۔ گرمیوں میں زیادہ پانی پینے سے آنکھوں میں چمک بھی پیدا ہوتی ہے۔

❖ گرمیوں میں آنکھوں کی دیکھ بھال کا مطلب ان کی صفائی ستھرائی ہے۔ صاف پانی سے آنکھوں کو پانچ سے چھ مرتبہ روزانہ دھوئیں۔ اگر آپ آنکھوں کے حوالے سے مزید سکون چاہتی ہیں تو عرق گلاب کا استعمال کریں یہ بہت پرانا اور آزمودہ نسخہ ہے اور بہت کارآمد اور موثر بھی۔ عرق گلاب ایک اینٹی بیکٹیریل ٹانک کے طور پر کام کرتا ہے اور آنکھوں کو تازگی بخشتا ہے۔

❖ آنکھوں کو سکون اور آرام پہنچانے اور ان کے نیچے سیاہ حلقے کو ختم کرنے میں کھیرا بھی اپنے اندر جادوئی اثر رکھتا ہے۔ سونے سے قبل آنکھوں پر کھیرے کے سلائس رکھیں اور اس کی ٹھنڈک اور تازگی سے لطف اندوز ہوں۔

❖ گرمیوں میں آنکھوں کا میک اپ ہلکے سے ہلکا ہونا چاہیے تیز اور شوخ شیڈز بالکل بھی اچھے نہیں لگیں گے۔ گرمیوں میں آئی میک اپ کے لیے منرل برانڈ میک اپ استعمال کرنا چاہیے کیونکہ یہ قدرتی ہوتے ہیں اور آپ کی آنکھوں کو گرمیوں میں محفوظ اور فریش رکھتے ہیں۔

آئی میک اپ

مشہور بات ہے کہ آنکھیں دل کی کھڑکی ہوتی ہیں مگر جب ان کو میک اپ کر کے خوب صورت بنانے کی بات آتی ہے تو اکثر خواتین اس میں ناکام رہتی ہیں۔ تقریب چھوٹی ہو یا بڑی آنکھیں بہرحال توجہ کا مرکز ہونی چاہئیں کیونکہ ہمارے چہرے پر سب سے پہلے جس چیز کو نوٹس لیا جاتا ہے وہ ہماری آنکھیں ہی تو ہیں۔ آنکھوں کا ہلکا سا میک اپ بھی جادوئی اثر دے سکتا ہے اور آپ کے لک میں اضافہ کرسکتا ہے۔

آئی میک اپ کا اہم مقصد ہوتا ہے آپ کی آنکھوں کو ایک گلیمرس لک دینا' مگر اس کے لیے آپ کے پاس آئی میک اپ کو استعمال کرنے کا ہنر بھی ہونا چاہیے۔ ہم سب شام کی پارٹی کے لیے ایک پرکشش آئی میک اپ چاہتے ہیں مگر اکثر خواتین کو آئی میک اپ کی تکنیک کا پتا نہیں ہوتا ہے۔ ذیل میں اس سلسلے میں سات اقدام کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو آپ کے آئی میک اپ میں کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں۔

۱۔ تیاری

آئی میک اپ کرنے سے قبل کنسیلر کا استعمال کرکے آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے یا کوئی دانے وغیرہ کا نشان ہے تو اسے خفیہ کرلیں۔ ہر آنکھ کے نیچے کنسیلر کے تین ڈاٹ لگائیں اور ان کو اندرونی کنارے سے بلینڈ کرتے ہوئے بیرونی کنارے تک آجائیں تاوقت یہ کہ یہ برابر ہوجائے اور بالکل نظر نہ آئے۔

۲۔ آئی بیس

اگر آپ چاہتی ہیں کہ میک اپ کئی گھنٹوں تک اصل حالت میں برقرار رہے تو دونوں پپوٹوں پر آئی بیس لگائیں اور ان کو اچھی طرح سے بلینڈ کرلیں۔

۳۔ آئی شیڈو

آئی میک اپ کرتے وقت یہ بہت ضروری ہے کہ آپ درست کلر اور شیڈز کا انتخاب کریں اور ان کو اپنے ڈریس کے ساتھ ہم آہنگ کریں' آنکھوں کو پرکشش بنانے کے لیے عموماً تھری ٹونڈ آئی شیڈو کا استعمال کیا جاتا ہے۔ بہترین طریقہ یہ ہے کہ لائٹ کلر سے میک اپ کا آغاز کریں جو آپ کی جلد کے ٹون سے میچ کرتا ہوا ہو' اسے پپوٹوں پر اس طرح استعمال کریں کہ اسٹروک بھنوؤں کی طرف جاکر ختم ہو۔ اس کے بعد پپوٹوں کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک میڈیم کلر آئی شیڈو لگائیں اور کریز میں اس سے تھوڑا کلر استعمال کریں' آئی میک اپ کو نیچرل لک دینے کے لیے ہر کلر کو اچھی طرح بلینڈ کرلیں۔

۴۔ آئی لائنر

بہترین آئی میک ٹپس یہ ہے کہ ڈارک شیڈ کو بطور آئی لائنر استعمال کیا جائے۔ محض بلیک اور براؤن آئی لائنر کے ذریعے بھی ایک شان دار آئی لائنر تخلیق کرسکتی ہیں۔ آئی لائنر بھی زیادہ تاثر انگیز بنتی اور نظر آتی ہیں جب ان کو پلکوں سے قریب تر لگایا جاتا ہے اور اندرونی کنارے سے بیرونی کنارے کی طرف لگایا جانا چاہیے۔

۵۔ ہائی لائٹر

ہائی لائٹر کے ذریعے آئی میک اپ کو مزید زندگی ملتی ہے اور یہ اور واضح ہوجاتا ہے۔ بطور ہائی لائٹ شیڈ کا استعمال کیا جائے اور اسے اندرونی کنارے پر زیادہ نمایاں کیا جائے۔ اسی شیڈ کو بھنوؤں کی ہڈی پر بھی تھوڑا سا لگا لینا چاہیے۔

٦۔ کرلنگ

آئی میک اپ کو اور زیادہ پرکشش پلکوں کو کرل کرکے بنایا جاسکتا ہے اور ان کو اور زیادہ نمایاں بھی کیا جاسکتا ہے۔ کرلر کو چند سیکنڈ کے لیے بلو ڈرائر سے گرم کریں اور احتیاط سے اسے پلکوں کو کرل کرنے کے لیے استعمال کریں۔

۷۔ مسکارا

آئی میک اپ کا آخری مرحلہ مسکارے کا استعمال ہے اور اسے اوپر اور نیچے دونوں پلکوں پر لگانا ہے۔ مسکارے کی ڈنڈی کو بہت ہوشیاری سے آگے پیچھے کرکے استعمال کریں اور اپنا آئی میک اپ مکمل کریں۔

آئی میک اپ اتارنے کے ٹپس

ہم خوب صورت نظر آنے کے لیے ہر طرح کے جتن کرتے ہیں' اچھے سے اچھا لباس پہنتے ہیں۔ قیمتی میک اپ پروڈکٹس اور جیولری استعمال کرتے ہیں اور شان دار آئی میک اپ بھی کرتے ہیں مگر جب ہم پارٹیوں سے لوٹتے ہیں تو ہمارے اندر اتنی جان نہیں رہی کہ میک آپ اتاریں' میک اپ اتارنے کی بات ہو تو سب سے مشکل اور صبر آزما مرحلہ آئی میک اپ کا اتارنا ہوتا ہے کیونکہ یہ ہمارے جسم کا سب سے نرم و نازک حصہ ہے۔

آئی میک اپ اتارنا بہت ضروری ہے تاکہ آپ کی آنکھیں اور اس کے اطراف کی جلد کاسمیٹکس کے مضر اثرات سے محفوظ رہے۔ عموماً خواتین آئی میک اپ اتارنے کے لیے پانی اور ٹشو پیپر استعمال کرتی ہیں مگر آئی لائنر اور مسکارا کو صاف کرنے کے لیے پانی ناکافی ہوتا ہے۔ اگر آئی میک اپ کو رات بھر لگا رہنے دیا جائے تو میک اپ آپ کی آنکھوں میں جاسکتا ہے اور جلن اور پانی نکلنے کی شکایت ہونے کے ساتھ ساتھ انفیکشن بھی ہوسکتا ہے۔ آئی میک اپ اتارنے کے لیے بازار میں مختلف میک اپ ریموور موجود ہیں ان میں سے آپ کو اس کا انتخاب کرنا ہے جو سب سے زیادہ نرم ہو۔ اس کے انتخاب میں بہت ہوشیاری سے کام لینا چاہیے کیونکہ اگر ان میں موجود کوئی جزو آپ کی جلد کو موافق نہیں آیا تو آپ کی آنکھوں کے گرد کی جلد متاثر ہوسکتی ہے۔

عمیرہ انیس......لاہور

❀

ایمن وقار

ماہ رمضان

ماہ رمضان تیری آمد کے قریب ہونے پر
صدقے جاؤں میں تیری رحمتوں اور برکتوں پر
تیری آمد کا چرچہ پھر ہوگیا شروع
خوشی سے سرشار ہوگئی یہ روح
عین عشاق کو روشن کردیا تُو نے
قلب عشاق کو سیراب کردیا تُو نے
پھیلے گا ہر طرف اب عبادت کا ذوق
اور مساجد کا منظر بھی ہوگا پُرشوق
دینا علمہٰ کو بھی اتنی توفیق خدارا
اسی ماہ میں دیکھے یہ مدینہ پیارا پیارا!

علمہ شمشاد حسین...... کورنگی کراچی

نظم

چلو آؤ اک دوسرے کا بھرم رکھ لیں
اور لوگوں کی طنز بھری نظروں کو غلط کردیں
ان کو یہ سمجھادیں
ہم دونوں میں سے کوئی بے وفا نہیں
بس کچھ دن کے لیے ہم بچھڑے تھے
اک دوسرے کی محبت کو جانچنے کے لیے
شاید ہمارا کچھ دن کے لیے بچھڑنا ضروری تھا
دلوں میں کھوٹ سی پڑنے لگی تھی
اور کھوٹ کی اس زنگ کا اترنا ضروری تھا
لوگوں نے سمجھا اگر کہ ہماری محبت کا اختتام ہوا
تو کسی بھی زاویے سے انہیں دھوکا دیں
چلو اپنی محبت کا بھرم رکھ لیں
اور لوگوں کی طنز بھری نظروں کو غلط کردیں

طارق محمود...... اٹک

رمضان مبارک ہو تم کو
رمضان مبارک ہو تم کو
انعام مبارک ہو تم کو
یہ رب کی خاص عنایت ہے
اسے پاتا قسمت والا ہے
یہ رب کی ایک عنایت بھی
ساری رحمتیں اور برکت بھی
ہاں خوب مبارک ہو تم کو
یہ ماہ بہت بابرکت ہے
رہتی سب کو اس کی حسرت ہے
رمضان کی نورانی راتیں
یہ رحمت کی سب برساتیں
ہاں خوب مبارک ہو تم کو
رمضان کی آمد ہوتے ہی
ایمان مسلم بڑھ جاتا ہے
پھر بھٹکے ہوئے لوگوں کو
راہ ہدایت مل جاتا ہے
حق کی راہ سے بھٹکے لوگو!
راہ ہدایت مبارک ہو
ناچیز راحل کی جانب سے
رمضان مبارک ہو تم کو

عنایت اللہ راحل...... کبیر خیل موچھ

میں ازل سے تیرا اسیر ہوں

میں حقیر ہوں کہ فقیر ہوں
میں ازل سے تیرا اسیر ہوں
مجھے راستے میں نہ چھوڑنا
کبھی دل کو میرے نہ توڑنا
مری ذات سے تو خفا سہی
چلو راستہ بھی جدا سہی
ہوں ازل سے تیری تلاش میں
تجھے ڈھونڈتا ہوں گلی گلی
مجھے اپنا کوئی پتا تو دے
مجھے اپنے دل سے بھلا نہ دے
مجھے اتنی سنگیں سزا نہ دے
میں نظر سے تیری گرا ہوا
میں تمہاری راہ سے اٹا ہوا
کسی بے کسی کے مزار کا
میں بجھا ہوا سا چراغ ہوں
کسی سوختہ دل کا داغ ہوں
مجھے اپنے حسن و جمال سے
مری جان پر سے اجال دے
ابھی تک ہوں تیرا منتظر
سبھی خواب ہیں منتشر
نظر آ کسی بہار میں
تجھے کرلوں تھوڑا سا پیار میں
میں ازل سے تیرا اسیر ہوں

حکیم خان حکیم...... اٹک

غزل

کل تک تو باضمیر تھا مگر آج کیسے بے ضمیر ہوگیا
اوڑھ کے انسان لبادہ ہوس کا ظالم فقیر ہوگیا
غریب بکتا رہا اٹھائے اپنی اسناد ہر کونے پہ
اک بشر نے دی جو رشوت تو فیصلہ ہاتھوں کی لکیر ہوگیا
امراء کا قاتل لٹک گیا تختوں پہ مجرم بن کے
غربا کے لخت جگر کا قاتل اس کی تقدیر ہوگیا
کسی کی بیٹی جہیز کے لیے عمر بھر بیٹھی رہی بابل کی چوکھٹ پے
کوئی لے گیا مال و دولت ڈولی میں ساتھ سرتاج امیر ہوگیا
کوئی ہمیشہ نہیں رہے گا یہاں ہوش کر تو اے ندیم
اکڑ کے چلا تو ذلیل ہوگا یہ جہاں کب کسی کی جاگیر ہوگیا!

ندیم عباس ڈھکو

غزل

رتجگوں کے عذاب سارے
لے گئے مرے خواب سارے
باوفا تھے لوگ جو
آئے زیر عتاب سارے
اک سوال دلبری پہ
بھولے مجھ کو جواب سارے
اشک آنکھوں سے بہہ رہے ہیں
برسیں گے اب سحاب سارے
روح میں شامل تُو رہا بس
جھیلے اس نے عذاب سارے
بگڑے عاشق سنبھل سکے نہ
خاک ہوگئے شباب سارے
رنج و غم میں عمر گزاری
اب بھی ہوں گے حساب سارے
کرو گے مجھ کو یاد اک دن
ڈھونڈو گے تم خواب سارے
میری جاں تم غیر ہو اب
بند چاہت کے باب سارے
مے کدے میں زید دیکھو
ہیں رفیق شراب سارے

رانا محمد زید...... فیصل آباد

غزل

جگ میں کوئی جان نہ لے
اپنا حال چھپا رکھا ہے
کھلتا چہرہ اور روشن آنکھیں
دل کا درد نہاں رکھا ہے
دکھ بانٹ لیں غمزدوں کا
اب یہ جذبہ کہاں رکھا ہے
جانے کب وہ آجائیں
آس کا در کھلا رکھا ہے
دکھ دے کر پھر سکھ مانگے ہے
ہمیں ناداں سمجھ رکھا ہے

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

میری عادت

میرا دل......
ویرانوں کا گھر ہے
ساری دنیا کے ویرانوں کا ڈیرہ

میرے دل کے کونے میں
ویرانے چھپ کر بیٹھے ہیں
دنیا کی خوشیوں اور میلوں سے
میرا بھی جی چاہتا ہے
کہ......
دل سے ویرانے نکال دوں
اور خوشیوں کو ان میں آباد کرلوں
لیکن سوچتی ہوں
کہ اگر ویرانے دل سے نکال دیئے
تو وہ بے گھر ہوجائیں گے
اور کسی گھر والے کو
بے گھر کرنا
میری عادت نہیں

سعدیہ نواز......کھدے

میں خود

میں اپنی ذات سے گھبرایا نہیں ہوں
مگر کچھ خاص کرپایا نہیں ہوں
عزیزوں کی نوازش ہورہی ہے
خوشی کی بات سہہ پایا نہیں ہوں
میں کچھ بھی دے نہیں سکتا کسی کو
میں اپنی قوم کا سرمایہ نہیں ہوں
مجھے ڈر ہے محبت ہو نہ جائے
وگرنہ تم سے کترایا نہیں ہوں
مجھے نہ مل سکی رشتوں کی دولت جازی
مگر قسمت کا ٹھکرایا نہیں ہوں

ملک محمد اعجاز اعوان......اسلام آباد

غزل

کل جو شگفتگی سے وہ ہاری تھی نامراد
وہ نورعین ماں کی دلاری تھی نامراد
جو زندگی میں جیت رہی تھی ہر ایک کھیل
اب موت کے پنجوں سے ہاری تھی نامراد
رنگین تتلیوں کے تعاقب میں چلی تو
بھنوروں پہ ناگوار وہ ناری تھی نامراد
اک بوجھ سا تھی ماں پر اٹھایا نہیں گیا
بابا نے بھی گلے سے اتاری تھی نامراد
ہر گاہ بدنصیب کے پر تذکرے ہوئے
ذہنوں میں بعد موت بے چاری تھی نامراد
ہم نے سنی کہی جو سر عام ہوئی تھی
عرشی وہ داستان کہ ساری تھی نامراد

عرشیہ ہاشمی......آزاد کشمیر

غزل

بہاریں تو آنگن میں آتی رہیں
غنچے اور گل بھی کھلاتی رہیں
کڑی دھوپ جھیلی جنہوں نے
وہی ٹہنیاں پھل اُگاتی رہیں
آندھیوں کا ازل سے یہ بیر رہا
بجلیاں اس چمن پہ گراتی رہیں
کیوں شاخیں پھر وہ جھکنے لگیں
جو برسوں سے بوجھ اٹھاتی رہیں
سرد موسموں کی نئی بارشیں
جانے کن دلوں کے کو بھاتی رہیں
مرے من کا موسم سہانا نہ تھا
بہاریں تو میلہ لگاتی رہیں
چہچہاہٹ پھر سنی نہ کسی نے
چڑیاں تو فرض نبھاتی رہیں
ان ہواؤں سے گلہ اب کیا کریں
دیے جو خوشی کے بجھاتی رہیں

چندا چوہدری......حویلیاں ڈپو گیسٹ

زندگی

زندگی ہے کتاب کی صورت
اور تم پہلے باب کی صورت
زندگی اک بہار کی صوت
اور تم کھلتے گلاب کی صورت
زندگی ہے پیار کی صورت
اور تم سچے اظہار کی صورت
زندگی کے حسین لمحوں میں
تیرا جیون بہار کی صورت
زندگی اک سراب کی صورت
اور تم آفتاب کی صورت
زندگی کے نگار خانے میں
میری خوشیاں احباب کی صورت
مجھ سے پوچھو تمہیں میں بتلاؤں
پیار ہے مہتاب کی صورت

تمثیلہ لطیف......پسرور

وچھوڑا بابل دا

لو آج پورا اک برس بیت گیا
ہم سب ہار گئے اور تقدیر کا وار جیت گیا
کتنا سہانا وہ منظر تھا
کتنے حسین وہ پل تھے
جب ہم سب بہنیں اور بھائی
وہ سارے پل سنگ اپنے
"بابا" کے بتاتے تھے
آہ......بابا جان
ہم نے کب یہ سوچا تھا' ہم نے کب یہ جانا تھا
کہ وہ سب جو دوسروں پر بیتتی ہے
وہ وقت ہم پر بھی اتنی جلدی آجائے گا
ہماری محبت' پیار' ہمارا مان سب کچھ چھن جائے گا
اور بنات اختر کے سروں سے ان کی
وہ قیمتی' وہ نایاب چادر کھو جائے گی
آج تک تو صرف یتیمی کا لفظ سنا تھا
پر آج اسی لفظ کو سوچتے اور لکھتے
ہوئے یہ دل تڑپ رہا ہے' خون کے آنسو بہا رہا ہے
کتنی جلدی یہ وقت آ گیا
ہمارا جان سے پیارا بابا ہم سے کھو گیا
پر یہ وقت بہت ہی ظالم بہت ہی کڑا ہے
کاش......ایسا ممکن ہوجائے
پچھلا وقت دوبارہ پلٹ آئے
ہاہ......یہ نادان دل بھی کیا سوچتا رہتا ہے
بھلا کبھی پہلے ایسا ہوا ہے
کوئی افق پار گیا ہوا بھی لوٹا ہے
جو اک بار وہاں چلا جائے
وہ کبھی لوٹ کر نا آسکے ہے
وچھوڑا بابل کا
ہر دم' ہر پل' اک اک پل
ہر آنکھ کو رلا دے ہے
کاش کبھی ایسا ممکن ہوجائے
اے کاش......ہمارے بابا جانی
لوٹ کر پاس ہمارے آجائیں
اے کاش......اے کاش......!

مس اختر تارڑ......منڈی بہاؤالدین

آرمی جوانوں کے نام

پاک دھرتی کے بہادر سپوتو!
اس دھرتی کی شان تمہارے دم سے ہے
دشمن کو مٹی میں ملانے کا ہنر
صرف تم میں ہے
وطن کی یونہی بلند شان رکھنا
سدا سلامت اپنا ایمان رکھنا
دشمن کے ہاتھوں بک نہ جانا کبھی
بس لا الہ اللہ کو یاد رکھنا
اپنا سر کٹوا تو دینا مگر......
کبھی جھکانا نہیں
دھرتی کے رکھوالو......!
چاہے لاکھ مشکلیں آئیں
دیکھو تم کبھی گھبرانا نہیں کہ
ہارنا ہماری سرشت میں نہیں
ایک دن دشمن کی بازی
پلٹ دو گے تم ان پر
عظمت کی زندہ مثالو......!

دیکھو شہادت خود ترستی ہے
تمہارا مقدر بننے کو
تم بس کبھی پیچھے مت ہٹنا
اپنے فرض کی راہ میں حائل کوئی دیوار نہ کرنا
حالات چاہے جو بھی ہوں
تم بس ثابت قدم رہنا
کیوں کہ اس وطن کی شان
تمہارے ہی دم سے ہے

حرا رمضان...... اختر آباد

اے خدا

میں تھک رہی ہوں
اے خدا......!
کب آزمائش ختم میری
اے خدا......!
میں عاجزی سے جھکتی ہوں
آنکھوں سے اشک بہاتی ہوں
ہاتھ تیرے در پر اٹھاتی ہوں
تجھ سے بس اتنا مانگتی ہوں
مجھے تھام لے مجھے سنبھال لے
میرے من سے دنیا نکال دے
مجھے عاجزی سکھا دے تو
مجھے نیک صالح بنا دے تُو
اس دنیا نے مجھے الجھا دیا
میری الجھنیں مٹا دے تُو
مجھے بھٹکنے سے بچا لے تُو
مجھے حق کا رستہ دکھا دے تُو
مجھے سمجھ نہیں آتی کچھ بھی اپنی
میری راہنمائی فرما دے تُو
میری آس اُمیدوں کو پورا کر
تیری رحمت کی امیدوار ہوں میں
میں تھک رہی ہوں
اے خدا......!

مہر ماہ ارشد بٹ...... گوجرانوالہ

غزل

حقیقت تھی پھر بھی بتا نہ سکے
تیرا شوق تجھ کو دلا نہ سکے
جو رشتہ بنایا تھا اسلام نے
وہ رشتہ بھی تجھ سے نبھا نہ سکے
وعدہ کیا تھا بتانے کا ہم نے
وہ سچ کڑوا تم کو بتا نہ سکے
میرا تھا وہ فرض جو حق تھا تیرا
مگر چاہ کر بھی دلا نہ سکے
مجھے چھوڑا تھا جس کی خاطر تو نے
خدا تم کو اس سے ملا نہ سکے
کچھ ایسی وجہ ہے میرے روٹھنے کی
تو جانے تو پھر بھی منا نہ سکے

تانیہ فاروق...... چکمبر نوبہ ٹیک سنگھ

مرحوم شوہر کے نام

موسم یہ کیسا آیا موسم بہار میں
میرے دن گزر رہے ہیں تیرے انتظار میں
آہٹ ذرا سی در پر جو ہو تو چونک اٹھوں
ہلچل مچی ہوئی ہے دل بے قرار میں
دن ماہ کے، ماہ سال کے برابر لگے مجھے
آجا! شمع فروزاں کر چشم سوگوار میں
جب سے ملے ہیں اتنا تو رلایا نہیں مجھے
کیا بات آڑے آ گئی تیرے میرے پیار میں
اللہ کرے دن دگنی رات چوگنی ترقی ہو
وہ پہلے جیسا حسن لوٹے صحت یار میں
مجھے ملنے آؤ تو اسی طرح وہی جوش وہی جذبہ ہو
مجھے خط لکھو تو اسی طرح شگفتہ قطار میں
کوثر کا یہ حقیر سا نذرانہ قبول کرو خالد
ہیں تیرے لیے محبتیں میری غزل کے اشعار میں

کوثر خالد...... جڑانوالہ

فریاد

سنو...... اسے کہنا
کوئی تجھ سے فریاد کرتا ہے
کوئی تجھے یاد کرتا ہے
پلٹ کر آ وٴنا......؟
جب شام کا منظر ہوتا ہے
جب پنچھی گھر کو لوٹتے ہیں
جب سورج طلوع ہو جاتا ہے
چار سو اندھیرا پھیل جاتا ہے
جب ستارے آسمان پر مہکتے ہیں
جب چاند آسمان پر دمکتا ہے
ان ستاروں کو جگمگاتا دیکھ کر
کوئی تجھ سے فریاد کرتا ہے
پلٹ کر آ وٴنا......؟
جب آندھی زور سے آتی ہے
آسمان پر چھا جاتی ہے
بادل شمس کو ڈھانپ لیتے ہیں
پرندے بھی گن گاتے ہیں
ان سب کو خوش دیکھ کر
دل کے اک کونے سے یہ صدا آتی ہے
پلٹ کر آ وٴنا......
جب دور کہیں تم چلے جاتے ہو
پلٹ کر واپس نہیں آتے ہو
عید بھی دیار غیروں میں مناتے ہو
سب عید پر لوٹ آتے ہیں
اپنوں میں خوشیاں مناتے ہیں
صرف تم مجھے رلاتے ہو
کوئی تجھ سے فریاد کرتا ہے
پلٹ کر آ وٴنا......

نادیہ گل نادی سیال...... مخدوم پور

لڑکیو سن لو!

لڑکیو سن لو اس دور سے انجان تم
لڑکیوں سنو نہ بن جانا کہیں نادان تم
جھوٹ سچ تم اس زمانے کا پرکھ سکتی نہیں
سوچ کر ہی باندھنا ہر قول و پیمان تم
جزو فطرت ہے مگر کانٹوں بھرا رستہ ہے یہ
کیا ضروری ہے محبت میں کرو نقصان تم
سوچ کے رکھنا کسی بھی راہ پر اپنا قدم
اپنی بربادی کا مت کرنا کوئی سامان تم
معتبر رکھنا ہمیشہ اپنی خودداری کو تم
کھو نہ دینا اپنی عزت اور اپنا مان تم
احتیاط اور احتیاط اک کانچ کی چوڑی ہو تم
ہاں خدارا اس طرح ہی رکھو اپنا دھیان تم
چار دن کی بات ہے ہنس کھیل کے جی لو یہاں
اپنے بابا کی گلی میں کچھ دن ہو بس مہمان تم

زینہ جبین عمر...... مانسہرہ

سبق

جس نے خود ہی محبت کا سبق پڑھایا
پھولوں کی طرح کانٹوں پر چلنا سکھایا
جب محبت میرے ہر انگ میں رچ بس گئی
تو اسی نے......
اک دن ہنس کر کہا
جاناں......!
یہ محبت وحبت کچھ نہیں ہوتی
اس خار راہ پر نہ چلنا
ان ستارہ آنکھوں کو
اشکوں کے ساون سے بچا کے رکھنا
اپنے دامن کو کسی کی یاد میں نہ بھگونا
مگر......!
اسے کیا خبر یہ سن کر
ساون آنے سے پہلے ہی
دل طوفان میں ڈوب گیا ہے
کوئی چپکے سے ہی مر گیا ہے

زینب حسین...... ماڈل ٹاؤن لاہور

ہما احمد

نت کھٹ (اریب) اریبہ کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو میری سویٹ فرینڈ؟ 6 جون کو تمہاری سالگرہ تھی تو میری طرف سے تمہیں بہت بہت مبارک ہو میری دعا ہے اللہ تمہیں خوشیاں دے۔ بس تم سے ایک بات کہنی تھی کہ مجھ سے ناراض نہ ہوا کرو تمہاری ناراضگی بہت کم ہوتی ہے لیکن میں چاہتی ہوں یہ بھی نہ ہو سدا مسکراتی رہو کیونکہ تم مسکراتی ہوئی اچھی لگتی ہو کسی بھی غلط فہمی کو اپنے ننھے منے دماغ میں نہ گھسنے دیا کرو کیونکہ یہ اچھی بات نہیں! تمہی نہ میری پگلی نت کھٹ ملی۔ اب اجازت دو مسکراتے ہوئے اللہ حافظ۔

طاہرہ غزل...... جتوئی

اہل کراچی کے شہریوں اور آنچل کی شہزادیوں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے آپ سب کو رمضان مبارک اس بابرکت مہینے میں اپنے غریب رشتہ داروں پڑوسیوں کی ضرورت کا بھی خیال رکھیں اللہ آپ کو اس کا اجر دے گا۔ (کراچی والو) جی اقصیٰ خان مس ٹھیک سمجھے ہو میری منگنی ہوگئی ہے۔ میں ٹھیک ٹھاک ہوں دعاؤں کا شکریہ آپ سے رابطہ ہو پاتا تو اچھا تھا اگر ممکن ہو تو اپنا نمبر دے دیں آنچل آفس میں میں لے لوں گی۔ شانزہ امین آپ کی صحت ٹھیک ہوئی؟ ویسے ایک بات بتائیں آپ کو ہوا کیا ہے؟ شاہ زندگی یو آر سو سویٹ اینڈ نائس نیلم کہاں غائب ہو؟ سندھی میں کہاں رہتی ہیں آپ؟ ملنے کی چاہ ہے آپ سے بہن بھائی کی شادی کی مبارک ہو۔ عائشہ پرویز آپ بہت جذباتی ہیں اتنا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں پر ہنسی جیسی رکتی بہت ہنستی ہوں میں۔ سارہ چوہدری ویلکم آنچل آپ اپنی دوستوں کی فہرست میں مجھے بھی شامل کرنا چاہیں گی۔ طیبہ نذیر شکریہ میری دوستی قبول کرنے کا۔ مجھے آپ سب کی دعائیں چاہیے آج کل مشکل حالات ہیں۔ سدرہ شاہین صدف سلیمان مہر گل نورین شاہد نگہت آنی پروین افضل فریحہ شبیر کو سلام۔ روبی ناز آنچل میں ویلکم۔ اس امید کے ساتھ جارہی ہوں کہ آپ اپنی اس خوب صورت محفل میں ہمیں تھوڑی سی جگہ دیں گے فی امان اللہ رمضان مبارک۔

زویا خان بنگش...... پنڈی

موسٹ فیورٹ ٹیچر کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ مس عبیرہ سرور! آپ کو بہت بہت مبارک باد ہو سنا ہے اب آپ مسز بن چکی ہیں۔ مجھے ہمیشہ اس بات کا افسوس رہے گا کہ آخری دن اسکول میں آپ کو الوداع کرنے میں نا سکی لیکن آپ کی تحریریں پڑھ کر آپ کی کمی دور ہو جاتی ہے (دیکھیے آپ نے تو ہمیں بتایا کہ آپ لکھتی ہیں پھر بھی ہم جانتے ہیں) آپ کا دیا ہوا آٹوگراف آج بھی میری ڈائری میں محفوظ ہے آپ نے لکھا تھا "میری نماز میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العزت کے لیے ہے اور میں مسلمان ہوں" کیا آپ کو یاد آیا میں کون ہوں؟ چلو کوئی بات نہیں میں خود ہی بتا دیتی ہوں اللہ آپ کو زندگی کی ہر خوشی سے نوازے آمین اللہ حافظ۔

ثوبیہ بلال شیخ...... ظاہر پیر

آنچل کی فرینڈز کے نام

ہیلو فرینڈز آپ سب کیسے ہیں رمضان کی آپ سب کو مبارک ہو۔ اس ماہِ مبارک کی برکتیں ہم سب پر پھولوں کی طرح برسیں۔ پروین افضل شاہین اللہ آپ کی جھولی ننھے منوں سے بھر دے آمین ممی آپ کے لیے دعا کرتی ہوں۔ ایس بتول شاہ' طیبہ نذیر' عقیلہ رضی' لائبہ میر' نورین لطیف' کوثر خالد' سامعہ ملک' حمیرا نوشین آپ سب کا بہت شکریہ اور جزاک اللہ آپ کو میری نگارشات پسند آئی ہیں' میں آپ سب کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں۔

ارم کمال...... فیصل آباد

سویٹ اور لولی ٹیچر (مس نویدہ) کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ آپ صحت و ایمان کی بہترین حالت میں ہوں گے میری دعا ہے کہ آپ جہاں رہیں خوش رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو دائمی خوشیوں سے نوازے کوئی غم یا تکلیف آپ کے پاس نہ آئے آمین آپ حیران مت ہوں یہ میں نے آپ کے لیے ہی لکھا ہے' میں نے سوچا اس دفعہ کچھ نئے طریقے سے آپ کو مخاطب کیا جائے' کیسا لگا ضرور بتائیے گا۔

سعیدہ...... بتیانہ

آل سویٹ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ زندگی کے شب و روز کیسے گزر رہے ہیں امید ہے آپ سب مزے میں ہوں گی۔ ڈیئر فرینڈز کچھ مرہفتر کی وجہ سے میرا آپ سے سیل پر رابطہ نہیں رہا؟ ایک تو میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ سیکنڈ میرے پیپرز ہو رہے ہیں' ان شاء اللہ بہت جلد آپ سب سے رابطہ کروں گی۔ آپ سب مجھے یاد ہو بھولی تو نہیں۔ 21 مئی نیلمان شاہ آپ کی اور 31 مئی فرح طاہر آپ کی سالگرہ تھی میری جانب سے بہت بہت مبارک ہو۔ اس کے علاوہ رابعہ اکرم صاحبہ 10 جون کو آپ کی سالگرہ تھی بہت مبارک ہو۔ کہاں غائب ہو؟ ہیلو شہلا جی (چک بیلی خان) کہاں ہو کوئی رابطہ ہی نہیں؟ مجھ سے دوستی کرنے کا سوار بھوت آپ کے سر سے اتر گیا کیا؟ خیر 23 جون کو آپ کی سالگرہ بھی بہت مبارک ہو۔ تم مجھ سے دوستی کی خواہاں تھیں میں نے نہیں کی (معذرت) لیکن آپ بہت اچھی تھیں اس خوبی کے بنا میں آپ کو یاد رکھوں گی باقی اتنا کہوں گی ڈیئر! دوستوں کی کمی کبھی بھی کسی کو نہیں ہوتی۔ کوئی نہ کوئی اچھا بدل ہی مل جاتا ہے بس وہی بات ہر کوئی مخلص نہیں ہوتا' سچا نہیں ہوتا۔ لوکے بھی میری یاد آئے تو لازمی میرے حق میں دعا کر دینا کیونکہ میں خود بھی ایسا ہی کرتی ہوں۔ مائی ڈیئر سویٹ ٹیچر نائلہ عرفان (چکوال) 20 جون کو آپ کی بھی سالگرہ تھی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ سدا خوش رہیں آپ کا بیٹا کیسا ہے؟ مجھے پتا ہے کہ آپ مجھے بہت یاد کرتی ہو بھولی تو میں بھی نہیں ہوں میں آپ کو ہر وقت یاد کرتی ہوں' مس یو۔ سلمیٰ گوری خان کس بل میں گھسی ہو اب نکل بھی آؤ یار۔ حسنہ سحر' عائرہ اسلم' سارہ چوہدری' سدرہ شاہین اینڈ زرتاشیہ مریم باجی صاحب۔ کیسی ہو آپ سب؟ تم سب کو ایک پیغام نہ کوئی گلہ نہ کوئی شکوہ آپ سے بس یہ بتائیں پچھڑ کے خوش ہو ناں۔ زرتاشیہ 22 جولائی کو آپ کو سالگرہ ہے وش کرنا چاہتی ہوں۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ہمیشہ خوش رہیں' اس کے علاوہ کرن وفا' سلمیٰ ملک' عائشہ ملک' امید چوہدری' فروا علی' سحر' اسیمہ رباح' بادیہ اظفر' کرن شاہ' مسکان' غزل' ہما' نوشین اقبال' اتابیہ' صنم ناز' زارا شاہ' ساجدہ مریم' کلثوم اختر (چکوال)' معصومہ' سارہ' سحرش' کاشفہ' بشریٰ ملک' شہزادی سعادت' ثنا ملک' سارہ اعجاز اینڈ حمیرا شریف طور صاحبہ آپ سب کو رمضان مبارک اینڈ ایڈوانس عید مبارک۔ میں آپ سب کو بہت بہت زیادہ یاد کرتی ہوں' آپ کی باتوں کو' آپ کے سویٹ سویٹ میسجز کو بھی آپ سب لوگ اپنا بہت زیادہ خیال رکھیے گا میرے لیے ضرور دعا کیجیے۔

حب خان...... چکوال

اپنوں کے نام

السلام علیکم! ہیلو میرے پیارے سویٹ سے بھانجے نعمان (مانی) ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ دیکھا مجھے یاد ہے کہ 15 جولائی کو آپ کی سالگرہ ہے پیارے بھائی مرزا شازب آپ کو بھی سالگرہ مبارک ہو۔ حیران کیوں ہو رہے ہو آپ کو نہیں پر مجھے تو یاد ہے کہ 21 جولائی کو آپ کی سالگرہ ہے تو دیکھو سب سے ہٹ کے وش کر رہی ہوں۔ ارے ارے ذیشان بھائی آپ کو کیا ہوا؟ ناراض نہ ہو آپ کو بھی مبارک ہو نئی جاب کی۔ اللہ آپ سب کو صحت و تندرستی' زندگی کی ہر خوشی اور ہر وہ چیز دے جو آپ لوگوں کے حق میں بہتر ہو۔ نبیلہ باجی پلیز جلدی آجائیں ہم سب بہت اداس ہیں۔ شازب اور نعمان آپ دونوں کو پوری فیملی کی طرف سے ڈھیروں دعائیں اور سالگرہ کی بہت بہت مبارک باد۔ مرزا جی ٹریٹ کے لیے تیار رہیں نبیلہ باجی کے آتے ہی ٹریٹ لیں گے ہم سب۔ اللہ تمام قارئین کو خوش اور سلامت رکھے آمین ثم آمین۔

شازیہ ہاشمی...... جلالپور صوبتیاں

صائمہ طاہر اور تمام گرلز کے نام

السلام علیکم! سویٹ دل والو کیا حال ہے کہاں گم ہو میری طرف سے رمضان المبارک کی ڈھیروں مبارک باد۔ ڈیئر صائمہ جس دن میں نے آپ سے دوستی کی تھی آپ میرے لیے امبر سکندر سوہرو بن گئی تھیں اور میرے ہر پیغام میں آپ کا نام شامل ہوتا ہے غور سے پڑھا کرو۔ سویٹ ہارٹ شاہ زندگی' اقصیٰ کنزہ' نوزیہ' انیٰ شمع مسکان' پری شاہ' حمیرا تعبیر' ثانیہ مغل۔ طبیعت ٹھیک ہے مائی پری' زول حورعین' جاناں' پرنسز ایمن وفا اینڈ نبیلہ نازش مس یو غزل ہما عرف در نجف سیال کیسی ہو؟ بلیو مون شادی کی ٹریٹ کب دے رہی ہو۔ آنچل فرینڈز ابرش اینڈ زیست آج کل کیا مصروفیات ہیں۔ کاجل جی بھی یاد کرلیا کرو زینا طاہر سالگرہ کی مبارک باد اور نیک تمنائیں۔ ڈیئر ثوبیہ گل میں نے ہواؤں کے سنگ پیغام بھیجا تھا ملا یا نہیں۔ شہزا بلوچ ڈیئر آپ میری جدائی میں آنسو بہا بہا کر اتنی موٹی کیسے ہوگئی ہو۔ اوئے زویا بس خان' پرکیلا زے خان' چندا' نور سحر' روبین حمید بے وفا ہو۔ اریبہ اینڈ کرن شاہ زنیر جی بھی حنا کو بھی یاد کرلیا کرو۔ نورین شفیع کیسی ہو؟ نادیہ عباس بیا' مسکی کی مبارک باد۔ تمنا بلوچ بہت سویٹ ہو مگر گلاب جامن سے کم۔ ڈیئر میزاب تصور آپ بہت کیوٹ ہو۔ سویٹ عائشہ پرویز کتنی موٹی ہوگئی ہو ہاہاہا۔ فاخرہ ڈیئر کول کو کہاں گم کردیا ہے' سویٹ صبا جٹی' انیس انجم' پیا' مسکان تصور' چندا' مشال' اسیر گل' لاڈو ملک' ارم کمال آپی' سامعہ ملک بھی ہمیں بھی یاد کرلیا کرو۔ دنیا کی خوب صورت پری آپ ہماری دنیا میں کیسا آ گئی ہو اور کے دوستوں فی امان اللہ۔

ماہ رخ' رشک حنا...... سرگودھا

چند پیاروں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے میری پیاری امی! آپ بہت اچھی ہیں اور مجھے آپ سے یہ پوچھنا تھا کہ مدرز ڈے پر آپ کے لیے سب سے اچھا کارڈ میں نے ہی بنایا تھا ناں...... ہے نا! اپنی بڑی آپی سے یہ کہنا ہے کہ میں تم لوگوں کی شکلیں دیکھ دیکھ کے تنگ آگئی ہوں یار پلیز اپنے اپنے پیا دیس سدھار جاؤ پلیز اور مانی! خبردار جو تم نے آئندہ میرے کلرز اور پینسلز کو چھیڑا۔ میں جیسے کلرز کرتی ہوں اچھے ہی کرتی ہوں اور بس بیٹا! آرام سے میری چیزیں واپس کردو جو تم نے اٹھائی ہیں (اس سے پہلے کہ میں تمہاری اٹھالوں) ورنہ میں تمہیں بخشوں گی نہیں اور قیامت والے دن حساب مانگوں گی (کمی کمی کمی)۔ اوہ میری چول فرینڈز! تم لوگوں کو میں کس طرح بھول سکتی ہوں' بھلے تم بھول گئے ہو اسپیشلی محترمہ حبا احمد قریشی صاحب! بالکل بھی معاف نہیں کروں گی تمہیں اور دریشا! یار جلدی کرونا مجھ سے تو بالکل بھی انتظار نہیں ہو رہا' سمجھ تو گئی ہوگی...... آہم آہم۔ شانزہ ایم تھرائز بے تیرے لیے بہت فکر مند رہتی ہوں' اپنا خیال رکھا کرو اور خالف اس عید پر مجھ سے ملنے آجاؤ اور فاریہ تم بگز مجھے بہت یاد آتی ہو وہ جو ہماری پارٹی والی تصویریں تھیں نا وہ ڈیلیٹ ہوگئیں مجھے بہت دکھ ہوا اور اینڈ پر میری سویٹ سی کزن طاہرہ! یار کزن کے نام پر ایک صرف تم ہی تو ہو باقی تو تمہیں پتا ہے چھوٹی چھوٹی ہیں' ہم سب تمہیں بہت یاد کرتی ہیں' سب کی طرف سے تمہیں سلام اور پیار۔ تمہارے ساتھ جو سب کزنز ہوتی ہیں اقراء' عظمیٰ' سحر بن' مہرین اور کشور ان سب کو بھی سلام' نانی سکینہ کو بھی۔ میری نانی' خالاؤں اور ماموؤں سب کو سلام اور ساتھ ہی اللہ حافظ۔

زیبا حسن مخدوم...... سرگودھا

بہت پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ میں الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں۔ فاطمہ نیک (وہاڑی) میرے خیال میں' میں نے آپ کا نام پہلی بار پڑھا ہے آنچل میں' سو خوش آمدید۔ دعاؤں کے لیے بے حد شکریہ۔ سارہ چوہدری (ڈوگہ گجرات) ایس بتول شاہ (ایم گجرات)

اور روبی علی (سید والا) یاد رکھنے پر مشکور ہوں' دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیے گا۔ حمیرا عروش (بلدیہ) آپ کے قلم سے میرا نام لکھا جانا میرے لیے بے حد خوشی کی بات ہے۔ طیبہ نذیر (شادیوال گجرات) میری نظم پسند کرنے کا شکریہ۔ نازیہ کنول نازی' صد شکر کہ آپ کا ناول پڑھنے کو مل گیا۔ انا احب طویل عرصے بعد آپ کو شریک محفل دیکھ کر بہت اچھا لگا' ویلکم بیک ڈیئر! ملالہ اسلم اور طیبہ نذیر اپریل کے شمارے میں میری نظم پسند کرنے پر بے حد مشکور ہوں۔ میری ماما کی پہلی برسی 28 جولائی کو ہے آپ سب سے التماس ہے کہ ان کی مغفرت کی دعا کریں اور میرے لیے بھی دعا کیجیے گا پلیز' ان شاء اللہ اگلے مہینے پھر ملاقات ہوگی' اللہ حافظ۔

دعائے سحر..... فیصل آباد

فرینڈز کے نام

السلام علیکم! شاد زندگی اور فرحت اشرف محسن یار آپ لوگ کہاں گم ہو؟ میں نے کئی بار آپ لوگوں کے نام پیغام بھیجے مگر وہ آنچل میں جگہ نہ پا سکے پلیز یار دوستی کی ہے تو رابطہ بھی رکھو اور شاد زندگی! آپ فیس بک استعمال کرتی ہو کیا؟ میں نے آپ کا نام سرچ کیا تو شاد زندگی کے نام سے تو بہت سی فرینڈز سامنے آئیں مگر ایک پہ گجرات یونیورسٹی لکھا ہوا تھا' پنک کلر کے اسکارف میں ایک صاحبہ کسی بچے یا فرینڈ کو گلے لگائے ہوئے مجھے گمان ہوا آپ ہیں تو جھٹ سلام لکھ بھیجا مگر جواب آپ کی طرح گم۔ میں اپنے شوہر کی آئی ڈی سے بات کرتی ہوں جو کہ عابد انور کے نام سے ہے پلیز اگر آپ ہیں تو رابطہ کریں' اللہ حافظ۔

شہزادی شابانہ..... نواب شاہ سندھ

پیاری بہن طیبہ نذیر کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں آپ ٹھیک ہوں گے کیوں طیبہ لگا نہ زور کا جھٹکا تم نے کہا تھا تمہیں کوئی وش نہیں کرے گا (یہ میں ہی ہوں) آپ کی چھوٹی بہن کیسا (کیا..... شکریہ کہہ رہی ہو) کوئی گل نہیں جی ویلکم میں ہر دفعہ آپ کو وش کرتی ہوں لیکن اب کی بار میں نے سوچا کیوں نہ آپ کے چہیتے آنچل کے توسط سے آپ کو وش کروں' کیک تیار رکھنا (لیکن میں نے گفٹ کوئی نہیں دینا)۔ میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں اور اللہ تعالیٰ تمہاری ہر امید ہر مراد کو پورا کرے آمین۔ مما پپا' نویلہ آپی' شکیلہ آپی' مصباح باجو' طیبہ' ابوبکر بھائی' عمر فاروق بھائی' بادیہ نور' ندیا نور' زینت بھائی' نیلم بھائی آپ سب کے لیے ڈھیروں دعائیں' ہمیشہ خوش رہیں۔ پھول میں خوشبو کی طرح مہکتے رہیں اور ستاروں کی طرح ٹمٹماتے رہیے' اللہ حافظ۔

نگینہ نذیر..... شادیوال گجرات

پیاری سکھیوں کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈ کو ملالہ کا محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ شاد زندگی سوری یار 15 اپریل کو تمہاری برتھ ڈے کی لیٹ وش کررہی ہوں' بہت مبارک ہو۔ اوہ سوری اقصیٰ زرگر آپ کو بھلا میں بھول سکتی ہوں' 4 مئی کو آپ کی برتھ ڈے تھی دراصل اب جاگی ہوں اس لیے لیٹ وش کررہی ہوں' تمہیں بھی بہت مبارک ہو۔ آنسہ شبیر تھینک گاڈ یاد آ گیا 21 جون کو آپ نے زمین پر اپنا پہلا قدم رکھا تھا بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ تینوں کو بہت زیادہ خوشیاں عطا کرے' آمین۔ دعائے سحر آپ نے مجھے یاد رکھا لیکن میں شکریہ نہیں کرنے والی آپ جانتی ہو اپنوں کو ایسا نہیں بولتے۔ اللہ کا کرم ہے میری ماہی بابا ٹھیک ہے' دعا کیجیے گا اس کے پیپر ہونے والے ہیں۔ وہ ایک بڑا خواب تھا بس اب ماہا پیپر دے گی اور پورے ضلع میں ٹاپ کرے گی ان شاء اللہ۔ سمیرا آپی اینڈ نازی آپی کیسی ہو؟ مونا شاہ یار کہاں رہتی ہو؟ ایک عرصہ میں کبیر والدہ کر آئی ہوں' خانیوال پھر شفٹ ہوئے ہیں۔ دعا سحر انا کو کہاں غائب کر دیا ہے؟ عائشہ میں نے حیران ہونا چھوڑ دیا ہے' آمنہ کو بتا دینا ملالہ اب وہ منزہ نہیں رہی۔ منزہ میری پہچان' میری شناخت ہے میں کسی کی خاطر اس کو بدل نہیں سکتی۔ میرے دونوں نام میرے قابل محترم ہستیوں نے رکھے ہیں آمنہ میں ان راستوں کو کبھی بھی تلاش کرنے کی جستجو نہیں کرتی جو رستے خود اپنی مرضی سے ملالہ سے چھوڑ دیئے گئے ہوں میں وہ سب بھول چکی ہوں تم بھی فراموش کردو' لیکن سوری ملالہ اب آپ سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھنا چاہتی' اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔

ملالہ اسلم..... خانیوال

ام مریم اور نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تو امید کرتی ہوں کہ تمام آنچل اسٹاف اور میری تمام رائٹرز بہنیں سب خیریت سے ہوں گی میری تمام رائٹرز بہنیں بہت اچھا لکھتی ہیں اگر کسی ایک کا کہوں گی تو یہ ناانصافی ہوگی۔ آنچل کے تمام سلسلے بہت اچھے ہیں' میں ام مریم آپی اور نازی آپی کی بہت بڑی فین ہوں۔ مجھے ان سے ملنے کا بہت شوق ہے' میری کوئی بیسٹ فرینڈ نہیں ہے' اور میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ میری بیسٹ فرینڈ بنیں گی۔ ڈائجسٹ پڑھتے وقت امی جی اور باقی گھر والوں کی بہت ڈانٹ سننی پڑتی ہے کیونکہ میں ڈائجسٹ پڑھتے وقت بالکل اس میں کھو جاتی ہوں وہ تو جب کوئی سر پہ آ کر چلاتا ہے تب پتا چلتا ہے کہ کوئی مجھے آواز دے رہا ہے۔ میں ام مریم آپی اور نازیہ آپی سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ مجھ سے ملیں اگر ملنا نہیں تو کم از کم بات ضرور کریں' فی امان اللہ۔

ماہنور اعظم..... گجرات

سب اپنوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے جی دیکھی ہماری گمر آور انٹری' کردیا نہ سب کو حیران و پریشان۔ میری جان سے پیاری سسٹرز' دوست اور رشتہ دار جو مجھے جان سے بھی پیارے ہیں آئی لو یو۔ آپ لوگوں کے لیے لکھنے لگوں تو شاید الفاظ نہ ملیں' سیاہی ختم ہوجائے یا پھر زندگی ہی تمام ہوجائے۔ میری پیاری کیوٹ سسٹرز کبھی بھی مجھ سے ناراض نہ ہونا اگر کبھی غلطی ہوجائے تو پلیز معاف کرنا آپ سب بہت اچھی ہو۔ نبیلہ' فضیلہ' عدیلہ' جمیلہ' ثمین مریم اور لاسٹ میں اسما (پکوڑے کی ناک والی) تم سب کے بغیر جینا بہت دشوار ہے۔ اس لیے مجھ سے

کبھی دور مت جانا خاص کر فضیلہ بی اب میری بہن کے ساتھ ساتھ دیورانی بھی ہے۔ پلیز یہ دیورانی کے حقوق مت ادا کیا کرو' سچ میں بہت دکھ ہوتا ہے (یار) پیاری ماں جی' امی جی اور چچی جان آپ بھی ناراض نہ ہوا کریں' پہلے ہی آپ سے دوری جان لیتی ہے۔ خوب صورت بھائی جی آپ سب پلیز نماز مت چھوڑا کریں' نماز تو دین کا ستون ہے اور چاچو جان آپ تو بھول ہی گئے ہیں' کوئی فون نہیں اور بے وفا لوگوں تم بھی نظر نہیں آتے۔ کبھی تو شکل دکھا دیا کرو۔ آپ سب سے التجا ہے' کبھی کسی کا دل نہ دکھانا' کبھی کوئی حادثہ ہوجائے تو فیصلہ کرنے سے پہلے ضرور سوچنا کہ کوئی آپ کی وجہ سے جی رہا ہے اور میری ایک بات پر عمل ضرور کرنا جیسے آپ نے اس گھر کو جنت بنایا سسرال کو بھی جنت بنائیں۔ ابو جی آپ میری پیاری امی سے جھگڑا نہ کیا کریں' امی بہت پیارے دل والی ہیں۔ دادی جان پلیز دادا جان کو معاف کردیں' غلطی بھی انسان سے ہوتی ہے اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

عقیلہ رضی..... فیصل آباد

پیاری نازی کے نام

السلام علیکم! بھئی پہلی بار ہم تشریف لائے ہیں تھوڑی سی جگہ ہمیں بھی عنایت فرمائیں۔ میری سب سے پیاری باجی نازیہ کنول نازی میں آپ سے پکی والی دوستی کرنا چاہتی ہوں اور اگر فرحت آپا ہوتیں تو (اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین) میں ان سے بھی پکی والی دوستی کرتی' اللہ تعالیٰ سب آنچل والوں کو سدا آباد اور ہنستا مسکراتا رکھے آمین اینڈ فی امان اللہ۔

لیلیٰ رب نواب لیلیٰ..... وڈھیوالی بھکر

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم آنچل فرینڈز! کیا حال ہے یقیناً ٹھیک ٹھاک اور فٹ فاٹ ہوں گی آپ سب لوگ۔ سب سے پہلے پروین افضل شاہین آپی آپ کو بن دیکھے ہی آپ سے انسیت محسوس ہوتی ہے' میری طرف سے ڈھیر سارا پیار۔ اللہ آپ کی ہر دلی نیک تمنا پوری کرے اور نیک صالح اولاد ذریت عطا فرمائے آمین اینڈ شاد زندگی صاحبہ آپ کہاں غائب ہیں بہت کم کم نظر آتی ہیں۔ اس کے علاوہ تمام آنچل فرینڈز سیدہ جیا عباس' دعا باجی' سدرہ شاہین' شمع مسکان' نوشین شاہد' ثمین افضل وڑائچ' طیبہ نذیر' سارہ چوہدری' حرا قریشی اور جن کے نام لکھنے سے رہ گئے ہیں (معذرت کے ساتھ) سب کو میرا محبتوں بھرا اسلام۔ آنچل رائٹرز نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' سباس گل' اقراء صغیر اور راحت وفا سب کو میرا پیار اور سلام اور شائلہ کاشف جی آپ تو ہیں ہی سب کی فیورٹ اتنے کھٹے میٹھے جوابات جو دیتی ہیں ہمیں۔ سالار کے فینک کیریکٹر رکھا' اینڈ اللہ حافظ' دعاؤں میں یاد رکھیے گا مجھے بھی اور اپنے وطن عزیز کو بھی۔

رشک وفا..... برنالی

کچھ ادھورے رشتوں کے نام

میں نے سنا تھا رشتے بنانا آسان مگر نبھانا بہت مشکل ہوتا ہے' آج یقین سا ہو چلا ہے۔ دل کا حال زبان پر نہیں کاغذ پر بکھیرنے کی ناکام کوشش:۔

شاید میرے خلوص میں کچھ کمی تھی
کہ تمہیں میرے خلوص سے بدظنی رہی

یہ ایک کڑوا سچ ہے کہ میرے چند بہت پیارے رشتے مجھ پر میری خوشی پر مادیت کو ترجیح دے رہے ہیں یہ رشتے میرے لیے نہایت قابل احترام ہیں لیکن مجھے کوئی بھی سمجھ نہیں پایا۔ آنچل کے توسط سے اتنا کہنا چاہوں گی کہ رشتوں کا مان نہیں توڑنا چاہیے۔ حالات چاہے جیسے بھی ہوں جن کے لیے میرے دل میں خاص جگہ ہے' احترام ہے وہ ہمیشہ رہے گا۔ ہر رشتے کی الگ جگہ ہے میرے دل میں اور آپی آنسہ کنول آپ کو میں نے ماں کا درجہ دیا ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا لیکن اس کے بدلے آپ کے دل میں جو بال آیا وہ میں نکال نہیں سکتی۔ فیصلہ وقت پر چھوڑ دیا اور پیارے ماموں کرامت علی شاکر میں چاہ کر بھی آپ کے لیے دل میں بدگمانی نہیں رکھ سکتی اور میرے اپنے میرے پاپا' چاچو' ذاکت علی اکبر میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی آپ کا دست شفقت ہمارے سر پر ہوتا اور میری امی جی نے آپ کی وجہ سے اتنے دکھ نہ اٹھائے ہوتے تو آج ہم در بدر بھٹک نہ رہے ہوتے۔ آج امی منزہ جی کی پہلی برسی ہے اور نانو امی کی آٹھویں دل بہت پریشان ہے میرا۔ بھائی زمرو ساحل آپ دبئی سے کب واپس آ رہے ہیں میں آپ کو بہت یاد کررہی ہوں اور میرے بڑے ماموں آئی لو یو سو مچ۔ اللہ کے بعد میرے لیے آپ ہی وہ ہستی ہیں جو مجھ پر مہربان ہے۔ آپ نے اتنے ناز سے مجھے پالا میرے اتنے ناز اٹھائے کہ مجھے ماں باپ کی کمی بھی محسوس ہی نہ ہوئی میں احسان مند ہوں آپ کی بہت ممنون ہوں' ان شاء اللہ تابعدار رہوں گی اور میری بہنیں آپی ریحانہ' ریما' سحر' روبینہ اور کرن ولیجہ وقت سب پتا ہے ہمیشہ وقت ایک سا نہیں رہتا۔ صبر سب سے بڑھ کر ہم ہتھیار ہے بس اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ میری کزنز تنویر مون' سونل' رحمٰن اور آپی نسرین اختر مجھے آپ سے بہت پیار ہے آپ میرے پرخلوص دوست بھی ہیں اور سلمیٰ نایاب روتے میں ہنسانے والی تم سے کہنا ہے "آ بھی تھکی ہو" عائشہ ناشو عائشے "میرے کنے جاتو رے" آئی سمجھ؟ دیکھو تمہارا نام آیا تو سنجیدگی میں بھی مسکراہٹ لبوں کو چھو گئی۔ شگفتہ شبنم تمہارے امی ابو کے ایکسیڈنٹ کا بے حد افسوس ہوا۔ پریشان مت ہونا سب کی دعائیں ماموں شان کے ساتھ ہیں ان شاء اللہ وہ جلد صحت یاب ہوجائیں گے۔ عدیلہ کو بھی سلام اور کبریٰ فاطمہ کو بھی سلام۔ کالج فرینڈز عیسیہ آصف' عتیقہ' مہتاب' سحرش' سامعہ' عطرت' گلشن' ناول' نویلہ (آم کنزی)' تابوش' مہرال آپ سب کو ارم غزل جنت کا سلام۔ میم فوزیہ آپ بہت کیوٹ' بہت نائس ہیں۔ فائزہ ظفر کو بھی سلام پیار۔

ارم غزل جنت..... منڈی بہاؤالدین

مس صابرہ ریحان اور آنچل کے نام

السلام علیکم! مس صابرہ ریحان کیسی ہو آپ؟ مس میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں کیونکہ آج میں جو بھی ہوں سب آپ کی وجہ

سے میری کامیابی کے پیچھے آپ کا ہاتھ ہے آپ کا اگر ساتھ نہ ہوتا تو میں کبھی اتنا پڑھ نہ پاتی۔ آپ نے مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح رکھا' تھینک یو سوچ اینڈ آئی لو یو۔ میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں اور دوسرا جو میرا دکھ سکھ کا ساتھی آنچل سے مجھے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا جب بھی میں دکھی ہوتی ہوں آنچل میرا ساتھ دیتا ہے۔ اگر آنچل نہ ہوتا تو زندگی بے رنگ ہوتی' میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے وہ آسمان پر سب سے اونچا تارا بن کے جگمگائے آمین اللہ حافظ۔

شمائلہ کرن...... داجل

دنیا بھر کے مصنفین کے نام

السلام علیکم! تمام قلم قبیلے کو...... کہ لکھنا ہمیں اتنا مرغوب ہے کہ بس چلے تو ہمہ وقت لکھتے رہیں۔ بھئی مجھے تو بچپن میں ایک سرخ قلم ملا تھا اور ہم سوتے میں مسکرانے لگے تھے کہ ای کی ڈانٹ سے ہڑبڑا کر اٹھے پوچھا گیا یہ تم مسکرا کیوں رہی ہو؟ جبکہ ہم خواب بھول چکے تھے بولے ہمیں کیا پتا؟ ہم اللہ جی سے مسلسل پوچھتے رہے کہ ہم نے خواب میں کیا دیکھا تھا' عرصہ دراز کے بعد پتا چلا تو ماں کو بتایا "قلم" اور تعبیر میں پڑھا کہ اہل قلم انصاف کی کرسی پر ہوں گے۔ کیا آپ سب لکھاریوں کو بھی قلم خواب میں ملا تھا؟ کون بتانا پسند فرمائے گا' والسلام اللہ حافظ۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

سویٹ کزن سدرہ' سویٹ ٹیچرز میم حنا

سمیعہ اور طاہرہ کے نام

السلام علیکم! سویٹ ٹیچرز اور فرینڈز کیا حال ہے سدرہ تم سناؤ کیا حال ہے؟ کیسی گزر رہی ہے زندگی۔ اللہ تمہاری ہر مشکل آسان کرے اور تمہاری زندگی کو خوشیوں سے بھر دے آمین۔ سدرہ ڈیئر دوست کا پیغام آئے میں لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ تمہیں تمہاری سالگرہ آنچل کے توسط سے وش کرسکوں سو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر۔ سدرہ تمہاری 2 جولائی کو سالگرہ ہے تمہیں بہت بہت مبارک ہو اللہ تمہیں لمبی زندگی دے اور اولاد کی نعمت سے نوازے۔ ہم سب کی نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں آنچل کے ذریعے تمہیں اس لیے وش کیا کہ یہ ایک بہت اچھا پلیٹ فارم ہے جو ہمارا پیغام دوسروں تک بہت اچھے طریقے سے پہنچا سکتا ہے۔ سدرہ ڈیئر سدا خوش رہو اپنے خرچے پر اور شاد وآباد رہو اپنے گھر میں' آمین۔ میم حنا' سمیعہ اور میم طاہرہ امید ہے سب ٹھیک ہوں گے اللہ آپ کو سدا خوش رکھے اور آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے' آمین۔ میم حناء! آپ بہت یاد آتی ہیں آپ کیسی ہیں' گھر والے کیسے ہیں؟ اللہ آپ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور آپ کی فیملی کی تمام مشکلات دور فرمائے آمین۔ اللہ آپ کو سب کچھ بن مانگے عطا کرے۔ میم آپ کو ایک بات بتانی تھی یہ عنزہ بدتمیز میرے متعلق آپ تک غلط باتیں پہنچا رہی ہے یقین نہ کیجیے گا۔ میم طاہرہ! آپ کیسی ہیں امید ہے کہ ٹھیک ہوں گی۔ بے شک استاد بھی اللہ کی بہترین نعمت ہے جو ہمیں میسر تھی۔ میم ماشاء اللہ سے ہم نے سائیکالوجی کا پیپر بہت اچھا دیا ہے آخر میں دعا ہے کہ آپ جہاں بھی رہیں خوش رہیں اور سدا ہنستی مسکراتی رہیں کیونکہ آپ ہنستی ہوئی اچھی لگتی ہیں اللہ آپ کو خوش رکھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا' فی امان اللہ۔

اقراء لیاقت...... حافظ آباد

کیوٹ ڈول زاریہ خان ٹیکسلا کے نام

تمام ریڈرز کو میری طرف سے السلام علیکم! تمہاری سالگرہ قریب ہے اس دفعہ میں نے سوچا کہ آپ کو آپ کی سالگرہ آنچل کے ذریعے وش کروں۔ گڑیا سالگرہ کے اس خوب صورت موقع پر میں آپ کو جتنی بھی دعائیں دوں وہ کم ہیں۔ چاند ستارے اور گلشن کے پھول سارے تمہارے نصیب میں ہوں قدم قدم پر لاکھوں نظارے سورج کی کرنیں اور شاعر کی شاعری ہر وقت تمہارے ساتھ رہے۔ دنیا کی ہر کامیابی تمہارے قدم چومے اور میری ایک معصوم سی دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کو کائنات کی وہ تمام خوشیاں نعمتیں دے جو پچھلے سارے دکھوں اور غموں کا ازالہ کرسکیں۔ میری حیات وکائنات تمہیں لگ جائے زندگی کے حسین لمحات تمہاری زندگی میں آئیں اور تم ان لمحات میں کھو کر اپنے ہر دکھ کو بھول جاؤ۔ تمہارا نصیب ہوا ایسا جہاں خوشی کی مہک مہک تمہارا مقدر رہو اور تمہاری دعائیں بھی رد نہ ہوں۔ پیاری گڑیا! سدا سلامت رہو شاد وآباد رہو۔ خوش رہو' ہنستی رہو' چہکتی رہو' مسکراتی رہو ہمیشہ کی طرح میں اور میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں' والسلام۔

سویرا قاسم...... حافظ آباد

پیاری کزن حجاب زہرہ کے نام

پیاری کزن آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اللہ آپ کو لمبی زندگی اور ڈھیروں ڈھیر خوشیاں عطا کریں۔ دکھ کبھی آپ کو نصیب نہ ہو' پھوپو رانی اور ماموں کو اللہ لمبی زندگی عطا کرے اور حسن بھائی کو کامیابیاں عطا کرے آپ کی تمام فیملی کو سلام اور بڑوں کو آداب۔

سید محمد علی اکبر...... گجرات

گلاب کی پنکھڑیوں کے نام

السلام علیکم! شاہدہ عباس' شاہدہ بشیر' اجل حفیظ' اقراء نواز' سمیرا تارڑ' شبانہ چدھڑ' مس عفت نذیر' مس رضیہ سلطانہ' مس زاحیلہ' مس شازیہ' مس شہناز (گرلز ہائی اسکول رسولپور تارڑ) کیا حال ہیں جی آپ سب کے؟ آپ تو مجھ ناچیز کو کب کے بھول چکے ہوں گے لیکن میں ہوں نا آپ سب کو یاد رکھنے والی۔ شبانہ چدھڑ فاطمہ نے مجھے بتایا تھا کہ تم جلالپور پیر والا رہتی ہو ایمان سے میرا بہت دل کرتا ہے تم سے ملنے کو۔ او دیا لاہا تمہیں شادی وادی تو نہیں ہوئی تمہاری بڑی بڑی گوری گوری میم بن گئی ہو۔ چپو ٹیوں ذرا ادھر نکلو نہ تم وہ کیا نام ہیں تمہارے کالی کلموہی عنزہ یونس اور اقراء لیاقت بچے بچے مرن تباؤ سے ہے تو سہی دونوں قلعہ چدھراں دیاں اور پہ حافظ آباد کا ٹھکتی ہو۔ بھئی مجھ سے دوستی کرلو تمہارے ماں باپ کو شکایت نہیں لگاؤں گی تمہاری لو دیا لاہا تا شبانہ چدھڑ آپ کی کزن تو نہیں ہے اللہ حافظ۔

سعدیہ نواز...... کھدے

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں سب؟ امید کرتی ہوں اللہ کے کرم سے ٹھیک ہوں گی' عائشہ نور عاشا مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ فوزیہ سلطانہ (جوجو گڑیا) عظمیٰ شاہین' عظمیٰ فرید' نادیہ لیسین آپ سب کہاں بزی ہو خیریت تو ہے۔ مدیحہ نورین' شگفتہ خان' فائقہ سکندر' کرن ملک' ایس بتول شاہ' ایس انمول' انصیٰ' دشمیاں' نزہت' آسیہ شبیر' سازیہ چوہدری' آمنہ غلام نبی' آمنہ لدھو' ملالہ اسلم' پروین افضل' شمع مسکان' شازیہ فاروق احمد' زوبا خان بخش (دوستی کر کے بھول گئی) امبر گل' ام ثمامہ' عائشہ خان' زوبی علی' بشریٰ باجوہ' ثوبیہ کوثر (نورین لطیف) آپ نے دوستی کی آفر کی مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ خنساء عباس' انا احب' سید حیا عباس' سباس گل' نازیہ کنول' نزہت جبیں ضیاء' مسز نگہت غفار' کشور بلوچ (ننکانہ صاحب) ارم کمال' نجم انجم' سمیرا اشتیاق ملک' جاناں ملک' عروسہ شہواز' دعا ہاشمی' فریحہ شبیر' نورین شاہد' شیریں گل' عائشہ پرویز' شاہ زندگی' نفیسہ آصف خان' فریدہ جاوید فری' شمیم ناز صدیقی جی (کہاں گم ہیں آپ) ام مریم' سیدہ غزل زیدی' عشنا کوثر' راحت وفا' سمیرا شریف' اقراء صغیر' رانی اسلام' منیم' تابندہ' نازیہ فاطمہ رضوی آپ سب کے لیے ڈھیروں دعائیں جن کے نام نہیں لکھے ان سب کے لیے بھی۔ حمیرا عروش' ایس بتول شاہ آپ دونوں کو شادی کی مبارک باد اور بائیں ریڈر میری 23 جولائی کو سالگرہ ہے میں خود کو وش کررہی ہوں پتا نہیں کوئی اور کرتا ہے کہ نہیں آپ سب بہنوں سے بس یہی کہنا چاہتی ہوں پلیز دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ کی دعاؤں کی طلب گار۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور کے نام

کیسی ہیں آپ؟ نازی آپی آپ کہاں ہیں؟ پلیز جلدی سے آجائیں۔ نازی آپی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں اتنی کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔ آپ میری دعاؤں میں آمین کی طرح شامل ہوتی ہیں۔ میں آپ جیسی بننا چاہتی ہوں؟ سمیرا آپی کی کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ کیا آپ دونوں مجھ سے دوستی کریں گی؟ جواب ضرور دیجیے گا؟ والسلام۔

وزیہ تحریم زینب......

پیارے شہزادے کے نام

ماں کی ممتا کی ٹھنڈک اور بہنوں کے نور نظر' بابا جان کے اکلوتے فرزند تو قیر شاہ جو کبھی شوخی گفتار میں تو کبھی کہہ دیتا ہے مگر کہنے کے بعد جتانے والی نظروں سے دیکھنا اپنا حق سمجھتا ہے کہ گویا احسان عظیم کیا ہو مجھ پر شاید بھول بیٹھا ہو کہ 26 جون کو شاہ ہاؤس میں اترا چاند نے نہ صرف آنکھوں کی قندیلوں کو روشن کیا تھا بلکہ پورے پنڈ میں ایک ہلچل مچادی تھی۔ کہنے کو تو میری کاربن کاپی ہے تب ہی اکثر لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں کہ ہم جڑواں تو نہیں مگر اب اپنے اونٹ سے مشابہ قد کی وجہ سے اس نام نہاد ٹیگ کو ہٹانے میں کامیاب ہوا ہے' بہنوں کی جانب سے میرے بھائی جان ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔

مونا شاہ قریشی...... کبیر والا

نازیہ کنول نازی' سحر بٹ اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز تمام قارئین اور نازیہ آنٹی کو میری طرف سے محبت بھرا اسلام۔ آپ لوگ مجھے نہیں جانتے کیونکہ میں نئی لکھاری ہوں' میں نازیہ کنول آنٹی کی بہت بڑی فین ہوں ان کی لکھی ہوئی ہر بات مجھے بہت پسند ہے اور سحر آپی کیسی ہیں اور سب کیسے ہیں؟ کوئی بہن مجھ سے دوستی کرنا چاہے گی میں عتیقہ عابد ہوں حیدرآباد سے اور نازیہ آنٹی اللہ پاک آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اللہ پاک آپ سب کو خوش رکھے اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

عتیقہ عابد...... حیدرآباد

پیاری فرینڈز کے نام

سب سے پہلے تو نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور کو شادی کی دلی مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ ملالہ اسلم' ارم کمال' طیبہ نذیر' طیبہ طاہرہ' عائشہ صدیقہ' شمزا بلوچ' مدیحہ نورین مہک' میری نگارشات پسند فرمانے پر آپ سب کا بہت بہت شکریہ۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فریدہ جاوید فری اور امینہ عندلیب کو صحت وتندرستی عطا فرمائے آمین۔ میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین نے گزشتہ دنوں اداکار مشتاق خان کے ہاتھوں اسلام آباد میں ریشم رائٹرز ایوارڈ وصول کیا اور انہیں وہاں سب سے پہلے آپی فریدہ جاوید فری نے مبارک باد دی۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

آنچل رائٹرز فرینڈز کے نام

السلام علیکم! دوستوں امید واثق ہے کہ آپ سب بفضل خدا خیر وعافیت سے ہوں گے۔ نازیہ کنول نازی کیسی ہیں آپ اور ماما جانی کی طبیعت کیسی ہے اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو صحت والی زندگی دے آمین۔ سباس گل سسٹر کیا حال ہے گھر میں سب کیسے ہیں؟ میں آپ دونوں کی بہت مشکور ہوں جب بھی آپ خط لکھتی ہیں مجھے یاد رکھتی ہیں۔ وڈا وڈا تھینکس جی۔ ڈاکٹر کنول ستار (حیدرآباد) سائرہ مریم (بورے والا) چندا مثال' شیبا صابر بٹ بہت ہی محترم (بابا جانی) شبیر احمد کہاں ہیں جی آپ سب؟ انٹری دیں آنچل میں۔ عشنا کوثر سردار' اقراء صغیر احمد' سمیرا شریف' فصیحہ آصف خان' سویرا فلک' ام ثمامہ' سیدہ حیا عباس' امبر گل (جھنڈو سندھ) نگہت غفار' کراچی' فائقہ سکندر' پروین افضل شاہین' فریدہ جاوید فری' فریدہ خانم' شاد زندگی' راحت وفا' کرن وفا' عطرو بہ سکندر' شیبا صابر بٹ' ام مریم' سامعہ ملک' بشریٰ نوید باجوہ' دعا ہاشمی' صائمہ سکندر (حیدرآباد) آنٹی پروین شبیر احمد' سویرا فلک' طلعت نظامی اور اب ہو جائے ذکر اپنی بھابیز کا ورنہ ناراض ہو جائیں گی۔ لبنیٰ توی' بڑی بھابی کیا حال ہیں آپ کے؟ بچے کیسے ہیں؟ جی حور جاناں کیا حال ہے بیٹا؟ بہن ردیہ فاطمہ' سونی کیا حال ہے جی؟ چلیں اب جلدی سے اللہ حافظ کہہ دوں' دعاؤں میں یاد رکھیے گا شکریہ۔

مسز نازیہ عابد...... حیدرآباد

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

رمضان آ گیا

رحمتوں کا مہینہ رمضان آ گیا
امن کا سفینہ رمضان آ گیا
جلا بخشنے تشنے روحوں کو پھر
معرفت کا خزینہ رمضان آ گیا
گناہوں کے بدل توبہ و نوازشیں
رحمتوں کا نذرانہ رمضان آ گیا
صعوبتوں میں سکھائے صبر و قرار
صبر کا قرینہ رمضان آ گیا
چمکیں گے چہرے صائم الدھو کے
نور کا مہینہ رمضان آ گیا
دور کرنے باطل و بد کو غزل
حق کا ترانہ رمضان آ گیا

☆......☆

ارادہ

دریا میں قطرے کی صورت
گم ہو جاؤں
اپنے آپ سے باہر نکلوں
اور
تم ہو جاؤں

امجد اسلام امجد

ارم کمال......فیصل آباد

روزہ داروں کے لیے جنت کا دروازہ ریان

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
"جنت کا ایک دروازہ ہے "ریان" قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی داخل ہو سکتے ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی اس سے داخل نہیں ہو سکتا پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ اور روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے (جنت میں اس دروازے سے داخل ہونے کے لیے) ان کے سوا اس سے اور کوئی اندر نہیں جائے گا اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اور اندر نہ جا سکے گا۔
(صحیح بخاری شریف: باب الریان الصائمین)

آسیہ اشرف......گنگا پور

فرشتوں کی دعا اور یاقوت کا محل

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ بھی رمضان شریف کی آخری رات تک بند نہیں کیا جاتا اور کوئی مسلمان بندہ ایسا نہیں ہے کہ رمضان شریف کی راتوں میں سے کسی رات میں نماز پڑھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر سجدہ کے بدلے میں ڈھائی ہزار نیکیاں لکھے گا جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے اور ہر دروازے کے لیے سونے کا ایک محل ہوگا جو سرخ یاقوت سے آراستہ ہوگا پھر جب روزہ دار رمضان المبارک کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے گزشتہ سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس روزہ دار کے لیے روزانہ صبح کی نماز سے لے کر غروب آفتاب تک ستر ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے رہتے ہیں اور رمضان شریف کی رات یا دن میں (اللہ کے حضور جب) کوئی سجدہ کرتا ہے تو ہر سجدے کے عوض اس کو (جنت میں) ایک ایسا درخت ملتا ہے جس کے سایہ میں سوار پانچ سو برس تک چل سکتا ہے" (الترغیب والترہیب)

سعدیہ نواز......کھدے

گدھے اور گھوڑے

کسی نے ایک ہندوستانی رہنما سے پوچھا "کیا وجہ ہے کہ سارے انگریز ایک جیسی ہی رنگ وصورت کے ہوتے ہیں اور ہندوستانی رنگ وشکل کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔"
اس رہنما نے جواب دیا "ہاں تو ٹھیک ہے نا گھوڑے تو مختلف رنگ اور نسل کے ہوتے ہیں لیکن گدھے رنگ وشکل میں سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔"

ثوبیہ بلال......ظاہر پیر

پیاری باتیں

☆ اللہ نور ہے جنت کا اور دل کو مارے بغیر نور نہیں ملتا
☆ چیزیں وقتی ہوتی ہیں ٹوٹ جاتی ہیں اور رویے دائمی ہوتے ہیں ہمیشہ کے لیے اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔

پارس......چکوال

ایک ہزار روپیہ

ایک دن ایک درویش کو ایک ہزار روپیہ ملا اور وہ سارا دن سوچتا رہا کہ کیا خریدے۔ سارا دن سوچنے میں گزر گیا اور شام کو اس نے وہ ہزار روپیہ پھینک دیا اور کہنے لگا۔
"مالک! ایک ہزار کی خطر میں نے صبح سے شام تک تجھے بھلا دیا اور جن کے پاس لاکھوں روپے ہوتے ہیں وہ تجھے کیسے یاد کرتے ہوں گے؟"

مدیحہ نورین مہک......برنالی

مجھے پڑھنا ہی نہیں غور بھی کرنا

19 جون 2015ء کو رمضان المبارک شروع ہو رہا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے یہ خوشخبری دوسروں کو سنائی اس پر جنت واجب ہوگی۔"
ایسے ایس ایم ایس آج کل بہت سینڈ کیے جاتے ہیں۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کے ایک ماہ کی خوشخبری دینے سے جنت کیسے واجب ہو سکتی ہے۔
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آخری نبی ہیں انہوں نے جو کچھ بھی کر کے دکھایا وہ ہمارے لیے سنت ہے اور بیان کیا وہ احادیث ہیں کیا آپ نے کسی حدیث میں پڑھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کچھ بیان کیا ہے؟ کیوں ہم مسلمان ہو کر اتنی پیاری ہستی پر الزام لگا رہے ہیں یہ تو آپ نے پڑھا ہوگا کہ ایک بات خود سے ہی اخذ کر لینا یا جو بات کسی نے کہیں نہ ہو اس کی بارے میں کہہ دینا الزام اور تہمت کے برابر ہوتا ہے۔
تہمت لگانا اتنا کبیرہ گناہ ہے پھر ہم سب سمجھ سوچ کر پھر ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں یا پھر ہم میں اتنی طاقت ہی نہیں کہ اس گناہ کو روک سکیں۔ آپ سب مجھ سے وعدہ کریں کہ آئندہ ہمیں ایسے ایس ایم ایس کو روکنا ہوگا۔ اچھی بات بتانا ثواب ہے لیکن اگر آپ کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں کہ یہ بات کس صحابہ یا کس نبی نے نہیں کی تو اسے وہیں روک دیں۔

عقیلہ رضی عرف عقیلہ شائل......فیصل آباد

خوب صورت سچ

ہمیشہ سمجھوتا کرنا سیکھو کیونکہ
تھوڑا سا جھک جانا کسی رشتے کو ہمیشہ کے لیے
توڑ دینے سے بہتر ہے

فرحت اشرف محسن......سیدوالا

اثاثہ

مسلمان جہاں بھی گئے یہ اثاثہ ان کے ہمراہ تھا۔
ایک روشن اور سیدھا سادا دین جس کی ہدایت کا لازمی نتیجہ فلاح، سعادت اور کامرانی تھا۔ ایک عادلانہ نظام حکومت جو شاہ و گدا میں کوئی امتیاز نہیں رکھتا تھا اور جو ہر قسم کے استحصال سے پاک تھا ایک ایسا پیغام جو ان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کا ضامن تھا۔ ایک ایسا علم جس کی روشنی سے زندگی کی شاہراہ چمک اٹھی تھی اور اجالے ہر طرف پھیل گئے تھے۔ ایک ایسی تہذیب جس کی بنیاد طہارت و تقدس پر ڈالی گئی تھی۔ ایک ایسا نظام عبادت جس نے بندوں میں ذوق خدائی پیدا کر دیا تھا اور ان کے دست بازو میں بجلی جیسی قوت بھر دی تھی۔

اقتباس......ڈاکٹر غلام جیلانی برق
عروسہ شہوار رفیع......کالا گوجراں جہلم

رٹا

انسپکٹر آف اسکولز ایک اسکول کا معائنہ کرنے آنے والے تھے استاد نے مختلف سوالات کے جواب لڑکوں کو رٹا دیئے۔ حامد کے ذمہ یہ سوال تھا کہ ہمیں کس نے بنایا؟ جواب تھا کہ ہمیں خدا نے بنایا ہے۔ اتفاقاً معائنہ والے دن حامد غیر حاضر تھا جب انسپکٹر نے یہ سوال پوچھا۔
"بچو! ہمیں کس نے بنایا ہے؟" تو تمام بچے خاموش بیٹھے رہے انسپکٹر نے سوال دہرایا تو حسن بولا۔
"جناب جسے خدا نے بنایا تھا وہ آج غیر حاضر ہے۔"

شبانہ امین راجپوت......کوٹ رادھا کشن

نماز کی حالتیں

نماز کی چار حالتیں ہوتی ہیں
اگر غور کیا جائے تو یہ لفظ احمد صلی اللہ علیہ وسلم بنتا ہے۔

ا......ح......م......د
قیام......رکوع......سجدہ......تشہد
قیام: سیدھا کھڑا ہونا۔
اگر غور سے دیکھیں تو "الف" بن جاتا ہے
رکوع: جھکنا......غور کیا جائے تو "ح" بنتا ہے
سجدہ: جھک کر زمین پر ماتھا رکھنا۔ تو یہ "م" بنتا ہے
تشہد: سجدے کے بعد بیٹھنا......غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ "د" بنتا ہے۔ سبحان اللہ۔

اقراء......نامعلوم

قرآن کی زندہ زبان

قرآن مجید جس زبان میں نازل ہوا وہ ایک زندہ زبان ہے۔ آج بھی دنیا کے بیس سے زیادہ ممالک کی قومی زبان عربی ہے اور یہ زبان دنیا کی چند بڑی زبانوں میں سے ایک ہے جب کہ پہلی آسمانی کتابیں جن زبانوں میں نازل ہوئیں وہ ختم ہوچکی ہیں، جن کو سمجھنے والے بہت کم لوگ ہیں۔

رمضان اور پاکستان

یوں تو رمضان المبارک پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے رحمت و مغفرت کا مہینہ ہے لیکن ہم پاکستانی مسلمانوں کے لیے اس مہینے اور اس کی ایک مبارک شب کی خاص اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک رات میں ہمیں آزادی عطا فرمائی تھی۔ رمضان کی ستائیسویں شب کو پاکستان کی تشکیل گویا اس حقیقت کی طرف اشارہ تھی کہ اس مملکت خداداد میں اسی کتاب مقدس کا نظام زندگی نافذ کیا جائے جو اس مبارک شب میں نازل ہوئی اور ہم نے پاکستان کا مطالبہ کیا بھی اسی غرض سے تھا کہ یہاں اسلامی نظام حیات نافذ کیا جائے۔ اس اعتبار سے رمضان المبارک تشکیل پاکستان کی سالگرہ اور اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے ہمارے عہد کی تجدید کا بھی موقع ہے۔

اللہ پاکستان کو ترقی دے آمین ثم آمین

عتیقہ عابد..... حیدرآباد

میں اور میرے میاں جانی

بیگم نے میاں کی خدمت کی تو میاں نے خوش ہوکر انہیں دعائیں دیں۔

"بیگم! جی خوش کردیا' اللہ تمہیں مزید ایسی نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تمہارا سہاگ قائم رہے تمہارے سر کا سائیں سلامت رہے۔ تمہارے بچوں کا باپ جیتا رہے تمہاری زندگی کا ساتھی طویل عمر پائے۔ اللہ اس کو ترقی دے اور اونچے عہدے پر پہنچائے' اس کے رزق میں وسعت دے اسے حج کرائے۔ اسے امریکہ اور برطانیہ کی سیر کرائے' اللہ کرے کہ وہ زندگی میں عیش ہی عیش کرے' اس کے دل کی ساری مرادیں پوری ہوں۔ اسے ایک اور اچھی' سگھڑ' سلیقہ شعار اور خوب صورت بیگم نصیب ہو' بولو بیگم! آمین۔"

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

بندھے ہوئے بڑے لوگ

جہاز میں امجد اسلام امجد کے پاس بیٹھنے کا یہ فائدہ ہوا کہ فضائی میزبان اتنا قریب آجاتی کہ امجد صاحب کو بھی اسے دیکھنے کے لیے عینک اتارنا پڑتی' ہم نے عطاء الحق قاسمی صاحب سے کہا۔

"ایئر ہوسٹس امجد صاحب کے ساتھ اس قدر احترام کے ساتھ پیش آرہی ہے اس نے ضرور امجد صاحب کی کتابیں پڑھی ہیں۔"

عطاء صاحب بولے۔ "جتنی عزت وہ کررہی ہے اس سے تو لگتا ہے کہ نہیں پڑھیں۔"

فضائی میزبان نے بتایا کہ وہ اس شعبے میں آئی ہی اس لیے ہے کہ بڑے بڑے لوگوں سے ملنے کا موقع ملتا ہے۔

ہم نے کہا۔ "یہ تو اور بھی کئی محکموں میں ممکن ہے آپ نے ایئر ہوسٹس ہی بننا کیوں پسند کیا؟"

وہ بولی۔ "ہوسکتا ہے اور محکموں میں بھی بڑے لوگوں سے ملنے کا موقع ملتا ہو مگر وہ وہاں بندھے ہوئے نہیں ہوتے۔"

ڈاکٹر یونس بٹ کی تحریر سے اقتباس

ناہید شبیر رانا..... رحمان گڑھ

سچائی

دکھ کی دراڑیں چہروں سے تو رخصت ہوجاتی ہیں لیکن وہ انسان کے اندر اتر کر اس ایک گوشے کو ویران کردیتی ہیں جو کسی ایک شخص کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔

انسان بھی پودوں کی طرح ہوتے ہیں وہ اپنی آب و ہوا' اپنا آس پاس چھوڑ کر چاہے بہتر جگہ ہی کیوں نہ چلے جائیں وہ خوش نہیں رہتے اور اکثر مرجھا جاتے ہیں صرف اپنے وطن کی مٹی سے ہی انہیں طاقت اور عزت ملتی ہے

ہالہ وعائشہ..... کراچی

نوکری

ایک شخص کو چڑیا گھر میں نوکری مل گئی' وہ نوکری یہ تھی کہ وہ مقررہ وقت پر چیتے کی کھال پہن کر چیتے کے پنجرے میں بیٹھ جائے۔ چیتے کے ساتھ والا پنجرہ شیر کا تھا ایک دن ایک دروازہ کھلا رہ گیا اور شیر چیتے کے پنجرے میں آگیا تو چیتا نما شخص چلانے لگا۔

"شیر آگیا..... شیر آگیا....."

شیر چیتے نما شخص کے کان کے قریب اپنا منہ کرکے بولا۔ "یار چپ بھی کر نوکری سے خود بھی جائے گا اور مجھے بھی نکلوائے گا۔"

حمیرا نوشین..... منڈی بہاؤالدین

زندگی

سوچتا ہوں کیوں بیا آخر بن گیا
آدمی کا دشمن جاں آدمی؟
منہ چھپاتی پھر رہی ہے موت سے
کس قدر بے بس ہوتی ہے زندگی

راؤ تہذیب حسین تہذیب..... رحیم یار خان

صبر کرو

کوئی زندگی ایسی نہیں جو اپنی آرزو اور اپنے حاصل میں مکمل ہو' برابر ہو۔ کبھی آرزو بڑھ جاتی ہے' کبھی حاصل کم رہ جاتا ہے۔ صبر کا خیال ہی اس بات کی دلیل ہے کہ انسان جو چاہتا ہے وہ اسے ملا نہیں' تلقین صرف یہ ہے کہ ہوجانے والے واقعات پر افسوس نہ کرو بلکہ صبر کرو اور صبر کرنے والوں کو اللہ عزوجل بہت پسند کرتا ہے۔

ارم وزائچ..... شادیوال گجرات

حقیقتِ حیات

اپنی خواہشوں کے کشکول کو اتنا بڑا مت کرو کہ پھر صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکے۔

کبھی خواہشوں کے پیچھے نہ بھاگو بلکہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں خوش ہوجاؤ' اس کی خوشنودی کا دامن تھام لو تمہیں وہ ایسے نوازے گا کہ تم خود حیران رہ جاؤ گے۔

کبھی بھی کسی کی آنکھ میں آنسو دیکھ کر یہ نہ سوچو کہ یہ آنسو میری آنکھ میں نہیں ہوسکتا بلکہ یہ تمہارے لیے لمحہ فکریہ ہے کیونکہ آنکھ تم بھی رکھتے ہو اور اس میں آنسوؤں کے آنے کا نظام بھی ہے اور سب سے بڑی بات تم اس دنیائے فانی کا حصہ بھی ہو۔

گرم جوشی رشتوں کو مضبوط رکھتی ہے۔

عزولقہ عارف بھنڈر..... ماڑی بھنڈراں

علم اور جوتے

جب جوتے شیشوں کی الماری میں رکھ کر سیل ہوں اور کتابیں فٹ پاتھ پر بکتی ہوں تو سمجھ لو کہ..... اس قوم کو علم کی نہیں جوتوں کی ضرورت ہے۔

سبط الرحمن..... ماچھیوال گاؤں

زیادہ ہنسنے کی ممانعت

قہقہہ مار کر ہنسنے سے بچو اس میں سات آفتیں ہیں

فقیہ فرماتے ہیں "قہقہہ مار کر ہنسنے سے سات آفتیں آتی ہیں

❖ علم و عقل والے تیری مذمت کریں گے۔

❖ بے وقوف اور جاہل لوگ تجھ پر دلیر ہوجائیں گے۔

❖ اگر تو جاہل ہے تو اس سے تیری جہالت بڑھے گی اگر عالم ہے تو تیرے علم میں کمی آئے گی۔ روایت ہے کہ عالم جب ہنستا ہے تو اس کے علم کا ایک حصہ ضائع ہوجاتا ہے۔

❖ اس سے پرانے گناہ بھول جاتے ہیں۔

❖ اس سے آئندہ گناہوں پر جرأت ہوتی ہے کیونکہ ہنسی سے دل سخت ہوجاتا ہے۔

❖ تجھے دیکھ کر جو ہنسے گا اس کا بوجھ بھی تجھ پر ہوگا۔

❖ اس قہقہہ مار کر ہنسنے کی وجہ سے آخرت میں بہت رونا پڑے گا۔

حدیث میں ہے مسکراہٹ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور قہقہہ شیطان کی طرف سے زیادہ ہنسنے سے دل مُردہ ہوجاتا ہے اور مُردہ دل اللہ کی طرف تدبر کرنے سے محروم رہتا ہے۔

حافظ صائمہ کشف..... فیصل آباد

فقرہ

جانے سے پہلے
اس نے میرے آنچل سے
ایک فقرہ باندھ دیا
I Will Miss You
اور سارا سفر
خوشبو میں بسا رہا.....!

فائزہ بھٹی..... پتوکی

لفظ لفظ موتی

❖ وقت کے انمول رنگوں کی پہچان وہی کرتے ہیں جو انمول کو بے مول بنادیتے ہیں۔

❖ محبت کے نام پر ملا ہوا ہوا کا جھونکا تمام تر ساعتوں سے بھاری ہوتا ہے۔

❖ آپ اپنی زندگی کا یہ اصول بنالیں کہ کسی کا برا کرنے میں آپ پہل نہیں کریں گے یقین جانئے آپ سرخرو رہیں گے۔

❖ جو زندگی ہمارے اندر مرچکی ہوا سے جھوٹ موٹ جینا کتنا دشوار ہے۔

❖ محبت کتنی آنکھوں کے آنسو پیتی ہے پھر بھی یہ کھاری، بدذائقہ نہیں ہوتی' لوگ اسے امرت سمجھ کر پی لیتے ہیں۔
❖ اگر آپ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کچھ بھی نہیں تو جان لیں کہ آپ بہت کچھ ہیں۔

نادیہ عباس دیا قریشی..... موسیٰ خیل

سنہرے حروف

+ جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
+ نیند اپنی حد سے نکل جائے تو عذاب ہے بیماری ہے۔ نیند غائب ہو جائے تو بھی مشکل ہے۔
+ استاد کا خوف طالب علم کو علم کی لگن دے سکتا ہے اور اگر یہ خوف حد سے بڑھ جائے تو طالب علم میدان چھوڑ کر بھاگ نکلتا ہے۔
+ درحقیقت ہر حقیقت حجاب حقیقت ہے۔
+ احمق کا علاج نہیں کیونکہ یہ بیماری نہیں عذاب ہے۔
+ شہر بھرے کے بھرے رہتے ہیں لیکن ہر دس سال بعد چہرے تبدیل ہو جاتے ہیں۔

سمیرا اشتاق ملک..... اسلام آباد

معطر ہوائیں

ماہ رمضان کی معطر ہوائیں
ابر رحمت سے ممنوں فضائیں
کر رہی ہے خوش آمدید علانیہ
مرحبا مرحبا ماہ رمضان

عائشہ شمشاد حسین..... کورنگی' کراچی

اذان

پیارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اذان نہیں دی تھی کیونکہ اگر آپ اذان دیتے تو کائنات کی ہر شے مسجد میں آ جاتی اور نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا۔ اس لیے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اذان نہیں دی تھی۔

صبا شہزادی..... ننکانہ صاحب

خوب صورت ہدایات

⌘ رات کے وقت جب کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دے تو اللہ پاک کی پناہ مانگو کیونکہ وہ ایسی مخلوق دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔
⌘ جب رات کو ضروری کام نہ ہو تو باہر کم نکلا کرو کیونکہ رات کے وقت اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے۔
⌘ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر دروازہ بند کیا کریں کیونکہ شیطان وہ دروازہ نہیں کھول سکتا جسے بسم اللہ پڑھ کر بند کیا جائے۔
⌘ پانی کا برتن ڈھانپ کر رکھا کریں' خاص طور پر رات کے وقت کیونکہ رات کے وقت بلائیں آسمان سے اترتی ہیں۔
⌘ اچھی اور پرسکون نیند کے لیے درود پاک پڑھ کر سویا کریں۔

رشک حناء..... سرگودھا

صرف تم

محبت:۔ سچی محبت یہ ہے کہ بچھڑنے کے بعد بھی اس کی کسک محسوس ہو۔
صبر:۔ تم دیکھو' سنو' سہو مگر کچھ مت کہو۔
دعا:۔ وہ شے جس میں سچائی اور خلوص ہو تو خدائی کو مسخر کر دے۔
غصہ:۔ وہ کیفیت کہ جس پر طاری ہو اس کی بصیرت چھین لے۔
عشق:۔ صرف اور صرف تم۔

انا احب' وفائے سحر..... فیصل آباد

مایوسی گناہ ہے

مایوس مت ہونا یہ گناہ ہوتا ہے
ملتا وہی ہے جو قسمت میں ہوتا ہے
ہر چیز ہمیں ملے یہ ضروری تو نہیں
کچھ چیزوں کا ذکر دوسرے جہاں میں بھی ہوتا ہے

سنیاں زرگر' قصبی زرگر..... جوڑہ

زندگی

زندگی ایک گفٹ ہے' قبول کیجیے
زندگی ایک احساس ہے محسوس کیجیے
زندگی ایک درد ہے بانٹ لیجیے
زندگی ایک پیاس ہے' پیار دیجیے
زندگی ایک ملن ہے مسکرا لیجیے
زندگی ایک جدائی ہے صبر کیجیے

سمیرا انجیر..... سرگودھا

اچھی بات

◉ غریب ہے وہ شخص جس کا کوئی دوست نہیں۔
◉ پانی میں اترتے وقت یہ مت دیکھ کہ پانی کتنا گہرا ہے

یہ دیکھ کہ تیرا قد کتنا ہے۔
◉ ایک بات یاد رکھو کہ دنیا میں ہر شخص تمہارے قابل نہیں اور نہ تم ہر ایک کے قابل ہو۔
◉ خلوص اور محبت کے درمیان سب سے بڑا کانٹا شک ہوتا ہے۔

حلیمہ سعدیہ..... تل خالصہ

کچھ حقیقت

◉ غصہ آنا کنوارے لڑکے کی نشانی ہے مگر غصے کو پی جانا شادی شدہ مرد کی نشانی ہے۔
◉ لڑکیاں شادی سے پہلے خوب بنتی ہیں اور مرد شادی کے بعد۔
◉ شوہر بالکل ایئر کنڈیشنر کی طرح ہوتے ہیں گھر سے باہر گرم اور شور کرتا ہوا لیکن گھر کے اندر خاموش' ٹھنڈا اور ریموٹ سے چلنے والا۔
◉ بعض شوہر کسی لڑاکا ساس سے بھی زیادہ بدمزاج ہوتے ہیں کہ ان کی بیویاں اپنی ساس نہ ہونے پر پریشان رہتی ہیں۔

کرن شہزادی..... بھیر کنڈ' مانسہرہ

دوستی

دوستی کرنی ہے تو دو چیزوں سے سیکھو
ایک آئینہ دوسرے سایہ سے
آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور سایہ
کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا

مشی خان..... بھیر کنڈ' مانسہرہ

چھوٹی سی بات

جب تم بغیر کسی وجہ کے خوشی محسوس کرنے لگو تو تم یقین کر لو کہ کوئی نہ کوئی کہیں نہ کہیں تمہارے لیے دعا کر رہا ہے۔

زویا خان بنگش..... پنڈی

مہکتی کلیاں

○ تکلیف کی زیادتی محبت کی کمی کا باعث بن جاتی ہے۔
○ حسد:۔ ایسا ہتھیار ہے جو انسان کو اندر اور باہر سے ختم کر دیتا ہے۔
○ خوش اخلاقی:۔ ایسی خوشبو ہے جو میلوں دور سے محسوس کی جاتی ہے۔
○ انسان:۔ خاک سے بنا ہے اگر اس میں خاکساری نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔
○ ظلم کی رات کتنی ہی طویل ہو' انصاف کی صبح ضرور طلوع ہوتی ہے۔
○ مستقبل کی فکر کرنے کی بجائے اگر حال کو بہتر بنانے کی کوشش کر لو تو مستقبل خود بخود سنور جائے گا۔
○ جو انسان اپنی وفا کا ذکر کرتا ہے اصل میں وہ دوسروں کی بے وفائی کا ذکر کرتا ہے۔

حب خان..... چکوال

بارش

تمہیں بارش پسند ہے ناں؟
تو آؤ دیکھ لو کہ
میری آنکھیں برستی ہیں
کبھی دن بھر کبھی شب میں......

ایس اے صنم..... نواب شاہ' سندھ

پانچ خصوصی کرم

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذی شان ہے کہ "میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔"

❀ جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف رحمت کی نظر فرماتا ہے اور جس کی طرف اللہ پاک نظر رحمت فرمائے اسے کبھی عذاب نہ دے گا۔
❀ ان کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔
❀ فرشتے ہر رات اور دن ان کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔
❀ اللہ تعالیٰ جنت کو حکم فرماتا ہے میرے نیک بندوں کے لیے آراستہ ہو جا' عنقریب وہ دنیا کی مشقت سے میرے گھر اور کرم میں راحت پائیں گے۔
❀ جب ماہ رمضان کی آخری رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

تمنا بلوچ..... ڈی آئی خان

❀

yaadgar@aanchal.com.pk

☆ڈیئر جیا! خوش آمدید۔

مریم کنول...... توبہ ٹیک سنگھ۔ السلام علیکم شہلا آپی! میں پہلی بار کسی بھی ڈائجسٹ میں لکھ رہی ہوں آنچل میں نے نویں جماعت سے پڑھنا شروع کیا اور چار سال بعد شرکت کر رہی ہوں آنچل ایک بیسٹ ڈائجسٹ ہے۔ مجھے اس سے بہت ساری معلومات کے ساتھ ساتھ روحانی اصلاح کا موقع بھی ملا ہے۔ اب آتے ہیں سلسلے وار ناول کی طرف تو "ٹوٹا ہوا تارا" بیسٹ سے بھی زیادہ بیسٹ ہے۔ مجھے مصطفیٰ شہوار ولید اور انا کا کردار بہت زیادہ پسند ہے۔ انا بہت غصہ کر رہی ہے بے چارے ولید کے ساتھ اور اپنے گھر والوں کے ساتھ۔ سمیرا شریف طور آپ کا ناول مجھے بہت اچھا لگتا ہے اللہ پاک آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں دے آمین۔ وادا نازیہ کنول نازی کا ناول پڑھ کر مزا آگیا۔ مجھے نازیہ آپی بہت پسند ہیں میری طرف سے مبارک باد وصول کریں (اپنے نکاح کی)۔ ناولٹ میں تو مزہ ہی آگیا۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" میں رائبل کا کردار سب سے اچھا لگا۔ سباس گل آپ بھی بہت پیارا لکھتی ہیں عابدہ سبین کا ناولٹ بھی اچھا لگا۔ افسانے بھی بہت اچھے تھے۔ مہر گل نے ایک اہم موضوع پر قلم اٹھایا اللہ حافظ۔

عنزہ یونس...... حافظ آباد۔ السلام علیکم! پیارے پیارے چہروں کو میرا سلام قبول ہو۔ اس دفعہ آنچل 25 کو مل گیا مگر شومئی قسمت میں پڑھ نہ پائی اس لیے جواب دینے میں بھی دیر ہوگئی لیکن ڈیئر آنچل فیلوز دیر سویر تو ہوتی رہتی ہے لہٰذا میں نے قلم پکڑا اور آنچل کی محفل میں دوڑی چلی آئی اور حسب معمول سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھی اور جیسے جیسے پڑھتی گئی ایمان سے ٹوٹتی گئی زجا انا صاحبہ ہیں جو ولید بھائی کے ساتھ بہت برا سلوک کر رہی ہیں اسے دل کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ وہ کاشفہ کی ذہنی حالت جانتی ہے اور حماد اور کاشفہ جہاں سے آئے تھے وہاں واپس چلے جائیں (ویسے حماد انا کے گھر ایسے آئے تھے جیسے وہ ان کا سسرال ہو آہم) اس کے بعد جو خبر ملی اس نے میرے طوطے کبوتر اڑا دیے یعنی شہلا آپی ماما بننے والی ہیں۔ بھئی مجھے تو بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے کیونکہ یہ سمیرا شریف طور کی ایک منفرد اسٹوری ہے۔ اس کے بعد "موم کی محبت" پڑھی راحت جی پلیز منصور بھائی کو زیبا کے ساتھ سیٹ کردیں اگر ابھی ایسا ممکن نہیں ہے تو پلیز انہیں اپنے بیٹے سے شفقت پر ہی آمادہ کردیں۔ عارض اور ربجاب مجھے بہت پسند ہیں شرمین اور یوبی لیس گزار رہی ہے۔ مگر یہ اسٹوری اب اچھی ہوتی جارہی ہے ویسے زیبا کا گناہ گار عارض ہی ہے (آہم ہوئی)۔ "عشق تمام مصطفیٰ ﷺ" ایک بہت ہی بہترین اسٹوری ہے اس میں اسلام کے پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے بس عائشہ جی کوشش کیجیے گا کہ اسلام کے تمام پہلوؤں پر بھرپور وضاحت سے روشنی ڈالیے گا پلیز۔ "زندگی کے رنگ" ام ایمان قاضی کی ایک دلچسپ اسٹوری بھی اچھی لگی۔ "وہ میرا جنون تھا" اچھا ناولٹ تھا۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" اچھی اسٹوری ہے۔ "صحرا کی پیاس" بہت ہی اچھا افسانہ تھا حقیقت کے تمام رنگ اس میں موجود تھے بلاشبہ بہت حساس پہلو کی طرف نشاندہی کی گئی ہے اللہ رحم کرے ہم پر آمین اور حکومت کو اس معاملے میں سنجیدہ حکمت عملی اپنانے کی توفیق دے آمین۔ "ماہی عابدہ نورانی ہوئی چوڑی" "دوئی تنہائی لیبرڈ" بہت ہی اچھے افسانے تھے سب ہی معاشرے کے حساس پہلوؤں پر لکھے گئے تھے۔ تمام رائٹرز تعریف کی حق دار ہیں۔ اب آتے ہیں اس ناول کی طرف جس کا مجھے بہت عرصہ سے انتظار تھا جی بات ہو رہی ہے "شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ جی ویل ڈن بہت سوپرڈوپر اسٹوری ہے۔ پہلی ہی قسط میں چھا گئی ہے مجھے مزاہار حسن اور صیام بہت پسند آئے ہیں اسٹوری میں سے پلیز ان کے ساتھ کچھ بھی برا نہ کیجیے گا اور زاہار کو تو کچھ بھی نہ ہو۔ ہاں آپ کو نکاح کی بہت بہت مبارک ہو۔ راؤ تہذیب حسن تہذیب کا شعر بہت ہی خوب صورت تھا "ہم سے پوچھیے" "بند من" "بیاض دل" "نیرنگ خیال" اور "جواب آں" بھی بہت پسند آئے اور خدا پاک آنچل اور پاکستان پر اپنے کرم کا سایہ ہمیشہ رکھے آمین۔

ارم وزانچ...... شادیوال گجرات۔ السلام علیکم شہلا آپی اینڈ آنچل اسٹاف۔ اب آتی ہوں تبصرے کی طرف ویسے میں اس سلسلے میں پہلی دفعہ لکھ رہی ہوں۔ سمیرا شریف طور جی پہلے تو آپ کو نئے بندھن میں بندھنے پر مبارک باد اور پھر دوسری مبارک اتنا اچھا ناول لکھنے پر۔ آپ کا ناول بہت اچھا ہے۔ مجھے اس میں شہوار انا اور مصطفیٰ ولید یہ چاروں بہت پسند ہیں پلیز انا اور ولید کو الگ نہ کریں انا بہت ہی بے وقوف لڑکی ہے۔ ولید جیسے بندے کو چھوڑ رہی ہے جس پر خود بھی مرتی ہے اور ہاں جی یاد آیا امبر گل آپ نے میرے شعر کی تعریف کی اس کے لیے شکریہ۔ باقی سارا آنچل بھی بیسٹ رہا نازی جی ناول شروع ہوا ہے اس کے لیے ان کو بھی مبارک باد اللہ حافظ۔

اقراء لیاقت...... حافظ آباد۔ السلام علیکم آنچل کے متوالو کیا حال ہے؟ اس دفعہ آنچل 26 کو ہی مل گیا تھا پھر بھی ایسے لگ رہا تھا جیسے بہت عرصہ ہوگیا آنچل پڑھے ہوئے کیونکہ اس میں "شب ہجر کی پہلی بارش" کی نوید سنائی گئی تھی اور جب آنچل ملا تو سب سے پہلے یہی پڑھی ویل ڈن نازیہ آپی پہلی قسط ہی شاندار تھی۔ ورکنوں صیام تو پیارا اور آنکہ کا کردار بہت اچھا لگا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نازیہ آپی کی اسٹوری ہو اور وہ شاندار نہ ہو پہلے میں بھی کہ آپ کی شادی ہوگی مصروف ہوں گی شاید نہ لکھ پائی ہوں۔ آپ کو شادی بہت بہت مبارک ہو۔ سمیرا جی آپ کو بھی شادی بہت مبارک ہو اور "ٹوٹا ہوا تارا" میں ولید نے بہت اچھا کیا اور شہوار بھی...... آہم ویل ڈن بہت اچھی لکھی گئی اسٹوری آپ نے بھی اللہ خوش رکھے آمین۔ "وہ میرا جنون تھا" بھی ایک بہت اچھا ناولٹ تھا واقعی محبت میں شراکت نہیں پر حصہ داری ہوتی ہے اور محبت بھی دوست کی جگہ نہیں لے سکتی۔ "عشق تمام مصطفیٰ ﷺ" بہت اچھی اسلامی اسٹوری بھی ویسے بہنوں کو بعض نہیں کانی چاہیے کہ یہ بھی اسلام کے خلاف ہی ہے۔ "زندگی کے رنگ" بھی اچھا تھا اس کے علاوہ "موم کی محبت" اور "محبت دل کا سجدہ ہے" بھی اچھی تھیں۔ افسانوں میں "روئی میری پیاری ماں" میں بھولی میرا آنسو یاں "صحرا کی پیاس" اور "تنہائی" بہت اچھے افسانے تھے اصل میں افسانہ لکھنا بھی کافی مشکل ہے پوری زندگی کو دو صفحوں میں بیان کرنا کافی مشکل کام ہے۔ یادگار لمحے، حمد و نعت، آئینہ، درجواب آں، دوست کا پیغام آئے، بیاض دل، ذوق آگہی، مقابلہ، آپ کی صحت، نیرنگ خیال سب بہت اچھے تھے اللہ آنچل کا معیار اور بلند کرے اور ساتھ بہت ہی کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔ اگلے مارننگ کے لیے اللہ حافظ۔

عقیلہ رضی...... فیصل آباد۔ السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ آنچل والوں کو میری طرف سے رمضان مبارک ہو ساتھ ہی ایڈوانس عید مبارک بھی کیونکہ زندگی کا کوئی پتا نہیں کوئی غلطی کوتاہی ہوتو پلیز معاف کرنا۔ جون کا آنچل بہت لیٹ ملا ہاتھ میں آتے ہی ہم نے آئینہ دیکھا آئینہ میں اپنی شکل دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ پلیز آپی میرا بھی کہانی کو زیادہ آگے بڑھا میں اس بار جو ولید کو شک ہوا ہے اس کو یقین میں بدلیں۔ عائشہ نور آپ کی کہانی پڑھے بغیر ہی ہم بتا سکتے ہیں کہ آپ نے بہت اچھا لکھا ہوگا۔ "یادگار لمحے" "ہم نے چھوڑے نہیں" یہ سلسلہ تو ہمیں جان سے پیارا ہے۔ اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

سویرا علی...... شہلا عامر کو میرا محبت بھرا سلام سب سے پہلے ماہنامہ حجاب کے اجراء پر مبارک باد قبول کیجیے آپی میرا پسندیدہ سلسلے وار ناول "ٹوٹا ہوا تارا" ہے اس میں شہوار اور مصطفیٰ کی جوڑی بہت پسند ہے البتہ انا کے لیے فکر ہو رہی ہے اب جون کے آنچل میں جو افسانے پسند آئے وہ "لیبرڈ بے رونی" اور "پہلی بار ستارے ٹوٹنے تھے" اچھے تھے۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" میں سباس گل اچھا لکھ رہی ہیں۔ غزلیں سب ہی اچھی تھیں پر ظہور احمد کی زیادہ اچھی لگی آنچل اور حجاب کے لیے نیک دعاؤں کے ساتھ اللہ حافظ۔

تمنا باوچ...... ڈی آئی خان۔ السلام علیکم! شہلا آپی اینڈ تمام آنچل پریوں کو میری طرف سے محبت بھرا سلام اور ماہ رمضان کی خصوصی مبارک باد قبول ہو۔ ویسے کیا حال چال ہے میری پریوں! گرمی میں روزہ رکھ کے مزہ آرہا ہے بات ہو جائے آنچل کی تو اس بار 26 کو ملا۔ سب سے پہلے در جواب آں میں

جھانکا مگر اپنی جھلک کہیں نظر نہ آئی۔ قیصرآرا کے جواب پڑھے پھر دوست کا پیغام آئے میں نظر کے گھوڑے دوڑائے مگر وہاں بھی اپنا خط نہ پا کر مایوسی ہوئی پھر سب سے پیغام پڑھے مگر اپنے نام کوئی پیغام نہ پا کر ایک دم اپنا آپ بہت اکیلا سا لگا پھر وہاں ٹھہرنا بے کار تھا تو بوجھل قدموں کے ساتھ ملنے اور نیرنگ خیال کا دورا کیا۔ سبھی نے خوب محفل سجا رکھی تھی مگر محفل میں چار چاند لگائے سیدہ جیا نے پر میری غزل جا تھہ چاند لگائی اسے شامل کیے بغیر محفل کا اختتام کردیا۔ ایمن وقار یہ ٹھیک نہیں ہے اچھی لڑکیاں کسی کا دل نہیں دکھاتی پھر بیوٹی گائیڈ سے ہوتے ہوئے "ڈش مقابلہ" میں گئے جہاں بہنوں نے خوب مقابلہ کیا پر دو کیا ہیں نان نہ ہمیں کھانے کا اتنا شوق ہے اور نہ پکانے کا۔ ہاہا۔ بیاض دل کا معائنہ کیا جس میں سبھی دوستوں نے خوب تصاحرا آگیا۔ پر عاصمہ حنان کا انتخاب زبردست تھا پھر اچانک ہی یادگار لمحے یاد آئے جو میں اداس ہونے کی وجہ سے پیچھے چھوڑ آئی تھی تو ایک دم ہی چھلانگ لگائی ہر بار کی طرح اس بار بھی یادگار لمحے بیسٹ تھے مگر فریحہ شبیر اور سونیا کنول ٹاپ پر رہی۔ آئینہ میں کچھ نئی اور کچھ پرانی بہنوں کے تبصرے اچھے لگے نجم باجی! آپ نے مجھے سلام بھیجا اس کے لیے شکریہ۔ صدف مختار اور عائشہ پرویز کے ساتھ ساتھ تمنا بلوچ کا تبصرہ بھی پسند آیا ہاہاہا۔ اب بات ہو جائے سلسلے وار کی تو سبھی نے اچھا لکھا۔ ناول اور ناولٹ اچھے تھے مگر افسانے اس بار ٹاپ پر تھے واہ مزہ آگیا۔ "میری پیاری ماں" ام اقصیٰ نے بیسٹ لکھا۔ باقی صائمہ قریشی، فرحین اظفر، افشاں علی، حمیرا نوشین، مہر گل، سمیرا احتار، بشریٰ باجوہ، عمیرہ گل، نادیہ عقیل "کائنات نور" سبھی نے زبردست لکھا۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں سے مل کر اچھا لگا پر میں حیران ہوگئی جب پتا چلا شازیہ آپی اور نجم باجی شادی شدہ ہونے کے ساتھ تین تین بچوں کی اماں ہیں تو جلدی سے بھانجے بھانجیوں کو لمبی عمر اور نیک زندگی کی دعائیں دے ڈالیں۔ نجم باجی آپ کی دوستی کی آفر قبول ہے اللہ حافظ۔

پری...... طور جہلم۔ السلام علیکم! آنچل سے تعلق تو بہت پرانا ہے مگر تبصرہ آج پہلی بار کر رہی ہوں باقاعدہ قاری آج سے تقریباً 4 سال پہلے بنی ہوں تب سے اب تک آنچل میرے ساتھ ہی رہا ہے۔ تمام سلسلے بہت اچھے ہیں اس ماہ کا شمارہ 22 کو ہی مل گیا تھا پر ابھی تمام کہانیاں پڑھ نہیں سکی مگر جو پڑھی ہیں وہ سب لاجواب ہیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سب سے بیسٹ ہے اللہ حافظ۔

☆ڈیئر پری! خوش آمدید۔

رشک وفا...... بورنالی۔ اس دفعہ آنچل پورا ہی بیسٹ تھا (کیونکہ اپنا تعارف دیکھ کر دل گارڈن گارڈن ہوگیا تھا) "محبت دل کا سجدہ ہے" ایک تحریر ہے جسے پڑھ کر بے اختیار اپنے رب کی بے نیازی پر یقین آگیا۔ ویل ڈن سباس گل صاحبہ نوشین جیسی عورت خدا زندگی میں کسی کو نہ دکھائے۔ نازیہ کنول نازی جی آپ کو زندگی کی نئی شروعات کرنے پر مبارک باد۔ آئینہ میں ارم کمال کا تبصرہ اچھا لگا اس کے علاوہ طیبہ نذیر نے بھی تبصرہ بیسٹ لکھا۔ یادگار لمحے میں فریحہ شبیر کی "آواز" نے دل کو چھو کر بے اختیار ان لمحوں کو یادگار بنا دیا۔ سونیا کنول بھولی کی "عشق" نے سبحان اللہ کہنے پر مجبور کردیا ایک بچی کی فہم و فراست دیکھ کر یہاں تو بڑے بڑے چپ ہو جاتے ہیں۔ ہم سے پوچھیے میں ہمیشہ کی طرح پروین افضل شاہین چھائی رہیں۔ آپی لگتا ہے آپ اپنے میاں کو خوب تنگ کرتی ہوں گی اور وہ بے چارے ہنس کر ٹال جاتے ہوں گے۔ نیرنگ خیال میں اپنا نام نہ دیکھ کر دل کو کچھ تو ہوا لیکن تو بیہ نواز اعوان نادیہ نواز ٹھکرانی اینڈ سیدہ جیا عباس کی شاعری نے دل کے تاروں کو چھولیا۔ بیاض دل میں طیبہ سعدیہ عطاریہ نذیر نورین مہک نورین لطیف ام شہزادی فاطمہ نیک کی شاعری بیسٹ تھی۔ اس کے علاوہ افسانے اور کہانیاں بیسٹ تھے افسانوں میں "میری پیاری ماں" "لیبرڈ" اور "تنہائی" نے دل کو چھولیا۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ کنول نازی جی بیسٹ ف ایک اور میرے آرمی بھائیوں کو سلام پیش کرنے پر آپ کو ویل ڈن۔ او کے ٹیک کیئر اینڈ رب راکھا۔

☆ڈیئر وفا! خوش آمدید۔

شمائلہ کرن...... داجل۔ ڈیئر شہلا آپی! آنچل اسٹاف اور قارئین کو رمضان کی بہت بہت مبارک باد۔ اس بار آنچل 25 تاریخ کو ملا سب سے پہلے اپنا نام تلاش کیا جو مجھے آئینہ میں ملا یقین نہیں آرہا تھا کہ میرا خط شائع ہوا۔ ڈیئر آپی آپ کا بہت شکریہ۔ اب آتے ہیں باقی آنچل کی طرف تو سب سے پہلے سرگوشیاں پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس کے بعد حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے اور فوراً نازیہ جی کے ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" کی طرف چھلانگ لگائی ویل ڈن نازی پہلی ہی قسط نے اپنے سحر میں جکڑ لیا۔ اب آتی ہوں اپنے فیورٹ ناول کی طرف "ٹوٹا ہوا تارا" یہ قسط بہت زبردست تھی۔ شہوار مصطفیٰ کو خوش خبری دینے والی ہے اور جلد ہی اس کا ماسک اترنے والا ہے۔ سمیرا جی میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں۔ "موم کی محبت" بہت سست جارہا ہے راحت آپی پلیز اس میں ٹوئسٹ لائیں اس دفعہ جو ناول مجھے سب سے زیادہ پسند آیا وہ ہے "عشق تمام مصطفیٰ ﷺ" اس ناول کی تعریف کے لیے الفاظ ہی نہیں۔ عائشہ نور جی زبردست اب دوسری قسط کا بے صبری سے انتظار ہے۔ "زندگی کے رنگ" اچھا تھا۔ "وہ میرا جنون تھا" الگ تحریر تھی۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" زبردست قسط تھی افسانے سب ہی زبردست تھے۔ "لیبرڈ" اور "صحرا کی پیاس" نے بہت رلایا۔ غزل میں سب سے زیادہ سارہ چوہدری، قدیر رانا اور جیا عباس کی پسند آئی۔ پروین افضل آپ بہت جذباتی ہیں اللہ حافظ۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ السلام علیکم! اس بار بھی آنچل ہمیشہ کی طرح خوب صورت سرورق سے سجا میرے ہاتھوں میں ہے۔ ماہنامہ حجاب کے بارے میں کہوں گی کہ اس کے صفحات 300 اور قیمت تعارفی 40 روپے رکھیں کیونکہ مارکیٹنگ کرنے کے لیے پہلے رسالے کی قیمت کم رکھنی پڑتی ہے پھر جب ہم اس کے مستقل قاری بن جائیں تو صفحات 320 کر کے قیمت 60 روپے کردیں۔ ناولز اور افسانے تو ہوتے ہی لاجواب ہیں ان کے علاوہ مدیحہ نورین مہک، نادیہ یاسمین، ہالہ سلیم، نورین مسکان کے اشعار۔ فریدہ جاوید فری، سباس گل، شمشاد حسین، سیدہ جیا عباس کی غزلیں۔ نجم انجم اعوان بتول شاہ، ثوبیہ کوثر کے پیغامات۔ سدرہ کشف، حمیرا نوشین، ملالہ اسلم کی تحریریں۔ طیبہ نذیر امبر گل، لاریب عندلیب کے سوالات پسند آئے۔ ایس بتول شاہ، نورین لطیف، نگینہ عمران کا بہت بہت شکریہ۔ بہنوں کی عدالت کا سلسلہ شروع کرنے پر بہت بہت شکریہ۔ آنچل اوڑھے کافی عرصہ ہوگیا ہے اب ہمارا دل حجاب اوڑھنے کو کر رہا ہے اللہ حافظ۔

مہرین آصف بٹ...... سہنسہ آزاد کشمیر۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟ ہم نے سوچا کہ اس سے پہلے آپ ہمیں بھول جائیں آئینہ میں اپنی جھلک دکھلا ہی دیتے ہیں۔ اب بات کی جائے آنچل کی۔ سرورق خاص نہ تھا ایک تو آپ جانے کہاں سے چن چن کر ایسی ماڈل کو سرورق کی زینت بناتے ہیں۔ حمد و نعت اور دانش کدہ کی کیا بات ہے ہمیشہ کی طرح زبردست ہمارا آنچل میں سب کے انٹرویو ٹھیک تھے۔ تحریروں میں عائشہ نور محمد آپ ماشاءاللہ ہو آپ کے قلم سے لکھا ہوا ہر لفظ سحر طاری کر دیتا ہے آپ کی یہ تحریر بہترین ہوگی ایک طرف رحمٰن دوسری طرف شیطان جیت یقیناً اس کی ہوگی جس کے ساتھ رحمٰن ہے۔ "موم کی محبت" کی اگر بات کی جائے تو نازش اگر شرمین کو حقیقت نہیں بتلا سکتا تو آغا جی کو سب بتا دینا چاہیے تھا۔ شرمین نے اب فیصلہ تو کرلیا ہے پر لگتا ہے مستقبل میں بھی بہت کچھ سہنا پڑے گا ہمارے خیال میں بھولی کا بول اور شرمین کی زندگی میں خاص کردار ہو سکتا ہے۔ زیبا کی سزا تو ختم ہی نہیں ہو رہی اب بہت ہوگیا اب تو منصور کو معاف کر دینا چاہیے بیٹے کی خاطر ہی سہی۔ اگر بات کی جائے "ٹوٹا ہوا تارا" کی تو کہانی بہت سلو جارہی ہے ہم تو کب سے سوچ بیٹھے تھے کہ اب اینڈ قریب ہے پر خیر شہوار کا ہونا اچھا دیکھ کر خوشی ہوئی اب ایسے ہی خوش رکھنا رابعہ پر شین شادی کے روز ابو بکر دو ہا یہ والا معاملہ کھلے گا جس کی وجہ سے شادی رک جائے گی۔ انا نے تو سب کچھ چھپا لیا تھا پر کاشفہ کی بے وقوفی نے سب کچھ عیاں کردیا یقیناً ولید سب سمجھ جائے گا اب انا کو ولید ہی ملنا چاہیے باقی تحریریں

اچھی تھی خاص کر "روٹی صحرا کی پیاس" ہم ایسے لوگوں پر تبصرے کرتے ہیں افسوس کرتے ہیں پر عملی طور پر کچھ نہیں کرتے سوائے دعاؤں کے۔ بہت اچھا لکھا آپ نے اللہ سب کو مصیبت سے نجات دے۔ ہم سب کو چاہیے کہ ہم دوسروں کے درد کو محسوس کر سکیں ان کی مدد کریں۔ دیگر سلسلے روحانی مسائل کا حل بیاض دل ڈش مقابلہ بیوٹی گائیڈ نیرنگ خیال زبردست ہیں۔ نیرنگ خیال میں شاعری اچھی تھی ہماری بہنیں بھی کم نہیں پر خواتین کی نسبت مرد حضرات کی شاعری بہترین ہوتی ہے ہماری ذاتی رائے ہے جس سے ہمارا مطلب کسی کی دل شکنی نہیں معذرت۔ دوست کا پیغام اچھا سلسلہ ہے یہ الگ بات ہے کہ ہماری کسی دوست کا ابھی تک پیغام نہیں آیا۔ یادگار لمحے بیچ میں یادگار بن جاتے ہیں آئینہ میں سب پریوں کی جھلک پیاری لگی شہلا جی اگر آپ ہر تبصرہ کا جواب دیں تو کیا ہی بات ہے۔ سب سے پسندیدہ سلسلہ ہم سے پوچھئے قارئین کے سوالات شائلہ کاشف کے جوابات کمال کی ذہانت رکھتی ہیں آپ۔ آپ کی صحت کالم کے بعد بھی دعا دل سے نکلی ہے اللہ سب کو صحت دے۔ بزم سخن بھی اچھا سلسلہ ہے نزہت جی کو بیٹے کی شادی مبارک ہو۔ میں اس کے ذریعے کسی کو کہنا چاہوں گی آپ کا آنچل میں پڑھا اچھا لگا اب قلم اٹھا ہی لیا ہے تو اسے مت چھوڑنا اچھا محسوس ہوگا۔ نام نہیں لکھا اس لیے کہ آپ خود اندازہ لگا لو عقل مند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ عقل مند ہو یا عقل بند۔ اللہ نگہبان۔

میمونہ تبسم صدیقی...... پنڈ سلطانی۔ السلام علیکم! آنچل میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں ہوا کچھ یوں کہ 31 مئی کو دادی اماں کو ہسپتال لے کے گئی تھی اور وہاں ہماری باری بہت لیٹ تھی اور انتظار کرنا تو بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ ہسپتال کے سامنے ایک بک اسٹال ہے ابو سے کہا کہ کوئی ڈائجسٹ مل جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ جون کا آنچل آیا ہوا ہے تو میں نے لے لیا کہ ویسے بھی اتنا انتظار کرنا ہے تو ذرا ٹائم پاس ہو جائے گا۔ یوں آنچل لیا اور پڑھا تو سوچا کہ کیوں نا اس محفل میں شرکت کی جائے سو لکھنے بیٹھ گئی۔ پتا نہیں آپ خوش آمدید کہیں گی یا نہیں؟ تمام بہنوں سے میری دادی اماں کی صحت یابی کی دعا کی گزارش ہے میرے لیے بھی دعا کرنا سیکنڈ ائیر کے پیپر دیئے ہوئے ہیں اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر میمونہ! خوش آمدید۔ اللہ رب العزت آپ کی دادی کو شفا کاملہ عطا فرمائے اور آپ کو ہر امتحان میں کامیاب کرے آمین۔

ارم غزل جنت...... منڈی بہاؤ الدین۔ السلام علیکم! ارم غزل جنت ایک بار پھر تقریباً ایک سال کی غیر حاضری کے بعد حاضر خدمت ہیں طویل خاموشی کی وجہ میری امی جی کی رفاقت ہے جو پچھلے سال 17 جون کو ہمیں اس دنیا میں تنہا چھوڑ گئیں۔ خیر اللہ نے ہمت دی اب دوسری مرتبہ میں آئینہ کی محفل میں ہوں رجب ہماری بہت پیاری بہت ہی خاص رائٹر سمیرا شریف طور صاحبہ ہیں یہ پچھلے آنچل میں ہمارا ایک زبردست سیلوٹ "ٹوٹا ہوا تارا" کے انداز میں۔ زبردست لکھتی ہیں آپ محبت کی طرح لفظ لفظوں سے جڑے نوٹ اسٹینڈنگ ورڈز۔ پلیز! اور ولید کو الگ نہیں کرنا اللہ آپ کے قلم کو مزید طاقت دے آمین۔ اس ماہ کا ناول کچھ خاص نہیں تھا آئی سیک اب مجھے پسند نہیں آیا مارید کا پھر جلدی سے سرگوشیوں کی طرف بڑھے تو دل خوش ہو گیا۔ کتاب کے صفحات تین سو سے زائد ہوں قیمت آنچل جتنی۔ ارے واہ دیکھیں ذرا نازیہ کنول نازی کیسے تازے سے براجمان ہیں ایک بار پھر سے زبردست "شب ہجر کی پہلی بارش" کی پہلی قسط نہیں بہت بھائی۔ نئے کردار نئی کہانی کچھ وقت لگے گا تب ہی نئے کرداروں سے اپنائیت کا احساس ہوگا نا خیر یقیناً نازیہ جی ہمیشہ کی طرح چھا جائیں گی تھا کر کے۔ ارے عائشہ نور آپ نے تو کمال کر دیا عقیدت بھرا شکریہ قبول کریں ایسی پُرنور اور ایمان افروز تحریر لکھنے پر۔ ام ایمان زندگی کے کئی رنگ آشنا تھے اور عابدہ سبین نے بھی اچھا لکھا باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ مس حمیرا نوشین کا اعتراف محبت ناٹس تھا۔ ہم ایک ہی شہر سے ہیں نا اس لیے ہزبک ہاہاہا (جسٹ جوکنگ ڈونٹ مائنڈ حمیرا جی) ویسے میری ایک بچپن کی فرینڈ کا نام بھی حمیرا ہے۔ مس یو حمیرا ظفر اینڈ زیب النساء میری فرینڈ جویریہ کی برتھ ڈے ہے 21 جون کو ہیپی برتھ ڈے۔ سمیرا ستار "ٹوٹی ہوئی چوڑی" مختصر انداز مگر سبق آموز کہانی ہے نیو جنریشن کے لیے اللہ سب کو حیا دے شرم دے اور سب سے بڑھ کر خوف خدا دے۔ دل لرز جاتا ہے جب اسلام کی بنی کا یہ حال دیکھیں۔ اللہ سب پر رحم کرے آمین۔ باقی آنچل کے تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح پسند آئے روحانی مسائل کا حل تک پڑھ ڈالا۔ بیاض دل میں کاش ہمارا منتخب کردہ شعر بھی شامل ہو جائے۔ دوست کا پیغام آئے اگرچہ میرے لیے کوئی پیغام نہیں ہوتا مگر آنچل فیملی کی فرد ہونے کے ناطے سبھی پیغام شوق سے پڑھتی ہوں۔ باقی ہم سے پوچھئے آپ کی صحت اور کام کی باتیں بھی کام کی تھیں۔ میں خود بھی بیوٹیشن ہوں اس لیے حنا احمد کی باتیں واقعی کام کی باتیں لگتی ہیں۔ بزم سخن میں منہاج کی شادی کا احوال بھی پسند آیا۔ اس دفعہ بلکہ ہمیشہ کی طرح آنچل نمبرون رہا اللہ حافظ۔

☆☆ ڈیئر ارم! آپ کا مفصل تبصرہ اچھا لگا۔

رخ کومل شہزادی...... سرگودھا۔ السلام علیکم! کیا حال چال ہیں جناب! "ٹوٹا ہوا تارا" سب سے ہٹ جاری ہے اشعر کی تبدیلی بہت ہی خوشگوار لگ رہی ہے پلیز! انا کو بھی ٹھیک کر دیں اور کاشف کو تو خوب مزہ چکھائیں۔ راجہ اور عباس کو بھی ایک کر دے۔ مارید کو بھی ابوبکر سے ملا دیں یہ بادیہ کا ہی ابوبکر ہے۔ "موسم کی محبت" ٹھیک جا رہی ہے سباس گل کا ناول بھی اچھا تھا آنچل کے تمام سلسلے بہت اچھے اور منفرد ہیں نازیہ کنول نازی کا سلسلہ وار ناول شروع ہوا ان کو ڈھیروں مبارک باد دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

کرن ملک...... جتوئی۔ السلام علیکم! آنچل سے منسلک لوگوں کیسے ہو؟ اس مرتبہ آنچل 23 کو مل گیا اور جب میں نے کہانیوں کے نام پڑھے سب میری فیورٹ رائٹرز کی تھی مجھے سمجھ نا آئی کہ پہلے کون سی اسٹوری پڑھوں پھر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی میں نے آنکھیں بند کر کے ڈائجسٹ کھولا تو سباس گل نمبر لے گئیں۔ سب سے پہلے محبت دل کا سجدہ ہے پڑھا اس کے بعد "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا۔ انا کو حقیقت بتا دینی چاہیے خود بھی اذیت سے نکلے اور دوسروں کو بھی تنگ کیا ہوا ہے پھر میری نظر نازیہ کنول نازی جس کا مجھے بے صبری سے انتظار تھا ٹاپ پر تھی "شب ہجر کی پہلی بارش" کی پہلی قسط پڑھی بہت اچھی تھی۔ امید ہے کہ آگے بھی اچھی رہے گی ویسے مجھے آپ کی ہر اسٹوری اچھی لگتی ہے۔ عائشہ نور محمد واہ کیا کمال کی کہانی لکھی اب تو اگلی قسط کا انتظار ہے زندگی کے رنگ بھی اچھا ناول تھا۔ وہ میرا جنون تھا علی وسیم نے اپنے دوست سے ٹھیک ٹائم پر فیصلہ کروا دیا ورنہ تو عشا ملک ہاتھ سے نکل جاتی چلو بے چاری کو سچی محبت تو ملی (ہاہاہا)۔ افسانہ صرف صائمہ قریشی کا پڑھا جو کہیں اچھا سبق دے گیا۔ شاعری پر نظر دوڑائی تو مدیحہ نورین سامعہ ملک طیبہ نذیر نا ہم شہزادی اور نیلم شرافت کے اشعار دل کو بھائے۔ ڈش مقابلے میں فالسے کا شربت دیکھا تو پڑھتے پڑھتے گرمی کا احساس ہوا۔ ترکیب آسان بھی لگی تو بنایا اور غٹا غٹ پینا شروع کر دیا۔ شمائلہ آپی نے اتنا جو بنایا میرا شربت بھی چھلک گیا۔ دوست کا پیغام آئے میں اپنا نام نہ پا کر ڈھیروں مایوسی ہوئی۔ سمیرا حمیرا یار مجھے بھی آپ کو بہت مس کر رہی ہوں میرے پہلے بھائی کی شادی ہوئی اس میں بزی تھی۔ اس بار بھی سب بہنوں کے انٹرویو بہت اچھے تھے۔ نجم انجم آپ کو میں کم سن لڑکی سمجھتی تھی آپ تو کم سن بچوں کی ماں ہیں جان کر خوشی ہوئی۔ ارم کمال! آپ کی تو ہر جگہ چھائی ہوئی ہیں کچھ جگہ ہمارے لیے بھی چھوڑ دیا کرو۔ ارم کمال امبر گل طیبہ نذیر نور لائبہ میر نے زبردست تبصرہ کیا مجھے بہت پسند آیا۔ پورے کا پورا آنچل ہی اسے مون تھا انشاء اللہ آنچل ایسے ہی سج سنورتا رہے آمین۔

شازیہ ہاشم عرف تمثال ہاشمی...... کھڈیاں خاص، قصور۔ السلام علیکم ڈیئر مدیر و اراکین سویٹ سویٹ آنچل بہنوں! کیا حال ہیں امید ہے بفضل باری تعالیٰ آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ 19 تاریخ سے آنچل کا انتظار شروع کیا مقولہ مشہور ہے کہ انتظار موت سے بھی شدید ہے شاید

یہی کچھ میرے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ ایٹ لیسٹ 24 تاریخ کو آنچل از مغرب میرے ہاتھ میں ماہنامہ آنچل آیا تو دل بلیوں اچھلنے لگا۔ جلدی جلدی رسالہ کھولا تو فہرست میں ایک عنوان درخشندہ ستارے کی مانند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا نظر آیا۔ عنوان بھی ایسا کہ دل کی سرزمین پر ٹھنڈی پھواریں پڑنے لگیں بہاروں کا سا سماں نظر آیا۔ خوشیوں کا حسین نظارہ میرے دل کے نہاں خانوں میں چھا گیا۔ عائشہ نور سے بے حد محبت اور بے حد عقیدت و الفت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اپنے دل میں محسوس ہوا آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ ایسا کیوں! یہ صرف اس وجہ سے کہ عائشہ نور نے جس عقیدت اور محبت میں ڈوب کر یہ تحریر لکھی ہوگی بہرحال عنوان ہے "عشق تمام مصطفیٰ ﷺ" ویل ڈن عائشہ! اللہ آپ کے قلم کو مزید نکھار دے آپ نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق تحریر لکھ کر آپ نے گویا میرے دل کا چین لوٹا دیا۔ میری بے اضطراب زندگی میں پرسکون لہریں ہلکورے لینے لگیں۔ اس سے قبل بھی آپ کی تحریریں پڑھیں جو اسلامی رنگ لیے ہوتے ہیں۔ حمد و ثنا سے دل کو منور کرتے ہوئے مالک یوم الدین پر نظر دوڑائی تو اس میں نفس کے بارے میں اور جنت کے بارے میں پڑھا تو اپنے آپ کو بے حد بورا پایا۔ نفس کے حوالے سے میری تحریر "نفس کی حقیقت" بنات عائشہ میں آ چکی ہے۔ بہرحال نفس ایک بے لگام گھوڑے کی طرح ہے نفس نے اکسایا تو جلدی سے چھلانگ لگائی "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف یہ کیا انا کا دماغ کتنا خراب ہے جو زینب جیسے انسان کو چھوڑ کر ماورا چن رہی ہے۔ لگتا ہے انا اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی مار رہی ہے اور بعد میں پچھتائے گی۔ شک کی آگ میں جلنے والا انسان خود ہی جھلس کر رہ جاتا ہے۔ انا کو سوچ کر کبھی نہ کبھی تو ذہن میں آتا ہے پھر "محبت دل کا سجدہ ہے" پڑھا تو ناول پر بے حد ترس آیا کہ چھوٹی سی عمر میں اتنا کچھ سہ لیا ذوالنون کی محبت اپنی بہن کے لیے قابل تحسین ہے۔ نازیہ کنول نازی "شب ہجر کی پہلی بارش" پر تبصرہ ادھار۔ عابدہ سبین کا "وہ میرا جنون تھا" پڑھ کر بے اختیار ذہن میں آیا "اے جذب جنوں تو نے مت ہار جستجو کر... دو چھوٹے آسمان" بہرحال سارے سلسلے ہی زبردست تھے اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

کائنات عابد...... فیصل آباد۔ السلام علیکم! آنچل کی تو کیا بات ہے "ٹوٹا ہوا تارا" بہت اچھا جا رہا ہے مگر جس رفتار کے ساتھ مجھے انا پر بہت غصہ آتا ہے اگر وہ ولید کے ساتھ اپنا مسئلہ شیئر کرے تو اس کی ساری پریشانی ختم ہو جائے گی۔ باقی شہوار اور دریہ کے درمیان دانی لڑائی بھی پسند نہیں آئی۔ اس دفعہ سب افسانے ہی اچھے تھے خاص کر "لیبررز" پتا نہیں لوگ بڑی بڑی باتیں کیوں کرتے ہیں جب وہ بڑے بڑے کام نہیں کر سکتے۔ دنیا کی سب سے بڑی اور خطرناک بیماری غربت ہی ہے۔ عائشہ نور محمد کا ناول بہت پسند آیا اس دنیا میں ایسے لوگ کہاں ملتے ہیں آج کل۔ اللہ کرے رمیہ کے ساتھ سب اچھا ہی ہو مجھے لگتا ہے کہ اچھا ہوگا اس کے علاوہ باقی سب کچھ بھی بہت اچھا تھا۔ شمع مسکان آپ بھی کہتی ہوں گی کہ پہلے دوستی تو کر لی مگر نبھانے کا یاد ہی نہیں اس میں اب میری کوئی غلطی نہیں ہے آپ خود ہی سمجھ جائیے گا۔ رمضان المبارک کی بہت بہت مبارک اور نیک تمنائیں۔

وثیقہ زہرہ...... سمندری۔ السلام علیکم! خوب صورت سی ناول سے سجا آنچل ہمارے ہاتھوں میں ہے بجائے کے آنچل جتنی قیمت اور صفحات ہونے چاہیے کہ کہیں خریدنے میں آسانی ہو اس کے بعد دانش کدہ مشتاق احمد قریشی بہت خوب صورتی سے قرآن پاک کا ترجمہ بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک لفظ دل پر اثر کرتا ہے۔ "موسم کی محبت" اور "ٹوٹا ہوا تارا" بہت خوب صورتی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ کنول نازی ہماری فیورٹ رائٹر پہلی قسط پڑھ کر اندازہ لگایا کہ یہ پچھلوں کی پکڑ سے بھی زیادہ اچھا ہے۔ مکمل ناول "عشق تمام مصطفیٰ ﷺ" سمیعہ کا کردار بہت اچھا لگا اس کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور ہر مشکل میں اللہ سے مدد مانگنا ہمیں بہت شرمندہ کر گیا کہ ہم کبھی حق کی راہ چھوڑ کر گمراہی کی راہ پر چل نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دے۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" پہلے جیسی دلچسپی نہیں رہی بور سا لگنے لگا ہے۔ "وہ میرا جنون تھا" پسند آیا۔ افسانے سب اچھے تھے لیکن ام اقصیٰ کا "میری پیاری ماں" ٹاپ پر رہا۔ باقی سلسلے ہوتے ہی بہت اچھے ہیں لیکن ڈش مقابلہ گرمی کا موسم ہے تو سب شربت اچھے لگے۔ بزم سخن "نزہت جبین ضیاء کے بیٹے کی شادی کا احوال پڑھا بہت مزہ آیا۔

نائلہ جبین خان...... کوٹ رادھا کشن۔ السلام علیکم! میں کسی بھی ادارہ میں پہلی اور شاید آخری بار یہ خط لکھ رہی ہوں کیونکہ مجھے ڈائجسٹ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے تو اس میں لکھنے کی کیسے ہو سکتی ہے پتہ نہیں چھپا کے بھیج رہی ہوں (دیکھو میری جرأت)۔ آنچل ایک بہترین تفریح ہے اور کردار کی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے آنچل کی تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں نیشن نازیہ کنول نازی اور سمیرا جی میری موسٹ فیورٹ ہیں آپ سب کو میرا پُرخلوص سلام اللہ حافظ۔

نجم انجم...... کورنگی، کراچی۔ السلام علیکم! آنچل کی پوری ٹیم کو سلام رمضان کی ایڈوانس مبارک۔ اس مرتبہ آنچل بہت ہی لیٹ ملا یعنی 31 تاریخ کو اور ہم نے جلدی سے تھاما۔ سرورق ہر بار یہ زاہد بہت ہی سادگی کا تاثر لیے ہوئے آنچل سے اپنا سر دعا نے دل کو بھائی۔ سب سے پہلے ابتدائیہ میں جھانکا ہاں اپنا نام دیکھ کر سیروں خون بڑھ گیا۔ حمد و نعت بہت ہی خوب صورت تھی۔ در جواب آں میں اپنا نام نہیں تھا مگر پھر بھی اچھا لگا۔ رائٹر کو ہمیشہ کی طرح دل میں سما جاتا ہے وہ اوجی راہ ہے ہمارا آنچل میں شازیہ کنول کے ساتھ نجم انجم اعوان براجمان تھی اس کو دیکھا بار بار دیکھا پھر کہیں جا کے یقین ہوا کہ یہ ہم ہی ہیں۔ امشاع جنت اور سونیا قریشی سے مل کر بہت خوشی محسوس ہوئی۔ سلسلے وار ناول اطمینان سے پڑھوں گی ویسے نازیہ جی بھی اس مرتبہ شامل ہوئی ہیں۔ مختصر افسانے بہت ہی عمدگی کا تاثر قائم کر گئے جن میں "میری پیاری ماں" آنچل بازشتار سے ذرا سے ہیں لیبر ڈے" "ٹوٹی ہوئی چوڑی، روٹی" بہت ہی مختصر بھی مگر اوکی آگے بڑھے تو "ادھوری کہانی" اور "صحرا کی پیاس" کی طرح بجانے تھے تھے پھول مرجھا گئے بہرحال جو کہانیاں پڑھیں وہ سب بیسٹ رہی۔ بیاض دل میں گئے وہاں سب ہی تھی مگر مجھے ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی باہر کر دیا گیا (افسوس)۔ باقی سباس گل، حرا قریشی، نورین لطیف، طیبہ نذیر، کوثر ناز کے اشعار بہت اچھے لگے۔ ڈش مقابلہ میں تو ہر طرف ٹھنڈی ٹھنڈی یعنی مشروب کے اسٹال لگے ہوئے تھے یہاں اپنا نام دیکھا تو دو کلو گوشت بڑھ گیا۔ فریدہ جاوید کی غزل نورین مسکان کی لرزاہٹ بہت اچھی تھی۔ علینہ شمشاد کی احساس دل کو بھائی۔ ویسے تو جی آپ کورنگی سے کون ہے ایریا میں؛ دانش پڑھے ہیں اور جیا عباس کے کیا کہنے انہوں نے اپنی تمام زندگی کا پورا واقعہ پیش کر دیا ہے بہت ہی اچھا لگا۔ دوست کا پیغام آئے میں باقی دوستوں کے ساتھ میرا نام بھی جگمگا رہا تھا۔ یادگار لمحے تو ہر مرتبہ کی طرح اس دفعہ بھی سب نے اپنی ڈائری کو جھاڑنا شروع کر دیا۔ آئینہ میں پروین افضل کہیں بھی نظر نہیں آئیں ان کی کمی کو محسوس کیا۔ ساری بہنوں کے تبصرے اچھے لگے۔ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ہمارا آنچل کتنا پسند کیا جاتا ہے۔ دنیا کی تمام باتیں اسی محفل میں ہوتی ہیں مگر دانا کیا کہنے ایسے جوابات دیتی ہیں کہ بے اختیار لب مسکرا اٹھتے ہیں۔ میں تو کہتی ہوں جب کسی بات پر کوئی ناراض ہو جائے تو انہیں شائلہ کی محفل میں دھکا دے دیا جائے بس ایک دم موڈ اچھا ہو جائے گا۔ اس مرتبہ عائشہ پرویز، پروین افضل شاہین، مدیحہ نورین، لائبہ میر، حرا قریشی کے سوالات بہت اچھے تھے۔ پروین افضل اگر رمضان میں جگانے کا پروگرام ہے تو ہمیں بھی ضرور جگا دینا کیونکہ میرے میاں بھی گھوڑے ہاتھی گدھے سب بیچ کے سو جاتے ہیں اور میری تو آنکھ ہی نہیں کھلتی (ہاہا)۔ آخر میں نزہت جبین ضیاء کے بیٹے کی شادی کا پڑھ کر اچھا لگا اللہ انہیں آباد رکھے آمین اور راحم خان آپ کا پیغام پڑھ کر دل مطمئن ہو گیا آپ کو اور آپ کے بچوں کو ڈھیروں دعائیں اور کسی طرح بھی ہو آپ مجھ سے رابطہ کریں۔ میں نے آپ سے کچھ شیئر کرنا ہے۔ اللہ حافظ۔

حبہ خان...... چکوال۔ السلام علیکم! سب سے پہلے دونوں سلسلے وار ناولز کی بات ہو جائے۔ دونوں سو سے بھی اوپر ہیں کیونکہ مجھے جو پسند ہیں (آئی ایم)۔ ناول "موسم کی محبت" اس میں شک نہیں کہ یہ کہانی معاشرتی پہلوؤں کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اجاگر کر رہی ہے گریٹ راحت وفا آپی محبت کی حقیقت کو واضح کر رہی ہیں، محبت واقعی موسم سے زیادہ کچھ نہیں۔ عارض صاحب پہلے تو محبت کا مذاق اڑاتے رہے نت نئی رنگین تتلیوں کے ساتھ دل بہلاتے رہے اور اب محبت

نے کسی کا یا ملنی کر بے چارے خود ہی اس کا نشانہ بن گئے۔ اب ان کی حالت تو ایسی ہے کہ دل لگایا تھا دل لگی کے لیے بن گیا روگ زندگی کے لیے' یوبی کا پچھتاوا آخر کب جائے گا؟ دوسرا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" بھی رواں دواں ہے۔ شہوار مصطفی' انا ولید کے کریکٹرز نمایاں ہیں اس میں اور ابجد اور عباس کے بھی۔ مصطفی بھائی کے دن تو اچھے آ گئے محترمہ شہوار کی مہربانی سے۔ اب ولید صاحب کے ستارے گردش میں آ گئے ہیں۔ کاشفہ مصیبت کی وجہ سے انا نے شادی سے انکار کر دیا' ولید کو چاہیے تھا کہ وہ انا سے اظہار محبت کرتا۔ اپنی پوزیشن کلیئر کرواتا۔ انا بھی شدید جذباتی ہیں۔ سمیرا آپی انا کا اینڈ جلدی کردیں اور پلیز اگلی قسط میں انا زی کاشفہ' عادلہ اور ایاز کا ذکر بھی نہیں کرنا۔ ان تینوں کو کہیں دور پھینک آئیں یا پھر کسی ہارٹ اٹیک کے توسط سے ان کا چیپٹر ختم کردیں۔ تینوں فساد کی جڑ ہیں پلیز پلیز انا اور ولید کو جدا نہ کریں اور ابجد اور عباس کی بھی شادی کروادیں۔ آئینہ اور بیاض دل بہت پسند ہیں۔ ارم کمال' شمینہ بٹ' ساجدہ ملک اور طیبہ نذیر کے تبصرے لاجواب ہوتے ہیں اور پلیز نمرہ احمد' سمیرا احمد اور سیدہ عنیزہ کی تحریریں بھی شامل کیا کریں او کے اللہ حافظ۔

سدرہ کنف...... خیر پور ٹامیوالی۔ السلام علیکم! آپ سب کو میری طرف سے بہت رمضان مبارک' اللہ تعالیٰ ہم سب کو روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف اس بار آنچل 24 کو مل گیا تھا ٹائٹل اچھا لگا۔ سب سے پہلے حمد و نعت سے مستفید ہوئے اس کے بعد قیصر آپی کی سرگوشیاں سنیں۔ نازیہ آپی کا ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" دیکھ کر دل خوش ہوگیا مگر پہلی قسط زبردست رہی۔ ہمیں سعدیہ اور صمید نام بہت اچھے لگے۔ سمیرا آپی پلیز انا کے دماغ میں تھوڑی عقل ڈال دیں تاکہ وہ گھر والوں کو سچائی بتادے اور ہاں شہوار کی سابقہ زندگی کے بارے میں جلد بتائیں۔ راحت وفا آپی پلیز آپ یوبی اور شرمین کو الگ مت کیجیے گا ان کی جلد سے جلد شادی کروادیں عارض جائے بھاڑ میں۔ "وہ میرا جنون تھا" محبت کی تسبیح میں اگر تیسرا دانہ آ جائے تو تسبیح ٹوٹ جاتی ہے کے مصداق عابدہ سبین کا زبردست ناولٹ پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" اس میں علی اور رانیل کی محبت میں خلل نہیں آنا چاہیے۔ مکمل ناول "عشق تمام مصطفی ﷺ" اور "زندگی کے رنگ" پڑھ کر مزہ دوبالا ہوگیا۔ افسانے سارے ہی اچھے لگے۔ ہم سے پوچھیے میں لاریب عندلیب اور ارم کمال کے سوالات اچھے لگے۔ نیرنگ خیال اور بیاض دل میں بھی سب نے اچھا لکھا ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں نے بہت اچھا لکھا' مجموعی طور پر تمام رسالہ ہی شاندار رہا۔

لیلیٰ رب نواز لیلیٰ...... ودھیوالی بھکر۔ السلام علیکم! جب آنچل میرے ہاتھ میں آتا ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ قارون کا خزانہ مل گیا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں مجھے عباس سر کا کردار بہت پسند ہے۔ سمیرا شریف طور بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ "موم کی محبت" راحت وفا کا مجھے ابھی تک اس کی اسٹوری میں کوئی بات انٹرسٹنگ نہیں لگی' ہمیں صفدر کا کردار بہت پسند ہے جس کی وجہ سے کہانی پڑھتی ہوں۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن۔ السلام علیکم سب سے پہلے تو رمضان شریف کی مبارک باد قبول ہو اس مرتبہ سرورق اچھا لگا سرگوشیاں میں قیصر آپی کی باتیں کافی متاثر کن تھیں۔ نازیہ آپی نے لکھا ہے روشنی پھیلانے والے اندھیرا پھیلا رہے ہیں نہ جانے یہ عذاب ہم نے کب تک جھیلنا ہے تو عرض ہے یہ عذاب تو ہم جھیلتے ہی رہیں گے تب تک جب تک کوئی صالح قیادت نہیں آ جاتی۔ "روزی" سمیرا نے ٹوٹی ہوئی چوڑی' صحرا کی پیاس" اور "تنہائی" چھوٹے افسانے تھے لیکن مدلل تھے۔ لکھنے والے کا مقصد پورا کررہے تھے بے حد پسند آئے۔ "عشق تمام مصطفی ﷺ" بھی متاثر کن تحریر ہے۔ عائشہ جی سے عرض ہے کہ من اور سمینہ کو جدا مت کریں۔ ارم کمال آپ کا تبصرہ اچھا لگتا ہے۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ ہر ماہ آپ آنچل میں شرکت کرسکتی ہیں کیا آپ کو اتنی جلدی رسالہ مل جاتا ہے۔ دیکھتے آپ آئینہ کی رونق بن گئی ہیں۔ بیاض دل میں کوثر خالد' پروین افضل' ام حسنہ' طیبہ نذیر' لاریب مینا' عفت' اچھی لگیں۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" کی پہلی قسط نے ہی بہت اچھا تاثر چھوڑا ہے۔

☆ ڈیئر شبانہ! اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

رومانہ قریشی...... بھیر کنڈ۔ السلام علیکم! آپ نے تو آئینہ میں تشریف آوری کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ زبردستی ہی سہی کم از کم آپ مجھے آئینہ میں دیکھیں' بلکہ میرے رابطے باخوشی آمدید تو کہہ ہی دیں۔ تو آپی جی اس ماہ کا آنچل 25 مئی کو ملا ٹائٹل اچھا تھا۔ اس کے بعد سب سے پہلے آئینہ میں اپنے آپ کو ڈھونڈا اور آئینہ میں اپنا آپ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ بہرحال اس کے بعد اپنے فیورٹ سلسلے وار ناول ٹوٹا ہوا تارہ کو کھولا سمیرا جی قسم سے مکمل ہی لوٹ لی لیکن پلیز ولید اور انا کی جدائی برداشت نہیں ہوگی اور راحت جی پلیز آپ یہ کیا کررہی ہیں یوبی کو بھولی کے ساتھ کرلیں اور شرمین اور عارض کو ملادیں اور زویا کا قصور بھی صفدر سے معاف کرادیں پلیز۔ سلسلے وار ناول میں ایک اور ناول کا اضافہ دیکھ کر میری چیخ نکل گئی (بھئی خوشی کے مارے) نازی آپی ویلکم اینڈ آئی ہوپ کہ آپ اپنی پچھلی تمام تحریروں کے ریکارڈ توڑنے والی ہیں۔ میری بیسٹ وشز آپ کے ساتھ ہیں مکمل ناول میں عائشہ نور محمد نے تو اپنی تحریر سے پورے آنچل میں نور پھیلا دیا اللہ سے دعا ہے حقیقت میں بھی تمام مسلمان لڑکیوں کا ایمان یمینہ کی طرح پختہ ہو۔ ام ایمان کی تحریر بھی اچھی لگی۔ ناولٹ میں سباس گل اور عابدہ سبین کے ناولٹ دونوں کا کوئی جواب نہیں پر سے بھی اوپر تھے۔ اب کچھ افسانوں کی بات ہو تو افسانوں میں ام اقصیٰ کا افسانہ بازی لے گیا۔ اس کے علاوہ فرحین اظفر' سمیرا استار اور بشریٰ باجوہ کے افسانے بھی اچھے اور سبق آموز تھے۔ بیاض دل میں کوثر خالد' حرا قریشی' ام حمنہ اور طیبہ سعدیہ کے شعروں کو لگے۔ نیرنگ خیال میں فریدہ جاوید سباس گل' فاطمہ نیک کی غزلیں اور نورین مسکان' کائنات گل اور نادیہ لیوازی کی نظمیں دل کو چھو گئیں۔ دوست کا پیغام آئے میں حمیرا عرش کا پیغام آئینہ میں امبر گل کا تبصرہ دل کو بھایا۔ میرے پیارے ملک پاکستان کو اللہ اپنی حفظ و امان میں رکھے اور فوجی جوانوں کو اپنے محاذوں پر لڑنے کی ہمت و توفیق دے آمین۔

ایس ایے صنم (شہزادی شبانہ)...... نوابشاہ۔ تمام رائٹرز شہلا آپی اور قارئین کو محبت بھرا سلام اور آنے والے رمضان شریف کی مبارکباد سب سے پہلے تو نازیہ کنول جی کے ناول کی طرف دوڑ لگائی (یار نازی آپ نے نام بہت مشکل رکھے ہیں سب ہی مگر یقین ہے کہ ہر بار کی طرح یہ ناول بھی سپر ہوگا۔) محبت دل کا سجدہ ہے اور موم کی محبت مجھے شروع ہی سے کچھ خاص نہیں لگے دونوں رائٹرز سے معذرت کے ساتھ مگر پلیز انہیں جلد سے جلد ختم کرکے ان کی جگہ کچھ بہت منفرد رکھیں اس بار کی بیسٹ رائٹر مجھے تو عائشہ نور محمد لگیں ویل ڈن جی اتنا اچھا لکھنے پر ٹوٹا ہوا تارا میں شہوار سیں آپی بنانے والی ہیں۔ پڑھ کر اچھا لگا کردار سسپنس ختم کرواب پلیز۔ میرا دل آپ نے تو ازکی کے روپ میں ایسی ہی تحریر کرو اللہ امبر گل آپ کو میرا تعارف پسند آیا شکریہ لائبہ میر میں کہیں خطرناک کیوں لگی میں نہیں جانتی مگر مجھے تمہاری دوستی دل سے قبول ہے۔ ام اقصیٰ آپ کی تحریر بھی اچھی تھی وہ میرا جنون تھا پڑھ کر اچھا لگا کیونکہ میں بھی محبت میں شدت کی قائل ہوں۔ باقی سب تحریریں بھی اچھی تھیں۔ تعارف چاروں بہنوں کا اچھا تھا۔ فی امان اللہ۔

غزل خانم...... سکھیکی منڈی۔ السلام علیکم کیسی ہیں پہلے تو میں یہ واضح کردوں کہ شائزہ مغل اور غزل خانم دونوں میرے ہی نام ہیں اور آئندہ میں غزل خانم کے نام سے شرکت کیا کروں گی۔ جناب آنچل کی تعریف کرنا تو گویا سورج کو چراغ دکھانے کے برابر ہی ہے۔ مطلب صفحہ اول سے آخر تک کے تمام الفاظ قیمتی موتیوں سے پروئی ہوئی مالا کی طرح ہیں۔ ہر سلسلہ' ہر کہانی اور ہر کہانی کے اوپر سجا ہوا شعر تو دل ہی جیت لیتا ہے۔ مجھے آنچل کی شاعری یادگار لگی اور ہمارا آنچل سب سے زیادہ پسند ہے اور میں پہلی مرتبہ آنچل کے کسی بھی سلسلے میں شرکت کررہی ہوں واللہ حافظ۔

☆ غزل! خوش آمدید

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات۔ السلام علیکم! مجھے آنچل 23 کو مل گیا تھا۔ اب آتی ہوں تبصرے کی طرف سب سے پہلے آپی قیصر آرا کی سرگوشیاں سنی پھر حمد و نعت سے مستفید ہوتے ہوئے پھر دانش کدہ میں جھانکا تو بہت اچھی باتیں پڑھنے کو ملیں۔ پھر ہمارا آنچل کی طرف رخ روشن کیا تو چاروں بہنوں سے مل کر بہت اچھا لگا۔ سلسلے وار ناول کی طرف بڑھے تو "موم کی محبت" راحت وفا جی زبردست شرمین اور یوبی کی اسٹوری اچھی جارہی ہے اور صفدر کا دماغ بہت خراب ہے لیکن ٹھیک ہوتا نظر آ رہا ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" کاشفہ اور انا والے معاملے کی کوئی بھی گتھی سلجھتی ہوئی نظر نہیں آ رہی۔ شہوار اور مصطفی کی اسٹوری بھی خوب جارہی ہے "شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ جی آنا تو بہت اچھا کیا آپ نے آگے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ ویسے کرداروں کے نام بڑے خوبصورت رکھے ہیں آپ نے "محبت دل کا سجدہ ہے" سباس گل جی (سچی یہ اسٹوری لکا دل رہے) ویسے اچھی جارہی ہے امید ہے اگلی قسط آخری ہوگی اب آتی ہوں مکمل ناول کی طرف تو "عشق تمام مصطفی ﷺ" عائشہ نور محمد میرے پاس لفظ نہیں جن سے میں آپ کی تعریف کروں بس اتنا کہنا چاہوں گی ایسا ہی لکھتی رہیے اور اللہ تعالیٰ آپ کو آسانیاں عطا فرمائے آمین۔ "زندگی کے رنگ" ام ایمان قاضی بے شک دنیا مکافات عمل ہے بہت اچھی تحریر تھی۔ "وہ میرا جنون تھا" عابدہ سبین معذرت کے ساتھ مجھے اسٹوری کچھ متاثر نہیں کرسکی۔ افسانے میں "میری پیاری ماں" ام اقصیٰ بے شک ماں ایک بہت بڑی نعمت ہے کاش یہ پیار سمجھ جائے۔ "پہلی بار ستارے ٹوٹے تھے" صائمہ قریشی بس ٹھیک تھا افسانہ "مائی عابدہ" فرحین اظفر بہت دکھی دل ہوگیا میرا تو اللہ تعالیٰ سب کو اپنے گھروں میں سکون دے آمین۔ "میں بھولی میرا آشیانہ" افشاں علی بہت سچ حقیقت سے روشناس کرایا آپ نے اللہ تعالیٰ سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ "اعتراف محبت" حمیرا نوشین بہت سبق آموز اسٹوری کاش سب انسان کمپرومائز کرنا سیکھ جائیں تو زندگی آسان ہو جائے۔ "لیجیے زنب" یہ سب تو ہماری سوسائٹی میں اب عام ہے ہم تو صرف دعا ہی کرسکتے ہیں۔ "ٹوٹی ہوئی چوڑی" بہت سبق آموز اسٹوری تھی۔ "مروتی" بشریٰ باجوہ زبردست تحریر تھی۔ "ادھوری کہانی" بہت سے گھروں کی مجبوریوں میں لپٹی ہوئی کہانی تھی۔ "صحرا کی پیاس" ماریہ عقیل بہت بہت زیادہ دکھی اسٹوری تھی ایک اچھی کاوش تھی۔ "تنہائی" کائنات نور بہت سبق آموز اسٹوری تھی کیپ اٹ اپ "بیاض دل" میں کوثر خالد' طیبہ سعدیہ عطاریہ' پروین افضل' ارم کمال آپ سب نے اچھا لکھا۔ ڈش مقابلہ میں سب نے اچھی ڈشز پیش کیں۔ "ہونٹ کا تحفہ" حمیرا فاطمہ زبردست جی "نیرنگ خیال" فائزہ بھٹی' کائنات گل' فاطمہ نیک' اچھی شاعری تھی سب کی "یادگار لمحے" شازیہ ہاشم' تمثال ہاشمی' فریحہ شبیر' آمنہ ولید' فریحہ بشریٰ ہاشم' آمنہ افضل' ہونیا کنول سب نے اچھا لکھا آئینہ میں امبر گل چھائی رہیں ارم کمال آپ میرا ان سب کا تبصرہ جاندار تھا "ہم سے پوچھیے" میں سب نے کمال کے سوال کیے اور آپی نے سچ کس کے جواب دیے (لیکن میں غائب تھی) "ہند من" میں آپی زینب جبیں ضیاء آپ کو بیٹے کی شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ سب کو رمضان المبارک مبارک ہو اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے عبادت کرنے کی اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اللہ حافظ۔

ثناء...... صادق آباد۔ تمام قارئین پر سلامتی بھیجتے ہوئے بتانا چاہتی ہیں کہ اس بار آنچل ذرا تاخیر سے موصول ہوا۔ سرورق ہمیشہ کی طرح اچھا لگا۔ نیرنگ خیال میں اپنا نام نہ پا کر تھوڑی مایوسی ہوئی لیکن یہ سوچ کر دل کو تسلی دی کہ ہمارے شامل نہ ہونے سے کسی اور کے لیے جگہ بن گئی لیکن یہ کیا ہم بیاض دل میں شرکت سے بھی محروم...... تھوڑی دیر کے لیے رسالہ بند کرکے ایک طرف رکھا پھر چند منٹ بعد دوبارہ آخری ورق سے شروع کیا۔ نزہت صاحبہ اپنے بیٹے کی شادی کے احوال کے ساتھ براجمان تھیں۔ دلچسپ پیرائے میں لکھا گیا تھا خیر دلچسپ تو ہونا ہی تھا آخر لکھا کس نے تھا۔ نیرنگ خیال میں میرے ہمسایہ شہر سے سباس گل اچھی شاعری کے ساتھ موجود تھیں۔ عشق تمام مصطفی ﷺ عائشہ نور محمد کی بہترین تحریر اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار ہے۔ "موم کی محبت" زویا اور صفدر کے درمیان معمول کی جھڑپ دیکھنے کو ملی۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" جس کو ہر تصور کا بے تابی سے انتظار تھا وہ ہمارے ہاتھوں میں ہے (لیکن ابھی پڑھا نہیں) مختصر کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔

رومہ شہزادی...... دیوانہ منڈی' گجرات۔ السلام علیکم! مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ نازیہ کنول نازی کا نیا ناول شروع ہوا ہے اور آپ کو نکاح کی بہت بہت مبارک باد لیٹ ہی سہی اس کے لیے معذرت۔ لگتا ہے "ٹوٹا ہوا تارا" اپنے اختتام کی طرف جارہا ہے۔ عائشہ نور محمد نے بھی "عشق تمام مصطفی ﷺ" زبردست لکھا آئندہ بھی اسی طرح لکھنے کا بیسٹ آف لک۔ ویل ڈن جی ابھی پہلی قسط پڑھی ہے مزا آ گیا انشاء اللہ آپ کو اسی طرح اور اس سے بھی بہتر لکھنے کی توفیق دے آمین۔ اس کے علاوہ ابھی آنچل پورا نہیں پڑھا ابھی باقی کہانیوں پر تبصرہ نہیں کرسکتی۔ دوست کا پیغام آئے میں اپنی سہیلی سے پولو دوست کا اچھے مسز ہمسینڈ کو سالگرہ وش کرنا بہت اچھا لگا' اللہ انہیں ہمیشہ خوش و خرم رکھے' کسی کی بری نظر نہ لگے آمین۔ جس کے لیے یہ لکھا ہے اسے خود ہی پتا چل جائے گا مجھے نام لکھنے کی ضرورت نہیں۔

زوبا بنگش خان...... پنڈی۔ السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب آنچل اسٹاف' قارئین؟ کیا بتاؤں 2015 کا آنچل کے شمارے کی داستان۔ بیسٹ آنچل شروع سے آخر تک بس ہماری ہی کمی تھی کسی ایک سلسلے میں شامل کرکے اس طرح دل توڑ دیا آپ لوگ بے شک سب میں شامل نہ کریں۔ کسی ایک سلسلے میں بس نازی آپی سمیرا آپی کو مبارک باد شادی کی۔ اللہ آپ دونوں کو خوش رکھے آمین۔ اسی امید کے ساتھ جارہی ہوں کہ آئندہ دیکھیں آپ ویلکم کریں گی خوش رہیں۔

حنا اشرف...... کوٹ ادو۔ السلام علیکم! آنچل پا کر جو خوشی محسوس ہوتی ہے میں وہ لفظوں میں بیان نہیں کرسکتی آنچل کے تمام سلسلے وار ناولز بہت اچھے ہوتے ہیں۔ سمیرا شریف طور کا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" بہت اچھا جارہا ہے۔ شہوار اور انا کی دوستی بے مثال ہے سمیرا آپ سے ایک بات پوچھنی ہے جواب ضرور دیجیے گا۔ آپ نے سارے منفی کردار قوم صاحب کی فیملی میں ہی کیوں ایڈ کیے ہیں؟ ان کے تینوں بچے (عادلہ' کاشفہ' ایاز) ایک سے بڑھ کر ایک ہیں کیا آپ کو ان پر تھوڑا سا ترس بھی نہیں آیا تھا (ہاہاہا)۔ خیر دیکھتے ہیں اینڈ میں کسی ایک کو اچھا بنا دیں ان بے چاروں میں سے کسی ایک پر ترس آ ہی جائے ویل ڈن ڈیئر اتنا خوبصورت ناول لکھنے کے لیے جزاک اللہ۔ ام مریم کے ناولز میں بہت سے کرداروں کی مریم کے جتنے بھی ناولز آنچل میں شائع ہوئے سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے "بس ایک" "مجھ ہرجائی" اور "مجھے ہے حکم اذاں" یہ سب ناولز تھے میرے پسندیدہ ترین۔ مریم آپ کا نام آنچل کے صفحات پر دیکھنے کی عادت سی ہوگئی ہے۔ سباس گل آپی کا ناولٹ "محبت دل کا سجدہ ہے" بہت اچھا ہے۔ فرحین اظفر' صائمہ قریشی اور افشاں علی کے افسانے بھی بہت پسند آئے۔ ناولز کے آخر میں باقی آئندہ لکھ کر ہمارا ضبط نہ آزمایا کریں پلیز۔ اللہ حافظ۔

☆ حنا! ڈیئر خوش آمدید۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ آنچل ماہ تک کے لیے رخصت کہ رب تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں نیکیاں نصیب فرمائے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

نجم انجم.....کراچی

س: ماں اپنی بیٹی کو سکھاتی ہے کہ ساس کا کوئی کام نہ کرو تو پھر اپنی بہو سے کیسی امید رکھتی ہے کہ وہ آ کر گھر سنبھالے گی؟

ج: یہ سب پرانی باتیں ہیں اب تو ہر ماں کہتی ہے کہ ساس بھی کبھی بہو تھی۔

س: مرغی کٹ کٹ کرتی ہے' بکری میں میں کرتی ہے' بلی میاؤں میاؤں کرتی ہے تو ان کے بچے دوڑے چلے آتے ہیں' میں ایسا کیا کروں کہ میرے بچے بھی دوڑے آئیں؟

ج: تم اپنے بالوں کے جوڑے میں چاکلیٹ لگا لیا کرو تو ان کو دور کرانے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئے گی۔

س: میرے ملک صاحب نے کہا ہے کہ جس دن تم سے شادی ہوئی تھی اسی دن میں کھائی میں گر گیا ہوں' انہیں باہر کیسے نکالوں؟

ج: ان کی دوسری شادی کروا کے اس قصہ پر ہی مٹی ڈال دو بس۔

س: رمضان کا مہینہ آ رہا ہے روزے رکھیں گی یا آنکھ ہی نہیں کھلے گی (میری طرح)؟

ج: ہم اپنی آنکھیں ہمیشہ ہی کھلی رکھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں' تم اپنی فکر کرو ں گدھے گھوڑے بیچ کر سونے والوں۔

مونا شاہ قریشی.....کبیر والا

س: دربار عالیہ میں حال احوال جاننے بندی ناچیز وارد ہوئی ہے عرض سلام قبول کیجیے؟

ج: ملکہ عالیہ نے سلام قبول کیا اور ناچیز کی تاخیر سے آمد پر کھڑے رہنے کی سزا بھی سنا جاتی ہے تعمیل ہو۔

س: مجھے ایک بیماری لاحق ہے بچپن سے جسے حسن پرستی کہتے ہیں' پلیز اس کا علاج بتا دیں؟

ج: اپنے حسن کے تعریفی کلمات کسی اور سے سن لیں' بس سچ سننے کا حوصلہ ضرور رکھیے گا۔

س: یار بجو مجھے آپ سے ایک چیز چاہیے وہ ہے آپ کا ضبط' کیسے برداشت کر لیتی ہیں ایسے اوٹ پٹانگ سوالات؟

ج: یہ آپ اپنی ای سے پوچھیں' میں تو صرف سوال برداشت کر رہی ہوں وہ تو آپ کی سستی' کاہلی' کام چوری نجانے اور کیا کیا کب سے برداشت کر رہی ہیں۔

یسریٰ کنول.....جڑانوالہ

س: آپی جی جواب دینا تو آپ پر فرض' نہ دیا تو میرا آپ کے سر پر قرض ہے (ارے ارے ایسے گھوریں تو مت) جواب دینے میں کون سا قرض ہے (شکریہ) جی تو میری کھٹی میٹھی آپی جان جی کیسی ہیں آپ؟

ج: ہم تو الحمدللہ بہت حسین' خوب صورت' بہت ہی پیاری کیوٹ ہیں.....اور آپ اب بس اپنے دماغ کا علاج کروا ہی لو شاباش۔

س: آپی جی اتنی دور سے آئی ہوں' بہت بھوک لگی ہے اب آپ جلدی سے بنا تکلیف مجھے چائے آملیٹ' پراٹھا اور مکس سبزی کا سالن ٹرے میں سجا کر لے آؤ اور ہاں ساتھ ایک عدد کولڈ ڈرنک بھی۔

ج: میری بھولی بہن یہ کیوں بھول گئی کہ رمضان شروع ہو چکا ہے اور اس ماہ میں روزے رکھے جاتے ہیں۔

س: آپی جی میری آپی جان کہتی ہیں کوئی ڈھنگ سے کام بھی کر لیا کرو ہر وقت مذاق' اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی رہتی ہو اب تھوڑا دماغ سیٹ کر لو ورنہ پھر بعد میں.....(ہائے مجھے شرم آ رہی ہے) کھاؤ گی بھلا آپی میں کیا کھاؤں گی؟

ج: سچ ہی کہتی ہیں' بہت ڈنڈے کھاؤ گی اور تمہاری ساس ایک گنے گی.....

س: ویسے میری آپی ہیں بڑی سوئٹ سی' ہر کام کر لیتی ہیں ابھی میرا سوٹ سلائی کر رہی ہیں لیکن میرا کیا بنے گا مجھے سونے اور کھانے کے سوا اور کچھ نہیں کرنا آتا۔

ج: اسی لیے تو سب تمہیں نکمی' کام چور' کاہل اور سست کہتے ہیں۔

جاذبہ عباسی.....دیول' مری

س: کیسی ہیں آپ؟ ارے جی آپ باورچی خانے میں کیا کر رہی ہیں؟ ہاں پکڑی گئیں رمضان میں دن دہاڑے جوس کے مزے لیتے ہوئے۔

ج: اسے کہتے ہیں چور کی داڑھی میں تنکا' ہم جوس کے مزے نہیں لیتے بلکہ افطاری کے لیے بناتے ضرور ہیں' تمہاری طرح نہیں۔

س: شمائلہ جی! ہم اکثر سوچتے ہیں کہ یہ میٹھی عید رمضان سے پہلے کیوں نہیں آ جاتی؟ پتا ہے یہ رمضان کے بعد آتی ہے ناں تو ہم روزے رکھ رکھ کے نڈھال ہوئے ہوتے ہیں پھر عیدی بھی نہیں چھینی جاتی ہم سے؟

ج: روزے تو رکھتی نہیں اور عیدی چھیننے کے لیے چیل کوؤں کی طرح تیار رہتی ہو.....اور ویسے روزے سے نڈھال نہیں ہوتے توی ہوتے ہیں یاد رکھیں گا ہمیشہ۔

س: رمضان میں ظہر کے وقت اکثر لوگوں کا منہ کریلے جیسا' عصر کے وقت سوکھی بھنڈی جیسا اور مغرب کے وقت خراب ٹماٹر کی طرح کیوں ہو جاتا ہے؟

ج: بُری بات.....روزہ دار کا ایسا مذاق ہرگز نہیں اڑانا چاہیے یہ سخت گناہ کی بات ہوتی ہے' کب سدھرو گی تم لوگ۔

س: شمائلہ جی!

عید عید نہ کریں عید آ جائے گی
پہلے تیس دن کے روزے رکھ لیں عقل ٹھکانے آ جائے گی

ج: کس کی آپ کی ناں' کاش روزوں سے پہلے ہی آ جاتی تو ہمیں ایسی عجائب دماغ لڑکی کے سوالوں سے نجات مل جاتی۔

پروین افضل شاہین.....بہاولنگر

س: میں نے خواب دیکھا کہ میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین مجھے شاپنگ کرانے گھر سے باہر لے جا رہے ہیں اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

ج: بلی کو ہمیشہ خواب میں چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں' اس لیے آپ بھی جنگلی بلی بن کر ایسے خواب مت دیکھیں۔

س: بھلا بتائیے میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کا وہ کون سا سکھ ہے جو میں برداشت نہیں کر سکتی؟

ج: میکہ جانے کا' آپ کو میکے بھیج کر وہ سکون کا سانس جو لیتے ہوں گے۔

س: گھر کا خرچہ دیتے وقت ان کے چہرے کی رنگت کیوں بدل جاتی ہے؟

ج: کیونکہ آپ ہر ماہ گھر کا خرچ جو ڈبل کر دیتی ہیں' اب بے چارے چہرے کی رنگت بھی ناں بدلیں' بیوی تو اب وہ بدلنے سے رہے۔

ارم کمال.....فیصل آباد

س: ہیرو زیرو کب بنتا ہے؟

ج: جب ناکامی کا منہ دیکھے' آپ کے وہ تو ویسے ہی زیرو ہیں آپ کس ہیرو کا پوچھ رہی ہیں اور کیوں۔

س: سولہ سنگھار کب غضب ڈھاتے ہیں؟

ج: جب بارش میں بہہ جائے اففففففففف مت پوچھو کیا کیا غضب ڈھاتا ہے۔

س: آنکھیں مخمور ہوں' ادائیں بھرپور ہوں تو کیا ہوتا ہے؟

ج: ساس و نند کا دیدار ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد غصہ و طعنوں کا طوفان.........

س: دو دل ایک ہو کر کیا کیا ستم ڈھاتے ہیں؟

ج: وہ ہی جو تیز دھار چھوری تمہارے ہاتھ میں بے چاری سبزی کو میاں سمجھ کر.........

س: دن رات' صبح و شام' ہر گھنٹہ اور ہر لمحہ میرا دل چاہتا ہے کہ.....؟

ج: کہ ساس نندوں کی کھری کھری سلواتیں سنتی رہو ہا ہا.....

س: بچے من کے سچے آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: بچے من کے سچے اور آپ کان کے کچے ہمارا تو یہی خیال ہے۔

حافظ نادیہ یٰسین.....ساہیوال

س: آپی صرف مرد ہی کیوں گنجے ہوتے ہیں' عورتیں کیوں نہیں ہوتیں؟

ج: کیونکہ عورت ہی مرد کو گنجا کرنے کی اصل وجہ ہوتی ہے۔

س: اندھیرے میں نظر کیوں نہیں آتا آپی؟

ج: الو کی آنکھیں لگوالو پھر اندھیرے میں نظر آنے لگے گا پورا پورا۔

س: شدید نیند کے عالم میں ایک طرف مچھر کی بیں بیں تو دوسری طرف میاں جی کے خراٹے' آپ کیا کرتی ہیں ایسی سچویشن میں؟

ج: میاں تمہارے ہیں بھئی اب وہ مچھر کی طرح بیں بیں کریں یا خراٹے لیں برداشت تم کو ہی کرنا ہے' ہم ابھی اس سچویشن سے دور ہیں۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

س: آپی گرمیوں کے دن کیسے گزر رہے ہیں؟

ج: بہت مزے میں اللہ کی نعمتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے مزے کا آم فالسہ' جامن' چیری اور بادر مت پوچھو اور آنکھیں بند رکھو کہیں نظر نا لگا دو۔

س: مچھر کا سائز مکھی جتنا کیوں ہو گیا ہے؟

ج: آپ کی نظر کچھ زیادہ ہی خراب ہوگئی ہے ڈاکٹر کو چیک کروائیں ورنہ کل ساس اور نند بھی ایک جیسی لگیں گی۔

س: دودھ سے لسی بن سکتی ہے تو لسی سے دودھ کیوں نہیں بن سکتا؟

ج: اس سوال سے آپ نے ہمارے دماغ کی لسی بنادی ہے۔

س: ٹھنڈی ٹھار پیپسی کے ساتھ گرم گرم سموسے کیسے رہیں گے؟

ج: بہت مزے کے پھر رمضان کی افطاری میں لے کر آرہی ہو ناں......

س: دہی سے لسی بن سکتی ہے تو مکھن سے چائے کیوں نہیں بن سکتی؟

ج: آپ کے سوالوں سے پتا چل رہا ہے کہ کس قدر ندیدی ہیں آپ کھانے پینے کے علاوہ کوئی اور سوال ہی نہیں۔

س: آپی نکاح پر چھواروں کی بجائے دال سویاں کیوں نہیں بانٹی جاتی؟

ج: اپنے نکاح پر بنوا لیتیں' میاں جی کی پرچون کی دکان بھی چمک جاتی۔

س: دلہن کیوں نہیں حق مہر دیتی دلہا کو دلہا بے چارہ ہی کیوں دیتا ہے؟

ج: دلہن جہیز جو ساتھ لاتی ہے اور اگر اس کے علاوہ بھی حق مہر چاہیے تو دلہن کے بھائی سے رابطہ کریں۔

سحرش بٹ...... دینہ' جہلم

س: آپی جی سارے گھر کا کام ختم کرنے کے بعد اور اپنا حلیہ کسی نوکرانی سے کم نہ ہو اور پر سے اچانک سسرال والے ٹپک پڑیں تو بتائیں فوراً کیا کرنا چاہئیں۔

ج: کچھ بھی نہیں بلکہ اسی حال میں سسرال والوں کو خوش آمدید کریں تاکہ ان کو بھی پتا چلے کہ لڑکی نکمی نہیں کام کاج والی ہے۔

س: آپی جی ہر لڑکا شادی سے پہلے لڑکی کو جان' جانم اور جانو کہہ کر کیوں بلاتا ہے؟

ج: کیونکہ شادی کے بعد صرف غم رہ جاتا ہے باقی لفظ میاں کی لغت سے مٹ جاتے ہیں۔

س: آپی جی ہر کوئی مجھ سے میرے حسن کا راز کیوں پوچھتا ہے؟

ج: بی کوئل سے ضرور کسی کوے نے حسن کا راز پوچھا ہوگا۔

س: آپی جی شادی پر ہر کوئی دلہا کی کار میں بیٹھنے کا کیوں خواہش مند ہوتا ہے؟

ج: کیونکہ اس کی اپنی ذاتی کار نہیں ہوتی اس لیے اور مانگے کی چیز تو ویسے بھی اچھی ہوتی ہے۔

س: رات کو سونے سے پہلے ہر روز میری ایک خواہش کہ صبح اٹھوں گی تو میرے بال لمبے ہوگئے ہوں گے جب میں صبح اٹھتی ہوں تو......؟

ج: تمہارے چھوٹے سے بال اماں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں' اٹھتی ہے کہ پانی ڈالوں......

س: آپی جی...... جی چوچاں ہے چی چوچاں ہے......

ج: اب یہ بتاؤ کل مل کر تمہارے کتنے چاچے ہیں؟

اقراء...... نامعلوم

س: پہلی دفعہ آئی ہوں کیسا لگا میرا اس طرح سے آنا؟

ج: بہت برا...... کم سے کم منہ تو دھو کر آتی اب منہ مت

بناؤ۔

س: اوہو بہت گرمی ہے آپی یار تھوڑی ہوا ہی دے دو اتنی دور سے اتنا لمبا سفر کر کے آئی ہوں۔

ج: نیو کراچی سے ڈبلیو گیارہ میں آئی ہو ناں' میک اپ بتا رہا ہے۔

س: آپی رات کو اتنی اچھی نیند آتی ہوگی نا؟ مچھر انکل اتنے پیارے گیت جو سناتے ہیں آپ کے کان میں؟

ج: اچھا وہ آپ کے انکل ہیں روز آکر آپ کا پوچھتے ہیں' اب یہاں سے سیدھی گھر ہی جانا شاباش۔

س: کیا بات ہے آج منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟

ج: ہاں نا بتاؤں تمہارے منہ پر کیوں بارہ بج رہے ہیں جب سے آئی ہو......

س: اچھا جی رب راکھا پھر حاضر ہوں گی۔

ج: رب راکھا۔

صباء اصغر...... نوشہرہ ورکاں

س: شمائل آپی آپ کی بزم میں پہلی دفعہ شرکت کررہی ہوں' خوش آمدید تو کہہ دیں بھئی؟

ج: کیوں بھئی زبردستی ہے کیا۔

س: آپی آپ اتنی اچھی کیوں ہیں؟

ج: پوچھ رہی ہو تو لوگوں سے پوچھو اور بتا رہی ہو تو شکریہ' نوازش۔

س: آپی الو دن کو سوتے اور رات کو جاگتے ہیں کیوں؟

ج: یہ سوال اپنے میاں جی سے پوچھ کر سب کو بتاؤ' آخر رات جاگنے کی وجہ..........

س: اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں؟

ج: سدا ہنستی مسکراتی رہو۔

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... کٹھیالہ

س: شمائل ڈارلنگ کیسی ہیں؟ آئی تھنک ہم جیسے پھولوں کی محفل میں انجوائے کررہی ہوں گی آپ؟

ج: ہاں کاغذ کے پھولوں میں ایک عدد مجھ جیسی اصلی گلاب کا ہونا بھی بنتا ہے۔

س: کافی عرصہ بعد انٹری دی ہے ہم نے کیسا لگا ذرا شیئر تو کیجیے خوب صورت الفاظ میں' مائنڈ نہیں سویٹ ہارٹ؟

ج: الفاظ کم ہیں ان کی تعریف کے لیے
وہ سمجھتے ہیں کہ کم گو ہیں ہم

وثیقہ زہرہ...... سمندری

س: شمائلہ آپی! آپ کو میرا آنا کیسا لگا؟

ج: مت پوچھو' اظہار کر نہیں سکتے اور چپ رہ نہیں سکتے اور جھوٹ بول نہیں سکتے۔

س: جب وہ سامنے آتے ہیں ہمیں ہنسی کیوں آتی ہے بھلا؟

ج: اس بے چارے کا حشر نشر کر کے اب تم ہنسی ہی آنی ہے۔

س: آپ کیوں یاد آتی ہو اتنا؟

ج: کیونکہ آپ کو بھولنے کی عادت ہے اس لیے' بادام کھایا کرو پہلے بھی مشورہ دیا تھا۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: آپی جانی رمضان مبارک' کیا حال چال ہیں؟

ج: رمضان آپ کو بھی مبارک مگر روزے ضرور رکھنا سمجھیں اور وہ بھی پورے پچھلی دفعہ بھی کتنے سارے کھا گئی تھیں مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

س: اف اتنی گرمی ہم تو پگھل ہی جائیں گے؟

ج: کوئی بات نہیں ہمارے پاس فریزر ہے آپ کو فریز کر کے پھر سے جمادیں گے۔

س: آپی گرمی سے بچنے کے لیے کوئی ٹوٹکا تو بتائیں' سنا ہے آپ کا تعلق زبیدہ آپا سے ہے؟

ج: زبیدہ آپا سے مشورہ کرنے کے بعد یہ جانا کہ آپ کو ٹوٹکے کی نہیں' عقل کی ضرورت ہے جس سے آپ بلکل ہی پیدل ہیں۔

س: آپی جانی گرمی میں سب گورے ہوتے ہیں پر میں کالی ہو رہی ہوں' پتا نہیں کیسے؟

ج: کیونکہ تم ہو ہی کالی اور گرمیوں میں تمہارا میک اپ بھی بہہ جاتا ہے۔

س: مجھے تم نظر سے گرا تو رہے ہو...... مجھے تم؟

ج: بارہ من کی دھوبن تمہیں کوئی بھی نہیں اٹھا سکتا اس لیے گری رہو۔
س: آپی چلتی ہوں بھئی بہت گرمی ہے یہاں پھر آؤں گی' اللہ حافظ۔
ج: چلتی ہوئی ہی جانا ہوسکتا ہے وزن کچھ کم ہوجائے جو کہ ناممکن ہے جناب۔

سمیرا تعبیر..... سرگودھا
س: شمائلہ آپی! کیسی ہیں آپ؟ مس کیا تھا آپ نے مجھے کیا ہوگا آخر اتنے دن غائب جو رہی؟
ج: کہاں غائب رہی بعد میں بتانا پہلے ایک ٹانگ پر کھڑی ہوکر اپنی سزا مکمل کرو۔
س: آپی بارش کا آنسوؤں سے کیا تعلق ہے' بارش ہوتی ہے تو آنکھیں بھی بہہ پڑتی ہیں کیوں؟
ج: آنکھوں کے ساتھ تمہاری ناک بھی بہتی ہے چلو صاف کرو پھر آنا۔
س: آپی یہ دل صاحب ہمیشہ دھڑکتے ہی رہتے ہیں بولتے کیوں نہیں؟
ج: قینچی کی مانند تیز چلتی تمہاری ایک زبان ہی کم ہے کیا؟
س: آپی جب کہیں بھی دل نہ لگے' نہ رات کو سکون نہ دل کو چین کیا کرنا چاہیے؟
ج: مچھر مار دوا کا اسپرے کرواؤ تاکہ سکون ملے۔
س: آپی بھینس کی طرح مت دیکھیں' جارہی ہوں' اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں ناں پلیز؟
ج: بھینس ہوں گی آپ اور بھینسوں کو دعائیں نہیں چارہ دیا جاتا ہے اور وہ آپ کھا چکی ہیں۔

رشک حنا..... سرگودھا
س: لوگ اتنے مغرور ہوجاتے ہیں؟
ج: کیونکہ ان کے پاس مغز نہیں ہوتا' اب تم بھی مغرور ہوجاؤ۔
س: آپی میری کزن اور فرینڈ زشاہ زندگی کی سال گرہ ہے پلیز انہیں وش تو کردیں۔
ج: شاہ زندگی سال گرہ مبارک اب عمر بھی بتادو یہ مت کہنا کہ پاکستان جب بنا تھا اس وقت میں نہیں تھی۔
س: اچھا آنی جا تو رہی ہوں دھکے کیوں دے رہی ہو؟
ج: کیونکہ گرتی ہوئی دیوار کو ایک دھکا تو دینا ہی پڑتا ہے ناں۔

لائبہ میر..... حضرو
س: لڑکوں کو جناب کہتے ہیں لڑکیوں کو کیوں نہیں' کیا ہماری کوئی عزت نہیں ہے بھئی؟
ج: لڑکیوں کو محترمہ کہتے ہیں اس لیے کہتے ہیں ابھی وقت ہے محترمہ پڑھ لو۔
س: روزانہ سورج غروب ہوکر کہاں جاتا ہے؟
ج: اپنے گھر سونے جاتا ہے' سارا دن اِدھر اُدھر گھوم پھر کر تھک جاتا ہوگا ناں تم بھی کتنی بدھو ہو۔
س: آنکھیں میری بس دیکھیں تمہیں تو خوابوں کی بارات ہوتا کریں کس کو؟
ج: اپنی ساس کی بات کررہی ہو' پتا ہے تمہیں اپنی ساس سے بہت محبت ہے۔
س: نا سانی نھلیاں نھلیاں ناساں' بتائیں یہ گانا کس کا ہے؟
ج: آپ کیا اپنے سسرال والوں کے نام گنوانے پر تلی ہوں۔
س: میرے پاس آنچل ٹائٹل کے لیے ایک زبردست آئیڈیا ہے اگر 12 ماہ بھی لڑکیاں ایک ٹائٹل دیکھتی رہیں تو بور نہیں ہوں گی کیا خیال ہے بھیجوں پھر پکچر اپنی؟
ج: خواتین آنچل پڑھنے کے لیے خریدتی ہیں آپ کی تصویر لگ گئی تو اپنے بچوں کو ڈرانے کے لیے لیں گی۔
س: ساتویں بار ہے کہ آپ خواب میں آ کر معاً آنسو مجھے شرکت کی دعوت دیتی ہیں' آپ کے خلوص بھرے آنسو آخر کھینچ بھی لائے تاں مجھے پرستان سے آپ کی محفل میں۔
ج: توبہ ہے آپ بھی الٹا سمجھتی ہیں وہ آنسو آپ کو یہاں بلانے کے لیے نہیں تھے بلکہ آپ کے گھر لوٹ جانے کے لیے بہائے تھے خوشی میں۔

پیش کش ڈاکٹر ہاشم مرزا

تنزیلا عباس رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ میں اپنی ٹیسٹ رپورٹ ارسال کررہی ہوں 2010ء میں میری شادی ہوئی تھی اب تک اولاد سے محروم ہوں۔ مجھے بھی کوئی علاج بتائیں تاکہ میں صاحب اولاد ہوسکوں۔
محترمہ آپ ASHOKA (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں یہ دوا آپ کے شہر میں کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔
نرگس فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میری رنگت گندی ہے میں چاہتی ہوں کہ میرا رنگ گورا ہوجائے میں یہ دوا بازار سے نہیں خرید سکتی برائے مہربانی آپ مجھے یہ دوا ارسال کردیں ان شاء اللہ آپ کو اجر ملے گا۔
محترمہ یہ دوا ہم نہیں بناتے جرمنی کی بنی ہوئی ہومیو پیتھک اسٹور سے خرید سکتی ہیں اس کے 5 قطرے 15 دن میں ایک بار آدھا کپ پانی میں ڈال کر پیا کریں 6 ماہ کی مدت پوری کرلیں۔
الف الف وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ مجھے نسوانی حسن کی کمی ہے اور دوسرا مسئلہ سیلان ہے کوئی اچھی سی دوا بتادیں۔
محترمہ آپ SABAL SERULATTA (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا دونوں دوائیوں کے استعمال سے آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔
رمیض فرید ملتان سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 17 سال تھی تو میرے سر کے سارے بال گر گئے تھے میں نے آپ کا ہیئر گروور استعمال کیا تو مجھے ہیئر گروور سے بے حد فائدہ ہوا میرے سر پر گھنے بال آ گئے اگر آپ کا یہ ہیئر گروور پوری دنیا میں پھیل جائے تو ٹرانس پلانٹ کے کلینک سارے بند ہوجائیں یقین جانیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں آپ کے لیے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔ میرا دوسرا مسئلہ داڑھی کے بالوں کا ہے پورا چہرہ بالوں سے بھرا ہوا ہے میں چاہتا ہوں کہ صرف داڑھی کی جگہ بال باقی رہیں چہرہ کھلا رہے میں اس کے لیے APHRODITE استعمال کرنا چاہتا ہوں۔
محترم آپ چہرے کے جس حصے سے بال ختم کرنا چاہتے ہیں اس جگہ سے بال صاف کرکے ایفروڈائٹ استعمال کرسکتے ہیں مگر یہ نیچرل بال ہیں موٹے اور لمبے ہوتے ہیں ان کو ختم ہونے میں دیر لگے گی ان شاء اللہ بال ختم ہوجائیں گے۔
ارشاد بانو کوٹ ادو سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر مناسب دوا بتائیں۔
محترمہ آپ PHYTOLACCA BARRY (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور SEPIA 200 کے 5 قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔
ثوبیہ مظفر آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بال ہیں اور میرے سر کے بال گر رہے ہیں اور سفید بھی ہورہے ہیں میرے دونوں مسئلوں کا کوئی حل بتائیں۔
محترمہ آپ ویکسنگ کے ذریعے چہرے کے بال صاف کرکے روزانہ APHRODITE لگائیں اور سر کے بالوں کو گرنے سے روکنے کے لیے HAIR GROWER استعمال کریں دونوں دوائیں منگوانے کے لیے مبلغ 1600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل نام پتہ اور

مطلوبہ دواؤں کا نام الفرڈ ڈائٹ اور ہیئر گروور ضرور لکھیں ایک ہفتے کے اندر ادویات آپ کے گھر پہنچ جائیں گی۔

بریرہ جھمر کلاں سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 23 سال ہے میرا قد بھی چھوٹا ہے دوسرے میرے چہرے پر تل ہیں اور تیسرا مسئلہ میرے پیروں کے ناخن ٹوٹ جاتے ہیں اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ THUJA (Q) کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور اسی دوا کو تلوں پر لگالیا کریں اس کے علاوہ GRAPHITES- 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک مرتبہ پی لیا کریں 23 سال کی عمر میں قد بڑھنا مشکل ہے۔

احمد رضا لاہور سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 28 سال ہے میرا قد چھوٹا ہے قد بڑھانا چاہتا ہوں۔ میرے دونوں مسئلوں کے لیے کوئی علاج بتائیں مجھے مایوس نہ کریں۔

محترم آپ کا قد مناسب ہے اور قد بڑھانے کی آپ کی عمر گزر چکی ہے دوسرے مسئلے کے لیے AGNUS CAST-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

اجالا نجل راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر چھائیاں ہیں اور میرے چہرے پر دانے ہیں۔

محترمہ آپ BARBARIS AQUIF (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اس کے علاوہ GRAPHITES-200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک مرتبہ پیا کریں۔

جی ایم چوہدری گجرات سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ FUCUS VES (Q) اور PHYTOLACCA BARRY (Q) کے 10,10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

پری سیاء ناز ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ مجھے گلہڑ کا مسئلہ ہے اور میری بہن کا اولاد نہ ہونے کا مسئلہ ہے وہ بہت پریشان ہے ڈاکٹر رحم کی کمزوری بتاتے ہیں۔

محترمہ آپ JODUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بہن کو ASHOKA (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں ان شاء اللہ دونوں مسئلے حل ہوجائیں گے۔

محمد محسن نواب لاہور سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ DAMYANA (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

انیسہ پرویز چکوال سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر موٹے موٹے دانے نکلتے ہیں جو بعد میں کالے نشان چھوڑ جاتے ہیں اور گڑھے پڑ جاتے ہیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سبط الرحمان ماچھیوال سے لکھتے ہیں کہ میری ماما جانی کی کمر میں ہر وقت درد رہتا ہے اس کا علاج بتا دیں۔

محترم آپ THRIDION-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

عظمیٰ احمد میانہ گوندل سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوائی بتادیں۔

محترمہ آپ ماموں کو SANGONARIA-30 کے 5 قطرے آدھا

کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔

جی ایم مرتضیٰ فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا بتادیں۔

محترم آپ STAPHISAGRIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور CONIUM-200 کے 5 قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں مکمل صحت حاصل ہونے تک دوا جاری رکھیں۔

آمنہ افتخار عارف والا سے لکھتی ہیں کہ ہم 4 بہنیں ہیں چاروں بہت دبلی پتلی ہیں کچھ بھی کھائیں غذا جسم کو نہیں لگتی۔

محترمہ آپ چاروں بہنیں ALFALFA (Q) کے 10,10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

تناشہ فرزانہ چک جھمراں سے لکھتی ہیں کہ مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں میرے لیے کوئی علاج تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ SENECIO AURIUS-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور ALUMINA-200 کے 5 قطرے ہر آٹھویں دن پیا کریں۔

فاطمہ پیر محل سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت زیادہ چھائیاں ہیں اور میرے سر کے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں تنگ ہوگئی ہوں میرے دونوں مسئلوں کا کوئی حل بتا دیں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQUIF (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اس کے علاوہ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ 3,4 بوتل کے استعمال سے لمبے گھنے اور خوب صورت بال پیدا ہوں گے۔

تنزیلہ عباس لکھتی ہیں کہ شادی کے 9 ماہ بعد میرا ماہانہ نظام بالکل بند ہوگیا ہے اب تک اولاد سے محروم ہوں کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA-CM کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پییں ماہانہ اخراج جاری ہونے پر دوا کا استعمال بند کردیں اس کے بعد ASHOKA (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ان شاء اللہ صاحب اولاد ہوں گی۔

عاشی تلہ گنگ سے لکھتی ہیں کہ مجھے موٹاپا کم کرنے کا کوئی علاج بتائیں اس کے علاوہ میرے جسم کے ایک حصے پر زخم آرام ہونے کے بعد کالے نشان رہ گئے ہیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA BARRY (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں زخموں کے نشان وقت گزرنے کے ساتھ خود ختم ہوجائیں گے۔

مسز عرفان قصور سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

روبینہ گل چکوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ 1600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام خاص دوا ضرور لکھیں ایک ہفتے میں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی ترکیب استعمال کے مطابق دوا استعمال کرنے سے ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ثمر شہزادی جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے

بغیر مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ BORAX-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ اس کے علاوہ CHIMAPHILA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مکرم خان پشاور سے لکھتے ہیں کہ مجھے سارے جسم پر خشک خارش ہوتی ہے دانے وغیرہ کچھ نہیں ہیں۔

محترم آپ DOLICHUS-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

زینت بانو حیدرآباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے یرقان کی شکایت ہے بہت سے علاج کیے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

محترمہ آپ CHELIDONIUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نعیم قریشی ملتان سے لکھتے ہیں کہ مجھے دانتوں سے خون آتا ہے مسوڑھے پھولے ہوئے ہیں۔

محترم MERC SOL-6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

رخسانہ گجرات سے لکھتی ہیں کہ مجھے ان لارجمنٹ آف یوٹرس کی شکایت ہے۔ اعضا باہر نکل آتے ہیں میں بہت پریشان رہتی ہوں آپ ہی کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SEPIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

احسان عالم آزاد کشمیر سے لکھتے ہیں کہ پروسٹیٹ گلینڈ بڑھا ہوا ہے پیشاب کرنے کے باوجود لگتا ہے ابھی اور آئے گا کافی دیر تک قطرہ قطرہ آتا ہے۔

محترم آپ CONIUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

فضیلہ عباس رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ میری شادی کو 5 سال ہوگئے ہیں اولاد سے محروم ہوں۔ مجھے کوئی شافی علاج بتائیں کہ میں بھی صاحب اولاد ہوجاؤں۔

محترمہ آپ ASHOKA (Q) کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

منشی کرم دین چیچہ وطنی سے لکھتے ہیں کہ میری بیگم کو پرانا سر درد ہے بہت علاج کیے وقتی طور پر کم ہوجاتا ہے مگر مکمل ختم نہیں ہوتا آپ کو بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں کہ میرا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔

محترم آپ USNEA-3X کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ بیگم کو پلایا کریں۔

ڈاکٹر وردا نسیم کراچی سے لکھتی ہیں کہ ایک مریضہ کا حال لکھ رہی ہوں اس کے لیے کوئی مناسب دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ مریضہ کو SEPIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14B نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت۔ ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

روزے کی فضیلت

❀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے ایمان کے جذبے سے اور طلب ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا اس کے گزشتہ گناہوں کی بخشش ہوگئی (بخاری و مسلم مشکوۃ)

❀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نیک) عمل جو آدمی کرتا ہے تو (اس کے لیے عام قانون یہ ہے کہ) نیکی دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مگر روزہ اس (قانون) سے مستثنیٰ ہے (کہ اس کا ثواب ان اندازوں سے عطا نہیں کیا جاتا) کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کا (بے حد و حساب) بدلہ دوں گا (اور روزے کے میرے لیے ہونے کا سبب یہ ہے کہ) وہ اپنی خواہش اور کھانے (پینے) کو محض میری (رضا) کی خاطر چھوڑتا ہے روزے دار کے لیے دو فرحتیں ہیں ایک فرحت افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری فرحت اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک (وعنبر) سے زیادہ خوشبودار ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ)

❀ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کرتے ہیں یعنی قیامت کے دن کریں گے، روزہ کہتا ہے اے رب میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے سے دیگر خواہشات سے روکے رکھا لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیے اور قرآن کہتا ہے کہ میں نے اس کو رات کی نیند سے محروم رکھا (کہ رات کی نماز میں قرآن کی تلاوت کرتا تھا) لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیے چنانچہ دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (بیہقی شعب الایمان، مشکوۃ)

غروب کے بعد افطار میں جلدی کرنا

❀ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک کہ (غروب کے بعد) افطار میں جلدی کرتے رہیں گے (بخاری و مسلم، مشکوۃ)

روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے

❀ سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ افطار کرے تو کھجور سے افطار کرے کیونکہ وہ برکت ہے اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرلے کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے۔ (احمد ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ بداری، مشکوۃ)

❀ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز (مغرب) سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے اور اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک خرما کے چند دانوں سے افطار فرماتے تھے اور اگر وہ بھی میسر نہ آتے تو پانی کے چند گھونٹ لے لیتے۔

لیلتہ القدر

❀ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان المبارک آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک یہ مہینہ تم پر آیا ہے اور اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے جو شخص اس رات سے محروم رہا وہ ہر خیر سے محروم رہا اور اس کی خیر سے کوئی شخص محروم نہیں رہے گا سوائے بدقسمت اور حرماں نصیب کے۔ (ابن ماجہ)

❀ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلتہ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو (صحیح بخاری، مشکوۃ)

❀ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب لیلتہ القدر آتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل

ہوتے ہیں اور ہر بندہ جو کھڑا یا بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہا ہو (اس میں تلاوت، تسبیح، تہلیل اور نوافل سب شامل ہیں) اغرض کسی طرح سے ذکر عبادت میں مشغول ہو اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ (بیہقی شعب الایمان، مشکوٰۃ)

لیلتہ القدر کی دعا

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ فرمایئے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ یہ لیلتہ القدر ہے تو کیا پڑھا کروں، فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔

ترجمہ: "اے اللہ آپ بہت ہی معاف کرنے والے ہیں معافی کو پسند فرماتے ہیں پس مجھ کو بھی معاف کر دیجیے۔"

بغیر کسی عذر کے رمضان کا روزہ نہ رکھنا

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جس شخص نے بغیر عذر اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو خواہ ساری عمر روزے رکھتا رہے وہ اس کے تلافی نہیں کرسکتا۔ (یعنی دوسرے دنوں میں روزہ رکھنے سے اگرچہ فرض ادا ہوجائے گا مگر رمضان المبارک کی برکت وفضیلت کا حاصل کرنا ممکن نہیں)
(احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

رمضان کے چار عمل

❁ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں چار چیزوں کی کثرت کیا کرو، دو باتیں تو ایسی ہیں کہ تم ان کے ذریعے اپنے رب کو راضی کروگے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ تم ان سے بے نیاز نہیں ہوسکتے پہلی دو باتیں جن کے ذریعہ تم اللہ تعالیٰ کو راضی کروگے یہ ہیں "لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا اور استغفار کرنا اور وہ دو چیزیں جن سے تم بے نیاز نہیں یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے پناہ مانگو۔ (ابن خزیمہ، ترغیب)

صلوۃ التسبیح

صلوۃ التسبیح بہت ہی فضیلت والی نماز ہے۔ اس نماز کو بندہ روزانہ پڑھے اگر روزانہ نہ پڑھ سکے تو ہفتہ میں ایک مرتبہ اگر ہفتہ میں نہ پڑھ سکے تو ہر ماہ ایک مرتبہ پڑھے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لے ورنہ اپنی زندگی میں تو ایک مرتبہ ضرور پڑھنی چاہیے اگر سال میں ایک دفعہ پڑھے تو ماہ رمضان المبارک بروز جمعہ نماز ظہر سے قبل پڑھنی افضل ہے۔

ترکیب صلوۃ التسبیح

چار رکعت نماز صلوۃ التسبیح ایک سلام سے پڑھیں۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ الزال ایک بار پھر حسب ذیل کلمات پندرہ مرتبہ پڑھنے ہیں۔

سبحان اللہ ولحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

پھر رکوع میں جاکر رکوع کی تسبیح کے بعد یہی کلمات دس مرتبہ پڑھیں پھر رکوع کے بعد کھڑے ہوکر قومہ کی تسبیح تحمید کے بعد دس مرتبہ پھر سجدہ کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ دونوں سجدوں کے درمیان یہی کلمات دس مرتبہ پھر دوسرے سجدے میں تسبیح کے بعد دس مرتبہ پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھیے اور قعدہ میں دس مرتبہ پڑھیں دوسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ عادیات ایک مرتبہ پڑھ کر پہلی رکعت کی طرح اوپر والے کلمات اسی ترکیب سے پڑھنا ہیں۔ تیسری رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ کے سورۃ نصر ایک بار پڑھ کر وہی کلمات پڑھیں چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص ایک بار پڑھ کر انہی کلمات کو اسی ترکیب سے پڑھیں دوسرے اور چوتھے قعدہ میں بعد التحیات تشہد کے پڑھنا ہیں۔ ہر رکعت میں یہ کلمات پچھتر مرتبہ اور چاروں رکعات میں تین سو مرتبہ یہ کلمات پڑھے جاتے ہیں یہ نماز شب قدروں میں بھی پڑھنی افضل ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس نماز کے پڑھنے والے کے اللہ پاک گناہوں کو معاف فرما کر مغفرت فرماتا ہے۔ اگر یہ سورتیں یاد نہ ہوں تو سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سی بھی سورۃ پڑھی جاسکتی ہے۔

ایمبار ضوان...... کراچی